يا فتّاح

اسلامی لغت

جلد دوم

مُرتّبہ

سیّد حامد حسین رضوی (علیگ) ایم، اے، ایس، بی،

محلہ نالہ - جھالرا پاٹن (راجپوتانہ)

باہتمام محمد اویس و آرٹی

مطبوعہ معارف پریس اعظمگڈھ

رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۹ ہجری،

جنوری سنہ ۱۹۳۱ عیسوی،

بار اول ۵۰۰

قیمت فی جلد ۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دیباچہ

خدا کا شکر ہے کہ اسلامی لغت کی دوسری جلد زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر عالمِ شہود مین جلوہ گر ہوتی ہے اور اس طرح اس وعدہ کی جو اس لغت کی پہلی جلد مین کیا گیا تھا پہلی قسط سے سبکدوشی حاصل ہوئی، اس جلد کی ترتیب مین علمائے کرام کے مفید مشورون اور مدیر صاحبان کی معزز تنقیدون سے بھی فائدہ اُٹھایا گیا ہے، حالانکہ صاحبانِ مطبع کی اس امر پر خاص توجہ دلائی گئی تھی کہ یہ جلد چھاپہ کے اغلاط اور سہو سے پاک رہے، لیکن کامیابی بدرجۂ اتم نہین ہوئی اور بادل نخواستہ غلط نامہ کا اضافہ کرنا پڑا،

اردو زبان کی روز افزون توسیع و ترقی اس امر کی مقتضی ہو کہ مختلف علوم و فنون پر مستند و مستقل تالیفات و تصنیفات کے ساتھ ساتھ ہر شعبۂ علم کی ایک ایک لغت بھی تدوین کیجائے تاکہ مصطلحات علمیہ کے سمجھنے مین سہولت پیدا ہو جائے، اسی ضرورت کو محسوس کر کے ایک نئے میدان مین اس ہیچمیرز مؤلف نے توکلت علی اللہ کہکر قدم رکھا اور لغت اسلامی کی ترتیب کا بار اپنے کندھون پر اٹھایا، شکر ہے کہ یہ سعی مشکور ہوئی اور ملک نے نہایت جوش کے ساتھ اس لغت کی پہلی جلد کا خیر مقدم کیا، اور علماے کرام نے اس کی قدر شناسی کی اور ادبیاتِ اردو مین ایک مفید اور کارآمد اضافہ تبلایا،

مین اپنا دل اسوقت مسرت آمیز اطمینان سے لبریز پاتا ہون کہ علمی خدمت کی وہ توقعات جو اخی معظم سید محمد حسین رضوی مرحوم و مغفور بی اے (علیگ) نے میری ذات سے باندھی تھین وہ الحمد للہ ایک حد تک پوری ہوئین، ع

"شادم از زندگیِ خویش کہ کارے کردم"

لیکن ساتھ ہی ساتھ اس امر کا بھی مجھکو بحد قلق ہے کہ مرحوم اپنی اُس سعی و کوشش کا نتیجہ جو اُنھون نے میرے ارتقائے ذہنی مین کی تھین اپنی زندگی مین نہ دیکھ سکے اور میری شومی قسمت نے مجھکو اپنے عزیز بھائی اور شفیق اُستاد سے بہت جلد بچھڑا دیا، اور اس تالیف کی ترتیب مین مرحوم کے مشورون سے محروم کردیا، اس مین شک نہین کہ اس تالیف کی مقبولیت نے مرحوم کی روح کو بحد مسرور کیا ہوگا لیکن میرے لیے یہ رحلت ایک ناقابلِ برداشت صدمہ ثابت ہوئی ہی،

دل کو تڑپاتی ہے رہ رہ کے محبت تیری　　　یاد کر کر کے تجھے کرتا ہون ہردم شیون

کل من علیہا فان،

آج سے تدوینِ لغت کی راہ مین تیسرا قدم رکھا جاتا ہے، احباب دعا فرمائین کہ قلم کا مسافر بخیر و خوبی اپنی منزل مقصود کو پہنچ جائے اور مزاحمتون سے اُس کا راستہ پاک و صاف رہے، آمین یارب العلمین،

خاکسار

سید حامد حسین رضوی

محلہ بجریا - بینا

(جی - آئی - پی ریلوے)

۹ رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ مطابق ۲۹ جنوری ۱۹۳۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل جیم عربی

جابر بن عبد اللہ:- آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، آپ کثیر الروایت صحابی ہین، آپ نے غزوۂ بدر مین شرکت کی اور بھی کئی غزوات مین آنحضرت صلعم کی ہمرکابی کا شرف آپ کو حاصل رہا، ۷۴ھ ۶۹۳ع مین آپنے بعمر چورانوے ۹۴ سال رحلت کی،

جابلسا، جابلقا، نام ہین دو شہرون کے جو سرحد مغرب و مشرق پر علی الترتیب واقع ہین، شیخ اکبر (ابن عربی) اور دوسرے صوفیہ کہتے ہین کہ ان شہرون سے مراد عالم مثال کے شہر ہین (تذکرۃ السلوک، مصطلحات صوفیہ)

جاثلیق، (معرب) بفتح ثائے مثلثہ، بلادِ اسلام مین عیسائیون کا مذہبی سردار جاثلیق کہلاتا ہے، جو بطریق کا نائب ہوتا ہے، ان عہدہ دارون کی ترتیب یہ ہے (۱) بطریق (۲) جاثلیق (۳) مطران (۴) اسقف (۵) قسیس اور (۶) شماس (غیاث اللغات)

نظام الملک طوسی مین عیسائیون کے علماء اور مجتہدین کے مندرجہ ذیل درجے لکھے ہین:-

(۱) بطریق (بطرک) سردار اعظم، یعنی روم کا پوپ،
(۲) جاثلیق، بطریق کا نائب،
(۳) مطران، رئیس الکنیسہ،
(۴) اسقف، بطران کا نائب،
(۵) طرخان، پانچہزار پر افسر،
(۶) قومس، دو ہزار پر افسر، یہ لفظ معرب ہے COMES کا،

علامہ ابن خلدون لکھتے ہین کہ بطریق (بطرک)

رئیسِ مذہب اور خلیفہ مسیح سمجھا جاتا ہے، اس کے دینی نائب اسقف، کہلاتے ہین، نماز پڑھانے والے اور فتوی دینے والے کو قسیس کہتے ہین اور جو شخص ترکِ دنیا کرکے اور کنجِ تنہائی مین بیٹھ کر عبادت کرتا ہے راہب کہلاتا ہے (ترجمہ مقدمہ ابن خلدون جلد دوم)

جاثمین (ع) ثائے مثلثہ مکسور، اوندھے گرے، سورۂ ہود (پ۱۲، ع ۸، آیت ۹۴) بس ہو گئے وہ لوگ اپنے گھرون مین مردہ، زانو پر گری ہوئی حالت مین (جاثمین)

واضح رہے کہ جثم کا اطلاق پرند پر اس وقت ہوتا ہے جب وہ زمین پر بیٹھ جائے اور اُس سے لگ جائے، بس جاثمین سے مراد وہ لوگ ہوئے جو گری ہوئی حالت مین ہون،

جاثیہ، نام ہے سورت قرآنی کا جو باعتبار نزول مکی ہے اُسمین چار رکوع ہین جنمین چھتیس ۳۶ آیتین ہین، اس سورت مین وحی الٰہی کی سچائی اور جزا و سزا کے حق ہونے کیجانب توجہ دلائی گئی ہے اور ان کی صداقت کے انکار پر سزا کا ذکر کیا گیا ہے اور اسی لحاظ سے اس سورت کا نام جاثیہ ہے جس کے معنی گھٹنون کے بل بیٹھنے والی جماعت ہے،

جاحظ (ع) بالکسر حائے مہملہ، وہ شخص جس کی آنکھ کا ڈھلا باہر نکلا ہو، چونکہ عمرو بن بحر بن محبوب بصری کی جو ائمہ معتزلی مین سے ممتاز امام ہین، ایک آنکھ باہر نکلی ہوئی تھی اس لیے وہ جاحظ کے لقب سے یاد کئے جاتے ہین، آپ کی شہرت زیادہ تر علم کلام مین ہے، لیکن تفسیر، فقہ، حدیث اور ادب مین بھی آپ اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے، آپ کا انتقال ۲۵۵ھ/۸۶۸ء مین بمقام بصرہ نوے ۹۰ سال کی عمر مین ہوا، اس حساب سے آپ کی پیدائش ۱۶۵ھ/۷۸۱ء کے قریب قریب آتی ہے،

اعتزال کا ایک مستقل طبقہ آپ کا خوشہ چین ہونے کے باعث **جاحظیہ** کہلاتا ہے جس کے معتقدات مین آپ کے مندرجہ ذیل اقوال داخل ہین،

(۱) سارے معارف ضروری ہین، کوئی شے ان مین سے افعال عباد نہین، بلکہ یہ سب طبعی ہین، بندہ کا کسب سوائے ارادہ کے اور کچھ نہین،

(۲) آدمی ہمیشہ دوزخ مین نہ رہین گے بلکہ طبیعت نار ہو جائین گے، اللہ کسی کو داخلِ نار نہ کرے گا بلکہ خود آگ ان کو بالطبع اپنی طرف کھینچ لے گی،

(۳) جواہر اجسام کا معدوم ہونا محال ہے، البتہ اعراض بدلتے رہتے ہین اور جوہر اپنی حالت پر باقی رہتے ہین،

(۴) اللہ معاصی کا ارادہ نہین کرتا، اللہ کا اپنی کامون مین ارادہ کے یہ معنی ہین کہ وہ غلطی نہین کرتا،

(۵) جن باتون پر اعتقاد رکھنا مکلف پر واجب ہے ان کا علم ضروری ہے، باقی سب نظری (ماخوذ از مذاہب الاسلام لفظ جاحظیہ)

جَادُو (ف) منتر، سحر، بعض اوقات جادو سے مراد جادوگر بھی لیتے ہین، صاحب عین الہدآ کے نزدیک جادو برحق ہے، لیکن معتزلہ کے نزدیک باطل ہے (دیکھو سحر)

جاذب (ع) جذب کرنے والی،

اطبا، کے نزدیک وہ دوائین جو بسبب گرمی کے رطوبات اور اخلاط کو جذب کرلین جاذب کہلاتی ہین،

جاذِبہ (ع) بکسر ذال معجمہ، جذب کرنے والی،

اطبا، کے نزدیک یہ ایک قوت کا نام ہے جو غذا کو ظاہر سے باطن مین کھینچتی ہے، ان چار قوتون مین سے جو قوت غاذیہ کی خادم ہین جاذبہ ایک ہے اور اس کا فعل صرف یہ ہے کہ غذا کو عضو مغتذی کے نزدیک کھینچ لاے، حکما، کہتے ہین کہ اجسام کے اجزاء مفردہ مین قوتِ جذب موجود ہے جس کے باعث تمام اجرام مین انجذاب پایا جاتا ہے، کسی چیز کا موجود ہونا اور پھر اس کا باقی رہنا اسی جذب و انجذاب کے باعث ہے، تین قوتین ہین جن سے اجسام مرکب اور قائم ہین (۱) کشش عقد (۲) قوت جاذبہ متلاصقہ (۳) قوت دافعہ، ان قوتون مین سے اگر قوتِ جاذبہ متلاصقہ نہ ہو تو اجسام وجود کو قبول نہ کرسکین، اور اگر عقد کی کشش نہ ہو تو مفردات سے مرکبات موجود نہ ہوسکین اور اگر قوت دافعہ نہ ہو تو اجسام باہم مخلوط ہو جائین، پس یہی وہ قوتین ہین جنکے باعث نظام عالم قائم ہے، ثوابت و سیارات کا دار و مدار بھی انھین قوی ثلاثہ پر ہے، اگر قوت جاذبہ متلاصقہ نہ ہوتی تو کرات ریزہ ریزہ ہو جاتے،

واضح رہے کہ جامدات مین بمقابلہ سیال کے قوت جاذبہ زیادہ قوی ہے اور سیال مین بمقابلہ گیس کے یہ قوت زیادہ پائی جاتی ہے،

جار (ع) پڑوسی، شریکِ تجارت، اس کی جمع جیران اور اجوار آتی ہے،

سورۂ نساء (پ ۵، ع ۶، آیت ۴۰) مین ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور نیکی کرو قرابت دارون، یتیمون، غریبون، قرابت مند ہمسایون اور اجنبی ہمسایون اور مسافرون کیساتھ،

اصطلاحِ شریعت مین جار کا اطلاق (۱) مومن قرابت دار (۲) مومن غیر قرابت دار، اور (۳) غیر مومن پر آتا ہے، اور ان تینون کے حقوق تسلیم

کئے گئے ہین، صرف تعلقات کی بنا پر پہلے ہمسایہ کو دوسرے
پر اور دوسرے کو تیسرے پر ترجیح حاصل ہے،

ارشادات نبوی ہین کہ (۱) وہ مومن نہین جو اپنے
ہمسایہ کو ایذا دے (۲) وہ شخص جنت مین داخل نہوگا
جسکا ہمسایہ اس کی ایذا دہی کا شاکی ہو (المشکوٰۃ، کتاب
الآداب، باب شفقت والرحمت فی الخلق، فصل الاول)

آنحضرت صلعم نے پڑوسیون کے جو حقوق ایک
صحابی کو تعلیم فرمائے وہ یہ ہین (۱) تم سے پڑوسی مدد طلب
کرے تو مدد دو (۲) قرض مانگے تو قرض دو (۳) محتاج
ہو تو اس کے ساتھ سلوک کرو، (۴) بیمار ہو تو تیمارداری
کرو اور مرجائے تو جنازہ کیساتھ جاؤ (۵) خوشی کے
موقع پر تہنیت اور غمی کے موقع پر تعزیت بجا لاؤ،
(۶) اپنے مکان کی دیوار اس قدر بلند نہ کرو کہ ہمسایہ کی
ہوا رُکے، (تفسیر عمدۃ البیان جلد اوّل ص ۲۳۵)

مکان یا زمین کی فروختگی مین ہمسایہ کو حق شفعہ
پہنچتا ہے اور اگر وہ موجود نہ ہو تو اس کا انتظار
کیا جائے (المشکوٰۃ کتاب البیوع، باب الشفعہ)

علمائے اہل تسنن کے نزدیک وہ لوگ ایک دوسرے
کے ہمسایہ ہین جو ایک ہی مسجد مین نماز پڑھتے ہون،
بعض علمائے تشیع نے حد ہمسائگی چالیس ہاتھ چارون
طرف لکھی ہے لیکن اکثر احادیث مین چالیس گھر تک
چارون طرف حد ہمسائگی بتلائی گئی ہے، اور اس
ہمسایہ کے ساتھ بھی جو نہ قرابتدار ہو اور نہ مسلمان حسن
سلوک کی ہدایت آئی ہے،

حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہین کہ ہمسایہ
کے ساتھ نیکی کرنی رزق کی فراوانی اور عمر کی زیادتی
کا موجب ہوتی ہے، حضرت امام موسیٰ کاظم کا قول
ہے کہ ہمسائگی کی خوبی یہ نہین ہے کہ ہمسایہ کو ایذا نہ دے
بلکہ خوبی یہ ہے کہ اس کے آزار دینے پر صبر کرے،

سورۂ نساء (پ۵، ع۶-۱۳۷) مین جار
ذی القربیٰ اور جار الجنب آئے ہین،
مفسرین نے جار ذی القربیٰ سے مراد قریب کا
ہمسایہ یا قریبی تعلق والا ہمسایہ لیا ہے اور جار جنب
سے دور کا پڑوسی،

جار اللہ زمخشری، آپ کا اصلی نام محمود
بن عمر تھا اور آپ زمختشر واقع خوارزم کے باشندہ تھے
چونکہ آپ کی عمر کا بڑا حصہ مکہ معظمہ مین صرف ہوا تھا،
اس لیے جار اللہ یعنی اللہ کے پڑوسی کہلائے، آپ
فرقہ معتزلہ کے جید عالم اور تفسیر کشاف کے مفسر ہین،
۴۶۷ھ ۱۰۷۴ء مین پیدا ہوے اور ۵۳۷ھ ۱۱۴۲ء مین راہی ملک
بقا ہوے،

جارحہ (ع) بالکسر رائے مہملہ، شکاری جانور،

اس کی جمع جوارح آتی ہے عرف شرع مین وہ جانور
جس کو شکار کی تعلیم دین جارحہ کہلاتا ہے،

جارحہ کے لغوی معنی حاصل کرنے والے کے ہین،
اور چونکہ شکاری جانور اپنے مالک کے لیے کسب کرتے
ہین اس لیے جارحہ کہلاتے ہین، سورہ انعام (پ،
ع، - ا ت) مین ہے کہ (اللہ) جانتا ہے جو تم حاصل
کر چکے ہو، (جرحتم) دن کو، (دیکھو جوارح)

جارودیہ، فرقہ زیدیہ کی شاخ ہے جس کے موسس
ابوالجارود بن منذر عبدی ہین، شرح مواقف مین ہے
کہ ابوالجارود کا نام امام محمد باقرؑ نے سرخوب رکھا تھا
اس بنا پر اس فرقہ کو سرخوبیہ بھی کہتے ہین، سرخوب کے
معنی مین اختلاف ہے، بعضے لکھتے ہین کہ یہ نام ایک
شیطان کا تھا، لیکن مجمع البحرین کے مطالعہ سے معلوم
ہوتا ہے کہ سرخوب کے معنی طویل کے ہین،

اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت
علی مرتضیٰ کے لیے نص فرما دی تھی مگر یہ نص وصف
کے ساتھ تھی (کشاف اصطلاحات الفنون ومذاہب
الاسلام)

جاسوس (ع) جستجو کرنے والا احوال کا، اس
کی جمع جواسیس آتی ہے، عرف مین وہ شخص جو کسی ملک
کی پوشیدہ خبرین دوسرے ملک مین بھیجے یا لائے،
جاسوس کہلاتا ہے،

جاسوس ضد ہے ناموس کی، اور چونکہ نیکی کے
رازدارون کو ناموس کہتے ہین، اس لیے بدی کے
رازدار جاسوس کہلاتے ہین،

قاموس مین ہے کہ جاسوس مشتق ہے جس سے جس کے
معنی پوشیدہ چیزون کو معلوم کرنا ہین، پس جو شخص پوشیدہ
باتین یعنی شر کی خبرین معلوم کرے وہ جاسوس ہے
کبھی کبھی جاسوس بمعنی حاسوس (با حاء مہملہ) بھی آتا
ہے (دیکھو حاسوس)

مسلمانون مین منصور عباسی پہلا خلیفہ ہے جس نے
سنہ ۱۴۳ھ مین محکمہ جاسوسی کی بنیاد ڈالی جو اس کے
جانشینون کے عہد مین سلطنت کا اہم ترین محکمہ بن گیا،
عموماً جاسوسی کی خدمت کے لیے مستقل طور پر لوگ
مقرر کیے جاتے تھے جنکا تعلق براہ راست خلیفہ سے
ہوتا تھا، یہ لوگ ہر صوبہ کے صدر مقام مین رکھے جاتے
تھے، اور ان کا کار منصبی خلیفہ کو روزانہ واقعات سے
باخبر رکھنا ہوتا تھا، بعض اوقات، صاحب البرید (محکمہ
ڈاک خانہ کا افسر) اس کام پر متعین ہوتے، ان مخبرون
اور قاصدون کے علاوہ خفیہ پولیس تھی جو لوگون کے
حالات پر نظر رکھتی، خلفاء عباسیہ نے ممالک غیر مین
بھی جاسوس مقرر کر رکھے تھے، چنانچہ قیاصرہ رومیہ

کے ارادون سے باخبر رہنے کے لیے مہدی، رشید، مامون اور معتصم کے عہد مین قسطنطنیہ اور دیگر مقامات مین جاسوس متعین تھے، جاسوسی کے لیے جنس کا لحاظ نہین رکھا جاتا تھا، مرد اور عورت دونون اس کام پر مقرر کئے جاتے تھے، سوداگر اور بردہ فروش اس کام کے لیے خاص طور پر منتخب ہوتے تھے،

جب ترک محافظون کا عروج ہوا تو طریقۂ جاسوسی بند ہوگیا، لیکن جون ہی خلفاء عباسیہ کو اقتدار حاصل ہوا انھون نے حالاتِ زمانہ سے باخبر رہنے کے لیے جاسوسی کا طریقہ دوبارہ جاری کیا، کہا جاتا ہے کہ خلیفہ ناصر (المتوفی ۶۲۲ھ / ۱۲۲۵ء) اپنے اور غیر ممالک کے حالات سے اس قدر باخبر رہتا تھا کہ عوام کو یقین ہوگیا تھا کہ اسکے قبضہ مین جنات ہین اور یہی مؤکل اُسکو واقعات کی خبر پہنچاتے رہتے ہین،

جب صوبجات کے گورنر خود مختار ہوگئے اور خلیفہ کی اطاعت کا طوق برائے نام رہ گیا تو ان جاسوسون سے ایلچیون کا کام لیا گیا، محکمۂ جاسوسی سے یہ فائدہ تو ضرور ہوا کہ بادشاہ اپنے مخالف جتھون اور ان کی سازشون سے باخبر رہتا تھا، مگر لوگون کا اطمینان مفقود ہوگیا (ماخوذ از تاریخ رائٹ آنریبل سید امیر علی)

خواجہ نظام الملک (المتوفی ۴۸۵ھ / ۱۰۹۲ء) جو شاہان سلجوقیہ کے وزیر اعظم تھے، اپنی تالیف سیر الملوک (یعنی سیاست نامہ) مین محکمۂ جاسوسی کی نسبت لکھتے ہین کہ بادشاہ کو چاہیے کہ تمام اطرافِ سلطنت مین سوداگرون، سیاحون، صوفیون کو دوا فروشون اور درویشون کے لباس مین جاسوس بنا کر روانہ کرے، جن کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ وہ ملک کی تمام خبرین بادشاہ تک دیانت داری کے ساتھ پہنچائین، اور کسی واقعہ کو پوشیدہ نہ رکھین،

(نظام الملک طوسی ص ۶۲-۲۶۱)

جاگیر (ف) کسی منصب کے تعین پر جو زمین سرکار سے ملے اور جس کا لگان ادا کرنا پڑے جاگیر کہلاتی ہے،

عہدِ رسالت مین جو قاعدہ غنیمت کی تقسیم کا مروج تھا اس کی رو سے جو زمین غازیون کو ملتی وہ اُن کی مملوک ہوجاتی جسپر نہ عشر معین ہوتا اور نہ خراج، چنانچہ خیبر کی زمین ۷ھ / ۶۲۸ء مین اسی اصول کے ماتحت آنحضرت صلعم نے تقسیم فرمائی جو ایک معنی مین جاگیرین کہی جاسکتی ہین، باغِ فدک جو آنحضرت صلعم کی وفات پر ایک متنازعہ فیہ ملکیت بنگیا اور جس نے شیعہ و سنی مین سخت اختلاف پیدا کردیا اسی قسم کی جاگیر مین داخل تھا،

لیکن ان اراضیات کے علاوہ خود آنحضرت صلعم نے حضرت زبیرؓ اور حضرت ابو معیہ الخشنی کو زمین کا ایک ایک قطعہ جاگیر مین عطا فرمایا، حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کو بھی جزیرۂ عرب اور دوسرے مفتوحہ

ممالک مین جاگیرین عطا کین یہان تک کہ اس قسم
کی جاگیرون کا خراج حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین
سات ملین درہم اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے
اوائل زمانہ مین پچاس ملین درہم وصول ہوا،

حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت (۱۳ھ/۶۳۴ء تا ۲۳ھ/۶۴۴ء)
مین جب فتوحات اسلامی کو وسعت ہوئی اور سرزمین
ایران پر اسلامی پرچم لہرایا تو فوج اسلامی نے شاہی
املاک اور صوبہ سواد کو مالِ غنیمت قرار دے کر حصہ رسد
کی تقسیم کی درخواست کی لیکن حضرت عمرؓ نے بمشورہ
حضرت علی مرتضیٰؓ و حضرت ابن عباسؓ اس درخواست
کو رد کر دیا اور اُن آراضیات کے انتظام کے لیے مدینہ
منورہ سے عامل روانہ کئے گئے، حضرت عثمانؓ نے اپنے
عہدِ خلافت (۲۳ھ/۶۴۴ء تا ۳۵ھ/۶۵۶ء) مین سرکاری املاک
جو پبلک کا مال تھین، اپنے رشتہ دارون مین تقسیم کر دین
اس طرح شام اور کچھ حصہ عراق عرب کی سرکاری
املاک کا امیر معاویہ کو ملا، علاقہ سواد جس کو حضرت
عمرؓ نے بقصد وقت سرکاری ملکیت قرار دیا تھا، اُن
کے ایک اور رشتہ دار کے ہاتھ آیا (تاریخ اسلام رائٹ
آنریبل سید امیر علی)

اسلامی سلطنت مین جاگیردار کو حق حاصل ہوتا تھا
کہ وہ ان قطعات کا لگان جو اس کی جاگیر مین داخل
ہوتے تھے وصول کرے اور اپنے مصارف مین لائے
وہ اختیارات بھی اس کو تفویض کر دیے جاتے تھے
جو وصولی زرلگان کے لیے ضروری خیال کئے جاتے
لیکن جاگیردار کو اراضی معافیہ کے فروخت کرنے اور
اس کے وقف کرنے کا اختیار نہین ہوتا تھا (ترجمہ
درمختار، کتاب الجہاد، باب العشر والخراج)

جاگیرون کی عطائگی مشروط اور غیر مشروط اصول
پر عمل مین آتی تھی، مشروطی جاگیرین زیادہ تر فوجی
خدمات کے لیے دیجاتی تھین، لیکن غیر مشروطی جاگیر
کا پانے والا ایک آزادانہ شخصیت رکھتا تھا اور کسی
بھی خدمت کے لیے خواہ مالی ہو خواہ فوجی مجبور نہین
کیا جاتا تھا، ایسی جاگیرین عموماً حین حیات کے لیے
ہوتی تھین، بعض حالتون مین موروثی جاگیر بھی عطا
کیجاتی تھی، خلیفہ مقتدر عباسی (المتوفی ۳۲۰ھ/۹۳۲ء) نے
زیادہ تر جاگیرین مشروط اور فوجی اصول (فیوڈل
سسٹم) پر دین، اسلام مین یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے
اپنے پیشرو خلفاء کے اصول کے برخلاف فوج کو بجائے
تنخواہ کے جاگیرین عطا کین اور اس طرح وہ طریقہ
جو رومۃ الکبریٰ، یونان اور ایران کی بربادی کا بڑا
سبب ثابت ہوچکا تھا، اسلامی سلطنت کا معمول
بہ قرار پایا اور بالآخر عربون کی بادشاہت کا بھی خاتمہ

کر گیا،

یہ فوجی جاگیرین ہر قسم کے محصول سے بری ہوتی تھین اور کل پیداوار افسرون اور سپاہیون کی ملکیت سمجھی جاتی تھی، سلجوقیون کے زمانہ (۴۲۹ھ / ۱۰۳۷ء لغایت ۶۹۷ھ / ۱۲۹۷ء) مین اس طریقِ جاگیرداری کو اور بھی ترقی ہوئی، حکمران خاندان کا ہر ایک فرد اور سلطنت کا ہر ایک امیر کوئی قصبہ یا ضلع بطور جاگیر لے لیتا اور اس پر خود مختارانہ حکومت کرتا، یہ جاگیردار سلطان کو سالانہ خراج ادا کرتے اور جنگ کے موقع پر ایک مقررہ جمعیت لیکر سلطان کے جھنڈے کے تلے آتے اور اپنی فوج کے ضروری اخراجات کے خود متحمل ہوتے تھے، ترک اور تاتاری جو اس وقت بڑے طاقتور اور صاحبِ قوت ہو گئے تھے، اپنے مقبوضہ ممالک مین اسی اصول پر عمل درآمد کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر، مغربی افریقہ، ایران، ہندوستان اور بالآخر ابنائے فاسفورس کے پار مشرقی یورپ مین بھی یہی طریقہ رائج ہو گیا، عثمانی ترک اس فوج کو ینگ چری کہتے تھے جس نے قلمرو عثمانی مین ایسے ایسے مظالم توڑے ہین جنکا تذکرہ اس وقت بھی لرزہ پیدا کر دیتا ہے، بالآخر سلطان محمود خان (المتوفی ۱۲۵۵ھ / ۱۸۹۲ء) نے اس طریقہ کو منسوخ کیا اور باقاعدہ فوج کی بھرتی کیگئی جو نظام کے نام سے موسوم ہوئی (ماخوذ از تاریخ اسلام رائٹ آنریبل سید امیر علی)

جَالَّہ (ع) بتشدید لام، جلاوطن کی ہوئی قوم، اس کی جمع جوال آتی ہے، اولاً وہ ذمی جنکو جزیرۂ عرب سے حضرت عمرؓ نے جلاوطن کر دیا تھا، جالہ کہلائے، لیکن بعد مین اس لفظ کا اطلاق جزیہ پر ہونے لگا، (ترجمہ در مختار)

جالوت، فلسطی بادشاہ کا نام ہے جس سے بنی اسرائیل نے طالوت کی ماتحتی مین جنگ کی اور جو حضرت داؤدؑ کے ہاتھون مقتول ہوا، جالوت کا قصہ سورۂ بقرا پ۲، ع ۳۲، آیات ۲۵۰-۵۲) مین درج ہے،

بیان القرآن مین ہے کہ جالوت جال سے ہے اور جال فی الحرب کے معنی "جنگ مین شدت سے حملہ کیا" ہین، بائیبل مین اس کا نام جاتی جولیت لکھا ہے اور بتلایا ہے کہ وہ اس شدت سے حملہ کرتا تھا کہ بنی اسرائیل مین سے کوئی اس کے مقابلہ کی تاب نہین لا سکتا تھا،

جالی (ع) صاف کرنے والا کدورت کا، روشن کرنے والا، اطباء کے نزدیک وہ دوا جو لسدار رطوبت کو مسام عضو سے پاک کر دے،

جام (ف) پیالہ شراب کا نام ہے شہر کا خراسان مین جو مولد ہے عبدالرحمٰن جامی کا، صوفیہ کے نزدیک احوال کو جام کہتے ہین،

جام جہان نما / **جام جہان بین** } (ف) کیخسرو نے ایک بڑا جام بنایا تھا اور اس مین ہندسے اور خطوط ایسے کندہ کئے تھے جس سے حوادثِ روزگار اور عالم کے خیر و شر کے احوال معلوم ہو جاتے تھے جسطرح اصطرلاب کے خطوط اور رقوم سے ستارون کا حال معلوم ہوجاتا ہو، (لغات کشوری)

جامِ جم (ف) مناسبت جام کی جمشید کی طرف اس وجہ سے ہے کہ اسی نے پہلے پہل جام بنایا تھا،

جامِ سحر (ف) کنایہ ہے آفتاب سے،

جام سفالیہ (ف) مراد آدمی کے جسم سے،

جام فرعونی (ف) فرعون نے ایک جام سونے کا اتنا بڑا بنوایا جس کو چار آدمی اٹھا کر مجلس مین دورہ دیتے تھے،

جامِد (ع) بالکسر میم، ٹھوس، غیر ذائب، اس کی جمع جوامد آتی ہے،

صرفیین کے نزدیک جامد اسم غیر مشتق ہو عام اس سے کہ مصدر ہو یا غیر مصدر، عباب مین ہو کہ جامد اسم مشتق ہے اور اس کے لیے اشتقاق ثابت ہے مثلاً جامدہ مصدر ہو جامد کا، لیکن اصول اکبری مین ہے کہ جامد ایسا اسم ہے جو مصدر نہین ہے اور غیر مشتق ہے، اور اس سے افعال متصرف نہین ہوتے،

اطباء کے نزدیک اس دوا کو جامد کہتے ہین جو حالت حرارت عزیزی مین سیلان (بہنا) شروع کردے مثلاً موم لیکن کبھی جوامد کا اطلاق اشیاء صلبۃ المنعقد فی البدن پر بھی ہوتا ہے، جیسے ہڈی (کشاف اصطلاحات الفنون)

جامِع (ع) بالکسر میم، جمع کرنے والا، اسماء باری تعالےٰ مین سے ایک ہے جس سے مراد قیامت کے دن لوگون کو جمع کرنے والا،

(۲) محدثین کی اصطلاح مین جامع وہ کتاب ہے جس مین ابواب فقہ وغیرہ کی ترتیب پر احادیث جمع کی گئی ہون، اور ان جمع کردہ احادیث مین بھی ترتیب حروف کا لحاظ رکھا گیا ہو (کشاف اصطلاحات الفنون) احادیث جامع عموماً سیر، آداب، عقائد، تفسیر، فتن اشراط اور احکام پر مشتمل ہوتی ہین،

(۳) وہ مسجد جس مین نماز جمعہ پڑھی جائے جامع کہلاتی ہے مصری محاورہ مین ہر ایک مسجد کو جامع کہتے ہین، کوئی خصوصیت نماز جمعہ کی نہین،

چوتھی صدی ہجری کے خاتمے تک [illegible]

تعلیم گاہین مساجد اور خانقاہون کے حجرے ہوتے تھے جامع خصوصیت کے ساتھ نشرِ تعلیم کے لیے مخصوص کر دیئے جاتے تھے، چنانچہ مصر کی جامع ازہر جو علوم مشرقیہ کی مایۂ ناز تعلیم گاہ ہے اسی زمانہ کی یادگار ہے،

(۴) اہل بیان کی اصطلاح مین وجہ جامع وہ ہر جو کہ استعارہ کی دونون طرفون یعنی مستعار لہٗ اور مستعارٌ منہ کے مفہوم مین داخل ہو یا بلفاظ دیگران کے معنی کا جزو ہو اور جہت جامع اس مناسبت کو کہتے ہین جو ایک جملہ کو دوسرے جملہ کے ساتھ ہوتی ہے اور جس کی وجہ وہ عطف قبول کرتے ہین، جہت جامع کی تین قسمین ہین، (۱) عقلی (۲) وہمی (۳) خیالی، ان مین سے (۱) جامع عقلی تو یہ ہے کہ عقل کا تقاضہ ہو کہ کسی مناسبت سے دو جملے وصل چاہین یعنی (الف) دو جملون مین تماثل ہو (ب) دو جملون مین تجانس اور تشابہ ہو، (ج) تضائف ہو یعنی ایک شے دوسری شے کا ایما کرے (د) علت و معلول ہو یعنی ایک شے یا واقعہ دوسری شے یا واقعہ کا سبب ہو (۲) جامع وہمی وہ ہے کہ بعض چیزین دراصل مناسبت نہ رکھتی ہون، لیکن واہمہ اُن مین مناسبت پیدا کر دے یعنی (الف) شبہ تماثل ہو، (ب) تضاد ہو (ج) شبہ تضاد ہو (۳) جامع خیالی وُہ ہے کہ دو صورتین ذہن مین اس طرح جمع ہون کہ جب ایک کا خیال آئے تو دوسرے کا بھی خیال ساتھ آئے، لیکن یہ کیفیت ہر شخص کے ذہن مین جدا ہوتی ہے (ماخوذ از تسہیل البلاغت)

جامع الحروف، وہ کلام جو جمیع حروفِ تہجی سے بغیر تکرار کے ایک یا زیادہ سے زیادہ دو لفظون مین مرکب ہو بلغار کے نزدیک جامع الحروف کہلاتا ہے (کشاف اصطلاحات الفنون)

جامع الکلام، شعرار کا وہ کلام جو موعظت حکمت اور شکایت روزگار پر مبنی ہو، جامع الکلام کہلاتا ہے وہ کلام بھی جو معجز ہو یعنی الفاظ قلیل اور معنی کثیر رکھتا ہو جامع الکلام مین داخل ہے (کشاف اصطلاحات الفنون)

امر جامع سے مراد وہ امر ہے جس کی اہمیت اس قدر ہو کہ لوگ اس کے لیے خود بخود اکٹھا ہو جائین گویا خود اس امر نے ہی لوگون کو جمع کیا ہے (مفردات راغب) مثلاً جنگ، یا نمازِ جمعہ وغیرہ،

جان (ف) بتخفیف نون، روح،

مصطلحات صوفیہ مین جان کہتے ہین، روح انسانی کو جو معانی کا ادراک کرتی اور علوم ربانی کو بتاتی ہے، (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

جان افزا، جان کی بڑھانے والی،

صوفیہ کے نزدیک بقا کو کہتے ہین کہ سالک اس
صفت کے باعث بقاے دوام حاصل کرلیتا ہے،
(کشاف اصطلاحات الفنون)

جانِ جاں، جان کی جان، اشارہ ہے طرف ذات حق کے،
اور کنایہ ہے روح اعظم سے،

جَانّ (ع) بتشدید نون، قرآن مجید مین یہ لفظ
دو معنی مین آیا ہے (۱) جن ذات چنانچہ سورۂ رحمٰن (پ۲۷
ع ۳-آیت ۷۴) نہین چھوا ہے ان کو کسی آدمی نے اس
سے قبل اور نہ جان نے (انتہی)

جنون اور پریون کے باپ کو بھی جان کہتے ہین،
چنانچہ سورۂ حجر (پ۱۴ ع ۲-آیت ۲۷) مین ہے کہ جان
کو پیدا کیا ہمنے انسان سے پہلے نارِ سموم سے یعنی اس
آگ سے جو مسامات مین گھس جانے والی ہے، اور
بغیر دود کے ہے،

(۲) سانپ، سورۂ نمل (پ۱۹ ع اوّل، آیت ۱۰)
وہ عصاے موسیٰ تھی مثل سانپ چلنے والے کے (جانّ)
جان کے متعلق مزید بحث لفظ جن کے تحت مین
آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ،

جَانِب (ع) بکسرِ نون، طرف، اس کی جمع
جوانب آتی ہے، قرآن مجید مین جانب کے دو معنی
آئے ہین،

(۱) طرف، سورۂ قصص (پ۲۰ ع ۵، آیت ۴۴) تم (اے
محمد صلعم) غربی جانب (بجانب الغربی) موجود نہ تھے
(کوہ طور کے)

(۲) کروٹ، پہلو، سورۂ بنی اسرائیل (پ۱۵ ع ۹، آیت
۸۵) اور جب انسان پر ہم احسان کرتے ہین، تو وہ اعراض
کرنے لگتا ہے اور اپنے پہلو (بجانبہ) کو موڑ لیتا ہے،
مہندسین کی اصطلاح مین مستطیل کے کسی ضلع کو جانب
کہتے ہین (کشاف اصطلاحات الفنون)

جَاہِل (ع) بالکسر ہاے ہوز، اَن پڑھ، بے علم
اس کی جمع جاہلین، جاہلون وجہلا اور جہال آتی ہے،
عرف مین اس شخص کو بھی جاہل کہتے ہین جو علم رکھے
اور عمل نہ کرے، ایک بزرگ کا قول ہے کہ جاہل وہ
ہے جو اپنے نفس کا مرتبہ ومقام نہ جانے اور اپنے گناہ
اور حال سے غافل رہے،

اصطلاحِ تصوّف مین مرید کاذب اور طالبِ
غیر صادق کو جاہل کہتے ہین (کنوز اسرار القدم)

جاہلیّت (ع) بکسر ہا و یاے مشدد مکسور، جاہل
ہونا، عرف عام مین ظہورِ اسلام سے پہلے کا زمانہ جو بلحاظ
اخلاق رذیل اور بلحاظ مذہب بت پرستی کا عہد تھا،
جاہلیت کہلاتا ہے، یہ وہ زمانہ تھا کہ حقیقی تہذیب اور
محاسن اخلاق دنیا سے رخصت ہوگئے تھے (اور خدا کے

وحدہ کی پرستش کے بجائے مزعومات اور مظنونات
باطلہ کے ساختہ پرداختہ دیوتاؤن کی پوجا کیجا رہی تھی،
اس زمانہ کا تاریخ کی روشنی مین مطالعہ کرنے سے
واضح ہوجاتا ہے کہ یورپ، ہندوستان، اور ایران غایت
تاریکی اور بدترین جہالت مین مبتلا تھے، اور جزیرۃ العرب
تو گمراہی مین ان سب سے فوقیت لے گیا تھا گو عربون مین
بعض شریف اوصاف تھے، مثلاً مہمان نوازی، ہمسایہ
سے رحیمانہ سلوک، عزت کا لحاظ، اور وعدہ کا پاس
لیکن ان چند اوصاف سے تہذیب نفس اور محاسن اخلاق
کی تکمیل نہین ہوتی، ان کے مذہب کو لیجئے اعتقاداً تو
وہ ایک خدا کے قائل ضرور تھے لیکن عملی طور صدہا بتون
کی پرستش کرتے تھے، جاہلی قصائد کی تشبیب کو دیکھیے وہ
ان کی بداخلاقی و بےشرمی اور زناکاری کی شاہد عادل
ہین معلوم ہوتا ہے کہ شراب اور دیگر نہایت قوی منشی
عرق ان کا محبوب ترین شرب، اور قماربازی ان کا
ہر دلعزیز کھیل تھا، رہزنی اور قتل اُن کے روزانہ مشاغل
تھے، انسان کا خون بہانا بلکہ خون کا عوض خون ہی سے
لینا، ان مین معزز خیال کیا جاتا تھا، مردہ جانورون کا
گوشت ان کی لذیذ غذا تھی، قرض پر سود لیتے اور دو چند
وصول کرتے تھے، سب سے زیادہ خراب اور حیا سوز
رسم جو ان مین مروج تھی وہ سوتیلی ماؤن سے ہم بستر
ہوتا تھا، اور سب سے زیادہ اہم رواج لڑکیون کو زندہ
دفن کر دینا،

یہ ہے وہ زمانہ جس کو جاہلیت کے نام سے تعبیر
کیا جاتا ہے اور جس کی قلب ماہیت اسلام کی زبانی تعلیم
کی بدولت عمل مین آئی،

جائفہ (ع) زخم، یہ امر کہ کس زخم کو جائفہ کہتے ہین
مختلف فیہ ہے، بعض کے نزدیک جائفہ وہ زخم ہے جو
سر اور شکم مین ہو، بعض کہتے ہین کہ جراحت جائفہ حلق
سے اوپر نہین ہوتا، ان دونون قولون مین سے
قول ثانی ضعیف تبلایا جاتا ہے، سراج وہاج مین ہے
کہ جائفہ وہ زخم ہے جو شکم کے اندر پہنچے خواہ پیٹ کی
طرف سے خواہ پیٹھ یا سینہ کی طرف سے یا گردن کی جانب
سے، لیکن اس کی گہرائی وہان تک ہو جہان تک پانی
جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جو زخم اس کے اوپر
ہو وہ جائفہ نہین ہے، اگر فوطون اور آلۂ تناسل کا زخم
شکم تک پہنچ جائے تو وہ بھی جائفہ ہے با لفاظ دیگر
صاحب سراج وہاج اس زخم کو جو دونون ہاتھون
مین ہو یا دونون پاؤن مین یا ران مین یا منہ مین یا
سر مین جائفہ نہین کہتے،

فقہا کے نزدیک اگر جراحت جائفہ معمولی ہے
تو دیت کی ایک تہائی [illegible]

کا زخم پیٹھ کی طرف پھوٹ نکلا ہے تو دیت کی دو تہائیان
دینی چاہئین، اس لیے کہ جب جائفہ آر پار ہو گیا تو دو
جائفہ شمار ہون گے، ایک شکم کی جانب سے، دوسرا پشت
کی جانب سے (غایۃ الاوطار، کتاب الدیات)

جائے نماز (ف) نماز کی جگہ، بوریا یا غالیچہ
جس پر نماز پڑھتے ہین، جائے نماز کو عربی مین **سجادہ**
یا مصلّی کہتے ہین، یہ سجادہ عموماً پانچ فٹ لمبا ہوتا ہے
جس کے کنارے منقش ہوتے ہین اور جس مین سجدہ
کے مقام کو جو قبلہ کہلاتا ہے نمایان طور پر دکھلایا
جاتا ہے (دیکھو سجادہ)

جَبّ (ع) بفتح جیم وتشدید بائے موحدہ،
اہل عروض کے نزدیک مفاعیلن کے آخر سے
دو سببِ خفیف کے دور کرنے کو جب کہتے ہین، چنانچہ
مفاعیلن سے جب عین دور کرین تو "مفا" رہ جاتا ہے،
اور اس کے بدلہ مین "فعل" لاتے ہین، زحاف شدہ
رکن مجبوب کہلاتا ہے،

جَبَاء (ع) بفتح جیم و بائے موحدہ، خراج،
اصطلاح مین اپنا پیالہ، قہوہ یا شراب کا دوسرے
کو تواضع کرنا جبار کہلاتا ہے (لغات کشوری)

جُبات (ع) بضم اول، جمع ہے جابی کی،

متمدن قومین اپنی مفتوحہ قومون کی زمینون پر قبضہ
کر لیتی تھین اور وہان کے باشندون کو غلام بنا کر ان سے
کاشتکاری کا کام لیتین، لیکن اسلام نے مفتوحہ قومون
کی آزادی قائم رکھی اور ان کی جائداد سے کسی قسم کا تعرض
نہین کیا البتہ کاشتکارون سے خراج وصول کیا اور اس
وصول کردہ رقم کو ملک کی بہبودی، قیام امن، اور رفاہِ
عام کے کامون مین صرف کیا، اس خراج کے وصول
کرنے والے کو جبات کہتے تھے،

علامہ ابن خلدون لکھتے ہین کہ خلیفہ مامون الرشید
عباسی، (سن جلوس ۱۹۲ھ ۸۰۹ء) کے زمانہ سے محصولات
کی تقسیم جو زکوٰۃ، جزیہ اور خراج وغیرہ کے نام سے چلی
آ رہی تھی مٹ گئی اور تمام محاصل خواہ وہ کسی ذریعہ سے
وصول ہوئے ہون، جبایت کہلانے لگے، اور ان کا
مصرف رفاہ عام قرار پایا، (مقدمہ ابن خلدون)
دیکھو خراج،

جُبات یعنی محصلین خراج کو حکم تھا کہ وصول مالگذاری
مین رعایا پر کسی قسم کا تشدد نہ کرین، اس سلسلہ مین
وہ نصیحت جو حضرت علیؓ مرتضیٰ اپنے عمال کو فرمایا کرتے
تھے، جبکہ وہ ذمیون سے خراج وصول کرنے کے
لیے بھیجے جاتے، خاص طور پر قابلِ ذکر ہے، اور ذیل

"ان کے پاس جانا تو طلب خراج مین ان کے گرمی
اور جاڑے کے کپڑے، کھانے پینے کی چیزین اور مویشی نہ
بکوالینا، کسی کو ایک درہم کے لیے درہ نہ مارنا، کسی کو
پاؤن پر کھڑا نہ کرنا، کسی کا کوئی ضروری اسباب فروخت
نہ کردینا، کیونکہ ہم کو صرف فاضل مال لینے کا حکم دیا گیا
ہے، یاد رکھو اگر تم نے ان نصائح کے خلاف کیا تو خدا
بھی تم کو اس خلاف ورزی کی سزا دیگا اور مین بھی
تم کو معزول کر دونگا، (توقیعات امیرؓ)

جَبَّار (ع) جبر کرنے والا، غرور کرنے والا، بگڑے
ہوئے کامون کا درست کرنے والا، اس کی جمع جبابرہ
اور جبارین آتی ہے،

جبار کا ماخذ جبر ہے، جس کے اصل معنی ہین کسی قسم
کے غلبہ سے کسی چیز کی اصلاح کرنا، اس لیے یہ لفظ
کبھی صرف اصلاح اور کبھی صرف قہر یا غلبہ کے
معنی مین استعمال ہوتا ہے، (مفردات راغب) جبار
اس کو بھی کہتے ہین جو دوسرے پر مسلط ہو گیا ہو،
چنانچہ سورۂ ق (پ ۲۶ ع ۳، آیت ۴۴) مین ہے
کہ تم ان پر مسلط (جبار) نہین کر دیئے گئے ہو (انتہی)
اور جبار کے معنی ناحق قتل کرنے والے کے بھی آتے
ہین، چنانچہ سورۂ شعرا، (پ ۱۹، ع ۷، آیت ۱۳۰) مین

ہو (جبارین) جبار عظیم کہتے ہین، قوی طویل کو
اور یہ معنی نخلۃ جبارۃ سے لیے گئے ہین، یعنی بلند بالا بڑی
کھجورین جہان ہاتھ نہین پہنچ سکتا (بیان القرآن نمبر ۳)
جبار ایک اسم ہے اسماے باری تعالیٰ مین سے (ع)
جب اس کے معنی توڑنے والا کامون کے ہین تو یہ اسم
جلالی ہے، اور جب اس کے معنی ہوتے ہین ٹوٹے ہوے
کو جوڑنے والا تو یہ اسم جمالی ہے،

جبّارین، اقوام کنعانی مین سے ایک زبردست
اور طاقتور قوم کا نام جبارین تھا، جب حضرت موسیٰ ع
بنی اسرائیل کو مصر سے صحیح و سلامت نکال لائے اور
زمین موعود (یعنی کنعان) کے قرب مین پہنچے تو آپ
نے جبارین کو جو کنعان پر قابض تھے سرزمین کنعان
سے نکال دینے کا حکم دیا، لیکن بنی اسرائیل نے جنکے رگ و
رگ و ریشہ مین قبطیون کی غلامی کے باعث بزدلی
کم ہمتی، اور بے غیرتی سرایت کر گئی تھی، کمال بے ادبی
اور نہایت بے باکی سے جواب دیا کہ تم (یعنی حضرت
موسیٰ) اور تمہارا خدا ان جبارون سے لڑو، ہم یہین
بیٹھے ہوے تماشہ دیکھین گے، اس عدول حکمی
کی سزا بنی اسرائیل کو یہ ملی کہ بیابان تیہ مین جس کا
گرد تخمیناً پندرہ کوس تھا، چالیس برس تک پریشان

(خلیفہ حضرت موسیٰؑ) کی ماتحتی مین جبارین سے لڑے
ان کو قتل کیا اور کنعان مین داخل ہوئے،

سورۂ مائدہ (پ۶ ع ۸ - آیات ۲۹ - ۲۵) مین جہان
جبارین کا تذکرہ ہے بنی اسرائیل کی پست ہمتی کا بھی
عبرت انگیز قصہ پیش کیا گیا ہے،

جُبّائی، بالضم وفتح الموحدہ المشدود، جبا کا رہنے
والا، چونکہ امام محمد بن عبدالوہاب جبا (خورستان کا شہر)
کے باشندہ تھے اس لیے جبائی کے لقب سے موسوم ہین،
آپ ۲۳۵ھ / ۸۴۹ء مین پیدا ہوئے اور ۳۰۳ھ / ۹۱۵ء مین رحلت کر گئے
مذہب اعتزال کے سب سے اخیری امام آپ ہی ہین،
امام ابوالحسن اشعری جنھون نے اشعریہ علم کلام کی بنیاد
ڈالی آپ ہی کے شاگرد تھے،

امام جبائی کا عقیدہ تھا کہ (۱) اللہ کا دیدار قیامت
کو نہ ہوگا (۲) بندہ اپنے فعل کا آپ خالق ہے خیر و شر
طاعت و عصیان سب اسی کے اختیار سے صادر ہوتا
ہے، (۳) مرتکب گناہ کبیرہ نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ فاسق
ہے، اگر بغیر توبہ کئے مرجائیگا تو ہمیشہ دوزخ مین پڑا رہیگا
(۴) انبیا معصوم ہین (۵) خدا پر مکلف کی عقل کا درست
کرنا اور اسباب تکلیف کو بہم پہنچانا واجب ہے،
(مذاہب الاسلام)

معمول بہ بنائے ہوئے ہے جبائیہ کہلاتی ہے،

جُبّ (ع) بالضم و تشدید الباء موحدہ، کنوان
اس کی جمع جباب اور اجباب آتی ہے،

جب (بالفتح) کے معنی کسی چیز کا جڑ سے کاٹ دینا
ہین اور جُب (بالضم) اس کنوے کو کہتے ہین جس کی
منڈیر نہ بنائی گئی ہو اور بعض کے نزدیک جب ایسا
کنوان ہے جو بہت گہرا ہو، اگر کنوین کے دیوار بنادی
جاے تو اس کو بیر کہتے ہین،

جب الحزن (ع) غم کا کنوان،
آنحضرت صلعم سے مروی ہے کہ جب الحزن ایک نالہ
ہے دوزخ مین جس کے عذاب و نکال سے خود دوزخ
پناہ مانگتی ہے، یہ مقام ان عالم و عابد لوگون کا ہے
جو ریاکار تھے اور جو نماگندم فروشی ان کا پیشہ تھا،
(المشکوۃ، کتاب العلم، فصل الثالث)

جُبّہ (ع) بالضم، قبا،
جبہ دو قسم کا ہوتا ہے، ایک کھلی آستینون کا اور دوسرا
تنگ آستینون کا، آنحضرت صلعم تنگ آستینون والا
جُبّہ پہنتے تھے (المشکوۃ کتاب اللباس، فصل الاول)
شامی اور ایرانی شرفار کا جبہ بھی چست ہوتا تھا، ابتدائے
اسلام مین چست قبا کا رواج عام نہین ہوا تھا، لیکن

ہوئی، خلفاء بنی عباس چست قبا کو جو گھٹنون تک پہنچتی تھی،
زیب تن کر کے امامت کرتے تھے، مگر خلیفہ معتصم عباسی
(المتوفی ۲۲۷ھ) نے آستین کھلی کرنے کا حکم دیا، کہا جاتا
ہے کہ اس کے جبہ کی آستینین تین ہاتھ چوڑی ہوتی تھین،
(ماخوذ از تاریخ اسلام رائٹ آنریبل سید امیر علی) فی
زماننا جبہ فقرا کا مخصوص لباس ہو گیا ہے،

جِبت (ع) بالکسر و در آخر تاے فوقانی،
اس کے اصلی معنی جِبس کے ہین، اس لیے کہ جبت ماخوذ
ہے جِبس سے جس کے معنی خست کے ہین، بعدہٗ سین
کو "ت" سے بدل دیا گیا، پھر اس لفظ کے معنی مین یہان
تک توسیع ہوئی کہ مٹی پتھر کی بیجان مورتون کو بھی جبت
کہنے لگے،

عرف مین جبت کہتے ہین ان چیزون کو جو سوائے
خدا کے پوجی جاوین، بعض اوقات جبت کے معنی نجومی،
جادوگر اور کاہن کے بھی آتے ہین،

تفسیر اتقان (نوع ۳۸) مین ہے کہ علامہ ابن ابی
حاتم حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہین کہ جبت
حبش کی زبان مین شیطان کو کہتے ہین اور یہی معنی حضرت
عکرمہؓ سے بھی بروایت عبد بن حمید مروی ہین، علامہ
جریر نے حضرت سعید بن جبیرؓ سے جبت کے معنی زبان
کی جنبش دینے والے یعنی ساحر و جادوگر کے بیان کئے ہین،

سورۂ نساء (پ ۵ ع ۷، آیت ۳۵) مین ہے کہ کیا
نہین دیکھتے آپ (محمد صلعم) ان لوگون کی طرف جو
کتاب (یعنی توریت) مین سے حصہ دیے گئے ہین (یعنی
یہودی) کہ جب وہ جبت اور طاغوت کے ساتھ ایمان
لاتے ہین اور کفار سے کہتے ہین کہ تم لوگ بمقابلہ اہل
ایمان (یعنی مسلمانون) کے زیادہ ہدایت یافتہ ہو (انتہی)

علامہ جلال الدین لکھتے ہین کہ جبت اور طاغوت
دو بت تھے جن کی پرستش یہودیون نے اہل قریش کو
خوش کرنے کے لیے شروع کر دی تھی،

جَبْر (ع) بالفتح و سکون بائے موحدہ، پٹی باندھنا
کسی کو زبردستی کسی کام پر مقرر کرنا،

اطبا کے نزدیک جبر عبارت ہے ٹوٹی ہوئی یا
نکلی ہوئی ہڈی کو باندھنے سے،

محاسبین کے نزدیک جبر سے مراد کسی عدد کو حساب
مین اس غرض سے بڑھانا ہے کہ دوسرے عدد کی
برابر ہو جائے (دیکھو جبر و مقابلہ)

جبریہ، لغوی اعتبار سے جبریہ بائے موحدہ کے
سکون سے ہے، لیکن قدریہ کی مناسبت سے جبریہ
بائے موحدہ کی فتح سے بولتے ہین اور اس سے مراد
وہ لوگ لیتے ہین جنکا قول ہے کہ انسان کو اپنے کام
مین کچھ اختیار نہین، اور وہ مثل جمادات اور نباتات

کے مسلوب الاختیار ہے،

جبریہ کا قول ہے کہ انسان مین قدرت قبل و بعد اور ہمراہ فعل کے نہین اور نہ اُسے اپنے کامون مین کسی طرح کا اختیار حاصل ہے بلکہ وہ مجبور محض ہے، برعکس اس قول کے قدریہ کا اعتقاد ہے کہ انسان اپنے فعل کا فاعل مختار ہے، اشاعرہ کے نزدیک افعال انسانی خدا کی قدرت سے سرزد ہوتے ہین، لیکن چونکہ انسان کے ذریعہ سے وجود مین آتے ہین، اس لیے انسان کو ان سے کسب کا تعلق ہے، حقیقت یہ ہے کہ اشاعرہ نے کسب کی آڑ مین جبر کا اقرار کیا ہے، اور اسی مناسبت پر "مجمع البحرین" مین جبریہ سے مراد اشاعرہ اور قدریہ سے مراد معتزلہ لئے ہین، ماتریدیہ کا خیال ہے کہ ہر فعل مین خدا کے خلق کے ساتھ انسان کے کسب کو بھی دخل ہے، جس کے یہ معنی ہوتے ہین کہ ہر فعل کے خدا اور بندہ دونون مشترک طور سے خالق ہین،

یہ مسئلہ کہ انسان مجبور ہے یا مختار نہایت قدیم ہے اور دفتر کے دفتر اس مسئلہ پر سیاہ ہو چکے ہین، اشعریہ کے دلائل مین سے جو انھون نے قدریہ کے رد مین پیش کئے ہین، چند اس مقام پر نقل کیے جاتے ہین،

(۱) اگر انسان اپنے فعل کی تخلیق مین فاعل مختار ہے تو اس فعل کے نتائج پر بھی اس کو قادر ہونا چاہیئے،

(۲) فرض کرو کہ انسان اپنے جسم کو حرکت مین لانا چاہتا ہی اور خدا اُسکو ساکن رکھنا چاہتا ہی پس اگر دونون ارادے وقوع مین آجائین تو اجتماع ضدین ہو جاویگا اور اگر دونون وقوع مین نہ آئین تو دافع ضدین ہون گے، اگر پہلے ارادہ کو فضیلت دی تو ترجیح بلا مرجح لازم آئی،

(۳) اگر انسان افعال کا خالق ہے تو اس کے بعضے کام خدا کے بعضے کامون سے افضل ہون گے، مثلاً انسان پختہ ارادہ رکھتا ہے کہ صاحب ایمان ہو اور ظاہر ہے کہ ایمان (انسانی فعل) بہتر ہے حشرات الارض سے (جو مخلوق خدا یعنی فعل خدا ہے)

(۴) اگر انسان اپنے افعال کا فاعل مختار ہے تو وہ انسانی جسم کو فوراً کیون نہین بنا لیتا اور کون ضرورت ہے کہ فضل و ایمان کی بخشش پر خدا کا ممنون ہو،

یہ اور اسی قسم کے دوسرے دلائل ہین جو اشاعرہ پیش کیا کرتے ہین، امام رازی نے تو جو ممتاز اشعری ہین کسب کا پردہ بھی جو اشاعرہ نے جبر سے بچنے کے لیے لگا رکھا تھا اٹھا دیا، اور صاف صاف الفاظ مین جبر کا دعویٰ کیا، چنانچہ تفسیر کبیر مین جا بجا اس دعویٰ کی تصریح کی ہے اور اس پر دلیلین قائم کی ہین، اس پر بھی تسکین نہ ہوئی تو مستقل ایک کتاب اس مضمون پر لکھی جسمین سیکڑون عقلی اور نقلی دلائل سے جبر کو ثابت کیا ہے،

جبریہ متعدد آیات قرآنی سے اپنے دعویٰ کو مضبوط
کرتے ہین، ہم ذیل مین چند آیات کا ترجمہ لکھتے ہین
جوان کی مستدل بہا ہین،

(۱) سورۂ صافات (پ ۲۳-ع ۳-آیت ۹۴)
اللہ نے پیدا کیا ہے تم کو اور اس چیز کو کہ تم کرتے ہو،

(۲) سورۂ نحل (پ ۱۴، ع ۵- آیت ۳۸) بعض ان
مین سے وہ ہین کہ جنکو خدا نے نیک راہ دکھلائی اور بعض
اُن مین سے وہ ہین جو گمراہی پر ثابت رہے،

(۳) سورۂ نجم (پ ۲۷، ع ۳- آیت ۴۴) اور تحقیق خدا
تم کو ہنساتا ہے اور رُلاتا ہے اور تحقیق وہی مارتا ہے،
اور جلاتا ہے،

(۴) سورۂ قمر (پ ۲۷-ع ۳-آیت ۴۹) تحقیق ہم
نے ہر چیز کو پیدا کیا، ایک اندازہ مقررہ کے ساتھ،

(۵) سورۂ انعام (پ ۸-ع ۱۸-آیت ۱۵) اگر چاہتا
خدا تو نہ شرک کرتے تم اور نہ تمھارے مان باپ،

(۶) سورۂ ہود (پ ۱۲-ع ۱۰- آیت ۱۲۰) اگر چاہتا
پروردگار تیرا تو کردیتا کل آدمیون کو ایک امت یعنی
ایک دین پر چلنے والے،

(۷) سورۂ انعام (پ ۷، ع ۴- آیت ۳۹) جس کو چاہے
خدا گمراہ کرے اور جس شخص کو چاہے صراط مستقیم تبلادے

جو جبر کو تبلا رہی ہین وہان ایسی آیات بھی موجود ہین
جن سے انسان کا مختار ہونا ثابت ہوتا ہے اور جو
انشاء اللہ تعالیٰ لفظ "قدریہ" کے تحت مین درج ہونگی،

ایسی صورت مین قرآن مجید سے مسئلۂ جبر و اختیار مین سے
کسی پر استدلال کرنا اور اس کو ایک مسئلۂ اسلام منزل
من اللہ سمجھنا بقول صاحب تفسیر القرآن کے کھلی غلطی
ہے، چنانچہ صاحب ممدوح تفسیر سورۂ بقر (ص ۱۶)
مین لکھتے ہین کہ قرآن مجید مین خداے تعالیٰ نے جا بجا
بندون کے افعال کو بلکہ ہر ایک چیز کو اپنی طرف منسوب
کیا ہے اور اس طرز کلام سے واسطون کا درحقیقت درمیان
مین ہونا یا اس شے کا ان افعال مین مجبور یا مختار ثابت
کرنا مقصود نہین ہے، بلکہ اپنی عظمت و شان کا اور اپنے
علت العلل یعنی تمام چیزون کی اخیر علت یا خالق ہونے
کا بندون پر اظہار مقصود ہے، خداے تعالیٰ کا اپنے
تئین علۃ العلل جمیع کائنات اور اپنی ذات واحد کو
خالق موجودات و مخلوقات بتا کر ان عقیدون کا
مٹانا مقصود تھا، جو مصری و یونانی حکما رکھتے تھے کہ
خدا اور مادہ دونون چیزین ازلی ہین اور خدا نے اس
قدیم ازلی و ابدی مادہ سے تمام دنیا کو بنایا، یا اس عقیدہ
کا ابطال کرنا مد نظر تھا جو زردشتیون کا ایک گروہ

خدا دوسرا اہرمن یعنی شیطان اس لیے اس قسم کے کلام سے انسان کا اپنے افعال مین مجبور یا مختار ہونے پر استنباط اور استدلال کرنا صحیح نہین ہے پس اس بحث کا صحیح حل انسان کی فطرت کی تحقیقات پر منحصر ہے اس لحاظ سے یہ ایک تمدنی و طبعی اور عقلی مسئلہ ہے ۔

جب فطرت انسانی پر غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان مثل جمادات کے بے حس پیدا نہین کیا گیا ہے، بلکہ وہ ارادہ کرتا ہے اور ارادہ کے ماتحت اپنے جوارح سے کام لیتا ہے، اور اس قوت ارادی کے باعث جو خدا نے اس کی خلقت و فطرت مین رکھدی ہے، وہ ایک کام کی طرف مائل ہوتا ہے اور دوسرے کی طرف سے اجتناب کرتا ہے، اس مین شک نہین کہ بعض ایسے اسباب مثل تفاوت فطرت وغیرہ ضرور ہین جو انسان کے مجبور رہونے کو بتلا رہے ہین لیکن یہ اسباب عارضی ہین اور فاعل کے مختار ہونے کی نفی نہین کر سکتے،

(ب) جبر کے متعلق صوفیہ کا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالےٰ بندون کے تمام افعال و اعمال کا خالق ہے اور مخلوق مین سے کسی کو اس بات کی قدرت نہین کہ کوئی فعل ایجاد کر سکے، خیر و شر د، کفر و ایمان، طاعت و عصیان

(ص ۴۴)

جَبَرُوت (ع) بفتحتین عظمت و بزرگی

صوفیہ نے جو چند عالم تسلیم کیے ہین ان مین سے ایک جبروت بھی ہے، لیکن اس کی تشریح مین وہ لوگ متحد الخیال نہین ہین، چنانچہ ابو طالب مکی کہتے ہین کہ جبروت عالم علوی کا نام ہے اور اکثر کی رائے یہ ہے کہ عالم درمیانی کا نام ہے (تذکرۃ السلوک، مصطلحات صوفیہ)

مراۃ الاسرار مین ہے کہ جبروت مقام جبر و کبر ہے ، کرامات اور معجزات کا تعلق اسی عالم سے ہے، اسی عالم سے ترقی کر کے عالم لاہوت ملتا ہے، جہان جبروت (جبر و کبر) کفر ہے، مجمع السلوک مین ہے کہ منازل اربعہ مین سے جبروت تیسری منزل ہے جس کا تعلق کشف و کرامات سے ہے، **عالم ملکوت و عالم جبروت** مین تفریق پیدا کرتے ہوے لکھا ہے کہ **ملکوت** سے مراد فوق عرش سے تحت الثرےٰ تک ہے اور اُن کے مابین اجسام، معانی و اعراض کے اقسام سے جو کچھ پایا جاتا ہے، سب عالم ملکوت مین داخل ہی لیکن **جبروت** سے مراد عالم ملکوت کے علاوہ ہے یہی قول دیلمی کا بھی ہے، کشف اللغات مین ہے کہ جبروت سالکون کی اصطلاح مین مرتبہ وحدت کو کہتے ہین،

رکھتا ہے، نیز مرتبہ صفات و مرتبہ اسمار و ملکوت کو بھی جبروت کہتے ہین، شرحِ عقاید نسفی کے بعض حواشی سے معلوم ہوتا ہے، کہ عالمِ جبروت سے مراد عالم کروبیان ہے، یعنی ملائکہ مقربہ کا عالم جس کے نیچے عالمِ اجساد ہے، اور اسی کو عالمِ ملکوت کہتے ہین،

جَبر و مُقابلہ (ع) مرکب ہے جبر بمعنی زیادہ اور مقابلہ بمعنی کم کرنے سے پس جبر و مقابلہ نام ہے ایک علم کا فنونِ حساب مین سے جس کے ذریعہ سے مقادیر مجہولہ کو بوسیلہ مقادیر معلومہ کمی بیشی کر کے معلوم کرتے ہین، اس طرح پر کہ ایک مجہول چیز کو فرض کر کے عمل کیا، اور جو جواب آیا اس کو سوال سے مطابق کیا، پس حصہ اوّل جبر اور حصہ ثانی مُقَابلہ کہلاتا ہے،

جبر سے مراد اصل مین کسی نقصان کا برابر کر دینا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کسر الید (ہاتھ توڑنا) اور جبر الید (ٹوٹے ہوئے ہاتھ کا بٹھا دینا) حساب مین کسی عدد کو اس غرض سے بڑھانا کہ دوسرے کے برابر ہو جاے جبر کہلاتا ہے،

جبر و مقابلہ کا فن گو مسلمانون کا ایجاد کردہ نہین ہے، لیکن انھون نے اس کو بہت کچھ اصلاح کر کے ایسے عمدہ قواعد و اصول پر مبنی کر دیا ہے کہ تاحال انھین کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، مثلاً انھون نے

و علامات کو قانونی و لفظی صورت مین پیش کیا، اور یہ وہ چیزین تھین جنکا پہلے سے کہین وجود نہ تھا،

علامہ خوارزمی (المتوفی ۲۰۵ھ ۸۲۰ء) نے درجہ ثانیہ کے مبادلہ کے ساتھ اس کا جذر بھی نکالا اور آج تک اسی کی تقلید کیجا رہی ہے، ڈاکٹر لیبان "تمدنِ عرب" مین لکھتے ہین کہ عربون نے علوم ریاضیہ کو بہت رواج دیا، انھون نے جبر و مقابلہ مین بڑی ترقی کی، بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ اس علم کے موجد عرب ہین،

سب سے اوّل یونانیون مین سے ابرخس نے جو ۱۴۱ ق، م مین نہایت مشہور ریاضی دان گذرا ہے جبر و مقابلہ کے متعلق لکھا، اس کی کتاب کا ترجمہ ابو الوفا محمد بن محمد حاسب نے کیا اور کتاب کی جابجا اصلاح بھی کی، بعد ازان ابو الوفا نے اس کتاب پر ایک شرح بھی لکھی اور دعوون کو براہین و ہندسہ سے ثابت کیا، ابرخس کے بعد دیوفنطس (DIPHANTAS) یونانی عالم نے جبر و مقابلہ پر بارہ رسالے لکھے جن کا ترجمہ عربی مین ہوا اور عربون ہی کی بدولت یورپ ان رسالجات سے آشنا ہوا اور اس نے ۱۶۲۵ء مین ان کا ترجمہ کیا،

عیسائی عالم جرجی زیدان اپنی تالیف "علوم العرب"

جب عربون نے توغل کیا تو یونانیون کے اصول مین بہت سے سقم پائے گئے جو ان کی بےاعتباری پر دال تھے، لامحالہ عربون نے خود جبر و مقابلہ کے اصول بنائے، اور اس علم پر تالیفات کین۔ ان مین سب سے مشہور کتاب ابوعبداللہ محمد بن موسیٰ الخوارزمی (المتوفی ۲۰۵ھ ۸۲۰ء) کی ہے جو ۱۸۳۱ء مین معہ انگریزی ترجمہ کے لندن مین چھپ کر شائع ہو گئی ہے، علامہ خوارزمی کے علاوہ ابوکامل ابن اسلم، ابوحنیفہ دینوری، ابوالعباس سرخی وغیرہ نے بھی اس فن مین کتابین لکھین، اہل یورپ نے اپنی آخری اور موجودہ ترقی مین جبر و مقابلہ کو عربی سے لیا (علوم العرب) اسی سلسلہ مین عمر خیام کا جبر و مقابلہ بھی ذکر کے قابل ہے، یہ ۱۸۵۱ء مین پیرس مین شائع ہوا ہے، اس کے علاوہ ابن بدر اندلسی کی کتاب الجبر والمقابلہ جو ۱۹۱۶ء مین میڈرڈ (اسپین) سے چھپ کر شائع ہوئی ہے۔ قابل دید ہے، غرضیکہ خوارزمی نے تحلیل حل خطی اور دو درجی مساوات کے پیش کیے، کعبی مساوات کے حل بھی کعبی تراشش سے پیدا کئے، دو درجی مساوات کے اقلیدسی حل نکالے، ابوکامل نے جبر و مقابلہ کے مقادیر کی ضرب و تقسیم اور علامت جذر کی جمع و تفریق رائج کی، ابوجعفر الخازن نے کعبی مساوات حل کئے، عمر خیام نے مساوات کے عجیب و غریب اقسام مقرر کیے جنمین صرف کعبی مساوات کی تیرہ [۱۳] شکلین تھین اور سب کو حل کرنے کی کوشش کی گئی تھی (معارف نمبر ۲ جلد ۲۵)

جَبْرِئِل، جِبْرِئیل، جِبْرائیل فتحہ و ضم اور کسر را کیساتھ بلا ہمزہ، بغیر الف کے محقق ہمزہ اور یا کے ساتھ، الف کے بعد ہمزہ لاکر، نام ہے فرشتہ مقرب اور مشہور کا (لغات کشوری) عبری زبان مین جبریل کے معنی قوۃ اللہ یا قدرت اللہ کے ہین، بعض کہتے ہین کہ سریانی مین جبر بمعنی عبد اور ایل بمعنی اللہ کے ہین، پس جبریل کے معنی عبداللہ کے ہوے، تفسیر اتقان (نوع ۹،) مین عبداللہ بن حارث سے روایت ہے کہ ایل عبرانی زبان مین اللہ کو کہتے ہین اور ابی بن حاتم نے عبدالعزیز بن محمد سے روایت کی ہے کہ جبرئیل کے معنی خادم اللہ کے ہین؛ علامہ ابن جنی کے نزدیک جبرئیل کی اصل گبرال تھی کثرت استعمال اور معرب بنائے جانے کی وجہ سے اس کی صورت بدل گئی (انتہی کلامہ،)

علمائے اسلام مین سے (۱) منقولیٔن کے نزدیک جبریل اس فرشتہ

کا نام ہے جو خدا اور خاصانِ خدا کے درمیان پیامبری
کی خدمت انجام دیتا ہے، اور (۲) معقولیین کہتے
ہین کہ جبریل سے مراد ملکۂ نبوت ہے، یعنی وہ فطری
قوت جو نبی مین قبولِ الہام و وحی کے متعلق پائی
جاتی ہے،

کتب سابقہ مین حضرت جبریل کا تذکرہ مختلف
حیثیتون سے آیا ہے، چنانچہ کتاب دانیال (باب ۸
ورس ۱۶ و باب ۹ ورس ۲۱) مین ہے کہ حضرت جبریل
نے خواب کی تعبیر بتائی، اور انجیل لوقا (باب اول
ورس ۱۹ و ۲۶) مین ہے کہ حضرت جبریل نے حضرت
زکریا کی بیوی کے حاملہ ہونے کی بشارت دی اور
پھر حضرت مریم کو بھی بیٹا ہونے کی خوشخبری سنائی،
تالمود مین (جو اسرائیلی فقہ کی کتاب ہے) جبریل
کو ملک النار کہا ہے، اور رعد پر حکمرانی کرنا اور میوؤن
کا پکانا اس سے متعلق بتلایا ہے، علماء یہود یہ بھی
سمجھتے تھے کہ حضرت جبریل بڑے زبان دان ہین،
اور بابل مین جو لوگون کی زبانین ستر قسم کی ہو گئی
تھین ان سب سے واقف تھے، حضرت یوسف
کو وہ سب زبانین انھون نے سکھا دی تھین، کلدانی
اور سریانی زبانین تو سوا ے ان کے اور کوئی فرشتہ

کے قابض بھی یہی ہین اور ان ہی کی تحویل مین ان کی
روحین رہتی ہین، اسی سبب سے یہودی ان کو اپنا
دشمن کہتے تھے اور دین محمدی کی تعلیم جو ان کے
عقائد کے خلاف تھی اپنے دشمن کا یعنی جبریل کا
فعل بتلاتے تھے، ان کے اس خیال فاسد کا ابطال
سورۂ بقر (پ اول، ع ۱۲، آیت ۹۳) مین کیا گیا
ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمد (صلعم) کہدیجئے
کہ جو کوئی خدا کا دشمن ہے اور اس کے فرشتون کا
اور اس کے رسولون کا اور جبرئیل کا اور میکائیل
کا تو بے شک اللہ دشمن ہے کافرون کا (ماخوذ
از تفسیر القرآن جلد اول)

حضرت جبریل کا نام قرآن مجید مین دو مقامات
پر آیا ہے، اول سورۂ بقر (پ اول - ع ۱۲، آیت ۹۳)
مین اور دوم سورۂ تحریم (پ ۲۸ - ع اول، آیت ۴)
مین، علاوہ ازین سورۂ بقر (پ ۲، ع ۱۱ - آیت ۸۱
و پ ۳ ع ۳۳، آیت ۲۵۴) و سورۂ مائدہ (پ ۷،
ع ۱۵، آیت ۱۰۹) اور سورۂ نحل (پ ۱۴ - ع ۱۵،
آیت ۱۰۴) مین روح القدس سے مراد جمہور مفسرین
کے نزدیک حضرت جبریل ہین، علیٰ ہذا سورۂ شعراء
(پ ۱۹، ع ۱۱ - آیت ۱۹۳) مین روح الامین اور

حضرت جبریل کے لیے مستعمل ہوئے ہین،
کتب احادیث مین منقول ہے کہ بعثت سے قبل
آنحضرت صلعم غار حرا مین خلوت نشین رہتے اور تحنث
کرتے تھے، ایک روز جب کہ حسب معمول آپ غارِ
حرا مین معتکف تھے کہ ناگاہ ایک فرشتہ آپ کے
پاس آیا اور کہنے لگا کہ خداے تبارک و تعالیٰ نے
مجھکو آپ کے پاس بھیجا ہے اور آپ خدا کے رسول
ہین (تفسیر عمدۃ البیان جلد سوم ص ۵۲۹) محدثین
اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ فرشتہ جبریل تھا، جو
رسولون کو وحی ربانی پہنچاتا رہتا ہے، چنانچہ آنحضرت
صلعم پر بھی یہی فرشتہ وحی لایا، اور پہلی وحی مین جو
ربیع الاول مین نازل ہوئی سورۂ علق (پ ۳۰)
کی پہلی تین (بقولے پانچ) آیتین حضرت جبریل نے
آنحضرت صلعم کو قرأت کرائین، چھ ماہ بعد پھر ماہ رمضان
مین حضرت جبریل دوسری وحی لائے اور نزول
قرآن شروع ہوا (رحمۃ للعالمین) بارگاہ نبوی مین
حضرت جبریل کے آنے کا کوئی وقت معین نہین تھا
صبح و شام، روز و شب، صلح و جنگ ہر وقت فیضان
الٰہی کا چشمہ ابلتا رہتا تھا، اکثر حضرت جبریل حضرت
وحیہ کلبیؓ کی صورت مین جو نہایت حسین صحابی تھے
مجسم ہو کر آیا کرتے تھے، یہ ہین وہ بیانات جو علمار
منقولین نے حضرت جبریل کے بارہ مین نقل کئی ہین،
علمائے معقولیین کہتے ہین کہ جبریل نام ہے اس
ملکۂ نبوت کا جو خدا نے انبیار مین ودیعت کیا ہے،
شریعت مین یہ ملکہ ناموس اکبر یا جبرئیل کے نام سے
تعبیر کیا گیا ہے، جبریل کوئی جداگانہ مخلوق مع تشخص
نہین ہے، بلکہ اس کا اطلاق ملکۂ نبوت پر ہوا ہے،
جو آنحضرت صلعم مین فطری قوت تھی اور وہی قوت
مختلف صورتون مین متشکل اور غیبی صداؤن کی صورت
مین مسموع ہوتی تھی (تفسیر القرآن جلد اول)

جَبَل ع، بفتحتین، پہاڑ، اس کی جمع جبال آئی
حکمار کے نزدیک پیدایش کوہستان کی صورت
یہ ہے کہ اصل مین یہ اجزاے خاک ہین، ان مین جب
رطوبت پانی کی ملی اور حرارت آفتاب نے اثر کیا
تو آب و گل کے اجزار مین آمیزش ہو کر بتدریج اس
مین لزوجت پیدا ہوئی اور مدتون مین وہ بستہ
اور منعقد ہو کر پتھر ہو گئے (فلسفہ اسلام جلد اول)
سورۂ نمل (پ ۲۰، ع ۷، آیت ۹۰) مین ہے کہ تو
پہاڑون کو دیکھکر گمان کرتا ہے کہ وہ مضبوط جمے
ہوئے ہین، وہ تو بادل کی طرح اڑ رہے ہین، یہ اللہ
کی کاریگری قابل دید ہے جس نے ہر شے کو خوب مضبوط
بنایا ہے (انتہی) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ

زمین کیساتھ حرکت کرتے ہین (رسالہ نور الدین ص ۲۰۶)

قرآن مجید مین مندرجۂ ذیل پہاڑون کے نام آئے ہین،

(۱) مشعر الحرام جو مزدلفہ مین ایک پہاڑ ہے (۲) احقاف جو ریگستانی پہاڑ ہین حضرموت اور عمان کے مابین، (۳) جودی، یہ سلسلہ پہاڑ کا موصل سے شام تک پھیلا ہوا ہے، (۴) ق، (تفسیر اتقان نوع ۷۹)

جبل الرحمۃ، ایک پہاڑ کا نام ہے جو میدان عرفات مین واقع ہے،

جلیل، پہاڑون کا فرشتہ، حیات القلوب مؤلفہ ملا محمد باقر مین اس کا ذکر ہے،

جَبہہ (ع) بالفتح (۱) پیشانی ـ سجدہ مین پیشانی کا زمین پر رکھنا نہایت ضروری ہے، امام احمد کے نزدیک سجدہ مین ناک اور پیشانی دونون زمین پر رکھنا واجب ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف ناک ہی پر سجدہ کرنا کافی ہے (تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری کتاب الاذان ص ۱۱ حاشیہ) فقہائے امامیہ کے نزدیک پیشانی اور ناک دونون زمین پر رکھنا چاہیے (تحفۃ العوام)

(۲) چاند کی منزلون مین سے دسوین منزل کا نام جبہ ہے، اور وہ چار ستارے بھی جو برج اسد کی پیشانی پر ہین جبہ کہلاتے ہین (غیاث اللغات)

جَحمہ (ع) بالفتح، وہ تختہ جو جراح لوگ

ٹوٹی ہوئی ہڈی پر درستی کے واسطے باندھتے ہین، اسکی جمع جبائر آتی ہے،

جَحف (ع) بفتح جیم وسکون حائے مہملہ، لغوی معنی نقصان کرنے کے ہین، لیکن اہل عروض کی اصطلاح مین فاعلاتن کو خبن کرکے فعلاتن کرنے اور پھر فعلا کو کہ فاصلہ صغری ہے ساقط کرنے کو جحف کہتے ہین، اس صورت مین "تن" باقی رہتا ہے اور "فع" اسکی جگہ رکھتے ہین، اس رکن کو جسمین جحف واقع ہوتا ہے، **مجحوف** کہتے ہین،

جحفہ، مواقیت مین سے ایک میقات کا نام جحفہ بھی ہے، اس مقام سے اہل شام حج کا احرام باندھتے ہین، اہل مدینہ کو بھی حالت اضطرار مین جحفہ سے احرام باندھنے کی رخصت ہے، (دیکھو میقات)

جَحیم (ع) وہ آگ جو گڑھے مین روشن کیجائے، وہ آگ جو بہت تیز ہو اور جس کا شعلہ بہت بلند ہو جائے، جحمہ کے معنی آگ کے شعلون کی شدت کے ہین اور اسی سے جحیم ہے،

دوزخ کا چھٹا طبقہ جحیم کہلاتا ہے، سورہ بقر پ اول ع ۱۴ - آیت ۱۱۳) مین ہے "اور نہین سوال کیا جائیگا آپ سے (محمد صلعم) اصحاب جحیم کی بابت" مفسرین لکھتے ہین

جَدّ (ع) بالفتح، توانگری، نصیب، دادا، نانا، اسکی
جمع اجداد آتی ہے، جدو بالکسر کے معنی کوشش کے آتے
ہین، اور جد کے معنی بزرگی کے بھی آئے ہین، چنانچہ سورۂ
جن (پ ۲۹ - ع اول، آیت ۳) مین ہے کہ تحقیق شان
یہ ہے کہ بلند ہے بزرگی (جد) پروردگار ہمارے کی،

جد (بمعنی دادا) کے حقوق از روے کتب فقہ یہ ہین،

(الف) اگر باپ نے کوئی وصی مقرر نہ کیا ہو تو صغیر اولاد
کے واسطے دادا بمنزلہ باپ کے ہے، (عین الہدایہ
کتاب الوصایا ص ۸۳۵)

(ب) اگر موصی اپنے بیٹے کے مال کی نظارت کی وصیت
باپ کے ہوتے ہوے غیر کو کرے تو صحیح نہین ہے، یتیم
کی ولایت اس کے دادا ہی سے متعلق ہو گی (جامع
الجعفری، کتاب وصایا)

(ج) دادا کو بیٹے کی صغیر اولاد کے نکاح کر دینے کا
اختیار ہے، اور وصی کو یہ اختیار نہین، لیکن تصرفات مالی
مین دادا پر باپ کے وصی کو تقدیم ہو گی (عین الہدایہ
کتاب الوصایا)

(د) آدمی پر واجب ہے کہ اپنے والدین اور اجداد
وجدات کو نفقہ دے جب کہ وہ محتاج ہون حالانکہ
دین مین مخالف ہون (عین الہدایہ جلد دوم ص ۴۳)

کی طرح دادا میت کے بھائیون کو ورثہ سے محروم کر دیتا ہے
یعنی باپ کی عدم موجودگی مین دادا باپ کی جگہ وارث
ہوتا ہے اور جس طرح باپ کے ہوتے میت کے بھائی
اس کے وارث نہین ہوتے اسی طرح دادا کے ہوتے
وہ اس کے وارث نہین ہین، یہ مذہب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
ابن زبیر اور حسن بصری وغیرہم کا ہے، دوسرا قول یہ ہے
کہ دادا بھائیون کی طرح ساقط نہین کرتا بلکہ وہ ان
سے مقاسمہ کرتا ہے، یہ مذہب حضرت علی رض مرتضیٰ، ابن
مسعود اور زید بن ثابت رض وغیرہم کا ہے (ماخوذ از زبدۃ العلوم)

جُدْری، (ع) بضم اول وسکون ثانی ورائے مہملہ ویائے معروف، چیچک، بچون کے جسم پر بڑی بڑی
پھنسیان مسور کے دانہ کے برابر بلکہ اس سے بھی بڑی
پیدا ہو جاتی ہین جنکو عربی مین جدری اور فارسی مین
چیچک اور ہندی مین سیتلا کہتے ہین، ان پھنسیون
مین پیپ آتی ہے اور بخار بھی لازمی ہے،

صراح مین جُدَری بضم اول وفتح ثانی لکھا ہے اور
بضمتین بھی آیا ہے،

جَدْع (ع) بفتح جیم وسکون دال، ناک،
کان کاٹنا،

اہل عروض کے نزدیک رکن مفعولات کے دو

"-لات" باقی رہجاتا ہے، اور اس کی جگہ "فاع" رکھدیتے ہین، جس رکن مین جدع واقع ہو اس کو **مجدوع** کہتے ہین، یہ زحاف بحر سریع اور منسرح اور مقتضب مین آتا ہے (غیاث اللغات)

جَدَل (ع) بفتحتین لڑائی، جنگ، اس کی جمع جدول آتی ہے، لغت مین جدل کہتے ہین سخت مخاصمہ کو اور چونکہ رسی کے بل نہایت سخت ہوتے ہین، اس لیے جدل الحبل کہا جاتا ہے، باز کو بھی جدل اسی سبب سے کہتے ہین کہ وہ قوت مین تمام پرندون سے زیادہ شدید اور سخت ہوتا ہے،

اہل مناظر کی اصطلاح مین جدل اس بحث کو کہتے ہین، جس کے ذریعہ سے کسی چیز کا ثابت کرنا یا باطل کرنا مقصود نہ ہو بلکہ مخالف کو لاجواب کر دینا مدنظر ہو، اسی سبب سے مذہبی امور مین مجادلہ کی ممانعت ہے، سورہ مومن (پ ۲۴، ع ۴- آیت ۳۷) مین ہے کہ "جو اللہ کی آیتون مین جھگڑتے ہین (یجادلون) بغیر اس کے کہ کوئی حجت آئی ہو، یہ بات اللہ اور مومنین کے نزدیک بڑی نازیبا ہے"،

علم الجدل وہ علم ہے جس مین ان طریقون سے بحث کیجاتی ہے، جن کے ذریعہ سے نقض وابرام دوسرے کے

کرنا ہے جس سے مخالف پر الزام قائم کیا جا سکے، (فلسفۂ اسلام جلد اوّل)

تفسیر اتقان (نوع ۶۸) مین ہے کہ علم جدل کی کئی نوعین ہین، مثلاً سبر اور تقسیم، قول بالموجب، تسلیم، اسجال، انتقال، مناقضہ اور مجاراۃ الخصم ان کی تشریح ترتیب تہجی کے اعتبار سے درج کیگئی اور آئندہ درج ہوگی انشاء اللہ تعالے،

جَدَّہ (ع) بالفتح دادی، نانی، جمع جدات آتی ہے اگر بچہ کی ماں نہ ہو یعنی ماں مرگئی ہو یا اس نے دوسرا شوہر کر لیا ہو تو نانی یا پرنانی وغیرہ بچہ کی پرورش کی زیادہ حقدار ہین، بمقابلہ دادی کے، کیونکہ ان کو یہ ولایت ماؤن کی طرف سے حاصل ہوتی ہے، (عین الہدایہ جلد دوم ص ۳۲۶)

جدہ صحیحہ کے واسطے چھٹا حصہ ہے خواہ ایک یا زیادہ ہون، بشرطیکہ درجہ مین ثابتہ متحاذیہ ہون یعنی قرب مین باہم مقابل پڑین و ساقط نہ ہون، (عین الہدایہ جلد چہارم، کتاب الفرائض)

جُدَّہ (ع) بالضم و دال مہملہ مشدد مفتوح، ایک شہر کا نام ہے،

اصل مین سمندر یا بحر کا وہ حصہ جو خشکی سے ملا ہو جدہ

کہتے ہین کہ جُدّہ مقامِ ولادت ہے جدہ بن حزم بن ریّان
کا اور اسی مناسبت سے یہ شہر جُدّہ کے نام سے موسوم
ہوا (معجم البلدان للیاقوت الحموی، جلد ثالث) جُدّہ
کا ساحل تمام تر کوہستانی ہے، جسمین جابجا سرخ و سیاہ
شاخ مرجان کی بکثرت موجود ہین، اکثر جگہ سطحِ آب
پر گہرے سرخ رنگ کی گھانس نظر آتی ہے جو مصری
کنول کے مشابہ ہے، بادشاہِ مصر کی تعمیر کردہ فصیل جو
۹۱۵ھ / ۱۵۰۹ء مین تعمیر ہوئی اس شہر کو احاطہ کئے ہوے ہے،

جُدہ صوبہ حجاز کا تجارتی مرکز ہے، یہان زیادہ تر
مرجان، سیپ، دانۂ تسبیح، عطر، مشکیزہ، چمڑا، جانماز
اور قالین وغیرہ فروخت ہوتے ہین، شہر کی آبادی
تخمیناً پچاس ہزار ہے، تقریبًا دس ہزار اجنبی مسلمان
ہین جو زیادہ تر ایرانی، حضرمی، بخاری اور ہندوستانی
ہین، اہل فرنگ بھی ایک سو سے زاید موجود ہین، تجارت
انھین لوگون کے ہاتھ مین ہے،

قبرستان مین داخل ہوتے ہی ایک قبر نظر آتی
ہے جو حضرتِ حوا کی قبر کے نام سے مشہور ہے یہ قبر نہایت
طویل اور بظاہر ایک حوض کے مشابہ ہے، ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ اسلام سے قبل یہ مقام قبیلہ قضاعہ کا عبادتگاہ
تھا، جہان انھون نے پرستش کے لیے حضرت حوا کی

جَدْی، (ع) بفتح اوّل و سکون دال مہملہ (۱) بزغالہ
(۲) نام ستارہ کا جو قریب قطب شمال کے ہے، عرف
مین اسی ستارہ کو **قطب** کہتے ہین (۳) منطقۃ البروج
مین سے دسوین برج کا نام جدی ہے، یہ برج ایک
بزغالہ کی شکل کا ہے جو اٹھائیس[۲۸] ستارون کے جمع ہوجانے
سے بنگئی ہے، یعنی اس کا نصف اوپر کا جسم پہاڑی
بکرے کی شکل کا ہے اور نیچے کا جسم مچھلی کے پچھلے جسم
کے طور پر ہے، اس کے سر اور ہاتھ مغرب کی طرف
ہین اور پشت شمال کی طرف ہے، ستارون کے اس
مجموعہ مین سے تین ستارے **راس الجدی** و
ذنب الجدی و **سعد ناشرہ** زیادہ مشہور
ہین، ان اٹھائیس ستارون مین سے چار قدر سوم
مین ہین، ان مین سے ایک راس الجدی ہے اور نو
ستارے قدرِ چہارم مین اور نو قدرِ پنجم مین اور چھ
قدر ششم مین ہین (مطلع العلوم)

اصطلاحِ علمِ ہیئت مین جدی وہ دائرہ ہے، جو
ساڑھے تیس درجہ خط استوا کے جنوب کی طرف فرض
کیا گیا ہے اور جب سورج خط جدی کے مقابل
پہنچتا ہے تو جنوبی حصہ مین (۲۲ دسمبر کو) سب سے
بڑا دن ہوتا ہے، اور شمالی حصہ مین جو اس وقت

حیواۃ الحیوان مین ہے کہ عرب بولتے ہین. تغد بالجدی قبل ان تتعشی بک (کہا تو قبل اس کے کہ وہ شام کو پھرے) اور مراد اس سے ہوشیاری لیتے ہین، جدی یعنی بکرے کو خواب مین دیکھنے کی تعبیر اولاد سے متعلق ہے، پس جس شخص نے ذبح شدہ بکرے کو دیکھا تو اس کا لڑکا مرے گا، پختہ جدی کا کھانا ذکر اولاد کے مرنے پر دلالت کرتا ہے، اگر اس مین سے دست کا گوشت کھایا ہے تو ہلاکت سے نجات پائی اور اگر بائین پہلو کا گوشت کھایا ہے تو وہ دلالت کرتا ہے، رنج وغم پر (انتہی کلامہٗ)

جَذ (ع) جیم مفتوح و ذال معجمہ،

اہل عروض کے نزدیک زحاف کی ایک قسم ہے رکن کے آخر سے وتد مجموع کے گرانے کو جَذ کہتے ہین پس "مستفعلن" سے "مستف" اور متفاعلن سے "متفا" اور فاعلن سے "فا" باقی رہتا ہے اور ان کی جگہ فعلن (بسکون عین) اور "فعلن" (بکسر عین) اور "رفع" رکھتے ہین، جس رکن مین یہ زحاف ہو اس کو اجَذ (بفتح الف و جیم) کہتے ہین، اور یہ زحاف بحر بسیط، کامل رجز اور متدارک مین بہت آتا ہے، اور باقی بحور مین کم (ترجمہ حدائق البلاغت)

جذام کا سبب فساد خون، اور احتراق اخلاط ہے کہ تغذیہ بدن سے خارج ہو جاتا ہے، اعضا کی ہیئت اس مرض مین فاسد ہو جاتی ہے، اس مرض کا خاصہ ہے کہ منہ مثل شیر کے پھولا ہوا ہو جاتا ہے، اور آنکھین گول ہو جاتی ہین، اسی واسطے اس مرض کو داء الاسد بھی کہتے ہین،

جَذب (ع) بالفتح، کھینچنا، کشش کرنا،

اہل سلوک کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا بندہ کو اپنی طرف کھینچنا جذب کہلاتا ہے (کشاف اصطلاحات الفنون)

علم ہیئت مین وہ قوت جو اشیا کو میل مرکزی کی طرف کھینچتی ہے، جذب کہلاتی ہے، (ترجمہ مطلع العلوم)

جذبہ (ع) بالفتح، ایک بار کھینچنا، دل کا جوش اس کی جمع جذبات آتی ہے،

کسی بات یا خیال کے احساس سے نفس کو جو حرکت از قبیل انبساط و انقباض لاحق ہوتی ہے، اس کو جذبہ کہتے ہین،

اصطلاح تصوف مین جذبہ کہتے ہین حق تعالےٰ کا بندہ کو اپنے طرف کھینچنے کو، یعنی عبد بلا سعی و تکلف

کی طرف کھینچ جائے (کنوز اسرار القدم) غرضکہ جذب
وجذبہ اہل تصوف کے نزدیک مرادف اور ہم معنی ہین
نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے جذبات اُن الہامات
فطری کا نتیجہ ہین جنکا تعلق استنثار یا ایثار سے ہوتا ہے
اوران کے اثرات عارضی ہوتے ہین، ہماری فطرت
کے عناصر ترکیبیہ مین جذبات کی حیثیت غیر استدلالی ہے
یعنی یہ کہ استدلال اور تعقل سے ان کو کوئی علاقہ نہین
ہوتا، لیکن جذبات کا غیر عقلی ہونا ان کے مخالف عقل
ہونے کو مستلزم نہین ہے، (نفسیات ترغیب ص ۱۳ و ۲۲)

جذر (ع) بالفتح (وبالکسر) اول وسکون
ثانی، اصل ہر چیز کی، (۲) جڑ سے اکھیڑنا،
علم حساب مین جس عدد کو اسی عدد سے ضرب
کرین تو مفرد کو جذر اور حاصل ضرب کو مجذور
کہتے ہین، (کشاف اصطلاحات الفنون)

جَذَع، (ع) بفتحتین، بیل اور گھوڑا جو تیسرے
سال مین ہو، اونٹ جو پانچوین برس مین ہو، بکری
و بکرا جو دوسرے برس مین ہو، جذع کہلاتے ہین، اونٹون
پر نصاب زکوٰۃ اگر ان کی تعداد اکسٹھ سے لیکر
الھتر ہو (فقہاء امامیہ کے نزدیک، اکسٹھ سے چھتر
تک ہو) تو ایک جذع یعنی پنجسالہ اونٹنی ہے (دیکھو
نصاب)

جَرّ (ع) بالفتح وتشدید راء مہملہ (۱) کھینچنا، (۲)
گناہ کرنا (۳) کسی کلمہ کو زیر دینا (۴) پہاڑ کا دامن،
(۵) ٹھیکریان،
فقہاء امامیہ نے تعزیر کے لیے جو سزائین مقرر کی
ہین، ان مین جَرّ یعنی ملزم کو عدالت کے دروازہ تک
کھینچنا بھی ہے،

جرِ ثقیل (ع) بھاری چیزون کا کھینچنا،
جس علم کے ذریعہ سے نہایت بھاری بوجھ کو تھوڑے
زور اور قوت سے اس کی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ
کھینچ لیتے یا اشیاء عظیم المقدار کو بآسانی داب کر تھوڑی
سی کر لیتے ہین علم جر ثقیل کہتے ہین، حکماء نے ان کامون
کو جنکا سرانجام دینا انسانی طاقت سے خارج ہے،
سہل اور آسان کرنے کے لیے پانچ آلے ایجاد کئے
ہین جن کے نام (۱) محور (۲) مخل (۳) بکرہ (۴) لولب
(۵) اسفین ہین (ماخوذ از مطلع العلوم)

جراحت، (ع) بالکسر، زخم، گھاؤ،
اگر زخم گوشت تک پہنچ جائے تو جراحت ہے اور
اگر اس مین پیپ پڑ جائے تو قرحہ کہلاتا ہے،
(کشاف اصطلاحات الفنون) اور جو زخم سر اور چہرہ
پر ہو اس کو شجہ کہتے ہین (عین الہدایہ جلد چہارم صفحہ ۱۸۱)
اطباء کے نزدیک تازہ زخم کو جراحت کہتے ہین

تاوقتیکہ ریم نہ پڑے، بعضون کا قول ہے کہ جراحت
تین دن کے زخم کو کہین گے خواہ اس مین پیپ پڑے
یا نہ پڑے،

جَراد (ع) بالفتح، ٹڈی، ملخ، اس لفظ کا واحد
جرادہ آتا ہے، جو ماخوذ ہے جرد سے جس کے معنی ایک
چیز کو دوسری چیز سے رگڑنے اور کریدنے سے حاصل
کرنا مین، اہل عرب بولتے ہین ثوب جرد یعنی صاف
کپڑا، یہ لفظ قرآن مجید مین بھی آیا ہے، چنانچہ سورہ
قمر (پ ۲۷، ع اول آیت،) مین ہے کہ قبرون سے
سب نکلین گے گویا وہ ٹڈی (جراد) ہین منتشر،

واضح رہے کہ ٹڈیان جب بیضہ سے نکلتی ہین تو
دبی اور جب ان کے پر نکل آتے ہین تو غوغاء
(جس کا واحد غوغاۃ ہے) اور جب ان مین زنگ ظاہر
ہوتے اور مذکر و مونث سیاہ ہو جاتے ہین تو جراد
کہلاتی ہین، جراد کا کھانا شرعاً جائز ہے، اگر خواب مین
دیکھا کہ جرد کو پکڑ کر کسی ہنڈیا مین بند کیا تو اس کی تعبیر
دراہم اور دنانیر کا حاصل ہونا ہے (ترجمہ حیوۃ الحیوان)

فقہاء امامیہ کے نزدیک صرف وہ ٹڈیان جائز ہین
جو زندہ پکڑی جاوین، البتہ زندہ پکڑنے والے کا مسلمان
ہونا اور بسم اللہ کہنا شرط نہین، ان ٹڈیون کا جو پرواز
کے قابل نہ ہون کھانا حلال نہین (جامع عباسی بست باب)

جَرَب (ع) بفتحتین، خارش مع پھنسیون کے
اصل مین جرب اس خارش کو کہتے ہین جو پھنسیون
کے ساتھ ہو، کبھی کبھی ان پھنسیون سے پیپ بھی نکلتی
ہے، جرب کی دو قسمین ہین خشک و تر، اگر خشک ہو تو
اسکو جرب یابس کہتے ہین اور اگر تر ہو اور رقیق
پیپ اس سے نکلے تو اس کو جرب رطب بولتے
ہین،

خارش اور جرب مین یہ فرق ہے کہ خارش مین
پھنسیان نہین ہوتین، لیکن جرب مین ان کا ہونا
ضروری ہے،

جرب العین سے مراد وہ خارش ہے جو پردہ
چشم مین ہو، اس کی چار قسمین ہین لیکن آنکھ سے ہر وقت
پانی بہتا رہنا ان سب انواع کے لیے لازم ہے،

جرب الکلبہ سے مراد وہ چھوٹی پھنسیان ہین
جو گردہ مین پیدا ہوتی ہین، (ماخوذ از کشاف
اصطلاحات الفنون)

جُرح (ع) بضم، زخم، جرح ماخوذ ہے عربی
مقولہ "جرحت الشاہد" سے جو ایسے موقع پر بولا جاتا
ہے، جب کوئی زخم پہنچے، اسکی جمع جروح اور جراح آتی ہے
فقہاء کی اصطلاح مین گواہان سے بغرض حق رسی سوالات
کے جوابات حاصل کرنا جرح کہلاتا ہے،

محدثین کی اصطلاح مین راوی کے عیب ظاہر کرنے کو جرح اوراس پرسے اعتراض دفع کرنے کو تعدیل کہتے ہین،

جرح مجرد، سے مراد وہ اظہار فسق ہے جو حق اللہ وحق العباد سے خالی ہو، علامہ قہستانی کہتے ہین کہ جرح مجرد وہ ہے جس پر دفع خصومت مشہود علیہ سے مرتب ہو، فتح القدیر مین ہے کہ جرح مجرد کی شہادت دو وجوہات سے مقبول نہین، اوّلاً گواہی مقبول ہوتی ہے حکم کے واسطے تو ضرور ہے کہ مشہود بہ تحت حکم مین داخل ہو، اور فسق تحت حکم مین داخل نہین ہے، ثانیاً مجرد اس گواہی کے شاہد فاسق ہو جاتا ہے، (غایۃ الاوطار جلد سوم ص ۳۰۴)

جرس (ع) بالفتح (وبالکسر) اوّل وسکون سین مہملہ، گھنٹہ کی آواز، گھڑیال،

اصطلاح تصوف مین اللہ جل شانہ کے خطاب کا خفیہ طور پر ایک تھوڑے سے قہر کے ساتھ دل پر وارد ہونا جرس کہلاتا ہے (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

جُرعہ (ع) بالضم وسکون راے مہملہ، ایک گھونٹ، وہ مقدار پانی وغیرہ کی جو ایک بارگی ایک دم مین پی لیجاوے،

اصطلاح تصوف مین جرعہ سے مراد وہ اسرار

مقامات ہین جو سالک سے راہ سلوک مین پوشیدہ رہجاتے ہین (کشاف اصطلاحات الفنون)

جُرُف (ع) بضمتین، وہ گڈھا جس مین پانی جمع ہو، فارسی مین اسکو آب گیر کہتے ہین، جُرُف اصل ہین وادی یا نہر کی جانب کا وہ پچھلا حصہ ہے جسے سیل بہالے جاتا ہے، اوراس کا اوپر کا حصہ آگے بڑھا ہوا رہجاتا ہے پھر جب وہ اوپر کا حصہ پھٹ جائے تو اسے ھار کہا جاتا ہے،

جرف ایک گاؤن کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر شام کی سمت واقع ہے، غزوۂ موتہ (۸ھ ۶۲۹ء) کی مہم پر جب لشکر روانہ کیا گیا تو اس کا جائزہ آنحضرت صلعم نے اسی مقام پر لیا تھا،

جِرم (ع) بالکسر، تن، جثہ،

اس لفظ کا اطلاق علویات اور سفلیات دونون پر ہوتا ہے، مثلاً جرم قمر، جرم کوہ (غیاث اللغات)

جُرم (ع) بالضم، سخت گناہ جُرم کے اصل معنی قطع کرنے کے ہین، چنانچہ درخت کے کاٹنے پر بولا جاتا ہے۔ "شجرۃ جریمہ" یعنی کٹے ہوئے درخت، چونکہ سخت گناہ بندہ کا اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کر دیتا ہے اس لیے جُرم کہلاتا ہے۔ قرآن مجید مین اجرام اور مجرم کا اطلاق سخت گناہون پر ہوا ہے،

جرہم، نام ہے یمن کے ایک قبیلہ کا جو مکہ معظمہ کے قریب رہا کرتا تھا، اسی قبیلہ مین حضرت اسمعیل بن حضرت ابراہیم کی شادی ہوئی تھی، بنی جرہم خانہ کعبہ کے متولی بھی رہ چکے ہین، اور خانہ کعبہ کی تعمیر دوسری بار اسی قبیلہ کے لوگون نے کی تھی،

ظہورِ اسلام کے وقت جرہم کی جمعیت باقی نہ تھی صرف منتشر افراد رہ گئے تھے، چنانچہ عبید بن شریہ جرہمی نام ایک بزرگ اس زمانہ مین یمن مین موجود تھے اور آنحضرت صلعم کے دست مبارک پر اُن کا ایمان لانا بتلایا جاتا ہے،

جَرِیب (معرب) گزیک کا معرب ہے، وہ آلہ جس سے زمین کی پیمایش کیجاتی ہے جَرِیب کہلاتا ہے، جریب عبارت ہے ہشت در ہشت گز یعنی ساٹھ گز طول مین اور ساٹھ گز عرض مین کسری کے گز سے،

حضرت عمرؓ (المتوفی ۲۳ھ) کے عہدِ خلافت مین عراق کی پیمایش جریب کے ذریعہ کیگئی اور حضرت عثمان بن حنیف اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ کی سفارش برحسب ذیل شرح لگان مقرر ہوئی،

انگوری جریب ۱۰ درہم (یعنی ۲؍ سکہ کلدار) سالانہ

نخلستان " ۵ درہم (یعنی ۱؍ ") "

نیشکر فی جریب ۶ درہم یعنی (یعنی ۱؍۳) سالانہ

گندم " ۴ " " (۱۲؍ ") "

جو " ۲ " " (۸؍ ") "

ہندوستان مین مسافت زمین بیگہ کے حساب سے ہوتی ہے اور ہر بیگہ ساٹھ گز قطعی طول مین اور اسی قدر عرض مین ہوتا ہے، قطعی گز کسری گز سے تہائی زیادہ ہے، اس حساب سے ایک جریب پون بیگہ پختہ کے برابر ہوئی،

جَزْو (ع) بالفتح وسکون زاے معجمہ، کاٹنا، اہلِ عروض کے نزدیک شعر مین سے ضرب یا عروض (مصرعہ اوّل کا جزو آخر) کا حذف کرنا جزء کہلاتا ہے، جس بیت مین جزء واقع ہو اس کو **مجزو** کہتے ہین، عنوان الشرف مین ہے کہ مجزو وہ بیت ہے جس مین ضرب یا عروض کا حذف ہو لیکن رسالہ قطب الدین سرخی مین ہے کہ مجزو وہ شعر ہے جس مین سے تین جزو نکالے جائین، یہ صرف مسدس مین ہوتا ہے، (کشاف اصطلاحات الفنون)

جُزْو، (ع) بالضم، پارہ و ٹکڑا،

محدثین کے نزدیک جزء وہ کتاب ہے جس مین شخص واحد کی روایت کردہ احادیث جمع ہون،

جزو ہوتے ہین جنہین سے ہر ایک کو درجہ کہتے ہین،
منجمین کی اصطلاح مین جزء سے مراد جزء الاجتماع
وجزء الاستقبال ہے، شرح زیج الغ بیگی مین
ہے کہ جزء الاجتماع سے مراد وہ درجہ ہے جسمین
اجتماع ہو اور جزء الاستقبال سے مراد وہ درجہ ہے
جہان استقبال کے وقت اگر رات ہے تو قمر ہو اور اگر دن
ہے تو آفتاب ہو، اگر رات کے ابتدائی یا انتہائی حصہ مین
استقبال ہو تو وہ جزء جو افقِ مشرق سے اقرب ہو معتبر
ہوتا ہے (کشاف اصطلاحات الفنون،)

جزاء (ع) بالفتح وتخفیف الزائے معجمہ مفتوحہ،
لغوی معنی پاداش اور بدلہ کے ہین، مفردات راغب
مین ہے کہ جزاء کے اصلی معنی "کام آنا" ہین اور "کافی ہونا" بھی،
نحویون کی اصطلاح مین جزاء وہ جملہ ہے جو دوسرے
جملہ پر جس کو شرط کہتے ہین متعلق ہوتا ہے،

جُزاف (معرب) بالحرکات ثلاثہ لیکن بالضم
زیادہ فصیح ہے، گذاف کا معرب ہے جس کے معنی اَخذ
(یعنی لینے) کے ہین،
حکمار کی اصطلاح مین جزاف کا اطلاق عموماً ان
افعال پر ہوتا ہے جو حالت غیر شعوری مین صادر ہون،
ان افعال کا مبدا، شوق یا طبیعت (مثلاً تنفس) یا مزاج
(مثلاً مریض کی حرکات) یا عادت (مثلاً داڑھی کیساتھ

بازی کرنا) ہوتا ہے، کبھی کبھی جُزاف کا اطلاق حالت
شعوری پر بھی کیا گیا ہے (کشاف اصطلاحات الفنون)

جَزالت (ع) بالفتح محکمی واستواری.
بلغار کے نزدیک جزالت ایسا کلام ہے جو الفاظ فصیح
ترکیب عالی اور معنی بدیع رکھتا ہو، اور ایک کلمہ کے
بعد دوسرا کلمہ ایسا محکم ہو کہ جس کے علیحدہ کرنے پر ترکیب
کی لطافت زائل ہو جائے (کشاف اصطلاحات الفنون)

جزر (ع) بالفتح اول وسکون ثانی، قطع کرنا،
(۲) اونٹ کی قربانی کرنا اور اس کی کھال کھینچنا،
(۳) پانی کا کم ہونا، جزر خلاف ہے مد کے جس
معنی پانی کے بڑھنے کے ہین،
اہل قرأت کے نزدیک حرف کو پڑھنے مین نہ کھینچنا
جزر کہلاتا ہے،

مدوجزر، پانی کا بڑھنا اور کم ہونا،
ماہتاب کی کشش سے جو وہ آب محیط پر کرتا ہے
مدوجزر پیدا ہوتے ہین، جب چاند مین نور کی زیادتی
ہوتی ہے تو دریا کے پانی مین زیادتی محسوس ہوتی
ہے جس کو مد کہتے ہین اور جب نور ماہتاب مین
نقصان ہونے لگتا ہے تو دریا کا پانی کم ہو جاتا ہے جس
کو جذر کہتے ہین (فلسفۂ اسلام جلد اول)
مدوجزر کی پیدائش نتیجہ ہے اسی قوت کا جو پانی

کو برساتی اور پھر اس کو سمندر مین پہنچاتی ہے، یہ وہی کشش نقل ہے جس کے باعث کل اجسام ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتے ہین لیکن فرق صرف اس قدر ہے کہ پانی برسانے کی صورت مین زمین پانی کو نیچے کی طرف کھینچتی ہے، اور مدوجزر مین چاند اور سورج خصوصًا چاند پانی کو اوپر کھینچتا ہے،

جَزَع (ع) بالفتح، حزن، غم، جزع کے اصل معنی رسّی کا درمیان سے کاٹ دینا ہین، چونکہ حزن وغم انسان کو اپنے سامنے کی چیز سے پھیر دیتے اور اس کو اس سامنے والی چیز سے کاٹ دیتے ہین، اس لیے ان پر جزع کا اطلاق ہوتا ہے،

واضح رہے کہ حزن اور صبر جمع ہو سکتے ہین مگر جزع اور صبر کا اجتماع غیر ممکن ہے (بیان القرآن نمبر ۱۶۶۹)

جَزْم (ع)، بالفتح اوّل وسکون ثانی، قطع کرنا، (۲) وہ ارادہ جس سے آدمی نہ پھرے، (۳) کبھی بمعنی یقین کے بھی آتا ہے،

اصطلاح قرأت مین حرف ساکن کو جزم کہتے ہین

جُزْو (ع) بالفتح اوّل وسکون ثانی، حصہ ٹکڑا، عرف مین قرآن مجید کا تیسوان حصہ یعنی ایک پارہ جزو کہلاتا ہے، قرآن مجید کو تیس جزون مین اس لیے تقسیم کیا گیا ہے کہ تلاوت مین آسانی ہو اور ختم ایک ماہ مین ہو جائے (بخاری، باب فی کم یقرالقرآن) زمانۂ سلف مین عبارتِ قرآن کا حوالہ زیادہ تر جزو کے ذریعہ دیا جاتا تھا، آیتون اور سورتون کا استعمال اس سلسلہ مین بہت کم ہوا ہے،

جزو لایتجزّٰی، وہ چیز جو انتہائے باریکی اور چھوٹے ہونے کے سبب اس قابل نہ ہو کہ دو یا تین جگہ اس کو تقسیم کر سکین، (دیکھو جوہر فرد)

جزئیت (ع) چھوٹا ہونا،

حکما، اور منطقیین کی اصطلاح مین جزئیت کا اطلاق کئی معنون پر ہوتا ہے (۱) وہ مفہوم جو کسی خاص چیز پر دلالت کرے، اور اس مین شرکت یا کثرت کو عقل جائز نہ رکھے، پس وہ اسم جو ایک ہی معنی مین ایک ہی شے پر اطلاق کرتا ہے **طرف جزئی یا حد جزئی** کہلاتا ہے، اور ایسے اسم کو نحاۃ اسم معرفہ کہتے ہین، بعض اسمار ایک سے زیادہ اشخاص کے نام ہوتے ہین، لیکن باوجود اس کے بھی وہ عَلَم کہلاتے ہین، کیونکہ یہ نام دو چیزون پر اطلاق نہین کرتے، جب کسی اسم نکرہ کو صرف اشارہ سے مخصوص کردین تو وہ **طرف جزئی** کے حکم مین آجادے گا، اسی طرح جب کسی اسم کے ساتھ کوئی خصوصیت ایسی بڑھا دی جاے کہ وہ اس کے معنی کو محدود کردے

تو وہ بھی طرف جزئی ہے، (۲) وہ مفہوم جو اس شے کی تمام مقدار کو ظاہر کرے جو دنیا مین موجود ہے، **جزئی یا معرفہ** کہلاتا ہے، اگر مقدار کے ساتھ کچھ حصہ پر بھی دلالت کرے تو **کلی یا نکرہ** ہے، (۳) اگر موضوع کے کسی جزو کے متعلق کوئی انکار یا اقرار کیا جائے تو وہ **قضیہ جزیہ** ہے، **شرطیات** مین سے شرطیہ محصورہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک محصورہ جزیہ دوسرا محصورہ کلیہ ان مین سے **شرطیہ محصورہ جزیہ** یہ ہے کہ بعض حالتون مین دو نسبتون کا اتصال یا انفصال ہو جیسے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب ایک چیز جاندار ہو تو آدمی بھی ہو (۴) ایسے علوم جنکا موضوع نہایت ہی خاص ہو مثلاً علم طب جو مخصوص اور جزئی موضوع رکھتا ہے بہ نسبت علم طبیعات کے (۵) چھوٹے چھوٹے افلاک جیسے افلاک کلیہ بنتے ہین، (ماخوذ از کشاف اصطلاحات الفنون)

جزیرۃ العرب، جس کو بلاد الغرب اور **عربستان** بھی کہتے ہین، اس خطہ ملک کا نام ہے جو بحر احمر کے مشرق کی طرف واقع ہے اور خلیج فارس تک منتہی ہوتا ہے، یہ خطہ یورپ اور ایشیا وافریقہ کے وسط مین واقع ہے گویا دنیاے قدیم کے لیے جزیرۃ العرب بمنزلہ قلب کے ہے،

عربی مین **جزیرہ** اس قطعہ زمین کو کہتے ہین جو پانی سے گھرا ہوا ہو اور وہ ایک جریب سے دس فرسخ تک کا ہوتا ہے، لہذا عرب کی زمین جو اب جزیرہ عرب کے نام سے موسوم ہے، وہ بہت سے جزائر سے مرکب سمجھی جاتی ہے، علامہ ابن کلبی لکھتے ہین کہ عدن سے عراق تک طول مین اور جُدہ مع اس کے بحری قرب وجوار کے شام تک عرض مین جزیرۃ العرب ہے، قاموس مین لکھا ہے کہ جس قطعہ زمین کو بحر ہند، شام، اور دجلہ وفرات احاطہ کئے ہوئے ہے جزیرۃ العرب ہے یا یون سمجھو کہ جُدہ سے اطراف شام تک طولاً اور جُدہ سے عراق تک عرضاً جو زمین ہے وہ جزیرۃ العرب ہے،

احادیث مین جزیرۃ العرب سے خالص عرب یعنی حجاز، یمن، حضرموت، عمان، بحرین، نجد، یمامہ وغیرہ عربی صوبے مراد ہین جو غیر مسلم کے استیلاء، تسلط اور فرمانروائی سے آزاد رہنے چاہئین،

لفظ عرب سب سے پہلے [illegible] ق م مین ملکہ سبا کے سلسلہ سے حضرت سلیمان کے عہد مین شہرت پذیر ہوتا ہے (سفر الملوک، باب ۱۰ ورس ۱۵) پھر اس کے بعد عام طور سے اس کا استعمال یونانی اور رومانی تاریخون مین نظر آتا ہے، اسیریا کے کتبات میخی مین [illegible] ق م

مین عرب کا نام عربی لیا گیا ہے، قبل اسلام یہ لفظ پو[رے]
ملک کو جو یمن سے شام تک وسیع ہے محیط تھا (ارض
القرآن جلد اول ص ۵۹)

عرب صحیح طور سے دو حصون مین منقسم ہو سکتا تھا
ایک عرب الحجر یعنی کوہستانی عرب جو خاکنائے
سوئیس سے لیکر بحر احمر اور بحر عرب تک پھیل رہا ہے،
دوسرا عرب الوادی یعنی عرب کا مشرقی حصہ.
لیکن بطلیموس نے عرب کو تین حصون مین منقسم کیا تھا،
(۱) عرب الحجر یعنی پتھریلا عرب جسمین تمام غربی شمالی
حصہ شامل تھا، (۲) عرب المعمور یعنی عرب آبادان
جو غربی اور جنوبی کنارہ کو شامل کئے ہوے تھا، (۳)
عرب الوادی، یعنی ریگستانی عرب جسمین تمام اندرونی
حصہ جو اچھی طرح معلوم نہ تھا داخل ہے، مگر بطلیموس
کی اس تقسیم کی کوئی معتبر سند نہین (خطبات احمدیہ،
الخطبة الاولیٰ)

عرب مین آباد ہونے والی قومین تین نامون سے
موسوم ہین (۱) عرب البائدہ یعنی صحرائی عرب
(۲) عرب العاربہ یعنی قدیمی عرب (۳) عرب
المستعربہ یعنی پردیسی عرب، ہم ان تینون کے
مختصر حالات حوالۂ قلم کرتے ہین،

(۱) عرب البائدہ، نہایت ہی قدیم عرب
ہین جنمین سے بعض قبائل کے نام اور ان کے مجمل حالا[ت]
صرف روایات کی بنا پر زندہ ہین، ان مین سے بعض
قبائل کی عبرت انگیز معدومیت کا خاکہ قرآن مجید مین
بھی پیش کیا گیا ہے، عاد، ثمود، جدیس اور طسم وہ قومین
ہین جنھون نے خاصی شہرت حاصل کی تھی، ان قومون کا
شجرہ تیسری یا چوتھی پشت مین سام بن نوح پر منتہی ہوتا ہے

(۲) عرب العاربہ یعنی اصلی عرب جو یقطان
(قحطان) بن عیبر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح
کی اولاد مین سے ہین، بعض مورخین کہتے ہین کہ عرب البائدہ
اور عرب العاربہ دونون یقطان کی اولاد ہین، ان
کی تحقیق مین عرب صرف دو بڑی قومون مین منقسم ہین
یعنی عرب العاربہ و عرب المستعاربہ، یقطان کے
بارہ مین یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچ گیا ہے کہ حضرت موسیٰ ع
کی کتب خمسہ کا یقطان اور یونانی انجیلون کا قطان اور
عربون کا قحطان ایک ہی مسمیٰ کے کئی نام ہین،

عرب العاربہ کی تقسیم، یہودیون کی تقسیم اسباط سے
بہت مشابہ ہے، ابتدا ہی مین انھون نے اپنے خاندانی
امتیاز کو قائم رکھنے مین نہایت جد و جہد سے کام لیا،
جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ سیاسی حیثیت سے کسی زمانہ
مین بھی یہ قبائل ایک پرچم کے نیچے جمع نہین ہوے،
اور بعثت نبوی سے قبل کل ملک ایک معرکۂ کارزار

بنا ہوا تھا، لیکن اس تفرق و انتشار سے یہ فائدہ ضرور پہنچا کہ علم الانساب کی بنیاد پڑ گئی جو واحد ذریعہ ہے اُن حالات کے معلوم کرنے کا جنپر قدامت نے اپنا تاریک پردہ ڈال رکھا ہے،

(۳) عرب المستعاربہ یعنی پردیسی عرب۔ ان پردیسی عربون کے تمام قبیلے ایک ہی اصل سے نکلے ہین اور ان سب کا نسب ترح بن ناحور بن ساروغ بن راعو بن فالغ بن عیبر بن شالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح تک پہنچتا ہے۔ ترح کی اولاد جو عرب مین آباد ہوئی، پانچ شاخون مین منقسم تھی جن کے نام یہ ہین:۔

(اول) اسمٰعیلی یا بنی اسمٰعیل (سفر تکوین باب ۱۱ ورس ۲۸۔ باب ۱۶ ورس ۱۵) (دوم) ابراہیمی یا بنی قطورہ (سفر تکوین باب ۱۱ ورس ۲۸ و باب ۲۵ ورس اول) (سوم) ادومی یا بنی عیسو (سفر تکوین باب ۱۱ ورس ۲۸، و باب ۲۱ ورس ۳ و باب ۲۵ ورس ۲۵) (چہارم) ناحوری یا بنی ناحور (سفر تکوین باب ۱۱ ورس ۲۹۔۲۸) (پنجم) ہارانی یا بنی ہاران (سفر تکوین باب ۱۱ ورس ۲۹۔۲۸ و باب ۱۹ ورس ۳۰ و ۲۸)

ان قبائل خمسہ مین سے ہم صرف بنی اسمٰعیل کے حالات کسی قدر وضاحت سے بیان کرنا چاہتے ہین۔ اس لیے کہ فاران جہان سے ربانی ہدایت کے چمکنے

کی پیشین گوئی توریت مقدس مین کی گئی ہے وہی خطہ ہے جہان اسمٰعیلی آباد تھے یعنی حجاز اور بالخصوص مکہ، (دیکھو فاران) حضرت اسمٰعیلؑ اس خطۂ ملک مین کس طرح پہنچے اور ان کی جلاوطنی کے اسباب کیا تھے، ہم اُن کی مجمل تشریح لفظ "اسمٰعیل" کے تحت مین کر آئے ہین اور یہ بھی بتلا دیا ہے کہ کس طرح حضرت اسمٰعیلؑ اس مقام پر آئے جہان اب مکہ معظمہ ہے (دیکھو اسمٰعیلؑ) اس لیے اعادہ غیر ضروری سمجھا جاتا ہے، اور سلسلہ کو حضرت اسمٰعیل کے اس خطۂ ملک مین (جو بعدہٗ حجاز کہلایا) آباد ہونے کے بعد ان کی شادی کے ذکر سے شروع کرتے ہین،

صاحب خطبات احمدیہ حضرت اسمٰعیلؑ کی بیویون کے متعلق جنکا ذکر قدرے اختلاف کیساتھ توریت مقدس اور صحیح بخاری مین ہے تحریر کرتے ہین کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی پہلی بیوی ایک مصری خاتون معلوم ہوتی ہین اور دوسری بیوی قبیلہ جرہم مین سے تھین اور یہی وہ خاتون ہین جن کے بطن سے حضرت اسمٰعیل کے بارہ ۱۲ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہین،

(۱) نبالوت (۲) قیدار (۳) اذبیل (۴) مبسام، (۵) مشماع (۶) دماہ (۷) مسا (۸) حدر (۹) تیما، (۱۰) یطو (۱۱) نافیش (۱۲) قیدماہ

تمام قومی روایات سے متحقق ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ

اس مقام پر جہان حضرت اسمٰعیلؑ آباد ہوئے تھے یعنی
مکہ معظمہ مین حضرت اسمٰعیلؑ سے ملنے کے لیے آئے اور
اور حضرت اسمٰعیلؑ کی مدد سے انھون نے ایک مسجد خدائے
وحدہٗ لاشریک کی عبادت کے لیے تعمیر کی، قرآن مجید
سے ان قومی روایات کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے،
چنانچہ سورۂ آل عمران (پ ۴ - ع - ۱ - آیت ۹) مین
ہے کہ سب سے پہلا گھر جو خدا کی عبادت کے لیے بنایا
گیا وہ ہے جو مکہ مین ہے، مورخین اسلام نے تعمیر خانہ
کعبہ اور ولادت آنحضرت صلعم کے درمیان دو ہزار
سات سو چالیس برس کا فرق بتلایا ہے، اور یہی وہ
طویل مدت ہے، جو بنی اسمٰعیل کو "آیت عظمٰی" بننے مین
لگی جس کا ذکر سفر تکوین باب ۷، اور س ۲۰ مین ہے،

چونکہ جزیرۃ العرب اسلام کا مولد و منشا اور اہل
اسلام کی سرزمین ہے، اس لیے اس کو غیر قومون کے
اثر سے محفوظ رکھنے کے لیے آنحضرت صلعم نے اپنی وفات
حسرت آیات سے چند گھنٹے قبل یہ وصیت فرمائی تھی
کہ مشرکون کو جزیرۃ العرب سے نکال دو (بخاری کتاب
الجہاد) گو جزیرۃ العرب لفظی اعتبار سے وسیع خطۂ ملک
ہے، لیکن اس حدیث کا منشا، جزیرۃ العرب سے خاص
عرب معلوم ہوتا ہے مثلاً حجاز، یمن، حضرموت، عمان،
بحرین، نجد، یمامہ وغیرہ عربی صوبے ہین،

چونکہ عرب کا زیادہ تر حصہ غیر آباد اور سنگستانی ہے،
اس لیے طبعًا زراعت سے زیادہ تجارت سے مناسبت
رکھتا ہے، اہل عرب کی تجارت کا سرمایہ عمومًا تین قسم
کی چیزین ہوتی تھین (۱) کھانے کا مسالہ اور خوشبودار
چیزین (۲) سونا، جواہرات، لوہا (۳) چمڑا، کھال،
زین پوش، بھیڑ بکری، ان مین سے خوشبودار اشیا
جن کی کاشت یمن مین ہوتی تھی، بعض مسالجات اور
کھالین خاص عرب کی پیداوار تھین، ہمدانی نے نہایت
تفصیل سے عرب کی پیداوار پر بحث کی ہے، اسلام
کے بعد بھی عربون کی تجارتی سرگرمی افسردہ نہین ہوئی
بلکہ نص قرآنی نے اس کو اور بھی تیز کر دیا (دیکھو تجارت)

جِزْیَہ (معرب) گزیہ کا معرب ہے جس کے
معنی فارسی مین خراج کے ہین، بعض کہتے ہین کہ جزیہ
مشتق ہے جزا سے جس کے معنی بدلہ کے ہین اور
چونکہ وہ بدلہ ہے اُس حفاظت کا جو مسلم سلطنت غیر
اقوام کی کرتی ہے اس لیے جزیہ کہلایا، اس کی جمع
جُزٰی (بضم اول و فتح ثانی) ہے اصطلاح شرع مین
جزیہ اس محصول کی مقدار معین کو کہتے ہین جو ہر سال
ذمی سے لی جائے،

محیط المحیط مین جو ایک عیسائی عالم "بطرس
البستانی" کی علم لغت مین مشہور تالیف ہے، جزیہ

کی تعریف اس طرح کیگئی ہے کہ جزیہ زمین کا وہ خراج ہے جو اہل ذمہ کے لیا جاتا ہے، تاکہ وہ جنگی خدمات سے مستثنیٰ رہین، اور وہ معاوضہ ہے اس خدمت کا جو مسلمان جہاد مین انجام دیتے ہین،

برہان قاطع مین ہے کہ گزیب (بضم اول و کسر ثانی) وہ خراج ہے جو ہر سال رعایا سے وصول کیا جاتا ہے،

مولوی شبلی مرحوم اپنے "رسائل شبلی" مین لکھتے ہین کہ جزیہ و خراج کے قواعد جو اسلام نے مروج کئے وہ بادنیٰ تغیر وہی ہین، جو نوشیروان عادل (المتوفی ۵۷۸ء) شاہ ایران کے عہد مین مرتب اور مدون ہوئے تھے، جس غرض سے نوشیروان عادل نے جزیہ کا قاعدہ جاری کیا اس کی توجیہ علامہ طبری نے نوشیروان کے اقوال سے یہ نقل کی ہے کہ "اہل فوج ملک کے محافظ ہین اور ملک کے لیے اپنی جانین خطرہ مین ڈالتے ہین، اس لیے عام لوگون کی آمدنی سے ان کے لیے ایک خاص رقم مقرر کیگئی کہ محنتون کا معاوضہ ہو" یہ نوشیروانی قاعدہ مملکت ایران مین نافذ تھا اور ہر سال جزیہ وصول کیا جاتا تھا، چونکہ عرب کا ایک حصہ (ملک یمن) قبل از ظہور اسلام ایران کا ماتحت تھا اس لئے عربون کو اُن قواعد کا کما حقہ علم تھا، اور جب ان کی اپنی حکومت قائم ہوئی تو انھون نے وہی قواعد (بادنی تغیر) اپنی مملکت مین بھی رائج کیے، رومی سلطنت بھی اپنے مفتوحہ ممالک سے اس قسم کا ٹیکس وصول کرتی تھی اور نوشیروان نے رومی قانون ہی کو پیش نظر رکھ کر جزیہ و خراج کے قواعد مقرر کئے تھے،

مخالفین اسلام نے جہان اور بہت سے بے بنیاد الزام اسلام پر قائم کئے ہین وہان ایک یہ بھی ہے کہ مسلمان اپنی غیر مذہب رعایا یعنی ذمیون سے اقامت علی المذہب پر ایک مذہبی محصول لیتے تھے، جس کا اصطلاحی نام جزیہ تھا لیکن یہ محض اتہام ہے، جزیہ مذہبی ٹیکس نہ تھا اور نہ اس سے ذمیون کی توہین و تحقیر متصور تھی، فی نفسہٖ جزیہ ایک فوجی ٹیکس تھا جو متمدن سلطنتون مین عام طور پر مروج رہا ہے،

صاحب تاریخ اسلام (رائٹ آنریبل سید امیر علی) لکھتے ہین کہ اسلامی ممالک مین موجودہ یورپ کی طرح فوجی خدمت لازمی ہوتی تھی اور جو باوجود فوجی خدمت کے اہل ہونے کے بھی اس خدمت سے بری رہنا چاہتے تھے ان کو کچھ دینا پڑتا تھا، چونکہ غیر مسلم فوج مین بھرتی نہین کئے جاتے تھے،

اور ان کی حفاظت کا بار مسلمانون پر ہوتا تھا، اس لیے اُن سے ایک ٹیکس وصول کیا جاتا تھا جس کو جزیہ کہتے تھے،

قول کے مقابلہ مین فعل اظہارِ اصلیت کا معتبر ذریعہ تسلیم کیا گیا ہے اس لیے ہم چند تاریخی معاہدات اور واقعات اسلامی تاریخون سے اخذ کرکے درج کرتے ہین تاکہ واضح ہوجائے کہ مسلمان عملی طور پر جزیہ کس قسم کا ٹیکس خیال کرتے تھے،

(۱) ۱۵ھ / ۶۳۶ء مین شہر حمص خالی کرکے جب ابوعبیدہ جنگ یرموک کی شرکت کے لیے روانہ ہوے تو انھون نے باشندگانِ حمص کو بلوایا اور جزیہ کی رقم جو کئی لاکھ تھی یہ کہکر واپس کردی کہ اب ہم تمھاری حفاظت نہین کرسکتے اور جزیہ اسی حفاظت کا معاوضہ تھا، (فتوح الشام)

(۲) ۲۲ھ / ۶۴۲ء مین جب عتبہ بن فرقد نے آذربائیجان فتح کرلیا تو معاہدے مین یہ الفاظ لکھے، "صلح اس شرط پر ہوتی ہے کہ ذمی جزیہ ادا کرین اور جو شخص (ذمی) کسی سال لڑائی مین بلایا جائے گا تو اس سال کا جزیہ معاف کردیا جائے گا۔ (رسائل شبلی)

(۳) ۱۲ھ / ۶۳۳ء مین خالد بن ولید نے صلوبا بن نسطونا اور اس کی قوم سے ایک معاہدہ کیا جس کے الفاظ یہ ہین کہ مین نے تم سے معاہدہ کیا جزیہ اور محافظت پر پس تمہاری ذمہ داری اور محافظت ہم پر ہے، جب تک ہم تمہاری محافظت کرین ہم کو جزیہ کا حق ہے ورنہ نہین" (رسائل شبلی بحوالہ تاریخ طبری)

(۴) حضرت عثمانؓ (المتوفی ۳۵ھ / ۶۵۶ء) کے عہدِ خلافت مین جب حبیب بن سلمہ نے قوم جراجمہ (ایک عیسائی قوم جو شہر جراجمہ اور اس کے مضافات مین آباد تھی) پر فتح پائی تو ان لوگون نے فوجی خدمتون مین بوقت ضرورت شریک ہونا خود پسند کیا، اور اسی وجہ سے وہ تمام قوم جزیہ سے بری رہی (ماخوذ از رسائل شبلی)

(۵) خلیفہ واثق باللہ عباسی (المتوفی ۲۳۲ھ / ۸۴۶ء) کے زمانہ مین مصر کے عامل نے غلطی سے قوم جراجمہ پر جزیہ لگادیا تو انھون نے خلیفہ کو اطلاع دی اور دربارِ خلافت سے ان کی برأت کا حکم صادر ہوا، (رسائل شبلی، جزیہ بحوالہ تاریخ کبیر طبری)

(۶) آج بھی ترکی کی اسلامی حکومت نے ان غیر اسلامی اقوام کو جنھون نے فوجی خدمت قبول کرلی ہے جزیہ سے بری کردیا ہے،

(۷) پروفیسر مارگولیتھ کی سعی سے ایک مجموعہ چند اسلامی خطوط اور فرامین کا مرتب ہوا ہے جس مین ایک خط قرہ بن شریک (عامل مصر) کا بھی ہے جو ۹۰۱ھ / ۱۴۹۵ء مین بسلی (قبطی رئیس) کو لکھا گیا ہے اس خط کے جستہ

جستہ فقرے یہ ہین (فقرہ ۷) فوجون کی تنخواہ مین دیر ہوگئی (۱۱) میرا یہ خط پہنچے (۱۳ و ۱۲) جس قدر جزیہ وصول کرو پہلی پھر دوسری قسط مین جلد بھیجو (۲۳) میرے پاس کچھ روپیہ جمع ہوجاتا (۲۴) تومین فوج کو اس کی تنخواہ دیدیتا (الندوہ نمبرہ جلد ۸)

ان معاہدات کی موجودگی مین جو علی الاعلان تبلا رہے ہین کہ جزیہ اندرونی اور بیرونی حفاظت کا معاوضہ تھا اور جن حالتون مین حفاظت ناممکن نظر آئی تو جزیہ واپس کردیا گیا، پس جزیہ کو مذہبی ٹیکس کہنا خود کے مذہبی جنون کا ثبوت دینا ہے اور بس،

تاریخ شاہد ہے کہ اسلام نے رسم جزیہ شدید نقصانات اُٹھانے اور تلخ تجربات حاصل کرنے کے بعد مدافعانہ اصول پر اختیار کی ہے، جب مدینہ اور مضافاتِ مدینہ کے یہودیون نے متعدد باران معاہدات کو توڑ ڈالا جو انھون نے مسلمانون کیساتھ کیے تھے، اور ہمیشہ نقضِ امن کرتے رہے، تو ۹ھ ۶۳۰ء مین بہ نظر مصلحتِ ملکی آیت جزیہ (سورۂ توبہ، پ ۱۰ ع ۴ آیت ۲۹) کا نزول ہوا تاکہ مغلوب قومین دبی رہین، اور نقضِ امن نہ کرسکین، با اینہمہ آنحضرت صلعم نے ۷ھ ۶۲۸ء مین جو مصالحت غیر قومون یعنی خیبر، فدک، وادی القریٰ، اور تیما کے یہودیون سے کی تھی وہ آیت جزیہ

کے نزول کے بعد بھی قائم رکھی، ظاہر ہے کہ اگر جزیہ مذہبی ٹیکس ہوتا تو آنحضرت صلعم نے ان مصالح کو جو مذہبی حکم کے مخالف نظر آرہی تھین، اور جن کی ترمیم قبضۂ اختیار مین بھی تھی کبھی اور کسی حالت مین جائز نہین رکھ سکتے تھے، اس مین شک نہین کہ بعد کے تمام معاہدے آیتِ جزیہ کی رو سے قرار پائے، چنانچہ ۱۰ھ ۶۳۱ء مین جو معاہدات نجران (صوبہ یمن کا شہر) کے نصاریٰ سے ہوئے ان مین جزیہ کی ادائگی بھی ایک شرط تھی، علیٰ ہذا القیاس ہجر (بحرین کا ایک شہر) کے مجوسیون سے بھی آنحضرت صلعم نے جزیہ لیا، چونکہ آیتِ جزیہ کا نزول ملکی مصالح پر مبنی ہے اور انتظاماتِ ملک بمقتضاے زمانہ بدلتے رہتے ہین، اس لیے خلفاء نے بھی کبھی جزیہ لیا ہے اور کبھی معاف کردیا ہے،

جزیہ کی شرح جس پر عام طور سے عمل رہا یہ تھی،

(۱) امراء سے ۴۸ درم یعنی بارہ روپیہ کلدار سالانہ،

(۲) متوسطین سے ۲۴ درم یعنی چھ روپیہ کلدار سالانہ،

(۳) غرباء سے ۱۲ درم یعنی تین روپیہ کلدار سالانہ،

عورتین (خواہ حرہ ہون، خواہ کنیز، خواہ ام الولد) بچے، غلام، اندھے اور اپاہج جزیہ سے مستثنیٰ تھے، امیری، متوسط الحالی اور غریبی کا کوئی خاص معیار

مقرر نہ تھا ہم اس مقام پر دو اقوال درج کرتے ہین تاکہ
ایک اندازہ قائم ہو سکے، (۱) کرخی کہتے ہین کہ جو ذمی پچاس
ہزار درہم یعنی پچیس سو روپیہ کلدار کا مالک ہو وہ امیر ہے
اور جو دو سو درہم یعنی پچاس روپیہ کا مالک ہے وہ متوسط
ہے اور دو سو درہم سے کم تر کا مالک غریب ہے،
(۲) ابو جعفر طحاوی نے عرف کو معتبر رکھا ہے یعنی جسکو
اہل شہر غنی یا متوسط یا غریب کہتے ہون وہی معتبر ہے،
(ترجمہ درمختار، کتاب الجہاد، باب الجزیہ)

جَسَد (ع) بفتحتین، تن اور بدن (۲) خون خشک
(۳) زعفران (۴) گوسالہ بنی اسرائیل (غیاث اللغات)

جسد اور **جسم** کے معنی ایک ہین لیکن
جسد خاص ہو کیونکہ جسد وہ ہے جس کا کوئی رنگ ہو اور جسم کے
لیے رنگ کا ہونا ضروری نہین اور یہ بھی کہا گیا ہو
کہ جسد صرف انسان کے جسم کے لئے خاص ہو،

اصطلاح تصوف مین جسد ایک صورت ہے جو
جسم ناری و نوری مین ارواح سے متمثل ہو کر جاری
ہوتی ہے، (کنوز اسرار القدم)

جسم (ع) لغوی اعتبار سے ہر وہ چیز جو طول،
عرض، اور عمق رکھتی ہے جسم کہلاتی ہے،

حکماء کے نزدیک جسم وہ جوہر ہے، جو ابعاد ثلاثہ
یعنی طول، عرض اور عمق کو قبول کرے، جسم کے لیے دو
امر لازمی ہین، ایک ہیولی اور دوسرا صورت بالفاظ
دیگر جسم مرکب ہے، ہیولی اور صورت سے،

متکلمین اسلام کہتے ہین کہ ہیولی کوئی چیز نہین ہے،
جسم اصل مین اجزاے لایتجزی کا نام ہے، اور تمام
اجسام متحد الحقیقت ہین، شرح مقاصد مین ہو کہ یہ
(یعنی تماثل اجسام) ایک اصل ہے، جس پر اسلام
کے بہت سے اصول مبنی ہین، مثلاً قادر، مختار کا ثبوت
اور نبوت و قیامت کی بہت سی کیفیتین (انتہی)
خرق عادت کا ثبوت بھی اسی مسئلہ (یعنی تماثل اجسام)
پر مبنی ہے، کیونکہ جب تمام اجسام متحد الحقیقت ٹھہرے
تو ایک جسم کی جو خاصیتین ہین وہ دوسرے اجسام
مین بھی پائی جا سکین گی، مثلاً آگ جس طرح جلاتی
ہے، پانی بھی جلا سکے گا اور اسی کا نام **معجزہ** ہے
(الکلام) لیکن متکلمین کی ایک جماعت خصوصاً معتزلی
تماثل اجسام کی قائل نہین اور قادر مختار کا ثبوت اس
مسئلہ پر نہین بتلاتی بلکہ دوسرے دلائل قائم کرتی ہی

جسم کی دو قسمین ہین، نامی اور غیر نامی، جسم نامی مین
درخت و حیوان، اور جسم غیر نامی مین پتھر داخل ہین، پھر
نامی دو قسم پر ہین، متحرک جیسے حیوان اور غیر متحرک جیسے
درخت، جسم متحرک کی پھر دو قسمین ہین، ایک ناطق
یعنی انسان، دوسری صامت جیسے حیوان مطلق،

متکلمینِ اسلام مین سے ہشام بن الحکم اور محمد کرام
خدائے تعالیٰ کے جسم کے قائل ہین، اور معتزلہ اس
عقیدہ کی نفی کرتے ہین، حنابلہ ان صفات باری تعالےٰ
کی تاویل کے معتقد نہین، جن کے معنی جسمیت پر دلالت
کرتے ہین، ان کے نزدیک خدائے تعالیٰ کے موںھ،
آنکھ، ہاتھ، انگلیان، کمر، قدم وغیرہ سب کچھ ہین اور
وہ مجسم ہے، لیکن امامیہ اثنا عشریہ اور دیگر ائمۂ اہل تسنن
جسمیتِ باری تعالےٰ کے منکر ہین،

صوفیہ کے نزدیک جسم اور ماہیت ہر شے کی مرکب
اور مولف ہے، جنس عالی اور عرض واحد سے یا دو عرض
سے یا چند اعراض سے لیکن جوہر سے نہین جیسا کہ فلاسفہ
کہتے ہین،

اہل رمل کے نزدیک جسم سے مراد ہشت خاک
ہین (کشاف اصطلاحات الفنون)

جسم اور جرم مین کوئی بڑا فرق نہین ہے
مگر یہ کہ جسم کا اکثر استعمال کثیف چیزون مین ہوتا ہے،
اور جرم کا لطیف چیزون مین،

جَعْد (ع) بالفتح گھونگروالے بال، یا مڑے
ہوئے بال، جعد ضد ہے، سبط کی،

عام طور پر جعودت بالون کی صفت کے لیے
آتا ہے، لیکن کبھی کبھی ایسے جسم کی صفت مین بھی کہ
گوشت بستہ ہو مستعمل ہوا ہے، چنانچہ حدیث مین ہے کہ
آنحضرت صلعم نے حضرت موسیٰؑ کو دیکھا کہ وہ ایک مرد
گندم گون، دراز قد اور جعد تھے (المشکوٰۃ، کتاب الفتن،
باب بدء الخلق و ذکر الانبیا، علیہم السلام)

اطبا کے نزدیک جعودت کی علت خشکی و گرمی ہین
اور ہو سکتا ہے کہ موجب جعودت کا مسام کے سوراخ
کا ٹیڑھا ہو (اکسیر القلوب ص ۲۶۰)

جعرانہ ایک جگہ کا نام ہے جو کہ مکہ معظمہ سے ایک
منزل دور ہے، آنحضرت صلعم نے عمرہ کا احرام جعرانہ سے
باندھا تھا،

جَعْفَر (ع) بالفتح اوّل وثالث، (۱) ندی (۲)
بنی عامر کے پدر قبیلہ کا نام، (۳) جعفر نام ہے ہارون
الرشید کے وزیر کا (دیکھو برمک) (۴) جعفر
اسم شریف ہے آنحضرت صلعم کے چچا زاد بھائی کا،
آپ سابقین الاسلام مین سے ہین، ملک حبش مین
جہان مسلمان ہجرت کر کے پناہ گزین ہوئے تھے،
آپ نے نجاشی کے دربار مین مسلمانون کی نیابت کرتے
ہوئے قریش کے فرستادہ سفیر عمرو بن العاص کے
خلاف پر مغز اور اسلامی تعلیمات سے لبریز تقریر
فرمائی اور سورہ کہیعص قرأت کی جس کو سنکر نجاشی
پر رقت طاری ہو گئی اور وہ بالآخر مسلمان ہو گیا،

آپ سنہ ۷ھ ۶۲۸ء مین ملک حبشہ سے مدینہ منورہ مین آئے
اور جنگ موتہ (سنہ ۸ھ ۶۲۹ء) مین فوج کی کمانڈ کرتے ہوے
شہید ہوئے اور موتہ (قصبہ شام) ہی مین دفن ہوئے،
آنحضرت صلعم کو آپ کی وفات کا سخت صدمہ ہوا، کتب
دینیات مین آپ کا لقب طیار لکھا ہے جس کے معنی
اڑنے والے کے ہین، اور اشارہ کرتا ہے ان اعلیٰ مراتب
کی طرف جو آپ کو جنت مین حاصل ہوے،

(۸) **جعفر صادق** (امام) آپ ائمہ اثنا عشر مین سے
چھٹے امام ہین، آپ کی ولادت سنہ ۸۳ھ ۷۰۲ء مین بمقام مدینہ
ہوئی (تحفۃ العوام) بعض علما نے سنہ ۸۰ھ تحریر کیا ہے،
پدر بزرگوار آنجناب کے امام باقر علیہ السلام ہین اور
مادر عالی مقدار جناب ام فروہ دختر قاسم بن محمد بن
ابی بکر خلیفہ اول ہین،

علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب اپنی مشہور کتاب
"مناقب" مین لکھتے ہین کہ جس قدر علوم حضرت صادق
آل محمد سے نقل ہوے اولین و آخرین مین سے کسی سے
نقل نہین ہوئے، چار ہزار اشخاص نے باوجود اختلاف
مذہب و عقیدہ آنجناب سے احادیث نقل کی ہین،
صاحب تاریخ اسلام (رائٹ آنریبل امیر علی) لکھتے
ہین کہ اسلام مین فلسفی خیالات کے داخل کرنے کے
بانی مبانی آپ ہی ہین، آپ سے استفادہ صرف
انھین لوگون نے کیا جو بعد مین بڑے بڑے فقیہ ہوے
مثل امام ابو حنیفہ و امام مالک بلکہ دور دراز سے کئی
فلاسفہ بھی آکر درس مین شریک ہوتے تھے، امام حسن
بصری، واصل بن عطا معتزلی بھی اسی چشمۂ علم و ذکا
سے سیراب ہوئے تھے،

صاحب کشف الحقایق لکھتے ہین کہ امام مسلم نے
آنجناب کی حدیث کو اخراج اور اُس سے احتجاج
کیا ہے، لیکن امام بخاری کا استنکاف اس تعصب
کو ثابت کر رہا ہے جو ان کو ائمۂ اہل بیت سے تھا،
حضرت امام جعفر صادق نے سنہ ۱۴۸ھ ۷۶۵ء مین خلیفہ
منصور دوانیقی کے زہر دلوانے سے شہادت پائی
اور مدینہ البقیع مین مدفون ہوے (لواعج الاحزان)

جعفریہ متبعین جعفر بن مبشر اور جعفر بن حرب
بن میسرہ کے جعفریہ کہلاتے ہین، ان کا عقیدہ ہے،
کہ (۱) امت محمدی کے فساق مین ایسے بھی لوگ
ہین جو یہود اور نصاریٰ اور مجوس سے بدتر ہین،
(۲) گناہان کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ دوزخ مین رہیگا،
(۳) حد شراب پر جو اجماع امت ہوا ہے وہ غلط
ہے، (ماخوذ از مذاہب الاسلام)

جَعَل (ع) بفتح اول و سکون ثانی، کرنا، نقل
کرنا کسی چیز کا اس طرح کہ اصل کے مشابہ ہوجائے،

اصطلاح شریعت مین ایک معین معاوضہ کو لازم کرلینا بشرطیکہ مشتہر کردہ کام انجام کو پہنچ جائے جعل کہلاتا ہے، اصطلاحِ حال مین اس قسم کے معاوضہ کو انعام کہتے ہین، جعل عقود مین سے نہین ہے، بلکہ ایقاعات مین سے ہے اس لیے صرف ایجاب کافی ہے، مثلاً یہ کہنا کہ جو شخص میرے گم شدہ جانور کو ڈھونڈھ لائیگا تو مین اس کو اس قدر معاوضہ دونگا، جعل کی صحت کے لیے کافی ہے، قبول لفظی کی ضرورت نہین بلکہ فعلاً قبول یعنی اس کام کے کرنے پر مستعد ہوجانا کفایت کرتا ہے، جعل مین دوسری شرط یہ ہے کہ مشتہر بالغ و عاقل و خود مختار ہو، تیسری شرط یہ ہے کہ وہ کام ایسا ہو جس کے لیے اجارہ کرنا یعنی مزدور کرنا درست ہو (جامع عباسی)

جُعَل
(ع) بالضم اوّل و فتح ثانی، گیروندا ایک جانور ہوتا ہے سیاہ رنگ پردار مشابہ زنبور کے جو گوبر وغیرہ گندگی مین پیدا ہوتا ہے، عجیب امر یہ ہے کہ وہ گلاب کی خوشبو سے مرجاتا ہے، اگر اس کو پھر لید مین دبا دین تو دوبارہ زندہ ہوجاتا ہے، عرب بولتے ہین فلان الصق من جعل یعنی فلان شخص زیادہ بے حیا ہے جعل سے، ابو داؤد اور ترمذی مین حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تحقیق خداے تعالیٰ تم سے فخر جاہلیت کو جو اپنے باپ دادا سے کرتے تھے لیا گیا، اب یا تو مومن تقی ہے یا فاجر شقی، تم اولاد آدم کی ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہین، پس لوگ ان آدمیون کے ساتھ فخر کرنے سے باز آئین جو جہنم کے کوئلے ہین ورنہ خداے تعالیٰ کے نزدیک جُعل سے زیادہ ذلیل ہونگے جو کہ اپنی ناک سے گندگی کو دور کرتا ہے (انتہی) جُعل کا کھانا حرام ہے، (ترجمہ حیوۃ الحیوان)

جَعَل الجُوف
، دومۃ الجندل کا جو تبوک کے قریب ایک مقام ہے، دوسرا نام جعل الجوف بھی ہے (دیکھو دومہ)

جغرافیہ
بضم اوّل، یونانی لفظ ہے جس کے معنی صورت زمین کے ہین، پس جغرافیہ مین صورت کی صورت کی کیفیات و حالات بیان کئے جاتے ہین، اور شہر، دریا، پہاڑ وغیرہ کے متعلق بحث ہوتی ہے، علم جغرافیہ کی ابتدا تو اہل فنیشا (ملک شام کے باشندون) سے ہوئی جو تاجرانہ حیثیت سے ممالک کی سیر کیا کرتے تھے، لیکن سکندر اعظم کی فتوحات نے علم جغرافیہ مین ایک قابل قدر اضافہ کیا، بعدہٗ اہل روما نے اپنی معلومات سے اس علم کو وسعت دی لیکن

یہ تمام حالات منتشر اور پراگندہ حالات مین تھے کہ
پہلا وہ شخص جس نے ان سب کو ایک سلسلہ مین جمع
کیا، ایراتسطینس (المتوفی ۱۹۶ سنہ ق م) یونانی ہی،
اس کے بعد اسٹرابون اور دیگر سیاح نے بھی اس
علم کی خدمت کی یہان تک کہ بلینوس جغرافی کا زمانہ
آیا، یہ شخص ۵۰ء مین گذرا ہے اور بطلیموس کا ہم عصر
بھی رہ چکا ہے، اس نے ایک ضخیم کتاب جغرافیہ پر
لکھی جس کا ترجمہ عہد عباسیہ مین ہوا، عربون نے اس
کتاب کے دو حصے کیے، ایک حصہ کا نام جغرافیہ رکھا
اور دوسرے حصہ کو جو فلکیات سے متعلق تھا مجسطی
کا نام دیا، قبل اس کے کہ عربون کو دوسری اقوام
کے تحریر کردہ جغرافیہ کا علم ہو وہ خود اپنی ذاتی
معلومات سے جو دوران سیاحت مین ان کو حاصل
ہوئی تھین، علم جغرافیہ کی داغ بیل ڈال رہے تھے،
کہا جاتا ہے کہ تجارت اور فتوحات سے علم جغرافیہ
کی ابتدا ہوئی اس لیے کہ اہل فنیشیا تاجر اور سکندر
اعظم فاتح تھا لیکن عربون کے لیے اس تحریک کا
ایک تیسرا زبردست محرک فریضۂ حج ثابت ہوا،
چنانچہ عربون کی ابتدائی تالیفات جو اس علم پر ہین وہ
ان شہرون، راستون اور منازل کے حالات مین
ہین جو حاجیون کے رہ گذر تھے، مثال کے طور پر اصمعی
اور اسکونی کی تالیفات پیش کیجاسکتی ہین، بعدہ ملک
عرب کے حالات کا جغرافیہ مدون ہوا، چنانچہ کتاب
النوادر (من تصنیف ابو زیاد کلابی ۲۰۰ھ/۸۱۵ء) و کتاب
البلدان (من تصنیف ہشام بن محمد کلبی ۲۰۶ھ/۸۲۱ء) و
کتاب البلدان (من تصنیف ابن فقیہ ہمدانی ۲۹۰ھ/۹۰۲ء)
اور کتاب الصفات (من تصنیف نضر بن شمیل ۳۰۳ھ/۹۱۵ء)
حالات ملک عرب پر قابل قدر تالیفات ہین،
جب عربون کو یونانیون کے مرتب کردہ جغرافیہ
کا علم ہوا تو انھون نے صرف ترجمہ کرنے ہی پر اکتفا
نہین کی بلکہ اپنی ذاتی تحقیقات کا قابل قدر اضافہ
بھی کیا، اور دنیا کے بحری و بری حالات قلم بند کیے،
جغرافیہ ریاضی کی ترقی اور بطلیموس کے زائچون کی
تصحیح یہ دونون کام عربون ہی کے ہاتھون ہوئے،
الغرض چوتھی صدی ہجری کے ختم ہونے تک تو
عربون کی صدہا تالیفات علم جغرافیہ مدون ہوگئین
جو بہت سے مجتہدانہ انکشافات پر مبنی تھین،
موسیو لیبان لکھتے ہین کہ عربون نے جغرافیہ
مین بے حد ترقی کی، تحقیقات علمی کے لحاظ سے
عربون نے ہیئت کے حسابات درست کیے اور
یونانیون کی فاش غلطیون کی بھی تصحیح کی، سیاحت
اور اسفار کے لحاظ سے انھون نے ایسے سفرنامے

شائع کیے جو ان ممالک کے حالات کو بتلا رہے ہین جہان
اہل یورپ کا گذر تک نہین ہوا تھا، تصنیفات جغرافی
کے لحاظ سے انھون نے وہ کتابین لکھین جو ماسبق
تصنیفات کی جگہ قائم ہوگئین اور جن کی تقلید پر یورپ
نے کئی صدی تک اکتفا کی (تمدن عرب ص ۴۲۲)

پروفیسر مارگولیتھ کا بیان ہے کہ ساتوین اور آٹھوین
صدی ہجری کے دو مشہور سیاحون ابن جبیر اندلسی
(المتوفی ۶۱۳ھ / ۱۲۱۶ء) اور ابن بطوطہ طنجی (۷۷۹ھ / ۱۳۷۷ء) کے
سفرنامے ہمارے پاس موجود ہین، ان مین سے موخر الذکر
کا سفرنامہ علماے آثار قدیمہ کے لیے معلومات کی ایک کان
ہے اور یورپ کی ایک سے زیادہ زبانون مین اس
کا ترجمہ ہو چکا ہے، (محمڈنزم)

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ مسلمانون نے فن جغرافیہ
کو علم فلسفہ کے درجہ تک پہنچایا اور اپنے زمانۂ اقبال
مین دنیا کے کسی خطہ کو پردۂ اخفا مین نہین رہنے دیا،
دنیاے قدیم کا توچپہ چپہ ان کا دیکھا بھالا تھا، لیکن
دنیاے جدید (امریکہ) کو بھی معلوم کرنے کا فخر انھین
کو حاصل ہے، چنانچہ مسٹر لیٹیز اپنی تاریخ سنن اسلام
(حصہ دوم) مین ایک قول نقل کرتے ہین کہ ۴۴۱ھ / ۱۰۵۰ء
کے قریب اُن عربون مین سے بعض نے جو
اندلس (اسپین) مین رہتے تھے امریکہ کو پایا لیکن اس
سے ان کو وہ فائدہ حاصل نہ ہوا جو کولمبس کو ہوا،
(انتہی) گیارہوین صدی ہجری کے مصنفین کی کتابون
مین امریکہ کا نام الہند المغربیہ لکھا ہے، چنانچہ مقدمۂ
کتاب العز والمنافع للمجاہدین بالبارود والمدافع
مین ہے، یہ کتاب مصر کے سلطانی کتب خانہ مین محفوظ
ہے، کولمبس نے جب نئی دنیا (امریکہ) کو دریافت
کیا تو اس کا نام INDE SOCCIDEU یعنی
مغربی ہند رکھا تھا، کیا نام کی یہ مماثلت اس امر کا پتہ
نہین دے رہی ہے کہ کولمبس سے پیشتر امریکہ ایک
معلوم شدہ ملک تھا؟ عہد حاضرہ مین امریکہ کی قدیم
زبانون کی تحقیقات ہو رہی ہے، جس سے یہ امر واضح
ہوا ہے کہ ان زبانون مین بہت سے ایسے الفاظ
موجود ہین جن کے ماخذ عربی مصادر و اسماء ہین، ان
عربی مصادر و اسماء کا امریکی زبانون مین موجود ہونا بھی
قوی دلیل ہے اس امر کی کہ امریکہ کو کولمبس سے قبل
عربون نے معلوم کر لیا تھا،

علم جغرافیہ پر چند ضروری تصنیفات

المامون عباسی کے حکم کے مطابق
کرۂ ارض کی پیمائش ہوئی اور ایک
بڑا نقشہ دنیا کا مرتب کیا گیا، ابن سیرافیون نے تمام
دنیا کا جغرافیہ لکھا، یاقوت حموی نے تاریخی جغرافیہ
کی ایک انسائیکلوپیڈیا مرتب کی، مسعودی نے جغرافیہ

اور سفرنامہ ۱۴ کر مروج الذہب تحریر کی، الخرقی نے

مختلف ممالک کے رنگین نقشے شایع کئے، مقریزی،

ابوالفدا، ابوریحان بیرونی نے جغرافیہ کے اس حصہ کو

جس کا تعلق ریاضی سے ہے مرتب کیا، ابوریحان بیرونی

نے مساحت کے ذریعہ سے پیمایش کی اور ایک ہی عرض

البلد کے مختلف مقامات نہایت صحت کے ساتھ معلوم

کئے۔ فرغانی نے دنیا کا قطر دریافت کیا، کندی نے

مدوجزر کے متعلق ایک رسالہ لکھا (رسالہ معارف

نمبر۲ جلد ۲۵)

جَفا (ع) بالفتح، ظلم وستم،

اصطلاحِ تصوف مین معارف ومشاہدات سے

باز رکھنا جفا کہلاتا ہے (کشاف اصطلاحات الفنون)

جَفر (ع) بالفتح (۱) چھوٹے بیل کی کھال (۲)

بکری کا بچہ جو چار ماہ کا ہو، اس لفظ کی مؤنث جفرہ ہے،

اگر موش صحرائی کو کوئی محرم (احرام والا) قتل کردے

تو فدیہ مین جفر دیا جاتا ہے (۳) مکہ معظمہ مین ایک مقام

کا نام ہے، (۴) نام ہے ایک مشہور علم کا جس سے

احوالِ غیب پر آگاہی ہوتی ہے،

واضح ہو کہ علم جفر مین حروف مفردہ ومرکبہ کے

خواص وافعال سے بحث ہوتی ہے، یہ خواص دو

قسم پر منقسم ہین، (ایک) اظہار امور مخفیہ مثلاً حالات

آیندہ وگذشتہ وموجودہ کا معلوم کرنا (دوسرے) اظہارِ

آثار مثلاً مریض کو صحت دینا، فقیر کو غنی بنانا وغیرہ وغیرہ

چونکہ مسلمانون کے تمام علوم کا مرکز قرآن شریف ہے

اس نے اہل جفر نے بھی قرآن مجید کے حروف مفردہ

ومرکبہ کی ترکیب سے عجیب عجیب خواص وتاثیرات و

افعال وامزجہ کا استخراج کیا ہے، ان کا بیان ہے

کہ قرآن مجید کی آیت ایک طرف تو اپنی صورت بیانیہ

سے عبرت کا سبق دیتی ہے، اور دوسری طرف اپنی

صورت تالیفیہ سے وسعتِ رزق کا فائدہ بخشتی ہے

اور غم واندوہ کو دفع کرتی ہے، ایک ہی آیت ہو

کہ اس مین بظاہر تو کوئی قصہ مذکور ہے مگر اس کی تلاوت

ایک خاص پابندی کے ساتھ دشمن پر فتح کا باعث

ہوتی ہے،

صاحبِ علوم القرآن لکھتے ہین کہ اس علم کی ابتدا

تو عرب مین حضرت علی مرتضیٰ (المتوفی سنہ ۴۰ھ/۶۶۱ء) سے

ہوئی جن کی تالیفات سے جفر جامع وغیرہ کتابین

ہین اور واقعی طور پر اس علم کے واقف کار صرف

ائمہ معصومین رہے ہین لیکن دیگر علماے اسلام نے

بھی اس علم مین مہارت حاصل کی ہے، چنانچہ حرز الاماں

شمس المعارف الکبریٰ، تیسر المطالب، اسرار الجفر،

وخواص القرآن وغیرہ ایسی کتب ہین جو کلام مجید

کے اُن اسرار کو جو متعلق بعلم حروف مخفیہ تھے آشکارا کر رہی ہین،

علامہ ابن خلدون لکھتے ہین کہ ہارون بن سعید العجلی نے حضرت امام جعفر صادق (المتوفی ۱۴۸ھ / ۷۶۵ء) کے اقوال کو جو متعلق بعلم جفر تھے ایک چھوٹی سی بیل کی کھال پر لکھے اور چونکہ چھوٹے بیل کی کھال کو جفر کہتے تھے اس مناسبت سے اس علم کو بھی جفر کہنے لگے، (مقدمہ تاریخ ابن خلدون حصہ دوم)

جِلاء (ع) بالکسر، سرمہ و روشنائی،

اصطلاحِ تصوّف مین ذات قدسیہ کے ظہور کو جلاء کہتے ہین (کشاف اصطلاحات الفنون)

جلّاد (ع) تلوار سے قتل کرنے والا (۲) دُرّے مارنے والا (۳) جانور کی کھال کھینچنے والا،

بلادِ اسلام مین جلّاد عموماً قتل کرنے کی خدمت انجام دیتا تھا، قتل کا حکم پاتے ہی مجرم کا سیدھا ہاتھ پکڑ لیتا اور کسی تیز تلوار یا تیر سے گردن پر ایک زبردست وار لگاتا کہ سر ایک ہی ضرب مین تن سے علیحدہ ہو جاتا،

جلّاد پر قاضی کے حکم کی اطاعت واجب ہوتی تھی اور قطع ید یا قتل یا زخم وغیرہ مین سے جس سزا کا قاضی حکم دیتا جلاد اس کی تعمیل کرتا، اگر قاضی نے دست راست کے قطع کا حکم دیا اور جلاد نے ارادۃً دستِ چپ قطع کر دیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک جلّاد مستحقِ عقوبت نہین لیکن دوسرے امامون کے نزدیک جلاد کو اس عدول حکمی کی سزا دیجاوے گی،

جَلَال (ع) بالفتح، بزرگی، اس کی جمع جلائل آتی ہے،

اصطلاحِ تصوّف مین **جلال** وہ ذات ہے کہ جس مین قہر اور جبر ہو، برخلاف **جمال** کے کہ جس مین رفق اور لطف ہو، صفاتِ باطن کو جلال کہتے ہین، اور صفاتِ ظاہر کو جمال، جلال سے اُن تعینات اور اعتباراتِ خفیہ کی طرف بھی جو ماورائے عالم شہادت ہین اشارہ کرتے ہین (کنوز اسرار القدم)

ذی الجلال، صاحب بزرگی، یعنی خدائے تعالیٰ، سورۂ رحمٰن (پ ۲۷ ع ۳، آیت ۸) مین ہے کہ بزرگ اور بابرکت ہے نام تیرے پروردگار کا جو صاحب بزرگی (ذی الجلال) کا ہے اور صاحب بخشش کا،

جلالین (ع) تثنیہ کا صیغہ ہے یعنی دو جلال،

جلالین سے ان دو مفسرون کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جن کی مشترکہ تالیف تفسیر جلالین ہے، اس تفسیر کا ایک حصہ شیخ جلال الدین محلی (المتوفی ۸۶۴ھ / ۱۴۵۹ء) کی تالیف ہے اور دوسرا حصہ علامہ جلال الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء) نے تکمیل کو پہنچایا ہے،

علامۂ جلال الدین سیوطی کثیر التالیف مصری عالم ہین، کچھ کم چار سو کتابین آپ نے تحریر کین اور علوم مروجہ کا کوئی شعبہ ایسا نہین تھا جسپر آپ کی مستند تالیف نہ ہو، آپ کی تالیف اتقان جس مین قرآن مجید کی نزولی ترتیب اور اس کے ملحقات پر بحث کیگئی ہے، شہرت دوام حاصل کر چکی ہے اور ڈاکٹر اسپرنگر کی زیر ادارت ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال نے خاص اہتمام سے طبع کرائی ہے،

جَلّال (ع) بفتح اوّل و تشدید لام، وہ جانور جو پلیدی کھاوین،

جلال کے کھانے کی ممانعت اس وقت ہے جب اکثر خوراک اس کی پلیدی ہو جائے، حتیٰ کہ اس کے گوشت، دودھ اور پسینے مین پلیدی کے آثار ظاہر ہوجائین، اس صورت مین اس کا کھانا منع ہے جب تک اس کا استبرا نہ کیا جائے (دیکھو استبرا) جلالہ پر سوار ہونے کی بھی ممانعت ہے، (ترجمہ جامع ترمذی، ابواب الاطعمہ)

جلب، منجمون کی اصطلاح مین کوکب کا مذکر ہونا آدھے دن مین اور مؤنث ہونا آدھی رات مین جلب کہلاتا ہے، (کشاف اصطلاحات الفنون)

جَلد (ع) بالفتح، تازیانہ مارنا،

سورۂ نور (پ۱۸ ع اوّل - آیت ۲) مین ہے کہ زانی اور زانیہ کو جلد یعنی کوڑے مارنا چاہئین، غایۃ الاوطار (کتاب الحد، باب الزنا) مین جلد کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے، اس کا ملخص یہ ہے کہ غیر محصن کو حد ایسے کوڑے سے ماری جائے جس مین گرہ نہ ہو، ضرب متوسط ہو جس کے لگانے سے قبل مرد کے کپڑے اتار دیئے جائین سوائے ازار کے تاکہ ستر عورت قائم رہے ضرب بدن کے حصہ پر (یعنی سر، منھ اور شرمگاہ کو مستثنیٰ کر کے) لگائی جائے، مرد کو درے کھڑا کر کے لگائین، عورت کو درے لگاتے وقت اس کے ضروری اور معمولی کپڑے نہ اتارین لیکن وہ کپڑے جو ضرب کی تکلیف کو مانع آسکین مثل پوستین وغیرہ کے علیحدہ کر دیئے جائین، عورت کو کوڑے بٹھا کر لگائین،

جِلد (ع) بالکسر پوست، کھال، اس کی جمع جلود اور اجلاد آتی ہے، جلد سے مراد بعض وقت بدن بھی لیا جاتا ہے،

اطبا کے نزدیک جلد عصبی جسم ہے جو شظایات (یعنی ریشون) اور اطراف عصب اور عروق سے بنا ہے، بافت اس کی بمقابلہ اغشیہ اور صفاق کے زیادہ موٹی ہے، جلد مین حس ہے اور وہ اعضا کو پوشیدہ رکھتی ہے، اس کی بناوٹ مین باریک سوراخ بھی واقع ہوئے ہین جو مسامات کہلاتے ہین، اور جن کے ذریعہ سے ہوا اندر داخل ہوتی ہے،

اور فضلہ باہر نکلتا ہے، علاوہ ازین بعض موضع کی جلد موٹی اور بعض کی تپلی اور بعض کی بدون بال کے ہے، بعضی جلد نسبتہً زیادہ کثیر الحس بھی ہے، جلد کے مفرد یا مرکب ہونے کے بارہ مین اطبا متحد الخیال نہین ہین، ان مین سے بعضے مفرد اور بعضے مرکب کہتے ہین (اکسیر القلوب)

جُلُوس (ع) نشین، بیٹھنا،

محدثین نے آدابِ نشست پر ایک باب باندھا ہے، جس کے تحت مین وہ تمام احادیث نبوی درج کی ہین جو احکامِ نشست کی تعلیم دے رہی ہین چنانچہ المشکوٰۃ (کتاب الآداب، باب الجلوس والنوم والمشی) مین جو حدیثین حضرت ابن عمرؓ و حضرت جابرؓ سے مروی ہین ان کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) نشست کی یہ ہیئت کہ دونون زانو کھڑے رہین اور تلوا زمین پر ہو اور دونون ہاتھون سے پنڈلیون مین حلقہ کر لیا جائے یا کپڑے یعنی دوپٹہ وغیرہ سے پاؤن لپیٹ لیے جائین مستحب ہے،

(۲) دونون پاؤن دراز ہونے کی حالت مین ایک پاؤن کا دوسرے پاؤن پر رکھنا اس ہیئت سے کہ ستر کا کھلنا لازم نہ آئے جائز ہے اور ہر وہ ہیئت جو ستر کے کھلنے کا موجب ہو ممنوع ہے،

(۳) تکیہ لگا کر بیٹھنا مستحب ہے، آنحضرت صلعم تکیہ کو دوست رکھتے تھے ارشاد نبوی ہے کہ اگر کوئی تکیہ دے تو رد نہ کرو،

(۴) چار زانو بیٹھنا بھی مستحب ہے، آنحضرت صلعم جمعہ کی نماز کے بعد عموماً چار زانو بیٹھتے تھے،

(۵) **قُرفُصا** (نام ہے ایک خاص نشست کا جو بدویون اور مغموم و متفکر آدمیون کی ہے اور جسمین سُرین پر بیٹھا جاتا ہے، رانین پیٹ کو لگالی جاتی ہین اور دونون ہاتھون سے پاؤن پر حلقہ کر لیا جاتا ہے) کی نشست بھی جائز ہے،

جِلواز (معرب) جلویز کا معرب ہے جس کے معنی سپاہی کے ہین، جمع اس کی جلاوزہ آتی ہے، عرف مین قاضی کے پیادہ کو کہتے ہین (کشاف اصطلاحات الفنون)

جَلوَہ (ع) بالفتح، اپنے کو ظاہر کرنا، اصطلاحِ تصوّف مین جلوہ کہتے ہین بندہ کو خلوت سے اوصاف الٰہی کی طرف نکالنا یعنی اس کے اوصاف پیدا کرنا (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

جمادی (ع) بستہ ہونا، جماد کے معنی جمنے کے ہین،

جمادی الاوّل (ع) نام ہے پانچوین قمری

مہینہ کا، چونکہ ابتدائے موسم مین جب کہ برف جمتی
ہے، یہ مہینہ واقع ہوتا ہے، اس لیے اس کا نام جمادی الاول
رکھا گیا، جمادی الاول کو عرب عاربہ انخ کہتے تھے،
جاہلی مین اس کا نام ختم، ثمودی مین مصدر اور تریانی
مین سباط ہے،

جمادی الثانی (ع)، نام ہے چھٹے قمری
مہینہ کا، چونکہ یہ مہینہ پانی جمنے کے اخیر مین واقع ہوتا تھا،
اس لیے جمادی الثانی کہلایا، جاہلی مین زونار، ثمودی
مین ہوبار اور تریانی مین ازار کہلاتا تھا، عرب العاربہ
اس کو ملک کہتے تھے،

غیاث اللغات مین ہے کہ اس مہینہ کو جمادی الثانی
کہنا معتبر نہین اس لیے کہ ثانی کے بعد ثالث ہوتا ہے،
اس لیے اس مہینہ کو جمادی الاخرہ کہنا چاہیے،

جِمار (ع) بالکسر، کنکریان، چھوٹے چھوٹے پتھر،
اس کا واحد جمرہ ہے،

مناسکِ حج مین سے رمی الجمار بھی ہے، یعنی حاجی
مقام منیٰ مین جا کر ان تین مکانون کو جو وہان بنے ہین
کنکریان مارتے ہین، ان مین سے ایک کو جمرۂ
اولیٰ کہتے ہین جو مسجد خیف کے پاس ہے اور
دوسرے کو جمرۂ وسطیٰ اور تیسرے کو جمرۃ
العقبہ ...

جمارکت، انقلابِ مشوف مین مثل حج
اور عادت سے عبارت ہے (کشاف اصطلاحات
الفنون)

جِماع (ع) بالکسر اول وفتح ثانی، مرد کا عورت سے صحبت کرنا،
جماع سے مراد مرد اور عورت کے
اعضائے مخصوصہ کا اتحاد ہے، اس اتحاد سے مرد کے
جسم کی بہترین رطوبت عورت کے جسم کے ایک جزوِ
مخصوص یعنی بیضہ بشر سے ملاقی ہوتی ہے اور ایک نئے
وجود کی تکوین کا موجب بنجاتی ہے،

قرآن مجید مین ان چیزون کے بیان مین جو موجب
شرم ہین کنایہ اور مجاز برتا گیا ہے، چنانچہ ہم بستری کیلئے
ملابست، مباشرۃ، اقضا، رفث، دخول وغیرہ الفاظ
کا استعمال ہوا ہے،

نکاح کی اصل غایت ناکح اور منکوح کا باہم متمتع ہونا ہے
اس تمتع سے بہترین ثمرہ حاصل کرنے کے تعلیم دینے والے
احکام کو احکامِ مجامعت کہتے ہین جنمین سے چند ضروری
احکام تحفۃ العوام سے اس مقام پر نقل کئے جاتے ہین،
(۱) زوجہ سے چار ماہ مین ایک مرتبہ مجامعت کرنا واجب
ہے بشرطیکہ کوئی عذر شرعی مثل مرض وسفر وغیرہ کے
لاحق نہ ہو، (۲) زوجہ سے ایام حیض ونفاس مین مجامعت

ہوگا، (۳) دخول فی الدبر حرام اور باعث گناہ کبیرہ ہے،
(۴) اول شب جب کہ پیٹ بھرا ہوا ہو مجامعت نہ کرین
ورنہ امراضِ معدہ مین مبتلا ہو جانے اور بیضون کے بڑھ
جانے کا خوف ہے، (۵) حدیث مین ہے کہ بدھ (چہارشنبہ)
کی شب کو جماع نہ کرین، تحت الشعاع مین حمل رہیگا
تو ساقط ہو جائیگا، (۶) فرمایا ہے کہ مہینہ کی پہلی اور درمیانی
تاریخون مین جماع نہ کرین، اگر حمل رہا اور بچہ پیدا ہوا تو
دیوانگی وصرع (مرگی) اور جذام مین مبتلا ہوگا، (۷)
ایامِ حیض مین جماع نہ کرین، اگر بچہ ہوا تو جذام وبرص مین
مبتلا ہوگا، (۸) جماع کرتے وقت بات نہ کرو کہ بچہ
گونگا ہوگا اور فرج کی طرف نہ دیکھو کہ بچہ اندھا ہوگا، اور
ایسی جگہ جماع نہ کرو جہان کوئی تمہارا نفس سُنے یا تم کو دیکھے
ورنہ بچہ زناکار ہوگا، (۹) منع فرمایا ہے روبقبلہ یا پشت
بقبلہ یا کشتی مین یا سفر مین جہان پانی نہ ہو یا حالت احتلام
مین بغیر غسل کئے ہوے جماع کرنے سے کہ بچہ دیوانہ ہوگا،
(۱۰) فرمایا کہ وقت پیشین (نماز ظہر) کے بعد جماع نہ کرو کہ
بچہ بھینگا ہوگا اور کسی دوسری عورت کا خیال پیش نظر
رکھ کر جماع نہ کرو کہ بچہ مخنث اور دیوانہ ہوگا، (۱۱) فرمایا
کہ وقت طلوع آفتاب جماع نہ کرو کہ بچہ چوری کریگا،
اور پاک کرنے کا رومال اپنا اپنا علحدہ رکھین کیونکہ
ایک ہی رومال استعمال کرنے سے اول دشمنی اور انجام

جدائی ہی اور ایستادہ ہو کر جماع نکرو کہ بچہ بدکا ہوگا شب عید الفطر کو جماع نکرو کہ بچہ سے
افعالِ شر سرزد ہونگے، شب عید قربان کو جماع نہ کرو کہ بچہ کے چار
یا چھ انگلیان ہونگی، درخت میوہ دار کے نیچے جماع
نہ کرو کہ بچہ جلاد یعنی کشندۂ مردم یا رئیس ظالمان ہوگا
بغیر پردہ ڈالے آفتاب کے سامنے جماع نہ کرو کہ بچہ بدحال
اور پریشانی مین مبتلا ہوگا، اقامت واذان کے درمیان
جماع نہ کرو کہ بچہ خونی ہوگا، حاملہ سے بے وضو جماع نہ
کرو کہ بچہ کوردل اور بخیل ہوگا، شب نیمۂ شعبان مین جماع
نہ کرو کہ بچہ شوم اور منہ پر سیاہ داغ لیے ہوئے ہوگا
آخر شعبان مین جماع نکرو کہ بچہ جوانی مین لاغر اور ظالم
اور ہلاک کنندۂ مردمان ہوگا، پشتِ بام پر جماع نہ
کرو کہ بچہ ریاکار، منافق اور صاحب بدعت ہوگا، جب دن سفر
کرنا ہو اسکی شب کو جماع نہ کرو کہ بچہ فضول خرچ ہوگا، ساعت اول شب جماع نکرین کہ
بچہ ساحر ہوگا، اور دنیا کو بمقابلہ عقبیٰ پسند کرے گا (۱۲)
فرمایا ہے کہ مرد وعورت گدہون کی طرح برہنہ ہو کر
جماع نہ کرین کیونکہ ملائکہ مقربین دور رہتے ہین (۱۳)
فرمایا کہ اس دن یا رات کو جماع نہ کرو کہ گرہن، یا آندھی
یا زلزلہ واقع ہوا اور وقت طلوع صبح سے تا ظہور آفتاب
اور وقت غروب آفتاب سے یا دفعہ سرخی مغرب جماع
نہ کرو، واللہ اگر ان وقتون مین جماع کرین تو بچہ مین
ان امور کو نہ پائین گے جن سے اُسے دوست رکھین

(۱۴) فرمایا کہ زنِ آزاد سے دوسری زنِ آزاد کے سامنے جماع نہ کرو، مگر کنیز سے کنیز کے سامنے جماع کرین تو کچھ مضائقہ نہین، (۱۵) فرمایا کہ زوجہ زنِ آزاد سے جماع کرتے ہوئے منی کو فرج سے باہر نہ ڈالین (۱۶) بہتر ہے کہ جب قصدِ جماع ہو تو جلدی نہ کرین، بلکہ زوجہ سے دست بازی اور خوش طبعی و مساس کرین (۱۷) آخر شب کو جماع کرنا مصلحِ بدن ہے اور جس وقت بدن مین دریا حرارت غالب ہو تو زوجہ سے جماع کرنا مفید ہے، (۱۸) فرمایا کہ شبِ دوشنبہ کو جماع کرو کہ بچہ حافظِ قرآن، راضی بہ قسمت خدا ہوگا (۲۱) اگر روز پنجشنبہ کو بوقت دوپہر جماع کرین تو بچہ سلامت با کرامت ہوگا، (۲۲) اگر شبِ جمعہ کو جماع کرین تو بچہ خطیب اور سخن گو ہوگا، (۲۳) اگر روز جمعہ بعد عصر جماع کرین تو بچہ دانا اور مشہور ہوگا (۲۴) حدیث مین ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر دخول کرین (دیکھو دخول)،

مباشرت کے بعد غسلِ جنابت فرض ہے کہ نجاست حکمی جو بسبب جنب طاری ہوگئی ہے دور ہو جائے (جنب)

محرم (وہ شخص جو احرام باندھے ہو) کا زوجہ سے عرفات کے وقوف کے قبل جماع کرنا حج کو فاسد کر دیتا ہے، خواہ جماع عمداً ہو یا سہواً، اور عورت جاگی ہوئی ہو یا سوئی ہوئی، اور اگر وقوفِ عرفات کے بعد جماع کیا تو حج فاسد نہین ہوتا، اس لیے کہ عرفات مین ٹھہرنے سے حج تمام ہو جاتا ہے، البتہ ایک اونٹ یا گائے ذبح کرنا واجب ہوتا ہے (غایۃ الاوطار، کتاب الحج، جلد اول)

جَماعت (ع) بالفتح، گروہِ مردم،
فقہار کے نزدیک امام کی اقتدا مین لوگون کا نماز ادا کرنا جماعت کہلاتا ہے، اہل حدیث کے نزدیک جماعت فرض عین ہے اور امام شافعی کے نزدیک فرض کفایہ، باقی علمار کے نزدیک سنت مؤکدہ (تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری، کتاب الاذان، ص ۴۴ حاشیہ اول)
فقہار امامیہ کے نزدیک بھی جماعت پنج وقتہ نماز مین سنت مؤکدہ ہے، اور نمازِ جمعہ مین واجب ہے (جامع عباسی) سردی، بارش، آندھی وغیرہ مین جماعت مین حاضر ہونا معاف ہے،

اہل رَمل کے نزدیک ایک خاص تشکل یعنی ☰ کا نام جماعت ہے اور یہ شکل ان سولہ (16) تشکلون مین سے ہے جن پر علم رمل مبنی ہے (کشاف اصطلاحات الفنون)

جَمال (ع) بالفتح، حسن، خوبصورتی،
جمل اونٹ کو اس لیے کہتے ہین کہ عرب اونٹ کو اپنے لیے خوبصورتی کا موجب سمجھتے تھے،

واضح ہوکر وہ شے جو دور سے بہت اچھی معلوم ہو جمیل کہلاتی ہے، اور اگر پاس سے خوبصورت معلوم ہو تو اس کو ملیح کہتے ہین،

اصطلاحِ تصوف مین جمال سے مراد حق تعالیٰ کی تجلی ہے، جمال کہتے ہین ظہور ذات کو بخلاف جلال کے کہ اسمارِ ذات ہے، یعنی تجلی جمالی مین ظہور ہے کل کے واسطے اور تجلی جلالی مین فنا اور نابودی ہے کل کیلیئے، جمال کلام اور الہام غیبی کو بھی کہتے ہین، (کنوز اسرار القدم)

جُمجُمہ (ع) بالضم اوّل، سر کی ہڈی، سر مرکب ہے سات ہڈیون سے، اُن مین سے چار ہڈیان مثل دیوار کے چوطرفہ کھڑی ہوئی ہین اور ایک ہڈی مثل قاعدہ کے بچی ہوئی ہے اور بقیہ دو سے قحف یعنی کھوپڑی مرکب ہے، (اکسیر القلوب)

جَمرَہ (ع) بالفتح کنکر لغوی معنوی آگ کی چنگاری کے ہین،

اصطلاحِ شرع مین وہ مخصوص ستون جو منیٰ مین ہے، اور جس کو حاجی سات کنگریان مارتے ہین، اسکی جمع جمار آتی ہے، جمار تین ہین، ان مین سے کنکریون کا مارنا اس جمرہ سے شروع کیا جاتا ہے جو مسجد الخیف کے پاس ہے اور اس کو جمرۂ اولی کہتے ہین، پھر جمرۂ وسطی کی رمی کیجاتی ہے، جمرۂ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ مین تین سو پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہے، بعدازان جمرۂ عقبہ کو جو جمرہ وسطی سے اڑتالیس ہاتھ کے فاصلہ پر ہے کنکریان ماری جاتی ہین، یہ ترتیب مسنون ہے واجب نہین، تینون جمار کو سات سات کنکریان مارتے ہین، چونکہ رمی سے شیطان الرجیم کی تذلیل مقصود ہے، اس لیے مٹی، ڈھیلے وغیرہ سے رمی کرنے کا حکم ہے، جواہرات اور موتیون سے رمی کرنے کی ممانعت ہے، (غایۃ الاوطار کتاب الحج) جمرہ عقبہ کی رمی کے وقت جمرہ کی طرف منھ اور کعبہ کی طرف پشت ہو، رمی کے وقت جمرہ سے دس ہاتھ پندرہ ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہیئے (جامع عباسی)

رمی جمرہ کے وقت حاجیون کے دل مین یہ تخیل قائم رہتا ہے، کہ وہ اس دشمن کو مار رہے ہین جس کی دشمنی بنی نوع انسان کے ساتھ کھلی ہوئی ہے، اس لیئے وہ رجم کے ذریعہ سے اس کے ساتھ اس کے قدیم اغوار کے بدلہ مین ایک سخت جنگ کا اعلان کرتے ہین، اور اس سے تمام تعلقات منقطع کر لیتے ہین (تاریخ الحرمین الشریفین)

فارسی مین جمرہ اس بخار کو کہتے ہین جو زمستان

انے اخیر مین مرتبہ پیدا ہوتا ہے، جمرہ اول مین زمین
گرم ہو جاتی ہے، اور جمرہ دوم مین پانی گرم ہو جاتا ہے
اور جمرہ سوم مین نباتات گرم ہو کر برگ اور شگوفے
پیدا ہو جاتے ہین (غیاث اللغات)

اطبار کی اصطلاح مین سرخ بادہ کو جمرہ کہتے
ہین، یہ ایک قسم کا متعدی تپ ہے، جو ایک خاص
قسم کے جرم سے پیدا ہوتا ہے، اس مرض مین جسم کے
کسی خاص حصّہ کی جلد متورم ہو جاتی ہے، لڑکون
کو بسبب ان کے التہاب اور جوش خون کے جمرہ
بہت عارض ہوتا ہے،

جمرۃ العقبہ، اس جمرہ کا دوسرا نام شیطان
الکبیر بھی ہے، یہ ایک ستون ہے مٹی کا جس کی لمبائی
تقریبًا ۸ فٹ اور چوڑائی ڈھائی فٹ ہے،

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے
جمرہ عقبہ کے مقام پر شیطان کو سات کنکریان ماری
تھین (غایۃ الاوطار، کتاب الحج) پس اس سنت ابراہیمی
کی یادگار مین اسلام نے بھی رمی جمرہ عقبہ کو مناسک
حج مین داخل کر لیا،

جمع (ع) اکٹھا کرنا، (۲) جماعت یعنی آدمیون
کا گروہ،

صرفیون کے نزدیک ایک کو واحد
اور دو چیزون کو **تثنیہ** اور دو سے زیادہ چیزون
کو **جمع** کہتے ہین، عربی مین جمع دو قسم کی ہوتی ہے
(الف) سالم (ب) مکسر، ان مین سے (الف) سالم
وہ ہے جس مین واحد کی صورت سلامت رکھ کر آخر
مین کچھ اضافہ کیا جائے، جیسے مسلم سے مسلمین و مسلمون
اور (ب) مکسر وہ ہے، جس مین واحد کی صورت بدل
جاتی ہے، جیسے جلد سے اجلاد و جلود،

قرآن مجید مین جمع کا صیغہ ذات احدیت نے
اپنے لیے استعمال کیا ہے، چونکہ خدا بالا و برتر بادشاہ
بادشاہان اور مالکِ دو جہان ہے، اس لیے اس نے
اپنے تکلم کے چار طریقے استعمال کئے ہین (الف)
صیغہ واحد جیسے ذرنی ومن خلقتُ وحیدًا
(تم چھوڑ دو مجھے اور اس شخص کو جسے مین نے یکتا
پیدا کیا، سورہ مدثر پ ۲۹ ع اوّل آیت ۱۱) و (ب)
صیغہ جمع رزقناھم (ہم نے رزق دیا سورہ یونس
پ ۱۱ ع ۱۰، آیت ۵۳) و (ج) صیغہ مجہول جیسے
کتب علیکم الصیام (لکھا گیا ہے یعنی فرض کیا گیا
ہے تم پر روزہ، سورہ بقر پ ۲ ع ۲۳- آیت ۱۷۹) و
(د) صیغہ واحد غائب جیسے اللہ الذی خلقکم
(وہ اللہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا، سورہ روم پ ۲۱

ع ۴، آیت ۳۹) ان اطوار تکلم مین وحدت بلحاظ ذات ہے اور جمع بلحاظ اسماء صفات

اہلِ بیان کے نزدیک جمع ایک صنعت ہے جس سے مراد چند چیزون کا ایک وصف مین جمع کردینا ہے جیسے المال والبنون زینة الحیوٰة الدنیا،

محاسبین کے نزدیک اس عدد کے دریافت کرنے کی ترکیب کو جو دو یا زیادہ دیے ہوئے عددون کو اکٹھا کرنے سے حاصل ہو جمع کہتے ہین، دیے ہوئے عددون کو **مجموع** اور عددون کے جمع کرنے سے جو ایک عدد حاصل ہوتا ہے، اسکو **حاصل جمع** کہتے ہین،

نحاۃ کے نزدیک جمع ایک سبب ہے اسباب تسعہ منع صرف مین سے، یہ جمع اگر **منتھی المجموع** کے وزن پر ہو یعنی ایسی جمع ہو جس کے پہلے دو حرف مفتوح اور تیسری جگہ الف ہو جیسے مساجد تو قائم مقام دو سببون کے ہے، لیکن اگر اخیر مین ۃ ہو جیسے برامکۃ تو یہ جمع غیر منصرف ہوگی،

اصطلاحِ تصوف مین شہود حق بالحق کو یعنی محض حق تعالیٰ کے خیال کو جسمین خلق کا تفرقہ خاطر نہ ہو جمع کہتے ہین، جواہر خمسہ (اردو) مین ہے کہ مہابات کی دس منزلون مین سے ایک منزل جمع کہلاتی ہے، اور اس سے رویتِ حق تعالیٰ کی طرف اشارہ کرتے ہین، بعضے کہتے ہین کہ جمع کے معنی ہین شہود باری تعالیٰ کا اپنے ماسوا سے اور جمع کا اطلاق کبھی **جمع الجمع** پر بھی آتا ہے،

جمع الجمع (ع)، جمع کی جمع،

صرفیون کے نزدیک جمع کی جمع کو جمع الجمع کہتے ہین، جیسے کلب کی جمع اکلب اور جمع الجمع اکالب ہے،

اصطلاحِ تصوف مین جمع الجمع سے مراد قطعی طور پر فنا فی اللہ ہو جانا ہے (تذکرۃ السلوک، مصطلحات صوفیہ)

جمع بین الصلوٰتین، دو نمازون کا ایک ساتھ ادا کرنا،

جمع بین الصلوٰتین کے متعلق علماے اہلِ تسنن کے کئی اقوال پائے جاتے ہین، رسالہ القاسم دیوبندی سے ہم چند اقوال نقل کرتے ہین،

(۱) جمع بین الصلوٰتین سفر مین مطلق جائز ہے، اس قول کا انتساب صحابہ مین سے حضرات علی مرتضیٰ، ابن عباس، اسامہ بن زید، ابو موسیٰ، ابن عمر، معاذ بن جبل، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید کی طرف ہے، اور ائمہ مجتہدین مین سے سفیان ثوری، شافعی، احمد و اسحٰق اس طرف گیے ہین،

(۲) جمع بین الصلوٰتین اس وقت جائز ہے کہ سفر
مین عجلت ہو، صحابۂ کرام مین سے حضرات اسامہ بن زید
اور ابن عمر اور ائمۂ مجتہدین مین سے امام مالک اسطرف گئے ہین،
(۳) جمع بین الصلوٰتین جائز ہے جب کہ قطع طرق
مقصود نہ ہو، یہ قول ابن حبیب مالکی کی طرف منسوب ہے،
(۴) جمع تاخیر جائز اور جمع تقدم جائز نہین یعنی ظہر
کی نماز کو عصر کے وقت مین اور مغرب کو عشاء کے وقت
مین جمع کرنا جائز ہے، لیکن تقدم یعنی ظہر کے وقت
مین عصر کی نماز جائز نہین، یہ قول ابن حزم کا ہے،
(۵) جمع بین الصلوٰتین مکروہ ہے، یہ روایت اہل مصر کی امام مالک سے ہے،
(۶) سوائے عرفات اور مزدلفہ کے جمع بین الصلوٰتین
جائز نہین، یہ قول صحابہ مین سے حضرات عبداللہ بن
مسعود، سعد بن ابی وقاص، ابن عمر، ابن ابو قتادہ اور
ابو موسیٰ کا ہے، یہی مسلک امام ابو حنیفہ کا ہے،
فقہاء امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک نماز کو اس کے
وقت کے اوّل حصہ مین ادا کرنا موجب فضیلت ہے،
لیکن نماز ظہر کے بعد نماز عصر کو اور نماز مغرب کے بعد
نماز عشاء کو بلا تفریق اوقات بھی پڑھ سکتے ہین (تحفۃ
العوام) تیسیر الباری (ترجمہ صحیح بخاری پارہ پنجم، ابواب
قصر الصلوٰۃ ص ۳ حاشیہ اوّل) مین ہے کہ اہل حدیث اور
امام احمد اور شافعی کے نزدیک سفر مین جمع جائز ہے،

خواہ جمع تقدیم کرے خواہ جمع تاخیر اور سفر کی عام ہے،
خواہ لمبا ہو خواہ چھوٹا، شافعیہ کے نزدیک چھوٹے سفر مین
جمع جائز نہین، حنفیہ کے نزدیک کسی سفر مین سوائے حج
کے سفر کے جائز نہین، اور سفر حج مین بھی صرف دو مقامون
مین یعنی عرفات اور مزدلفہ مین،

جمع مع الفرق، جمع ساتھ فرق کے،
تصوف کی اصطلاح ہے جس سے مراد وحدت کو کثرت
مین اور کثرت کو وحدت مین یعنی ذات مین اسماء کو اور
اسماء مین صفات کو اور صفات مین افعال کو اور افعال
مین آثار کو دیکھنا (کنوز اسرار القدم)

جمع و تفریق، علماء بدائع کے نزدیک دو
چیزون کو ایک معنی مین داخل کرنے کو اور ادخال کی
دونون جہتون کے مابین تفریق کرنے کو جمع و تفریق
کہتے ہین، مثلاً اللہ یتوفی الانفس حین موتہا
(اللہ ہی قبض ارواح کرتا ہے ان کی موت کے وقت
اور جو نہین مرین ان کی سونے کی حالت مین قبض کرتا
ہے) اس آیت مین پہلے دونون نفسون کو توفی
کے حکم مین جمع کیا گیا ہے پھر توفی کی دونون جہتون مین
امساک اور ارسال کے مختلف حکم لگا کر ان کو ایک دوسرے
سے جدا کر دیا ہے، (تفسیر اتقان نوع ۵۸)

جمع و تقسیم، علماء بدائع کے نزدیک متعدد

باتون کو ایک حکم کے بحث مین جمع کرکے پھر انکی تقسیم کا نام جمع و تقسیم ہے،

جمع المؤتلف والمختلف، دو برابر کی چیزون مین مساوات قائم کرنے کا ارادہ کرکے انکی مدح مین الفت رکھنے والے الفاظ لائے جائین اور اس کے بعد ایک کو دوسرے پر ایسی فضیلت کے ساتھ ترجیح دینے کا قصد کیا جائے جس کی وجہ سے دوسری کا درجہ کچھ بھی کم نہ ہو مثلاً داؤد و سلیمان او یحکمان الآیۃ (سورۂ انبیا پ۱۷ - ع ۶ - آیت ۸) اس آیت مین حکم اور علم کے معنون مین داؤد و سلیمان کی فضیلت کو مساوی رکھا گیا، پھر حضرت سلیمان کی بزرگی بڑھائی گئی ہے،

جُمعہ (ع) بالضم، روز آدینہ جس کو ہندی مین شکر کہتے ہین،

چونکہ جمعہ ہفتہ کے اخیری دن ہے اور اس روز ہفتہ تمام ہو جاتا ہے اس لیے جمعہ کا اطلاق ہفتہ پر بھی کیا جاتا ہے، عرف عام مین نماجمعہ کو بھی جمعہ بولتے ہین،

جمعہ کی وجہِ تسمیہ مین کئی قول آتے ہین، غایۃ الاوطار (کتاب الصلوۃ جلد اول) مین ہے کہ اس دن کا نام جمعہ اس لیے رکھا گیا کہ یہ دن لوگون کے اجتماع کا ہے، مظاہر حق مین جمعہ کی وجہِ تسمیہ مین دو قول مندرج ہین (۱) اس دن حضرت آدم کی پیدائش جمع یعنی پوری کیگئی، (۲) اس دن حضرت آدم اور حضرت حوا زمین مین جمع ہوے، ایامِ جاہلیت مین جمعہ کو عروبہ (بالفتح عین) کہتے تھے،

نماز جمعہ فرض عین ہے اور اس کی فرضیت کا ثبوت دلیل قطعی سے ہے، (ترجمہ درمختار، کتاب الصلوۃ) جس مسجد مین نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے اس کو جامع مسجد یا جامع کہتے ہین، وجوبِ جمعہ کی چار شرطین یعنی (۱) مردی (۲) آزادی (۳) بے عذری اور (۴) اقامت ہین، پس عورت، غلام، بیمار اور مسافر پر جمعہ فرض نہین ہے، صحتِ جمعہ کی شرائط یہ ہین (۱) شہر (۲) وقت ظہر (۳) خطبہ (۴) جماعت اور (۵) اذن عام، صحت اور وجوب مین فرق یہ ہے کہ صحت کی شرائط کی عدم موجودگی مین جمعہ نہ ہوگا لیکن وجوب کی شرائط کی عدم موجودگی مین جمعہ درست ہوگا۔ واضح رہے کہ شہر شرعاً ایسی بستی کو کہتے ہین جہان پر مسلمانون کی تعداد (خواہ نمازی ہون یا بے نمازی) اس قدر ہو کہ اگر وہ سب جمعہ کے لیے جمع ہو جاوین تو چالیس گز شرعی (یعنی پچیس گز قطعی) مین نہ سما سکین (رکن دین)

نماز جمعہ کا وقت جمہور علماے اہل سنن کے نزدیک زوالِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے، لیکن امام احمد کا یہ قول ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے ہی درست ہے،

(تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری، کتاب الجمعہ ص ۲۷ حاشیہ)
فقہائے امامیہ کے نزدیک نمازِ جمعہ کا وقت زوالِ
آفتاب سے شروع ہوتا ہے (جامع عباسی)

علمائے امامیہ مختلف الخیال ہین کہ غیبت امام علیہ
السلام مین نمازِ جمعہ واجب ہے یا نہین، اور صحیح یہ ہے
کہ نمازی کو اختیار ہے جمعہ پڑھے خواہ ظہر لیکن جمعہ
پڑھنا اولیٰ ہے (جامع عباسی)

المشکوٰۃ (کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعہ) مین متعدد
احادیث درج ہین جو نمازِ جمعہ کی فضیلت اور روزِ جمعہ
کی بزرگی کو واضح کر رہی ہین، یہ فضیلت بھی شب جمعہ
کو حاصل ہے کہ اس مین نزولِ قرآن کی ابتدا ہوئی،
(رحمۃ للعالمین بحوالہ امام طبری)

اوائلِ اسلام یعنی قیامِ مکہ مین نمازِ جمعہ فرض نہ تھی،
کیونکہ جمعہ کی پہلی شرط جماعت ہے اور مکہ مین چار شخصون
کو یکجا ہو کر نماز ادا کرنا بھی ناممکن تھا، لیکن مدینہ مین
انصارون کی ایک بڑی جماعت اسلام لا چکی تھی اور
کوئی شخص ادائے نماز مین خلل انداز نہین ہو سکتا تھا،
اس لیے آنحضرت صلعم کی تشریف آوری کے قبل ہی انصار
نے بنی سامہ کے محلہ مین جمعہ کی پہلی نماز ادا کی، حضرت
مصعب بن عمیرؓ امام تھے (سیرۃ النبیؐ)

آنحضرت صلعم نے پہلا جمعہ محلہ بنی سالم مین ۱۲
ربیع الاول سنہ ۱ ہجری کو ادا فرمایا، تعداد جماعت
سو نفر تھی، سورۂ جمعہ (پ ۲۸) کی آخری آیتون سے
واضح ہوتا ہے کہ مسلمانون مین ابتداءً نمازِ جمعہ کا خاص
اہتمام نہ تھا اور ضروریات دنیوی کے لیے جماعت
چھوڑ دی جاتی تھی لیکن بعد مین یہ استغراق اور محویت
پیدا ہوئی کہ دولتِ دنیا کا خزانہ بھی ان کی نگاہ مین
ہیچ تھا (سیرۃ النبی)

اسلام مین جمعہ سب سے بڑا شعار ہے لیکن اس کی ادائگی
مین چند ایسی باتین دخل پا گئی ہین جو عہد نبوی مین نہ
تھین، ان اختراعات کی ابتدا حضرت عثمانؓ (المتوفی
۳۵ھ / ۶۵۶ء) سے ہوتی ہے، جنھون نے ایک اذان کی
بجائے دو اذانون کا حکم دیا، آگے چل کر لوگون نے
تذکار کا قاعدہ مقرر کیا جو تمام اسلامی ممالک مین رواج
پا گیا، لیکن طریقۂ عمل جدا جدا رہا، اندلس مین اس کا طریقہ
یہ تھا کہ موذنین کی جماعت مینارہ پر گھوم گھوم کر
الوضوء الصلوٰۃ کا نعرہ لگاتی تھی، جمعہ کی بدعات کو
خلفائے بنی اُمیہ نے بہت کچھ ترقی دی، آنحضرت
صلعم نے صرف نماز استسقاء کے خطبہ مین ہاتھ اٹھایا
تھا، خلفائے بنی امیہ نے اس کو جمعہ کے لیے بھی عام
کر دیا، علیٰ ہذا القیاس ائمہ کا سیاہ ریشمی لباس خاص
کر لینا اور منبر پر چڑھ کر تین دفعہ تلوار سے کھٹکھٹانا

درود کے وقت ایک زینہ اوپر چڑھ جانا اور دائین بائین منھ پھیرنا، آواز کو معمول کے خلاف بلند کرنا، متعدد موذنون کا ایک ساتھ اذان کہنا، امام کے آنے کے وقت تمام موذنین کا رسول اللہ صلعم پر درود بھیجنا اور نماز جمعہ کے بعد امام سے مصافحہ کرنا اور ہاتھ چومنا، ایسی بدعتین ہین جو عہد نبوی کے بعد رفتہ رفتہ رواج پاگئین (ماخوذ از الندوہ نمبر ۱۲ جلد ۸) رسالہ اصلاح (نمبرہ جلد ۱۸) مین ہے کہ فرقہ شیعہ ان بدعتون سے محفوظ ہے،

دار الخلافت مین خلفا بذات خود جمعہ پڑھاتے اور صوبہ جات مین یہ فرض عمال سرانجام دیتے، جمعہ کے بعد خطبہ سنایا جاتا جو زیادہ تر ملکی معاملات پر مشتمل ہوتا تھا، حضرت عمرؓ نے فلسطین، دمشق اور حمص مین نماز پڑھانے اور قضایا فیصل کرنے کے لیے خاص قاضی مقرر کیے تھے، خلفاے بنی امیہ مین سے امیر معاویہ عبد الملک، اور عمر بن عبد العزیز جمعہ کی امامت کرتے اور خطبہ پڑھتے تھے، اس موقع پر خاندان امیہ کے خلفا سفید لباس زیب بر اور نوکدار سفید کلاہ جس مین ہیرے لگے ہوتے زیب سر کرتے، آنحضرت صلعم کی انگشتری اور عصا جو خلافت کی نشانی تھی ساتھ رہتی، نماز کے بعد خطبہ سنایا جاتا، اس خاندان کے بعض عیش پسند بادشاہون نے نماز جمعہ کو موجب تکلیف سمجھا، یزید ثانی اکثر صاحب الشرط (افسر بالا محکمہ پولیس) کو امامت کے لیے بھیجدیتا اور ولید ثانی نے تو از راہ تمسخر اپنے حرم سرا کی ایک خوبصورت کنیز کو اپنا جبہ پہنا کر مسجد مین بھیجدیا جس نے امامت کی، جب واقعہ کا علم ہوا تو لوگ بہت طیش مین آئے،

خلفاے بنی عباس جمعہ کی امامت خود کرتے اور کبھی کبھی خطبہ بھی پڑھتے، جمعہ اور عیدین وغیرہ کے موقعون پر خلیفہ کا جلوس نہایت پرشکوہ ہوتا تھا، آگے آگے فوجین پرچم لہراتی ہوئی گذرتین، ان کے پیچھے باجہ نواز ہوتے، پھر شہزادے زرکار جھولون اور مرصع و زرنگار زیور و ساز سے سجے ہوئے گھوڑون پر سوار زرق برق پوشاکین پہنے ہوئے گذرتے، ان کے بعد خود خلیفہ بالکل سفید گھوڑے پر سوار عمائد سلطنت کے درمیان خرامان خرامان جاتا، سیاہ محافظ کے کچھ حصے پیچھے پیچھے آتے، ان موقعون پر خلیفہ گھٹنون تک لمبی سیاہ رنگ کی قبا پہنتا، کمر کے گرد مرصع کمر بند یا شال لپٹیتا، اور کندھے پر ایک سیاہ دوشالہ لٹکاتا، اور ایک پھندنے دار ٹوپی جس کو قَلَنسُوَۃ کہتے تھے سر پر رکھتا، قلنسوۃ پر ایک بہت بڑا قیمتی ہیرا لگا ہوتا تھا، خاتم اور عصاے رسول کریم صلعم تو

ضروری چیزین تھین جو لزوماً ساتھ ہوتی تھین (ماخوذ از تاریخ اسلام رائٹ آنریبل امیر علی)

خلفائے عثمانیہ کے زمانہ مین قسطنطنیہ مین بھی سلامق یا موکب سلطانی کا نظارہ نہایت پراثر اور دلچسپ ہوتا تھا. سلامق کے معنی ترکی مین سلام کرنے کے ہین، چند موقعون پر فوج اور سرداران فوج سلطان کو سلام کرنے کو آتے تھے اس لیے اس رسم کو سلامق سے تعبیر کیا جاتا، جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ یہ رسم ادا کیجاتی، اور نماز جمعہ کے بعد ایک زینہ پر جہان سے سلامق کی سیر بخوبی ہوسکتی تھی سلطان المعظم آکر ٹھہرتے اور تھوڑی دیر کے بعد فوجون کی آمد شروع ہوتی، ایوان شاہی سے مسجد تک وسیع اور ڈھلوان سڑک ہے، فوجین جو دور دور تک ہلال کی صورت مین صف آرا کھڑی رہتی تھین، ایوان شاہی کے سامنے سے گذرتی ہوئی مسجد کے صدر دروازہ سے داخل ہوتی تھین، اور دوسرے دروازہ سے نکل جاتی تھین، سوار، پیادہ، بحری، بری، توپچی، برق انداز، ترک، کرد، اور عرب جدا جدا دستے، موزون اور باقاعدہ رفتار، زرق برق اسلحے مختلف اور خوشنما وضع کی وردیان، فوجون کا پے در پے آنا اور وفاداری کے جوش کے ساتھ اپنے شہنشاہ کے آگے سے گذرنا، ایسا عجیب و غریب سمان ہوتا تھا جو کسی طرح بیان نہین ہوسکتا، تین گھنٹے تک یہ فوجی دریا لہرین لیتا رہتا اور کم و بیش دس ہزار فوجین گذرتین (ماخوذ از سفرنامہ روم، مصر و شام)

سورہ ہائے قرآنی مین سے ایک سورہ کا نام جمعہ بھی ہے جو اٹھائیسوین پارہ مین درج ہے اور باعتبار نزول مدنی ہے، اس سورت مین دو رکوع ہین جنمین گیارہ آیتین ہین، خلاصہ مضمون اس سورت کا یہ ہے کہ آنحضرت صلعم دنیا کے معلم اور مُزکی رہین گے، اور چونکہ مسلمانون مین اسلامی تعلیم کے زندہ رکھنے کے لیے جمعہ کے دن کا اجتماع نہایت ضروری ہے اس لحاظ سے اس سورت مین نماز جمعہ کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے (ماخوذ از بیان القرآن)

جمعیّت (ع) بالفتح، جمع ہونا، اصطلاحِ تصوف مین توجہ الی اللہ مین ہمت کا جمع کرنا اور ماسوائے اللہ سے روگردانی کرنا جمعیت کہلاتا ہے، جمعیت کے مقابل مین تفرقہ ہے، جس سے مراد انتشارِ خاطر ہے (کنوز اسرار القدم)

جَمَل (ع) بفتحتین، اونٹ، نر شتر، اسکی جمع اجمال، جامل اور جمالہ وجمالات، بحرکات ثلثہ آتی ہے، جمل اور جمال بمعنی خوبصورتی کے ہین، اونٹ

کو جمل اس لیے کہتے ہین کہ عرب اونٹ کو اپنے لیے خوبصورتی کا موجب سمجھتے تھے،

عربون کا مقولہ ہے کہ الجمل من جی فہ یجتر یعنی اونٹ اپنے شکم سے جگالی کرتا ہے اور مراد اس سے وہ شخص لیا جاتا ہے جو اپنے کسب سے کمائے، حیوۃ الحیوان مین ہے کہ اگر کسی شخص نے خواب مین دیکھا کہ اونٹ اس پر حملہ کرتا ہے تو وہ کسی بے وقوف سے لڑائی کرے گا اور جس شخص نے اونٹ کی مہار پکڑکر اس کا چلانا خواب مین دیکھا تو وہ کسی گمراہ کو ہدایت کرے گا اور جس شخص نے خواب مین اونٹ کا سر کھایا تو وہ کسی کی غیبت کرے گا،

جنگ جمل نام ہے اس لڑائی کا جو حضرت علی مرتضیٰ رض اور حضرت عائشہ رض کے مابین ۳۶ھ ۶۵۷ع مین ہوئی، اور حضرت علی مرتضیٰ کامیاب رہے، چونکہ حضرت عائشہ رض نے اونٹ پر سوار ہوکر جنگ مین شرکت کی تھی اس لیے اس جنگ کا نام جنگِ جمل ہو گیا،

جُمّل (ع) بضم جیم و میم مشدد مفتوح، حروف ابجد کے اعداد کا حساب، جُمل اس معنی مین بتخفیفِ میم بھی آتا ہے،

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حساب جُمل عربون کی ایجاد ہے، رصدگاہون مین سب سے پہلے اس حساب سے کام لیا گیا اور ستارون کی گردش کا حساب ہر زیچ مین حروف سے لکھا گیا، مثلاً ۲۸ درجہ کو کح (ک ۲۰ + ح) سے ظاہر کیا گیا، درجہ کے بعد جب دقیقہ یا ثانیہ یا ثالثہ کی ضرورت پڑتی تو اسی ترتیب سے حروف بڑھا دیے جاتے، اسی اصول کے مطابق علم المیقات اور تقویم مین بھی حروف مہملہ (بے نقط) اور حروف معجمہ (نقط دار) سے کام لیا گیا، اہل جغرافیہ نے بھی شہرون کے طول البلد اور عرض البلد مین حروف ابجد کو استعمال کیا ہے، اور قدیم جغرافیون مین درجہ اور دقیقہ کا اندراج حروف مین کیا گیا، علاوہ ازین علم نجوم مین بھی بروج دوازدہ گانہ کو ابجد کی ترتیب مین لکھا گیا، مثلاً (۱) برج حمل = الف (۲) برج ثور = ب (۳) برج جوزا = ج (۴) سرطان = (مجموعۂ ابجد ہوا) یہی سلسلہ اخیر تک قائم ہے،

سب سے زیادہ کام حساب جُمل سے شعراء اور مورخین نے لیا ہے اور جو طریق کہ فی زمانا متعارف ہے کئی تبدیلیون کے بعد اختیار کیا گیا ہے، مثلاً،

(۱) ابتدا مین حروف کے عدد نہین لیے جاتے تھے، بلکہ الفاظ مین ذکر کیا جاتا تھا، فردوسی طوسی نے سنہ مین شاہ نامہ ختم کیا، چنانچہ جب یزدجرد کی اخیری داستان ختم کرچکا تو یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے،

سرآمد کنون قصۂ یزدگرد
بماہِ سفندارمذ روزِ ارد

زہجرت شدہ پنج و ہشتاد بار
کہ گفتم من این نامۂ شہریار

(۲) ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ الفاظ مین سنین کی صراحت کردیجاتی ہے جیساکہ شیخ ابو فتح (مشہور شاعر) کی تاریخ مندرجہ ذیل سے واضح ہوتا ہے،

شیخ عالی قدر مجد الدین ابو الفتح آنکہ بود
مقتدائے اہل فضل و سرورِ اہل کلام

چارصد باسی چو از تاریخ احمد در گذشت
در مہِ شوال رحلت کرد تا دارالسّلام

(۳) پانچوین صدی ہجری کے آغاز سے حروف ابجد نکالے گئے جیساکہ شیخ الرئیس ابو علی سینا کی یہ تاریخ ہے،

حجۃ الحق ابو علی سینا | در شجع آمد از عدم بوجود
در شصا کرد کسب علوم | در تکز کرد این جہان پدرود

(۴) ایک طریقہ یہ تھا کہ محض حروف ابجد کا نام لیا جاتا تھا اور اس کے اعداد مراد ہوتے جیساکہ علامہ قطب الدین شیرازی کی تاریخ ہے

بازی کرد چرخ کجرفتار | درمہ روزہ آہ ازان بازی

ماخوذ از زمانہ جبلی نمبر،

حساب جمل دو طریق پر ہے، صغیر و کبیر، جو طریق کہ متعارف ہے، اس کو صغیر کہتے ہین اور بنیات کیساتھ حساب کرنے کو کبیر (کشاف اصطلاحات الفنون)

جُملہ (ع) بالضم، فقرہ حصہ کلام کا، ایسا کلام جس سے پورا مقصد سننے والے کی سمجھ مین آجائے جملہ کہلاتا ہے، اس کی جمع جُمل آتی ہے،

دو اسم یا فعل اور اسم کی ایسی ترکیب سے جس کے باعث سننے والے کو کچھ دریافت ہو سکے کلام بنتا ہے جس کو نحوی جملہ کہتے ہین (۱) اگر جملہ کا پہلا جزو اسم ہو تو جملہ اسمیہ ہے جیسے زید قائمٌ (زید کھڑا رہنے والا ہے) و (۲) اگر پہلا جزو فعل ہو تو فعلیہ کہتے ہین، جیسے ضرب زید (مارا زید نے) (۳) اگر کسی حرف شرط سے (جس کے معنی مین اگر پایا جاوے) دو جملون کا ملاپ ہو کر ایک جملہ بنجائے تو اسے جملہ شرطیہ کہتے ہین، جیسے، اِنْ اَحْسَنَ زَیدٌ یُحْسِنُ اِلَیہ، اس مثال مین احسن زیدٌ ایک جملہ ہے اور یحسن الیہ دوسرا جملہ "اِنْ" کے آنے سے دونون کے ملاپ سے ایک جملہ شرطیہ بنگیا، (۴) اگر کسی زمانہ کی اس جملہ مین خبر تبلائی جاے تو جملہ خبریہ ہے، جیسے ضرب زیدٌ مین زمانہ ماضی کی خبر بتائی گئی ہے (۵) اگر

کرے تو جملہ انشائیہ ہوتا ہے، جیسے اضرب کا تضرب،

واضح رہے کہ جملہ خبریہ اور انشائیہ مین سے علم منطق کو صرف جملہ خبریہ سے تعلق ہوتا ہے جملہ انشائیہ سے سروکار نہین ہوتا،

جملہ کے ضروری اجزا، تو فعل و فاعل یا مبتدا و خبر ہین لیکن طویل جملہ مین بعض دوسرے اجزا بھی شامل ہوتے ہین، جو فاضلہ کہلاتے ہین، ان مین سے (۱) مفعول (۲) حال (۳) ظرف (۴) تمیز (۵) اضافت (۶) توابع خاص طور پر قابلِ ذکر ہین،

عربی زبان مین کوئی اعراب (یعنی رفع، نصب، جزم) کسی اسم یا فعل کے اخیر مین بلاوجہ نہین آتا، اسکی ضرور کوئی نہ کوئی علت ہوتی ہے، ان علتون کے دریافت کرنے کے لیے عربی کے کلمات تین قسم پر منقسم ہوتے ہین (۱) **مرفوعات** (یعنی وہ الفاظ جنکے اخیر مین ایک یا دو پیش آیا کرتے ہین (۲) **منصوبات** یعنی وہ الفاظ جن کے اخیر مین نصب یعنی دو زیرین یا ایک زبر آیا کرتی ہے (۳) **مجرورات** یعنی وہ الفاظ جن کے اخیر مین ایک یا دو زیرین آیا کرتی ہین،

جملہ کی اعرابی حالتین تبدیل کرنے مین **عوامل** کا خاص اثر پڑتا ہے، ان عوامل کی تعداد بعض نحاۃ نے سترّ اور بعض نے ایک سو پندرہ بتلائی ہے، عام طور پر جملہ اسمیہ مین مبتدا اور خبر دونون مرفوع یعنی فاعلی حالت مین ہوتے ہین، لیکن بعض عوامل جنکو نواصب کہتے ہین مثل لفظ اِنَّ کے مبتدا کی حالت فاعلی کو حالت مفعولی مین تبدیل کر دیتے ہین، اور مثل لفظ کان" کے جو مبتدا پر عمل نہین کرتے مگر خبر کو حالتِ جرّی مین لے آتے ہین مثلاً "زیدٌ ضاربٌ کا اِنّ زیداً ضاربٌ ہو جاتا ہے یعنی زیدٌ بجائے فاعل کے مفعول ہو جاتا ہے) یا کان زیدٌ ضارباً مین خبر حالتِ جری مین آجاتی ہے،

جمہوری (ع) بالضم، نبیذ انگور، انگور کی شراب جس پر تین سال گذر چکے ہون (منتہی الارب)

انگور کا شیرہ جب پکایا جائے، اور آدھا باقی رہے تو جمہوری کہلاتا ہے، (کشاف اصطلاحات الفنون) برخندی مین ہے کہ جمہوری انگور کا وہ پانی ہے جو پانی ڈال کر تھوڑا پکایا گیا ہو،

جِن (ع) بالکسر لغوی معنی چھپے ہوئے کے ہین، اس کی جمع جنہ آتی ہے، جن مشتق ہے اجتنان یعنی استتار اور پوشیدہ سے، جن عربی الفاظ مین یہ مادہ یعنی "جیم" و "نون" ہوگا اس مین پوشیدگی اور استتار کے معنی پائے جائین گے، مثلاً جنت کو جنت اس لیے

کہتے ہین کہ وہ لوگون کی آنکھون سے پوشیدہ ہے، اور جنون کو جنون اس لیے کہتے ہین کہ وہ عقل کو پوشیدہ کرلیتا ہے، اسی طرح جنین کو جنین اس لیے کہتے ہین کہ وہ پیٹ کے اندر پوشیدہ ہوتا ہے، جن کے مجازی معنی دیو اور شیطان کے ہین، اس کی جمع جان آتی ہے، حالانکہ حکماے اسلام جن بمعنی دیو کی حقیقت اور اس کے وجود فی الخارج کے منکر ہین لیکن عام مسلمانون مین جن کے متعلق جو خیالات پھیل گئے ہین وہ زیادہ تر اسرائیلیات، انجیل، اعمال حوارین اور مکاتب حوارین سے ماخوذ معلوم ہوتے ہین اور کچھ عرب جاہلیت کی اوہام پرستی کی یادگار نظر آتے ہین، ان مسلمانون نے جو تصور جن کا قائم کیا ہے وہ یہ ہے کہ جنات ایک مخلوق ہے جو آگ کے شعلے سے پیدا ہوتی ہے، ان مین مرد اور عورت دونون جنس ہین، لڑکے اور لڑکیان جنتے جناتے ہین، طرح طرح کی شکلون مین تبدیل ہوجاتے ہین، انسانون کے سرون پر آتے ہین، ان کو تکلیف پہنچاتے ہین بعض اوقات ان کو اٹھالیجاتے، اور مار ڈالتے ہین، کبھی کبھی جنات انسانون پر عاشق بھی ہوجاتے ہین، تازہ تازہ میوے لاکر دیتے ہین، لیکن عام طور پر دکھائی نہین دیتے، مگر جب چاہین اور جیسی شکل مین چاہین، اپنے تئین دکھا دیتے ہین، آدمی کی صورت بنکر بزرگون کی خدمت مین حاضر ہوتے ہین، عامل جنون کو تابع کرلیتے ہین، اور ان سے صدہا خدمات لیتے ہین، جنات مین مسلمان اور کافر، موحد اور مشرک سب ہی قسم کے فرد ہین، مسلمان جن نماز پڑھتے ہین، اور حج بھی ادا کرتے ہین، لیکن فریضۂ حج ادا کرتے وقت انسانی شکل مین متشکل ہوجاتے ہین،

سرسید احمد اپنے رسالہ "الجن والجان" مین لکھتے ہین کہ عرب جاہلیت کا بلکہ متوسطین یہودیون اور مجوسیون کا بھی یہی خیال تھا کہ ماوراے انسان ایک اور مخلوق ہے جس کو جن کہتے ہین اور جو خلقت کے لحاظ سے ہوائی، ناری اور غیر مرئی ہے اور انسان کو بھلائی یا برائی پہنچانے کی قدرت رکھتی ہے، اور متشکل باشکال مختلفہ ہوجاتی ہے، صاحب رسالہ کی تحقیق مین جو خیالات عام مسلمانون مین پائے جاتے ہین وہ عرب جاہلیت ہی کے خیالات کا عکس ہین، آیات قرآنی سے اس قسم کی مخلوق کا وجود ثابت نہین ہوتا، قرآن مجید مین لفظ "جن" متعدد مقامات پر آیا ہے ان مین سے:

(الف) تین مقامات مندرجۂ ذیل مین لفظ جن سے ابلیس مراد لیا گیا ہے، یعنی (۱) سورۂ کہف (پ ۱۶ ع ۷، آیت ۴۸) مین ابلیس کے جس کو جن سے تعبیر کیا گیا ہے

سجدہ نہ کرنے کا ذکر ہے،

(۲) سورۂ حجر (پ ۱۴ ع ۳، آیت ۲۷) اور (۳) سورۂ رحمٰن (پ ۲۷، ع اوّل آیت ۱۳) مین جان کا لفظ انسان کے ذکر کے ساتھ آیا ہے اور جان کی پیدائش نار سے بتلائی گئی ہے، پس جان سے وہی ابلیس مراد ہے، جس نے کہا تھا کہ مجھ کو نار سے پیدا کیا اور اس کو (یعنی آدمؑ کو) طین سے (دیکھو سورۂ اعراف، پ ۸ ع ۲، آیت ۱۲)

(ب) پانچ مقامات پر لفظ جن سے عرب جاہلیت کی مظنون مخلوق مراد لی گئی ہے،

(۱) سورۂ انعام (پ ۷، ع ۱۲، آیت ۱۰۰) و (۲) سورۂ سبا (پ ۲۲ ع ۵ آیات ۴۰ - ۳۹) و (۳) سورۂ رحمٰن (پ ۲۹ - ع اوّل آیات ۶ - ۵) و (۴) سورۂ حم سجدہ (پ ۲۴ - ع ۴ آیت ۲۸) اور (۵) سورۂ صافات (پ ۲۳ - ع ۵، آیت ۱۵۵) مین لفظ جن سے عرب جاہلیت کے عقاید پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ وہ لوگ "جن" سے کس قسم کی مخلوق مراد لیتے تھے، اسلوب بیان صاف بتلا رہا ہے کہ ان کی تسلیم کردہ مخلوق کی ہستی محض ہوائی اور خیالی ہے، درحقیقت ایسی کوئی مخلوق نہین،

(ج) آیات مذکرۂ بالا کے علاوہ باقی دیگر آیات مین لفظ "جن" سے وحشی اور جنگلی قوم مراد ہے جو شہرون اور جنگلون سے دور پہاڑون مین چھپی رہتی ہے (انتہی کلامہ)

اس سلسلہ مین یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ جنات کا تذکرہ جن سورتون مین آیا ہے وہ بلا استثنا، سب کی سب مکی سورتین ہین، ان مین سے ایک بھی مدنی سورت نہین، اور جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ مکی سورتون کا کوئی مضمون ایسا نہین جو مدنی سورتون مین نہ دہرایا گیا ہو تو مضامین جنات کا عدم اعادہ ایک خاص توجہ اور غور کا مستحق بن جاتا ہے، تاریخی واقعات تو یہ ہین کہ قیام مکہ مین آنحضرت صلعم کا خطاب جن و انس دونون سے ایک ساتھ ہوا ہے اور قرآن مجید مین بھی لفظ "انس" بغیر لفظ "جن" کے کسی جگہ علیحدہ نہین آیا ہے، لیکن جب حضور صلعم مدینہ منورہ مین رونق افروز ہوتے ہین تو آپؐ کا خطاب وسیع تر ہو جاتا ہے اور ساری دنیا کے تمام لوگ آپؐ کے مخاطب بنجاتے ہین اور مبلغین اسلام کی دعوت علی رؤس الاشہاد شروع ہو جاتی ہے، اور ان کا حلقہ بھی وسیع ہو جاتا ہے، یہ تمام واقعات اس نتیجہ پر رہنمائی کر رہے ہین کہ جن سے مراد ایک انسانی جماعت ہے نہ کہ غیر مرئی مخلوق،

قائلین جنات کہتے ہین کہ تمرد و سرکشی اور شرافت و صلح جو خصلت کے اعتبار سے جنات کے مختلف طبقے ہین

چنانچہ (۱) نہایت ہی سرکش جن کو مرید اور کسی قدر کم سرکش کو عفریت کہتے ہین،

(۲) معمولی شریر جن کو شیطان کہا جاتا ہے،

(۳) جن اور جان کا اطلاق شریف اور خبیث دونون قسم کے جنات پر ہوتا ہے، ان حضرات کے نزدیک حضرت سلیمانؑ پہلے پیغمبر ہین جن کی حکومت جنات پر تھی، ان کے پاس ایک انگشتری تھی جسکا نصف حصہ لوہے کا اور نصف حصہ پیتل کا تھا اور جس پر اسم اعظم کندہ تھا، جب کبھی کسی سرکش جن کو بلانا منظور ہوتا تو فرمان پر لوہے والے حصہ سے مُہر ثبت کیجاتی اور پیتل کی مہر والے پروانے حلیم الطبع جنات کے نام جاری ہوتے تھے، غرضیکہ حضرت سلیمان کا حکم تمام جنات پر چلتا تھا اور کسی جن کو انحراف کی مجال نہ تھی،

اس جماعت کا جو جنات کی قائل نہین بیان ہے کہ بنی اسرائیل کوئی صنعت یا ہنر نہین جانتے تھے جب تک وہ مصر مین رہے ان کا پیشہ گلہ بانی تھا اور مصر سے اخراج کے بعد زراعت اختیار کی، اس لیے حضرت سلیمان کو تعمیر بیت المقدس وغیرہ کے سلسلہ مین غیر اقوام کے کاریگر اور صناع سے کام لینا پڑا، بعض اجنبی کاریگر نہایت سرکش بھی تھے جو بغیر جبر کے کام نہین کرتے تھے، ان کو زنجیرون مین کسکر رکھنا پڑا اور بھی کاریگر شیطان وجنات کے نام سے تعبیر کئے گئے ہین،

مثل دیگر ممالک کے عرب کے کوائف جنات بھی دلچسپی سے خالی نہین، جب زرخیز اور آباد خطے کے اوہام پرست دماغ صدہا مزعومہ مخلوق پیدا کر لیا کرتے ہین تو عرب کا دماغ جو ریگستان اور بیابان مین پرورش پاتا ہے، کیا کچھ نکتہ آفرینی نہ کرے گا، چنانچہ

(۱) **غول** (واؤ معروف) (۲) **فطرت**، (۳) **سعلاۃ**، (۴) **غدار**، (۵) **دلہان** (۶) **نسناس** (۷) **شق** اور (۸) **ہاتف**، ایسے کیرکٹر ہین جو عربون کی اوہام پرستی اور ان کی مظنونہ مخلوق کی آپ نظیر ہین،

سورہ ہائے قرآنی مین سے ایک سورۃ کا نام "جن" بھی ہے جو انتیسوین پارہ مین درج ہے اور باعتبار نزول مکی ہے، اس سورت مین دو رکوع ہین جنمین اٹھائیس آیتین ہین، اس سورت مین بتایا گیا ہے کہ اگر اہل مکہ وغیرہ آنحضرت صلعم پر ایمان نہین لاتے ہین تو یہ انکی شامت ہے، ورنہ ایسے اور لوگ بھی موجود ہین جو اس پیغام حق کو سنکر قبول کرتے چلے جاتے ہین (ماخوذ از بیان القرآن)

جُنَابَت (ع) بفتح، دوری، مجازاً اس حالتِ ناپاکی کو کہتے ہین جو خروج منی اور ادخال حشفہ کے بعد تمام جسم سے متعلق ہوتی ہے، چونکہ اس حالت مین عبادت مخصوصہ سے دوری ہوجاتی ہے، اس لئے شریعت

نے اس حالت کو مجازی معنی مین جنابت سے تعبیر کیا ہے،

دو چیزین ہین جو غسل جنابت کو واجب کرتی ہین،

(اول) منی کا نکلنا جب کہ معلوم ہو جائے کہ منی ہے اگر اشتباہ واقع ہو جائے کہ منی ہے یا نہین تو غسل واجب نہین ہوتا، خروج منی کی علامت جہند گی، شہوت اور بدنی کسالت ہین (دوم) جماع بشرطیکہ قبل سے کیا جائے، اور دونون ختنون مین التقا ہوگیا ہو، اگر مجامعت فی الدبر (جو حرام ہے) کیگئی اور انزال نہ ہوا تو غسل کے وجوب مین اختلاف ہے، اصح یہی ہے کہ غسل واجب ہوگا، اگر مرد سے اغلام کرے (جو حرام ہے) اور انزال نہ ہو تو سید مرتضیٰ فرماتے ہین کہ دونون پر غسل واجب ہوتا ہے (جامع الجعفری جلد اول ص ۲۹-۲۸)

جنب پر حرام ہے (۱) نماز پڑھنا (۲) خانۂ کعبہ کا طواف کرنا (۳) مسجد مین داخل ہونا، اگرچہ دخل گذران ہو، لیکن ضرورۃً عبور کرنے مین مضائقہ نہین، (۴) قرآن مجید کی تلاوت کرنا (۵) آیات قرآنی کا جو دعائیہ ہین بقصد تلاوت پڑھنا، لیکن بطریق دعا حلال ہے، (۶) مصحف کا چھونا بشرطیکہ غلاف سے جدا ہو، تفاسیر بھی مصحف کے حکم مین ہین، لیکن دوسری شرعی کتابین مثلاً حدیث و فقہ وغیرہ کو بدون طہارت کے مس کرنے کی اجازت ہے (ترجمہ در مختار، کتاب الطہارۃ، اقسام غسل)

فقہائ امامیہ کے نزدیک بھی مندرجۂ بالا افعال جنب پر حرام ہین، لیکن ان کے نزدیک جنب نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے، اور بے جان عضو یعنی ناخن و بال سے قرآن مجید کو مس کر سکتا ہے (جامع عباسی)

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ غسل جنابت کیون فرض ہوا؟ آدمی نے حلال کام کیا تو اس مین جنابت کیسی؟ آپ نے فرمایا کہ جنابت بھی مثل حیض کے ہے، کیونکہ منی حقیقت مین خون ہے کہ بچہ نہین ہوا ہے، نیز جماع مین سخت حرکت کرنی پڑتی ہے جس سے سانس چڑھ جاتا ہے، فارغ ہونے پر جسم سے بدبو پیدا ہوتی ہے، جس کے دفع کرنے کو غسل کی ضرورت ہے، (کشف الحقائق)

جنابیہ فرقہ قرامطہ کی شاخ ہے، متبعین ابو سعید بن حسن بن بہرام جنابی کو جنابیہ کہتے ہین، جنابیہ عہد مقتدر عباسی (المتوفی سنہ ۳۲۰ھ / ۹۳۲ء) مین حجر اسود کو کعبہ سے لیگئے اور صدہا حاجیون کو تہ تیغ کر دیا، سنہ ۳۳۹ھ / ۹۵۰ء مین حجر اسود واپس لایا گیا اور جنابیہ کا زور ٹوٹا (مذاہب الاسلام)

جناح (ع) بفتحتین، آدمی کا بازو، پرندون کے پر، اس کی جمع جوانح آتی ہے، جناح اصل مین کسی چیز کی ایک طرف کو کہتے ہین، آدمی کے پہلو کو جناح

اس لیے کہتے ہین کہ وہ ایک جانب مین واقع ہین، لشکر کی دونون جانبون کو **جناحی العسکر** بولا کرتے ہین، عرف مین جناح کا اطلاق باطل کی طرف جھکنے پر کیا جاتا ہے،

اطبا ان دو ہڈیون کو جناح کہتے ہین جو پہلو سے اور مہرہاے پشت سے باہر آتی ہین، ایک جانب راست سے دوسری جانب چپ سے ان ہڈیون کو جناح اس لیے کہتے ہین کہ وہ مرغ کے دو بال کشادہ کے مانند ہین (کشاف اصطلاحات الفنون)

ذوالجناحین، صاحب دو پرون کے، یہ خطاب ہے جس سے حضرت جعفرؓ بن عبد المطلب یاد کیے جاتے ہین، آپ جنگ موتہ (۸ھ ۶۲۹ء) مین فوج کی کمانڈ کرتے ہوئے شہید ہوئے ہین، آپ کے دونون بازو اس جنگ مین کاٹ ڈالے گئے تھے، اس لیے ان بازوؤن کے عوض مین خداے تعالیٰ نے آپ کو دو پر عنایت فرمائے ہین جن کے ذریعہ سے آپ جنت مین پرواز کرتے رہتے ہین، بالفاظِ دیگر آپ کی سعی مشکور ہوئی اور بارگاہِ خداوندی مین آپ کو اعلیٰ مراتب حاصل ہوئے،

جَناحِیہ، متبعین عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر ذوالجناحین کے جناحیہ کہلاتے ہین، عبداللہ بن معاویہ نے سنہ ۱۲۷ھ ۷۴۴ء مین خلفاے بنی امیہ کے خلاف خروج کیا اور سنہ ۱۲۹ھ ۷۴۶ء مین آپ نے فارس پر حملہ کیا، لیکن ہزیمت پائی، اور بالآخر ابو مسلم خراسانی کے حکم سے قتل ہوے، فرقہ جناحیہ کا عقیدہ ہے کہ ملک اصفہان کے کسی پہاڑ مین عبداللہ زندہ موجود ہین اور عنقریب خروج کرین گے، (مذاہب الاسلام)

جنازہ (ع) مردہ اور تابوت دونون معنی مین مستعمل ہوتا ہے، اور اکثر نمازِ جنازہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے،

اہل تسنن و اہل تشیع کے مابین نمازِ جنازہ مین جو بڑا فرق ہے وہ تکبیرون کی تعداد کا ہے، اہل تسنن کے نزدیک چار تکبیرین اور فرقہ امامیہ کے نزدیک پانچ تکبیرین ہین، لیکن جنازہ برداری ہر ملک و ہر رسم کے مطابق عمل مین آ رہی ہے، چنانچہ مصر اور بخارا مین میت کے مرد رشتہ دار اور احباب جنازہ کے آگے آگے جاتے ہین اور عورتین پیچھے پیچھے جاتی ہین، ہندوستان اور افغانستان مین عورتین جنازہ کے ساتھ نہین جاتین اور مرد جنازہ کے پیچھے پیچھے جایا کرتے ہین، افغانستان مین ماتمی جلوس بمقابلہ مصر اور ترکستان کے نہایت سادہ ہوتا ہے،

مظاہر حق (کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازہ و الصلوۃ

علیہا) مین ہے کہ جنازہ کے ساتھ پیادہ چلنا اور سوار
چلنا دونون جائز ہین، لیکن پیادہ چلنا افضل ہے، سوار
کو چاہیے کہ جنازہ کے پیچھے پیچھے چلے اور پیادہ کو آگے
بھی چلنا روا ہے اور پیچھے بھی، لیکن پیچھے چلنا افضل ہے،
جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے یعنی اگر بعض پڑھ لین گے
توسب کے ذمہ سے فرضیت ساقط ہو جائے گی،
الاّ سب گنہگار ہونگے،

جَنَائِب (ع)، بفتح اوّل و بالکسر ہمزہ،
لغت مین ان گھوڑون کو کہتے ہین جو آراستہ کر کے امرا
کی سواری کے آگے زینت کے لیے کوتل لیجاتے ہین،
جنائب جمع ہے، اس کا واحد جُنَیبت ہے،
اصطلاحِ تصوف مین جنائب سے وہ متقی لوگ
مراد ہین جو سیر الی اللہ مین مشغول رہتے ہین (دکھو زِاسرآ
القدم)

جِنَایَت (ع) بالکسر و یائے تحتانی، گناہ
کرنا، جمع جنایات آتی ہے،
جنایت اصل مین درخت سے پھل توڑنے کو کہتے
ہین، پھر شر کے معنی مین استعمال ہوا، بعدہٗ اس سے وہ
فعل حرام مراد لیا گیا جو کسی کے ساتھ شرارتاً کیا جائے،
شرع مین جنایت سے مراد وہ فعل ممنوع ہے جو
جان یا مال مین واقع ہو، لیکن فقہا نے مالی جرائم کو سرقہ
اور غصب کے تحت مین بیان کیا ہے اور جنایت کو مخصوص
کر دیا ہے اس فعل محظور کے ساتھ جو جان اور اطراف
یعنی ہاتھ، پاؤن، ناک اور کان مین واقع ہو، جنایت
علی النفس کو قتل اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور
جراحت بولتے ہین (دیکھو قصاص و دیت)

جُنُب (ع)، بضمتین، ناپاک آدمی، اس کا
اشتقاق جُنْب (بالفتح اوّل و سکون ثانی) سے ہے جس
کے معنی پہلو کے ہین، نہایہ ابن اثیر مین ہے کہ جُنُب
وہ ہے جس پر جماع اور خروجِ منی سے غسل واجب ہو،
قرآن مجید مین جُنُب دو معنی مین مستعمل ہوا ہے،
(۱) بیگانہ، سورۂ نسار (پ۵، ع۶، آیت ۴۰) مین الجار
الجنب آیا ہے جس کے معنی اجنبی ہمسایہ کے ہین،
(۲) ناپاک آدمی، سورۂ مائدہ (پ۶ ع۲، آیت ۹) مین ہے،
اگر ہو تم ناپاک (جُنُباً)

جَنْب (ع) بالفتح، لغوی معنی پہلو کے
ہین، لیکن محاورہ مین جَنْب بمعنی پاسداری و اطاعت
آتا ہے، مثلاً اِتَّقِ اللہ فی جنبہٖ یعنی اسے قتل مت کر،

جَنَّت (ع) بالفتح، بہشت، اس کی
جمع جنان اور جنات آتی ہے، چونکہ جنت کے مادہ مین
"ج" "و" "ن" ہے جو پوشیدگی و استتار پر دلالت
کرتا ہے، اس لیے جنت کے معنی پوشیدہ کر لینے کے ہین،

یعنی جنت سے مراد وہ باغ ہے جس کے درختون کی کثرت زمین کو چھپالے، باغ کے معنی مین (۱) **بستان** (۲) **حدیقہ** (۳) **فردوس** بھی آتے ہین، لیکن ان تمام مرادف الفاظ مین نہایت باریک فرق ہے، یعنی **بستان** سے مراد وہ باغ ہے جس کے درختون کے وسط مین زراعت بھی کرین اور جس مین خرمے کے درخت ہون (۲) **حدیقہ** اگر بستان کے گرد چار دیواری کھڑی ہو تو اس کو حدیقہ کہتے ہین (۳) **فردوس** وہ باغ ہے جس مین انگور زیادہ ہون (۴) وہ حدیقہ جس مین اشجار بکثرت ہون اور اس کی زمین کا قطعہ گول ہو اور پانی بھی اس مین بہتا ہو یعنی اس مین نہرین ہون اور اس کے درختون کے وسط مین زراعت نہ ہو بلکہ زمین درختون کے سایہ مین چھپی رہے، جنت کہلاتا ہے،

اصطلاح مین جنت سے مراد وہ باغ ہے جو قبل ہبوط حضرت آدم اور حضرت حوا کی سکونت تھا، قرآن مجید مین آٹھ جنتون کا ذکر ہے، جن کے نام یہ ہین،

(۱) **جنت الخلد**، سورۂ فرقان (پ ۱۸ ع ۲ آیت ۱۶) کہو (اے نبی صلعم ان کافرون سے) کہ بھلا (بتاؤ تو) یہ دوزخ کا عذاب اچھا ہے یا جنت الخلد جس کا پرہیزگارون سے وعدہ کیا گیا ہے (انتہی) پس معلوم ہوا کہ جنت الخلد متقی و پرہیزگارون کیلئے ہو،

(۲) **دار السلام**، سورۂ انعام (پ ۸ ع ۱۵ آیت ۱۲۷) ان کے لیے (یعنی ان لوگون کے لیے جو نصیحت مانتے ہین) ان کے پروردگار کے پاس دار السلام ہے اور وہ ان کا دوست ہے بسبب اس کے جو وہ کرتے تھے (انتہی) پس نصیحت قبول کرنے والے کا مقام دار السلام ہے،

(۳) **دار القرار**، سورۂ مومن (پ ۲۴ ع ۵، آیت ۴۲) اور بے شک آخرت ہی دار القرار ہے، (انتہی) یہ مقام ہے نیک عمل کرنے والون کا،

(۴) **جنت العدن**، سورۂ توبہ (پ ۱۰ ع ۹ آیت ۷۳) اللہ نے مسلمان مرد اور مسلمان عورت سے وعدہ فرمایا ہے ایسے باغون (کے دینے) کا (جن کے (درختون کے) نیچے نہرین بہ رہی ہین، وہ ان مین ہمیشہ رہین گے اور جنت عدن مین پاکیزہ مکانات دینے کا بھی وعدہ فرمایا ہے (انتہی) یہ مقام ان لوگون کا ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہین،

(۵) **جنت الماوی**، سورۂ سجدہ (پ ۲۱، ع ۲، آیت ۱۹) لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے ہین اور انھون نے نیک کام کیے تو ان کی مہمانی کے لیے جنت الماوی ہے، بسبب اس کے جو وہ کرتے تھے، (انتہی) یہ مقام مومنین خالص عقیدہ والون کا ہے،

(۶) **جنت النعیم**، سورۂ مائدہ (پ ۶، ع ۹
آیت ۷) اور اگر اہل کتاب (خاتم النبیین پر) ایمان
لے آتے اور پرہیزگاری کرتے تو بیشک ہم اُن کے گناہ
ان سے دور کرتے اور انھین جنت النعیم مین داخل کرتے
(انتہی) یہ مقام ہے ان اہل کتاب کا جو ایمان لائے
اور جنھون نے تقویٰ اختیار کیا،

(۷) **علیین**، سورۂ تطفیف (پ ۳۰ ع اوّل آیت
۱۸) بے شک نیکون کا اعمال نامہ علیین مین ہوگا، تمھین
کیا معلوم ہے کہ علیین کیا ہے وہ ایک کتاب مرقوم
ہے اس کے پاس مقرب لوگ رہتے ہین (انتہی)
یہ مقام صاحب بلند مرتبت کا ہے،

(۸) **جنت الفردوس**، سورۂ کہف
(پارہ ۱۶ ع ۱۲- آیت ۱۰۷) بے شک جو ایمان لائے
اور جنھون نے نیک کام کیے ان کی مہمانی کے لیے
جنت فردوس ہے (انتہی) یہ مقام ہے ان مومنین کا
جنھون نے عمل صالحات پر مداومت کی ہے،

جنت اور نعماے جنت کی جو حالت اور کیفیت
قرآن مجید سے متحقق ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ

(۱) جنت مین نہرین ہین ایسے پانی کی جس کا رنگ
بو اور مزہ نہین بدلا ہے، اور نہرین ہین ایسے دودھ
کی جس کا ذائقہ تبدیل نہین ہوا ہے اور نہرین ہین
ایسی شراب کی جو پینے والون کے لیے نہایت لذیذ ہے
اور نہرین ہین شہد مصفا کی اور خدا کی طرف سے اہل
جنت کے لیے ہر قسم کا میوہ موجود ہے اور گناہون سے
مغفرت ہے (سورۂ محمدؐ پ ۲۶، ع ۲، آیات ۱۷، ۱۶)

(۲) اہل جنت کا لباس حریر کا ہوگا، گرمی اور سردی
کی تکالیف سے محفوظ رہین گے، گنجان درختون کا سایہ
ہوگا، سونے اور چاندی کے ظروف ملین گے جو صفائی
اور شفافی مین مثل شیشہ کے ہون گے، شراب جس
مین سونٹھ کی آمیزش ہوگی پینے کو ملے گی، نہر جس کا نام
سلسبیل ہے بہتی ہوگی، خدمت کے لیے حسین وجمیل
لڑکے ہون گے، جو ایسے نظر آوین گے جیسے صدف
سے نکلے ہوئے موتی، سبز رنگ کا ریشمی لباس مثل
اطلس کے پہننے کو ملیگا، چاندی کے کنگن بھی ملین گے
اور شراب طہورہ بھی (سورۂ دہر پ ۲۹، ع ۲- آیات
۱۳-۱۲)

(۳) اہل جنت ان فرشون پر جن کے استر اطلس
جیسے کپڑے کے ہون گے تکیہ لگائے ہوئے بیٹھین گے
اور جس میوے کی خواہش کرینگے موجود ہو جاوے گا
ان کو ایسی حورین ملین گی جنھون نے کسی غیر پر نظر نہ
ڈالی ہوگی اور نہ جن کو کسی انسان یا جن نے مس کیا
ہوگا (سورۂ رحمٰن پ ۲۷، ع ۳، آیات ۵۶-۵۴)

(۴) اہل جنت ان تختون پر تکیہ لگائے ہوئے ہون گے
جو سونے کے تارون سے بنے گئے ہین اور ان تختون
پر خدمت کے لیے حسین وجمیل لڑکے ہون گے جن کے
ہاتھون مین خوشنما آبخورے ہون گے اور شراب سے
بھرے ہوئے پیالے، وہ شراب دردسر پیدا نہ کریگی
اور نہ بیہوشی اور بدمستی، وہ فواکہات جن کی خواہش
اہل جنت کرین گے موجود ہوجایا کرینگے، ان پرندون
کا پاکیزہ لحم جس کی ان کو اشتہا ہوگی، مہیا ہوجاوے گا،
حورین ملین گی جنکی آنکھین بڑی بڑی اور سیاہ ہون گی
اور وہ حورین مثل اس موتی کے جو صدف مین پوشیدہ
ہو بغیر مس کی ہوئی ہونگی، بہشت مین لغو باتین گوش زد
نہ ہون گی اور نہ ایسی بات جو موجب گناہ ہو، خوش
رنگ اور بلند فرشون پر ایسی عورتین خدمت کے لیے
بیٹھی ہوئی ہونگی جو بغیر ولادت کے پیدا کیگئی ہین،
اور جو پاکیزہ ہین اور خاوندون کی پیاری اور محبوب ہین
اور عمر مین بھی سب برابر ہین (سورۂ واقعہ ۲۷ پ ع اول
ودوم آیات ۳۹-۱۲)

غرضیکہ سونا چاندی، دودھ، شہد، جواہرات، ثمرات،
عطریات، حور اور غلمان ان نعمتون مین سے ہین جو
اہل جنت کی آسایش اور آرام کے لیے مہیا کیگئی ہین
اور بھی وہ چیزین ہین جن سے انسان کی روح لذت اندوز
ہونے کی تمنا کیا کرتی ہے،

مولٰنا محمد علی اپنے مترجم قرآن مجید (فٹ نوٹ ۲۱۱)
مین لکھتے ہین کہ بعض عیسائی معترضین کہتے ہین کہ جنت
کے سلسلہ مین حورون کا تذکرہ جو سورۂ رحمٰن، سورۂ
واقعہ یا دوسری سورتون مین ہے وہ اسلامی جنت
کو نفسانی اور شہوانی ثابت کرتا ہے، اس مین شک نہین
کہ نیک کردار لوگون کی خدمت کے لیے حورون کا جنت
مین ہونا بیان کیا گیا ہے لیکن وہ نتیجہ جو معترضین اخذ
کر رہے ہین کہ حورین نفسانی خواہشات کے پورا کرنے
کے لیے ملین گی الفاظ قرآنی سے مستنبط نہین ہوتا،
قرآن مجید مین کسی ایک مقام پر بھی نہین بتلایا گیا ہے
کہ حورین اس علاقۂ زوجیت کے لیے پیدا کیگئی ہین جو
اس مادی دنیا مین مرد اور عورتون کے مابین ہوا کرتا
ہے، جنت مین موجود ہونے اور صالحین کی خدمت
کے لیے حاضر رہنے سے وہ نتیجہ اخذ کرنا جو معترضین
کر رہے ہین ان کے خبثِ باطن کی دلیل ہے، کیا مرد
اور عورتون کا اجتماع یقینی طور پر خواہشات نفسانی
کے پورا کرنے کے لیے ہوتا ہے اور کسی حالت مین بھی
کوئی نیک اور پاک غرض اس اجتماع سے وابستہ نہین
ہوتی؟ اس سوال کا جواب معترضین کے اعتراض
کی حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ وہ نہایت ناپاک اور

لغو بنیاد پر قائم ہے جس کی تہ مین وہ تعصبات ہین جو انسان کو کور دل بنا دیا کرتے ہین، علاوہ ازین قرآن مجید مین کسی ایک مقام پر بھی یہ نہین بتلایا گیا ہے کہ حیات بعد الممات مین مرد اور عورت کے درمیان ویسی ہی زوجیت کے تعلقات قائم رہین گے جو اس دنیا مین ہین، بلکہ مطالب آیات قرآنی تو صاف صاف اس امر کو واضح کر رہے ہین کہ حیات بعد الممات بالکل جداگانہ ہستی ہوگی موجودہ حیات سے (انتہی)

علمائے معقولین کا عقیدہ ہے کہ وعدہ و وعید اور بہشت و دوزخ کا بیان جن الفاظ سے کیا گیا ہے وہ بعینہ مقصود نہین ہین بلکہ ان الفاظ سے اس احتظاظ یا رنج، اس راحت یا تکلیف کا بیان مقصود ہے، جس سے زیادہ انسان خیال نہین کر سکتا،

صاحب تفسیر القرآن لکھتے ہین کہ "جنت کی ماہیت جو خدائے تعالیٰ نے بتلائی ہے وہ یہ ہے کہ "کوئی نہین جانتا کہ کیسی آنکھون کی ٹھنڈک (یعنی راحت) پوشیدہ رکھی گئی ہے اس کے بدلے مین جو وہ کرتے ہین (سورۂ سجدہ، پ ۲۱-ع ۲- آیت ۱۷) اور یہی وہ حقیقت ہے جس کی وضاحت آنحضرت صلعم نے ان الفاظ مین بیان فرمائی ہے کہ خدا نے کہا کہ تیار کی ہے مین نے اپنے نیک بندون کے لیے وہ چیز جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی

اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ کسی انسان کے دل پر اس کا خیال گذرا (المشکوٰۃ کتاب الفتن، باب صفۃ الجنۃ واہلہا، فصل الاول) اور چونکہ انسان انھین چیزون کو سمجھ سکتا ہے اور انھین کا خیال اس کے دل مین آسکتا ہے جو اس کے حواس خمسہ نے دریافت کی ہون اس لیے بہشت کی قُرَّةِ اَعْیُنٍ (آنکھ کی ٹھنڈک یعنی راحت ولذت) کا جو اس نے نہ دیکھی ہے، نہ چھوئی ہے، نہ چکھی ہے، نہ سونگھی ہے اور نہ سنی ہے معلوم کر لینا محالات سے ہے اور چونکہ انسان بالطبع منفعت یا مضرت کے جاننے کا خواہان ہوتا ہے اور بغیر جانے کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر راغب یا متنفر نہین ہوتا، اس لیے اس منفعت یا مضرت کو تمثیل اور تشبیہ کے ذریعہ سے بتلایا گیا ہے اور بس،

"حضرت موسیٰؑ نے قُرَّةِ اَعْیُنٍ کو اولاد پیدا ہونے، مینھ برسنے، رزق کے فراخ ہونے، دشمنون پر غلبہ پانے کی کیفیت کو تشبیہ مین بیان کیا ہے جو بنی اسرائیل کے دل پر بہت مؤثر تھین، لیکن آنحضرت صلعم نے اس کو ایسی تمثیلون مین بیان کیا ہے جو ہر انسان خواہ گرم ملک کا باشندہ ہو یا سرد کا، عالم ہو یا جاہل محسوس کر سکتا ہے، چنانچہ مکان کی آراستگی، باغ کی خوشنمائی، بہتے ہوئے پانی کی دلربائی، میوون کی تر و تازگی

اور حُسن کی جاذبیت جب کہ مرد مین ہو اور اس سے بھی زیادہ تیز جب کہ عورت مین ہو ایسی فطری راحتین ہین جن سے ہر انسان لطف اندوز ہوتا ہے، غرضیکہ ان چیزون کے بیان سے اعلیٰ درجہ کی راحت کا بقدر فہم انسان خیال پیدا کیا گیا ہے نہ کہ در حقیقت بہشت مین ان چیزون کی موجودگی بتلائی گئی ہے (تفسیر القرآن جلد اول ص ۴۱-۳۵) غرضیکہ جنت کا اعتقاد اس لیے لازم کیا گیا ہے کہ انسان اطمینانِ قلب حاصل کر لے،

(۲) صوفیہ کے نزدیک جنت مظہر ہے حضرت ذی الجلال کے جمال کی ان کے نزدیک جنت چار قسم پر ہے، (۱) **جنت الافعال**، اس سے مراد وہ راحت اور آسایش ہے جو اعمال صالحہ کے باعث جنت الخلد و دار السلام وغیرہ مین میسر ہوتی ہے (۲) **جنّت النفس** جس کو **جنّت الوراثت** بھی کہتے ہین اور وہ عبارت ہے **جنت الاخلاق** سے کہ آنحضرت صلعم کی حسنِ متابعت سے حاصل ہوتی ہے، (۳) **جنت الصفات** جس کو **جنت المعنوی** بھی کہتے ہین اور وہ عبارت ہے تجلیات الصفات اسمار الالٰہیہ سے (۴) **جنت الذّات** جس کو جنت القلب بھی کہتے ہین، یہ جنت روح کی ہے اور جمالِ احدیت کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے (کنوز اسرار القدم)

جُند (ع) بالضم، لشکر و سپاہ، اس کی جمع جنود اور اجناد آتی ہے، یہ لفظ جند سے لیا گیا ہے جس کے معنی سخت زمین کے ہین جسمین پتھر ہون،

اوائلِ اسلام مین اسلامی فوج زیادہ تر قبائل کے آدمیون اور مجاہدین پر مشتمل تھی، شروع مین ان کو عشر سے وظیفہ ملتا تھا، بعدہٗ عشر اور خراج دونون سے ملنے لگا، خلیفہ وقت صرف سپہ سالار مقرر کرتا اور وہ اپنے ماتحت عہدہ دارون کو پسند کر کے نامزد کرتا، چونکہ سپہ سالار خلیفہ کا قائم مقام ہوتا تھا اس لیے نماز کی امامت وہی کرتا، حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے آخری عہد مین چھوٹے افسرون کا تقرر بھی اپنے اختیار مین لے لیا تھا اور بعض مقامات پر نماز کی امامت کے لیے قاضی مقرر کر دیے تھے،

فوج کے حصے فوج کے دو حصے ہوتے تھے، رسالہ اور پیدل، ان مین سے رسالہ ڈھالون، تلوارون اور لمبے لمبے نیزون سے مسلح رہتے اور پیدل ڈھالون، نیزون اور تلوارون سے یا ڈھالون، نیزون اور تیرون سے، پیدل سپاہ مین تیر کمان والے قیمتی عنصر تھے، جنگ پر روانہ کرتے وقت مسلمان آیات قرآنی کی تلاوت کرتے، اور اللہ اکبر کے نعرون سے فضائے آسمانی کو گونجا دیتے ، نقارے اور دمدمے بھی بجائے

میدانِ جنگ مین صف بندی کا اصول یہ تھا
کہ فوج رسالہ عموماً میمنہ اور میسرہ پر متعین ہوتی اور
پیدل سپاہ وسط مین، اس ترتیب سے کہ نیزہ بردار
آگے اور کمان بردار عقب مین تعینات کیجاتی،

مبارزت جنگ کی ابتدا مبارزت سے ہوتی، عہدِ رسالت
کے معرکۃ الآرا غزوات مین یہ فخر حضرت علی مرتضیٰؓ ہی
کو حاصل رہا کہ مبارز طلبی پر میدان مین گئے اور مظفر
و منصور واپس ہوئے، بدر، خندق اور خیبر کی لڑائیون
مین جنکی فتح یا شکست اسلام کے لیے حیات یا موت
کا پیغام تھین، شیبہ، عمرو بن الدود اور مرحب کا قتل
کرنا یداللہ ہی کا کام تھا،

اسلامی افواج خلفاے راشدین کے عہد اور انکے بعد کے عہدون مین عہد راشدہ مین اسلامی فوج
اپنی مستعدی، بردباری
اور استقلال کے باعث نہایت ممتاز تھی اور یہ وہ
اوصاف تھے جنکا زندہ اور عملی نمونہ خود داعی اسلام نے
بہ حسن وجوہ پیش کر دیا تھا، ان اوصاف پر عربی حمیت
اور غیرت کا جوش اسلامی عساکر کو ناقابلِ تسخیر بنا دیتا،
سامانِ حرب ہمیشہ کافی و وافی رہتا اور طویل کوچ اکثر
اونٹون پر کئے جاتے،

اوائلِ اسلام مین سپاہی کھجور کے پتون کے
جھونپڑون مین رہتے تھے، لیکن حضرت عمرؓ کے عہد
مین مستقل مکان بنائے گئے اور چھاؤنیان آباد کیگئین،
بصرہ، کوفہ اور نجد کی چھاؤنیان اسی عہد کی یادگار تھین،
وہ سپاہی جو ممالکِ غیر مین جنگ پر بھیجے جاتے
ایک ہی وقت مین چار ماہ سے زیادہ خدمت کیلیے
مجبور نہین کیے جاتے تھے، حضرت عمرؓ نے حاضری
کا طریقہ بھی جاری کیا تھا، سرحدون پر قلعہ بنوائے
اور فوجی نقل و حرکت کی نگرانی کے لیے افسر مقرر کیے

جنگ صفین کے دن (۳۶ھ / ۶۵۷ء) حضرت علی مرتضیٰؓ
نے جو وصیتین اپنے اصحاب کو کین وہ آج بھی فنِ حرب
کے شائقین کے سننے کے قابل ہین، آپ نے فرمایا،
(۱) فوج کی صفین اس طرح قائم کرو گویا وہ مضبوط
دیوارین ہین (۲) زرہ پوشون کو آگے کرو، جن کے
پاس زرہ نہ ہون انھین پیچھے رکھو (۳) دانتون کو بھینچ
لو کہ تلوار سر پر پڑے گی تو فوراً اُچٹ جائے گی (۴) اپنے
نیزون کے اوپر جھک جاؤ تاکہ تمھارے نیزے محفوظ رہین،
(۵) لڑتے وقت آنکھین بند کر لو، دل جگہ پر ثابت رہیگا
اور گھبراہٹ پیدا نہ ہوگی، (۶) اپنے رایت اور علم کو سیدھا
بلند رکھو، سوائے دلاورون کے علم اور کسی کے ہاتھ مین
نہ دو، (۷) لڑتے وقت صدق اور صبر سے مدد چاہو کیونکہ
نصرت بمقدار صبر نازل ہوتی ہے (ماخوذ از مقدمہ ابن خلدون)

خلفاے راشدین کے بعد تخت و تاج کے مالک بنی امیہ

ہوئے لیکن انھون نے فوجی انتظامات مین کوئی قابل قدر
اصلاح نہین کی، فوجی ملازمت سلطنت کے ہر ایک عربی
النسل پر واجب تھی اور فوجی تعلیم اور تربیت حاصل کرنے
کے لیے اس کو ایک معین مدت تک فوج کے ساتھ رہنا
پڑتا، جو لوگ فوجی خدمت کے لیے منتخب کیے جاتے
ان کا وظیفہ خزانہ شاہی سے مقرر کر دیا جاتا، خلافت
اموی مین پیدل سپاہی کی تنخواہ ایک ہزار درہم (دو سو
پچاس روپیہ کلدار) سالانہ تھی اور سوار کی تنخواہ المضاعف،
ہشام اموی (المتوفی ۱۲۵ھ ۷۴۳ع) کے زمانۂ خلافت مین
ایک نئی فوج مرتب کیگئی جس کو **احداث** کہتے تھے،
اور جس کی مثال عہد حاضرہ مین ملیشیا ہے جو پولیس اور
فوج نظام کی درمیانی کڑی ہے،

خلفاے عباسیہ نے سلطنت کے ہر ایک صیغہ مین
قابل قدر اصلاحین کین اور انتظامی شعبون کو مکمل بنا دیا،
منصور عباسی (المتوفی ۱۵۸ھ ۷۷۵ع) نے شمالی حدود کو رومیون
کے تباہ کن حملون سے مصئون رکھنے کے لیے فوجی ناکون
کو نہایت مضبوط کیا، چنانچہ طرطوس، عدنہ، مصیصہ، مرعش
اور فلاطیہ پر زبردست فوجی دستے متعین کئے گئے منصور
کے جانشینون نے چند مشہور شہرون کو قلعبند کیا اور
سرحدی حفاظت کے لیے خاص ملکی انتظامات عمل مین

فوج نظام

اجزاے ترکیبی مین (۱) حربیہ (۲) رامیہ اور (۳) رسالہ
خاص اہمیت رکھتے تھے، ان مین سے حربیہ (پیدل سپاہ)
برچھی، بھالے، تلوار اور ڈھال سے مسلح ہوتی تھی، (۲)
فوج رامیہ (تیراندازون کی فوج) علاوہ تیر اور کمان کے
تلوار اور ڈھال بھی رکھتی تھی، اور (۳) رسالہ کے پاس
بلم اور بھالے ہوتے تھے، پیدل سپاہی سر پر خود
رکھتے، جسم مین چار آئینہ اور ہاتھون اور ٹانگون مین
آہنی جوشن اور موزے پہنتے تھے، لیکن سوار صرف خود
اور زرہ بکتر استعمال کرتے تھے،

جیش ایک جیش مین عموماً دس ہزار سپاہی، چند تیرانداز
اور سوار ہوتے تھے، ہر ایک جیش کا افسر امیر (یعنی
جرنیل) کہلاتا تھا جس کی ماتحتی مین قائد، **نقیب**
اور **عارف** ہوتے، **قائد** کی ماتحتی مین ایکہزار جوان
اور نقیب کے زیر کمان سَو سپاہی اور عارف کے
زیر حکم دس جوان ہوتے تھے، فوجون کی وردیان
اپنے اپنے جیش کے لحاظ سے مختلف رنگ کی ہوتی تھین،
ہر ایک جیش کے ساتھ نفاطین اور منجنقین
بھی رہتے تھے، نفاطین کے پاس آتش بازی کے
بان اور رال کی ہنڈیان ہوتی تھین اور منجنقین

کہلاتا تھا، یونانیون نے ایک آتش بازی ایجاد کی تھی جس کی لگی ہوئی آگ پانی سے فرو نہین ہوتی تھی، اس کا نام گریک فائر" تھا، لیکن عربون نے بھی گریک فائر کے مصالحہ کا پتہ لگا لیا اور اس آتش بازی کو خود بنا کر دشمنون کے خلاف استعمال کیا، نفت انداز ایسا لباس پہنتے تھے جس پر آگ مطلق اثر نہین کرتی وہ دشمنون کے جلتے ہوے کھنڈرون مین گھس جایا کرتے تھے،

ایک خاص سپاہ ممالک غیر کے سپاہیون کی تھی جو الرجال المصافیہ کہلاتی تھی اور بادشاہ کی حفاظت اس کا فرض تھا، اس کی تنخواہ دوسری فوج سے زیادہ تھی اور وردی بھی خوبصورت ملتی تھی، معتصم (المتوفی ۲۲۷ھ ۸۴۱ء) اپنی محافظ سپاہ کو سنہری لیس لگی ہوئی کمخواب کی وردی پہناتا تھا، اس شاہی سپاہ کے علاوہ محل شاہی کی حفاظت کے لیے ایک اور سپاہ تھی جو ادنی درجہ کی سمجھی جاتی تھی، اوّلاً اس کا نام المنوعات اور بعدہ جاندار ہوا،

جنگ کے موقعون پر ایک خاصی تعداد مجاہدین کی شرکت کرتی چونکہ مجاہدین خالصۃً للہ شرکت کرتے تھے اس لیے انکو خوراک دیجاتی اور انکے پس ماندگان کو وظیفہ نقد یا جنس کی شکل مین دیا جاتا تھا،

شفاخانے فوج کی ہمراہ شفاخانہ بھی رہتا اور زخمیون کی غور و پرداخت کے لیے خاصی تعداد حکماء اور دیگر ملازمین کی ہمراہ رہتی، زخمی ایک پالکی مین جو اونٹون پر باندھی جاتی تھی لائے جاتے، اس لیے جنگی شفاخانون کے ہمراہ ایک بڑی تعداد اونٹون اور خچرون کی رہتی تھی، ذخائر ادویات کی تو کوئی حد نہ تھی، شفاخانہ فوج کا ایک ایسا ضروری عنصر قرار پا گیا تھا کہ خلفاے عباسیہ نے اپنی کمزوری کے زمانہ مین بھی اس کو قائم رکھا۔

دار الصنع ہر ایک بڑے شہر مین دار الصنع قائم تھا جسمین آلات جنگ بنائے جاتے تھے، ان کارخانون کو تجربہ کار افسر کبھی کبھی معائنہ بھی کرتے رہتے تھے،

تنخواہ تمام فوج کی تنخواہ مساوی نہ تھی بلکہ ان کی جائے تعیناتی کی معاشرتی خصوصیات کے اعتبار سے کم و زیادہ ہوتی، ہارون الرشید عباسی (المتوفی ۱۹۳ھ ۸۰۹ء) کے عہد مین عراق کے سپاہیون کو ۲۰ درہم (پانچ روپیہ کلدار) اور سوار کو چالیس (۴۰) درہم علاوہ خوراک کے ملتے تھے، لیکن دمشق کے سپاہیون کو چالیس (۴۰) درہم اور سوارون کو سو درہم ماہوار علاوہ خوراک کے دیئے جاتے، اس ماہواری تنخواہ کو جامکیت کہتے تھے، بعض خاص حالتون مین ان کو عطا (یعنی سالانہ یا ششماہی مشاہرہ) بھی دیا جاتا تھا،

کوچ کی ترتیب

میدانِ جنگ مین اور کوچ کے وقت فوج کی پانچ صفین ہوتی تھین یعنی (۱) قلب، اس حصہ فوج مین خود سپہ سالار ہوتا، (۲) میسرہ (۳) میمنہ (۴) طلیعہ (۵) ساقہ، کوچ کرتے وقت فوج طلیعہ کا سبک رسالہ جگمگ کرتا ہوا زرہ بکتر لگائے، چمکدار فولادی خود سر پر رکھے لمبے لمبے نیزے جنپر شتر مرغ کے پرون کی کلغی لگی ہوتی ہاتھ مین لئے فوج سے چند میل آگے آگے رہتا،

اسلامی فوج کا نظارہ جب وہ غنیم کے ملک مین کوچ کررہی ہوتی بڑا دلکش اور دل آویز ہوتا تھا، سب سے آگے بھاری آلات سے مسلح رسالہ چلتا، اس رسالہ کے یمین و یسار تیر انداز ہوتے جو گھوڑون کے برابر دوڑتے تھے، رسالہ کے بعد فوج پیادہ ترتیب اور صفائی سے چلتی تھی. اس کے قلب مین خیمون، اذوقہ اور سامانِ جنگ سے لدے ہوئے اونٹ ہوتے تھے اور عقب مین بیمارون اور زخمیون کی ڈولیان، جنگی کلین یعنی منجنیق وغیرہ جن کے ذریعہ سے پتھر اور تیر پھینکے جاتے تھے، اگر فوج کیساتھ خود خلیفہ یا کوئی شہزادہ ہوتا تو یہ نظارہ اور بھی دلکش ہو جاتا، فوج محافظ کی زرق برق وردیان، سونے سے منڈھے ہوئے شاہی پرچم، سردارون کی خوبصورت پوشاکین یہ سب مل کر نہایت ہی عالیشان منظر پیش کرتے،

فوج طلیعہ منزلِ مقصود پر پہنچکر کیمپ کے ارد گرد خندقین کھود کر بستے تیار کرتی تھی، کیونکہ عرب شب خون سے بچنے کے لیے ہر طرح کی تیاریان کر لیتے تھے، جب بڑی فوج پہنچ جاتی تو خیمے ترتیب سے لگائے جاتے اور شہر کی طرح کیمپ مین گلیان، بازار، چوک، منڈیان وغیرہ بنائی جاتین، گھبراہٹ یا پریشانی کا نشان تک نہ ہوتا، وقت پر خوراک تقسیم ہو جاتی اور شام کا کھانا تناول کرنے کے بعد عشاء کی نماز پڑھائی جاتی جس کی امامت خلیفہ یا اس کی غیر حاضری مین قاضی العساکر کرتا، نماز سے فارغ ہو کر سپاہی آپس مین حلقہ باندھکر بیٹھ جاتے، جنگون کی داستانین سنتے سناتے، یا ستار اور بانسری کے ساتھ غزلین گاتے، جب آسمان پر انجم کی سپاہ اپنے اپنے پہرہ پر قائم ہو جاتی تو عربون کی سپاہ خوابِ راحت مین چلی جاتی،

جب فوج لڑتی تو امیر العساکر بلندی پر کھڑا ہو کر جنگ کا رنگ دیکھتا، جہان کہین نقص پاتا اس کی اصلاح کرتا، اردلی اس کی ہدایت دے کر بار بار کمان افسر کے پاس آتے جاتے، جب حملہ روکنے کی نوبت پہنچتی تو پیدل سپاہ مختلف مربعون (جمع مربع یعنی چوکور) مین نیزون کو دشمن کی طرف جھکائے اپنے آگے،

زمین پر ڈھالین رکھے گھٹنون کے بل بیٹھ جاتی، تیرانداز فوج پیدل سپاہ کے عقب مین صف آرا ہوتی اور یمین ویسار پر رسالہ متعین ہوتا، جب دشمن آگے بڑھتا تو تیرانداز تیرون کی بارش شروع کر دیتے، اور پیدل سپاہ جو اپنی جگہ سے ٹل نہین سکتی تھی اپنے نیزون سے کام لیتی، اس وقت رسالہ اپنی جگہ سے حرکت کرتا اور دشمن پر بلائے بے درمان کی طرح ٹوٹ پڑتا، جب دیکھتے کہ دشمن کا پاؤن ڈگمگا گیا ہے تو بڑی فوج (رزروڈ RESERVED) حملہ کے لیے آگے بڑھتی، تعاقب کا کام فوج رسالہ یا گھوڑچڑھے تیراندازون کے سپرد ہوتا، حملہ کرتے وقت بھی فوج کی ترتیب وہی ہوتی جو حملہ روکتے وقت ہوتی،

موجودہ زمانہ کا ایک مورخ لکھتا ہے کہ عربون نے ملک شام اونٹون کی بدولت فتح کیا تھا، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب سفر لمبا ہوتا تو پیدل سپاہ کو بھی گھوڑے یا اونٹ دیئے جاتے، اگر سفر چھوٹا ہوتا اور پہنچنے کی جلدی ہوتی تو ہر ایک سوار ایک پیدل سپاہی کو اپنے پیچھے بٹھا لیتا، غرض کہ نہایت سرعت اور چستی کے ساتھ حملہ کیا جاتا اور فتح پیشوائی کے لیے موجود ہوتی،

دشمنون کی شہادت عربون کے خلاف ان کے دشمنون نے خوب نے ہرا گلا ہے، ان کو وحشی اور اصولِ جنگ سے ناآشنا بتلایا ہے، لیکن مصرع

"عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد"

ان کی یہ ہزل سرائی عربون کے فنون حرب کی تصدیق خوانی ثابت ہو رہی ہے، ان کا زبردست دشمن قیصر لیو ششم (المتوفی ۶۱۲ھ / ۱۲۵۱ء) عربی فوج کو اس زمانہ مین دیکھتا ہے، جب کہ وہ حالتِ زوال مین آ چکی تھی اور کہتا ہے کہ ان وحشیون کی ترتیب جنگ ایک بڑے مربع کی صورت مین ہوتی تھی لہذا ان پر حملہ کرنا آسان کام نہین ہوتا تھا، حملہ روکنے والے اس ترتیب کی بدولت بڑے فائدے مین رہتے تھے، کوچ کرتے وقت اور لڑائی کے وقت بھی یہی ترتیب قائم رکھی جاتی تھی، یہ کافر اپنی جگہ پر پہاڑ کی طرح جم جاتے، حملہ کرنے مین جلدی نہین کرتے اور نہ لڑائی کے جلد ختم ہو جانے کے آرزومند رہتے، انتظار کی تکلیف گو غیرون کیلئے اشد من الموت ثابت ہوتی لیکن ان وحشیون کو مطلق گران نہ گذرتی، اور جب ان پر پہلا وار خالی جاتا تو وہ طوفان بے تمیزی کی طرح اُمڈ آتے، بحری اور بری دونون لڑائیون مین ان کا یہی حال تھا، پہلے وہ دشمن پر تیرون کی بوچھار کرتے، پھر آپس مین ڈھالین ملا کر ایسا سربکف حملہ کیا جاتا، کہ الامان، وہ جنگ مین برضاو

رغبت شریک ہوتے ہتمول حب وطن کے جوش مین اُر
غریب مال غنیمت کے لالچ مین شرکت کرتے، ان کے
ہموطن مرد اور عورتین اپنے غریب اور نادار بھائیون
کو ہتیار لے کر دیتے (انتہی کلامہ) وان کریمر اپنی تالیف
"زمانۂ خلفا کی ترقی" مین قیصر لیو کے اس بیان پر اس طرح
تنقید کرتا ہے کہ "شہنشاہ عربون کو اچھی طرح سمجھ نہ سکا،
وہ جن کو وحشی اور کافر کہتا ہے ترقی مین رومیون سے
کہین آگے بڑھے ہوئے تھے، اور اس زمانہ کی تہذیب
اور ترقی کا سرچشمہ تھے"، پھر یہی مصنف لکھتا ہے کہ "بہت سے
واقعات ثابت کرتے ہین کہ رومی خود وحشی تھے اور دوسرون
کو وہ ناحق وحشی کہتے تھے" لیو ہم کو بتاتا ہے کہ عرب فوجون
اور خصوصًا اسلامی رسالون پر رومی زہر بجھے ہوئے
تیر چلاتے اور چونکہ عرب گھوڑون کو اپنی جان سے
بڑھ کر عزیز رکھتے تھے، اس لیے گھوڑون کو موت سے
بچانے کے لیے واپس ہٹ جاتے، دشمنون کے شہرون
کو لوٹ لینا اور جلا دینا تو رومیون کے نزدیک معمولی
بات تھی، مگر عرب ایسے ظالمانہ افعال کے کبھی مرتکب
نہین ہوئے، رومیون مین غنیمت کا کوئی قاعدہ اور
ضابطہ نہ تھا، مگر مذہب اسلام نے پختہ ضوابط مقرر کرائے
ہین اور عرب ان پر باحتیاط عمل کرتے تھے،

تیرہوین صدی عیسوی کے وسط مین مسلمانون
نے شورے سے بنی ہوئی بارود کا استعمال کیا، چنانچہ
جب سلطان بیبرس والی مصر (۶۷۶ھ / ۱۲۷۷ء) نے مغلون
کو شکست دی تو عربون نے توڑہ دار بندوقون سے
مقابلہ کیا تھا، عربون نے جبل الطارق (۷۰۸ھ / ۱۳۰۸ء) اور
شہر الجزیرہ (۷۴۳ھ / ۱۳۴۲ء) کے محاصرہ کے وقت بارود کا
استعمال کیا ہے، مورخ فرارس (FERRERAS)
بیان کرتا ہے کہ بعد کے تمام محاصرون مین شیشے کی گولیان
بارود کے ذریعہ سے پھینکی گئین اور اسپین کے مسیحیون نے
اسی وقت سے بارود کا استعمال شروع کیا،

جائزہ فوج کا جائزہ (ریویو) لینے کا بھی عام
رواج تھا، جائزہ لینے والے افسر "عارض"
کہلاتے تھے، دولت سلجوقیہ مین سپہ سالار اعظم
کے بعد عارض کا درجہ تھا، فوجی معائنہ کا طریقہ ایک
نہایت قدیم طریقہ ہے، سلاطین یونان وعجم بذات خود
فوج کا معائنہ کرتے جس مین سوار اور پیادون کی جسمانی
حالت، ان کے اسلحہ اور سواری اور تمام لوازمہ کی جانچ
کیجاتی اور یہی طریقہ صدر سے اخیر تک رہا،

بحری فوج شام اور مصر کی فتوحات کے باعث وسیع
سمندر عربون کے قبضہ مین آگئے تھے، گو ابتدا مین عرب
بحری غزوات کو پسند نہین کرتے تھے، لیکن جب
ان کی بری سلطنت قائم ہوگئی اور اس کی عظمت و

وشوکت نے دنیا کی آنکھون کو خیرہ کردیا تو انھون نے
مفتوحہ قومون سے فن جہازرانی مین مہارت بہم پہنچائی
اور نامور جہازران بن گئے، جہاز اور دیگر ضروری سامان
انھون نے خود تیار کیا اور بیڑے کے بیڑے آلات
جنگ سے بھر بھر کر سمندر مین چھوڑ دیئے اور اقوام
ماوراء النہر پر مجاہدانہ حملے شروع کردیئے،

ہر ایک بندرگاہ مین روشنی کا ایک منارہ
جس کو عربی مین حشاب کہتے تھے بنایا، ہر ایک
جہاز پر ایک کپتان جس کو قائد یا مقدم
کہتے تھے مقرر تھا، وہ ملاحون کی کمان کرتا، اور انکی
قواعد اور سازوسامان کا خیال رکھتا تھا، اس کا ایک
نائب ہوتا جس کو رئیس کہتے تھے، اس کا کام صرف
جہاز کی نقل وحرکت کی نگرانی کرنا ہوتا تھا، کل جہازون
کا افسر امیر الماء یا امیر البحر کہلاتا تھا،
انگریزی کا لفظ ایڈمرل اسی لفظ امیر البحر سے ماخوذ ہے،
خلفاے فاطمیہ مصریہ اور خلفاے اموی اندلسیہ کے
جہازات کے بیڑے بھی ہر طرح مسلح اور کیل کانٹے
سے درست رہتے تھے،

فوجی جاگیر یعنی فیوڈل سسٹم

عربی فوجی قوت کا زوال خلیفہ مقتدر
عباسی (المتوفی سنہ ۳۲۰ھ / ۹۳۲ء) کے عہد
سے شروع ہوتا ہے، اس زوال کے اسباب مین
فوجی جاگیرون کی عطائگی بھی ایک قوی سبب تھا، اس
خلیفہ کے عہد سے پہلے اسلامی فوج کو تنخواہ دی جاتی
تھی، لیکن اس خلیفہ نے تنخواہ کا قاعدہ توڑ کر جاگیرداری
کا طریقہ قائم کیا جو سلطان محمود خان عثمانی (المتوفی
سنہ ۱۲۵۵ھ / ۱۸۹۳ء) کے عہد تک قائم رہا، (ماخوذ از تاریخ اسلام
رائٹ آنریبل امیر علی، سنن اسلام، مقدمہ ابن خلدون
تاریخ عرب از میو سدیو فرانسیسی)

جنس (ع) بالکسر، نوع

حکما نے جملہ ممکنات کے مفہومات تعین کرنے کے لیے
پانچ کلیات لفظیہ قرار دیئے ہین، ان مین سے ایک
جنس ہے جو دلالت کرتا ہے، اس مفہوم کلی پر جسمین
مختلف انواع شامل ہین، مثلاً حیوان جنس ہے جس کے
تحت مین بکثرت انواع ہین (فلسفہ اسلام جلد اول
ص ۱۹۳) اگر جنس ایسی ہے جو قلیل اور کثیر دونون
پر صادق آئے جیسے میلا پانی جس سے مراد ایک قطرہ
بھی ہوتا ہے اور ایک دریا بھی تو اسکو جنس افرادی
کہتے ہین، اس کے خلاف کو یعنی اس جنس کو جو قلیل
اور کثیر دونون پر صادق نہ آئے مثل عدد رمل تو
اس کو جنس جمعی کہتے ہین،

فقہا کے نزدیک جنس اسکو کہتے ہین جو بہت افراد
پر صادق آئے اور وہ افراد احکام مین مختلف ہون

جیسے کہ انسان کہ مرد و عورت دونون پر صادق آتا ہے اور دونون کے حکم فقہ مین مختلف ہین اور نوع مصطلحہ فقہ دلالت کرتا ہے ان افراد کثیرہ پر جو مقاصد اور احکام کے اعتبار سے متفق ہین،

جامع الرموز (کتاب البیع) مین ہے کہ اصولئین کے نزدیک جنس زیادہ خاص ہے نوع سے، غایۃ الاوطار (کتاب البیع، باب الربا) مین ہے کہ جنس عبارت ہے مشاکلتِ معنی سے اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہے اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے

جنگ (ف) لڑائی،

اصطلاح تصوف مین امتحانات الٰہیہ کو کہتے ہین (کشاف اصطلاحات الفنون)

جنون (ع) بالضم، لغوی معنی دیوانہ ہونا

حکما کے نزدیک اختلال عقلی کو جنون کہتے ہین اس لیے کہ مجنون کے حرکات و افعال غیر ارادی اور نظامِ عقل کے خلاف واقع ہوتے ہین،

اصولئین کے نزدیک قوت متمیزہ کے اختلال کو جنون کہتے ہین، جنون کی چار قسمین ہین (۱) مانیا (۲) داء الکلب (۳) قطرب اور (۴) صَباء

اگر جنون غصہ کے ساتھ ہے تو مانیا اور اگر تکلیف دہ

سے بھاگنے کی حرکت کرتا ہے تو قطرب اور اگر بچون کے ساتھ کھیلنے کی خواہش کرے تو صباء ہے،

جنون السبعی سے مراد وہ جنون ہے جس مین حرکات ردیہ سرزد ہوتی ہین اور جوش غضب کے باعث دہن سے لعاب نکلتا رہتا ہے،

جنون المطبق (بالکسر الموحدہ) وہ دیوانگی جو عقل کو پوشیدہ کردے،

امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ دیوانگی جو ایک ماہ تک فاتر العقل بنا دے جنون المطبق کہلاتی ہے، لیکن امام ابویوسف کہتے ہین کہ جو دیوانگی سال مین اکثر عمل کرتی رہے اور امام محمد کے نزدیک کامل ایک سال تک عقل کو پوشیدہ کردے وہ جنون المطبق کہلاتی ہے

جنین (ع) بفتح بروزن فعیل، وہ بچہ جو ماں کے شکم مین ہو اس کی جمع اجنہ اور اجنین آتی ہے چونکہ "ج" و "ن" مادہ اخفاء ہے اور بچہ مخفی ہوتا ہے شکم مین اس لیے اس کو جنین کہتے ہین، جب منازل علقہ اور مضغہ طے کرکے منی شکل اعضا اختیار کرلیتی ہے اور خطوط اس کے ظاہر ہوتے ہین تو جنین کہلاتی ہے،

جنین کی خلقت اخلاط اربعہ یعنی خون، بلغم، صفرا اور سودا سے ہوتی ہے اور جب خلقت اتمام کو پہنچ جاتی

میل کرتا ہے، رحم اس ارادہ مین اس کا معاون ہوکر وسیع ہو جاتا ہے، درمیانی پردے شق ہو جاتے ہین اور رطوبت مذلقہ کے ساتھ سر کی جانب سے جنین باہر آجاتا ہے،

جنین رحم کے اندر اس شکل پر رہتا ہے کہ دونون زانو اٹھائے ہوئے اور پیٹ سے ملاتے ہوے اور دونون ہتیلی ہاتھ کی دونون رانون پر رکھے ہوے ہوتا ہے، داہنی ہتیلی داہنے بازو پر ہوتی ہے اور بائین ہتیلی بائین بازو پر اور سر دونون زانو کے اوپر رکھے ہوئے ہوتا ہے اس طور پر کہ ناک درمیان دونون زانوئن کے ہوتی ہے اور آنکھین زانو کے اوپر اور ایڑیان پاؤن کے نیچے کھڑی ہوتی ہین اور منھ جنین کا مان کے پیٹ کی طرف ہوتا ہے، (اکسیر القلوب) تحقیقات جدیدہ بتاتی ہین کہ چوتھے ہیینے کے اخیر مین بچہ پانچ انچ لنبا ہو جاتا ہے، اور چھٹے ہیینے کے اخیر مین وزن مین قریب ڈیڑھ سیر کے ہوتا ہے، نوین ہیینے مین بچہ دو سیر سے لیکر تین سیر تک وزن مین ہوتا ہے اور اٹھارہ انچ لمبا ہوتا ہے اور دو سو اسی دن کے بعد بچہ پورے قد کو پہنچ جاتا ہے اور قریبًا ایک سو بیس انچ لنبا اور وزن مین تین سیر سے پانچ سیر تک ہوتا ہے،

چونکہ جنین قبل ولادت اپنی مان کا جزو ہوتی ہے

اس لیے (۱) اگر کسی آدمی نے حاملہ عورت کو ایسا صدمہ پہنچایا جس سے حمل ساقط ہو گیا اور مردہ جنین نکل پڑا تو دیت ایک غرّہ واجب ہوتی ہے قاتل کے عاقلہ پر یعنی بیسوان حصہ مرد کی دیت کا اگر جنین مذکر ہے اور دسوان حصہ عورت کی دیت کا اگر جنین مؤنث ہے، دیت کی ادائگی مین فقہار کا اختلاف ہے، بعضے ایک سال اور بعضے تین سال کہتے ہین،

(۲) اگر مان بوجہ ضرب کے مرگئی پھر اس کے بعد جنین اس سے زندہ برآمد ہوا پھر بچہ مرگیا تو ضارب پر دو دیت یعنی ایک مان کی اور ایک بچہ کی واجب ہوگی،

(۳) اگر کسی نے دوسرے کی مملوکہ باندی کے شکم مین مارا اور مولے نے جو کچھ اس کے پیٹ مین ہے آزاد کر دیا اور لونڈی نے زندہ جنین ڈال دیا اور پھر وہ بچہ مرگیا تو اس کی قیمت بحساب زندہ ہونے کے واجب ہوگی اور دیت واجب نہ ہوگی،

(۴) جس جنین کی تھوڑی خلقت ظاہر ہوئی ہو مثلاً سر یا ہاتھ وغیرہ بنا ہو تو وہ بھی بمنزلہ پوری جنین کے ہے،

(۵) اگر عورت کے پیٹ سے ضرب کے باعث مضغہ یعنی لوتھڑا اگرا جس کی خلقت مین کچھ ظاہر نہین ہوا تو اس مین غرّہ نہین ہے (عین الہدایہ، کتاب الدیات، فصل جنین)

فقہاے امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک (۱) آزاد مسلمان کے پیٹ کے بچے کی دیت سو دینار ہین، یعنی پوری دیت کا دسوان حصہ بشرطیکہ پیٹ مین بچہ پورا بن چکا ہو اور اس مین جان نہ پڑی ہو، خواہ لڑکا ہو یا لڑکی (۲) مملوک کے پیٹ کے بچہ کی دیت اس مملوکہ مان کی قیمت کا دسوان حصہ ہے (جامع الجعفری جلد دوم ص ۶۶۷)

چوپایہ کی جنین (یعنی وہ بچہ جو شکم مین ذبح کے بعد پایا جاے) اگر مردہ نکلے تو حلال ہے بموجب مذہب امام مالک، اوزاعی، ثوری، ابو یوسف اور احمد وغیرہم کے لیکن امام ابو حنیفہ اس کی حرمت کے قائل ہین (ترجمہ حیوۃ الحیوان جلد اول) فقہاے امامیہ کے نزدیک اگر بچہ کی خلقت پوری نہین ہوئی ہے تو حرام ہے اور اگر مان کے پیٹ سے زندہ نکلا تو اسے ذبح کرنا چاہیے، (جامع عباسی)

جَوَارِح

(ع) بالفتح، شکاری جانور، اس کا واحد جارحہ ہے، وہ جانور جوارح کہلاتے ہین جو بذات خود کسب کرتے ہین اور زخمی کر کے شکار مارتے ہین جیسے کتا، چیتا، عقاب، باز، شکرہ وغیرہ چونکہ جرح بمعنی کسب کے بھی آتے ہین اس لیے جوارح کے معنی اکثر تفاسیر مین کواسب کے بھی آئے ہین،

سورۂ مائدہ (پ ۶ - ع اول آیت ۶) مین ہے کہ حلال کیا (تمھارے لیے شکار تمھارے سدھاے ہوے شکاری جانورون کا (جوارح مکلبین) عین الہدایہ مین ہے کہ آیۂ شریفہ مین مکلبین سے مراد عام ہے خواہ کلب تعلیم یافتہ ہو یا کوئی اور جانور، پس تعلیم یافتہ کتے یا تعلیم یافتہ چیتے اور تعلیم یافتہ باز اور دیگر جوارح کا شکار جائز ہے، (عین الہدایہ، کتاب الصید، جلد چہارم) فقہاے امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک صرف سگان تعلیم یافتہ کا شکار جائز ہے اور دوسرے جوارح کا نہین، تفسیر عمدۃ البیان مین ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ سگ تعلیم یافتہ کا شکار کیا ہوا جانور اگر مر جائے سگ شکاری کے مارنے سے تو وہ حلال ہے، لیکن باز، عقاب، اور چیتے وغیرہ کا مارا ہوا (گو وہ تعلیم یافتہ ہی ہون) حلال نہین ہے،

عین الہدایہ مین ہے کہ تعلیم جوارح کو تسمیہ پڑھ کر چھوڑا اور اُس نے شکار کو مار ڈالا، تو شکار حلال ہے، اور اگر شکار زندہ پکڑ گیا اور ذبح نہ کیا حتی کہ مر گیا تو وہ اس وجہ سے مردار ہو گیا کہ اختیاری ذبح کو ترک کر دیا گیا، حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ جوارح تعلیم یافتہ ہو کہ شکار مین سے نہ کھاوے اور جب وہ صید نہین رہا یعنی مالک کے قبضہ مین آگیا تو اب اس مین سے کتے کا کھانا خواہ مالک کے دینے سے ہو خواہ اچک

لینے سے حلت کو مضر نہین، اور وہ کتا تعلیم یافتہ ہونے سے
خارج نہین (عین الهدایه، کتاب الصید فصل فی الجوارح)

ایک دعاے ماثورہ مین ہر کہ مین طوارق لیل
اور جوارح نہار سے پناہ مانگتا ہون، اس دعا مین
طوارق لیل سے مراد وہ مصیبتین ہین جو رات مین
آتی ہین اور جوارح نہار سے مراد وہ مصائب ہین
جو دن مین واقع ہون،

جُوارِش (معرب) بضم اوّل وکسر رارِ مہملہ
گوارش کا معرب ہے،

اطبا کے نزدیک دواے مرکب وہاضم وخوش ذائقہ
کو جوارش کہتے ہین، بخلاف معجون کے کہ اس مین
خوش ذائقہ ہونے کی قید نہین (غیاث اللغات، بحوالہ
بحر الجواہر)

جَواز (ع) بالفتح، گذرنا، درست ہونا،

جواز کا اطلاق امکان خاص اور امکان عام دونون
پر ہوتا ہے، علامہ تفتازانی نے جواز کے متعلق جو کچھ
لکھا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کا اطلاق کئی معنون
پر ہوتا ہے، (۱) مباح و (۲) اس چیز پر کہ شرع نے منع
نہین کیا ہے، بحیثیت مباح، واجب، مندوب اور
مکروہ ہونے کے (۳) اس چیز پر کہ عقل نے منع نہین کیا
ہے، از روے واجب ہونے کے یا راجح ہونے کے
یا مساوی الطرفین ہونے کے یا مرجوح ہونے کے (۴)
اس چیز پر جو مساوی ہے دو امرون مین از روے
شرع کے یا از روے عقل کے جیسے کہ فعل صبی (لڑکے)
کا جو مکلف نہین ہے اور جس کے لیے شارع کی جانب
سے عمل یا ترک عمل کی اجازت ہے (۵) اس چیز پر جو
مشکوک فیہ ہو (ماخوذ از کشاف اصطلاحات الفنون)

جوامع الکلم (ع) بفتح کاف وکسر لام، کلام معجز کہ الفاظ قلیل
اور معنی کثیر ہون،

وہ چند احادیث جو باوجود اختصار الفاظ وعبارت
کے مطالب کثیرہ پر مشتمل ہین جوامع الکلم کہلاتی ہین،
(غیاث اللغات)

جواہر جمع ہے جوہر کی (دیکھو جوہر)

جواہر تسعہ سے کبھی تو نو افلاک مراد ہوتے
ہین اور کبھی نو جوہر جس کو ہندی مین نورتن کہتے ہین
اور وہ یہ ہین،

(۱) لعل (۲) مروارید (۳) الماس (۴) زمرد (۵)
یاقوت (۶) فیروزہ (۷) مرجان (۸) نیلم (۹) عقیق
(غیاث اللغات)

جواہر مجردہ سے مراد عقول عشرہ
ہین اور یہ حکما کے نزدیک دس فرشتے ہین،

جواہر علویہ سے مراد افلاک وکواکب وارواح ہین،

جوالقیہ، یہ فرقہ منسوب ہے ہشام بن سالم بن جوالقی کوفی کی طرف جو غلام تھا بشر بن مروان بن حکم کا، اس فرقہ کو کبھی سالمیہ اور کبھی ہشامیہ بھی بولتے ہین، جوالقی کا قول تھا کہ اللہ تعالیٰ انسان کی صورت پر ہے، نصف اعلیٰ اس کا مجوف یعنی خالی اور نصف مصمت یعنی ٹھوس ہے، اللہ کے سر کے بال کالے ہین، اور وہ گوشت اور خون نہین رکھتا بلکہ ایک چمکتا ہوا نور ہے، جس کے حواس خمسہ مثل حواس انسان کے ہین، اس فرقہ کا ظہور ۱۱۳ ہجری مین ہوا، (ماخوذ از مذاہب الاسلام)

جُودِی (ع) بالضم، لغوی معنی مین منسوب طرف بخشش کے"

نام ہے اس پہاڑ کا جہان حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ٹھہری تھی، مجمع البحار مین ہے کہ دجلہ اور فرات کے درمیان ایک جزیرہ ہے جس مین یہ جودی پہاڑ واقع ہے (انتہی) وہ سلسلۂ پہاڑ جو موصل سے شام تک پھیلا ہوا ہے جودی کہلاتا ہے، توریت مقدس مین اس سلسلہ پہاڑ کو اراراٹ کے نام سے تعبیر کیا ہے،

سورۂ ہود (پ ۱۲، ع ۴- آیت ۳۸) مین طوفان نوح کے سلسلہ مین جودی کا ذکر آیا ہے جس پر حضرت نوح کی کشتی نے قیام کیا تھا، طوفان نوح کی مدت کا تعین ایک اختلافی مسئلہ ہے، صاحب تبیین الکلام نے جو مدت متعین کی ہے وہ تین سو ستر دن ہین جنمین ایک سو گیارہ دن تک کشتی ارارات (جودی) پر ٹھہری رہی،

جَوْر (ع) بالفتح، ظلم وستم،

اصطلاح تصوف مین سالک کا حالت عروج مین سیر سے باز رکھنا جور کہلاتا ہے (کشاف اصطلاحات الفنون)

جَوْزا (ع) بالفتح، لغوی معنی کالی بکری کے ہین جس کے منھ پر سفید دھاری ہو چونکہ ایسی سیاہ بکری عام بکریون مین نمودار رہتی ہے اس مناسبت سے جوزا نام ہوا برج آسمانی کا جو بمقابلہ دیگر بروج کے کواکب کی روشنی سے منور ہے،

جوزا نام ہے تیسرے برج کا جو جڑوان ہے یعنی اٹھارہ ستارے دو جڑے ہوئے آدمی کی شکل مین جمع ہو گئے ہین، ان مین سے دو قدر دوم مین ہین اور ان کو راس التوامین کہتے ہین، اور پانچ ان مین سے قدر سوم مین اور نو ستارے قدر چہارم مین اور دو کوکب قدر پنجم مین ہین (ماخوذ از ترجمہ مطلع العلوم)

جُوع (ع) بالضم، بھوک،

جوع البقر ایک مرض ہے کہ باوجود معدہ کی سیری کے تمام اعضا پر گرسنگی کی حالت طاری رہتی ہے اور

غذا جزو بدن نہین ہوتی،

جوع الکلب، ایک مرض ہی کہ آدمی چاہے کتنا کھائے مگر بھوک کم نہ ہو اور سیری حاصل نہ ہو، اس مرض کو شہوت کلبی بھی کہتے ہین (لغات کشوری)

ربیعۃ الجوع. بن مالک بن زید پدر قبیلہ ہے. خاندان تمیم سے (منتہی الارب)

جَوف (ع) بالفتح شکم، پیٹ، خول ہر چیز کا، اس کی جمع اجواف آتی ہے،

علم طب مین جوف کا اطلاق دو چیزون پر ہوتا ہے جن مین سے ایک کو جوف الاعلیٰ کہتے ہین اور وہ آلاتِ تنفس پر حاوی ہی اور دوسرے کو جوف الاسفل کہتے ہین جو آلاتِ غذا کو احاطہ کئے ہوئے ہے، (کشاف اصطلاحات الفنون)

جوہر (معرب) گوہر کا معرب ہے، جو نام ہے ایک قیمتی پتھر کا، اصل ہر شے کی. اس کی جمع جواہر آتی ہی، اصطلاحِ حکما مین وہ چیز جو بذات خود قائم ہو جوہر کہلاتی ہے، (غیاث اللغات) جوہر وہ ممکن چیز ہے جس کو محل کی ضرورت نہ ہو، جیسے نفس (مصطلحہ حکما)، یا جو اپنے وجود مین ایسے محل اور جگہ کی محتاج نہ ہو جو اس جوہر سے بے پروا ہو جیسے صورت (مصطلحہ حکما)، جوہر ضد ہے عرض کی جو بذات خود قائم نہین ہوتا، بلکہ توسیلہ جوہر قائم رہتا ہی جیسے کپڑا جوہر ہے اور رنگ اس کا عرض ہی،

جوہر یا تو **مجرد** ہوگا یا **غیر مجرد**، اگر مجرد ہے تو متعلق بہ بدن بر سبیل تصرف و تدبیر ہے یا نہین ہے، اگر ہے تو اس کا نام عقل ہی اور اگر نہین ہے تو اس کا نام نفس ہے، اگر جوہر غیر مجرد ہے تو مرکب ہے یا غیر مرکب، اگر مرکب ہے تو اس کو جسم کہتے ہین اور اگر غیر مرکب ہے تو یا (۱) حال ہوگا (یعنی کسی چیز مین حلول کئے ہوئے ہوگا) تو اس کو صورت کہین گے یا (۲) محل ہوگا یعنی جائے حلول کسی چیز کا تو اس کا نام ہیولےٰ ہے، اس طرح جوہر کی پانچ قسمین ہوئین یعنی (۱) ہیولیٰ (۲) صورت (۳) جسم (۴) نفس اور (۵) عقل،

ایک دوسرے اعتبار سے جوہر کی تقسیم اس طرح بھی ہے کہ وہ **بسیط روحانی** ہے جیسے عقول یا **بسیط جسمانی**، جیسے عناصر یا **مرکب عقلی** ہی جیسے ماہیات جوہر مرکبیہ از قبیل جنس و فصل وغیرہ یا **مرکب خارجی** جیسے موالید ثلاثہ (ماخوذ از فلسفہ اسلام جلد اوّل)

جوہر لقب ہے اس مشہور سپہ سالار کا جس نے جامع ازہر مصریہ کی بنیاد ڈالی، آپ کا نام ابوالحسن ہے اور آپ جزیرہ صقلیہ کے باشندہ ہین، اپنی خداداد قابلیت اور جوہر ذاتی کی بدولت افواج خلفائے مصریہ کے قائد اعظم ہوگئے، شہر قاہرہ کی بنیاد بھی آپ ہی نے سنہ ۳۵۹ھ مین ڈالی،

جوہر اول کنایہ ہے حضرت جبریل سے، حکما کے نزدیک عقل اول سے،

جوہر فرد، حکما کی اصطلاح مین جزو لایتجزی کو کہتے ہین جو کسی طرح تقسیم اور ٹکڑے نہین ہو سکتا، کہا جاتا ہے کہ مادہ نہایت باریک اور چھوٹے چھوٹے اجزار سے مرکب ہے، اور ان مین ایسے خورد ترین اجزار بھی ہین جن کی وہم مین بھی تقسیم نہین ہو سکتی، یہی خورد ترین اجزار جوہر فرد کہلاتے ہین،

تاریخ فلسفۂ اسلام (مؤلفہ مسٹر ٹ۔ ج۔ دو بویر، مترجمہ ڈاکٹر سید عابد حسین) مین ہے کہ وہ مختص چیز جو مسلم متکلمین نے پیدا کی وہ نظریہ جوہر فرد ہے، اس نظریہ سے مقصود یہ تھا کہ فطرت کو خود رو نہین بلکہ ایک خالقانہ فعل الہی کا نتیجہ قرار دیا جائے یا بالفاظ دیگر فطرت کو قدیم نظام الہی نہین بلکہ اس دنیا کی فانی ہستی رکھنے والی مخلوق تسلیم کی جائے اور خدا کا تصور بحیثیت قادر اور خالق مطلق کے کیا جائے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نظریہ حدوث نیز خلاف عقیدۂ قدم عالم ایک عرصہ دراز سے اسلامی علم کلام کا عنوان قرار دیا گیا (انتہی کلامہ) یہی باعث ہے کہ متکلمین اسلام نے ارسطو کے ہیولے کو چھوڑ کر دیمقراطیس کی رائے کی پرزور حمایت کی، کیونکہ وہ اس کے مسئلہ اجزائے لایتجزی سے شروع ہی سے واقف تھے، حاصل بحث یہ ہے کہ متکلمین قائل ہین کہ ایک ایسا چھوٹا جز نکل سکتا ہے جس کا تجزیہ نہ ہو سکے اور حکما کہتے ہین کہ ایسا چھوٹا جز نہین نکل سکتا، بلکہ جہان تک فرض کیے جاؤ تجزی ممکن ہے، ظاہر ہے کہ اگر کوئی مقدار محدود و مفروض ہوگی تو جز لایتجزی ثابت ہے اور اگر نہ ہوگی تو ادراک و تحدید باطل ٹھہرتی ہے،

فقہاے اسلام جوہر فرد کا قطعی طور پر انکار کرتے ہین اہل حدیث اور ارباب تصوف کا بھی یہی حال ہے، فقہا کے نزدیک یہ متفق علیہ ہے کہ بعض اجسام دوسرے اجسام مین مستحیل ہو جاتے ہین مثلاً گندگی راکھ بنجاتی ہے اور خنزیر (سور) نمک کی کان مین نمک ہو جاتا ہے،

فلاسفہ حال کہتے ہین کہ اجزائے لایتجزی ایک نہایت ہی لطیف غاز (گیس) مین جس کو اثیر (ایتھر) کہتے ہین اس طرح تیرتے پھرتے ہین جس طرح اجرام سماویہ اپنے افلاک یعنی گھردون مین پھرتے رہتے ہین، جو حرکتین ان جواہر کی اس غاز مین پائی جاتی ہین وہ مختلف قسم کی ہوتی ہین، اور خارج اور ظاہر قواے طبیعیہ یعنی حرارت، نور، اور کہربائیہ کی شکل مین ظاہر ہوتی ہین، یہ جواہر ایک مجموعی ہیئت کے ساتھ باہم ملاقی ہوتے ہین اور مرکب ہوتے رہتے ہین، یعنی جسم دقایق سے مرکب ہوتا ہے اور دقائق جواہر سے مولف ہوتے ہین،

(دیکھو سالمات)

جویریہ، آپ حارث بن ہزار کی بیٹی تھین جو قبیلۂ بنی مصطلق کا سردار تھا، غزوۂ بنی مصطلق مین جو ۵ھ/۶۲۶ء کا واقعہ ہے آپ گرفتار ہوئین، جب مال غنیمت تقسیم ہوا تو آپ ثابت بن قیس انصاری کے حصہ مین آئین اور نو اوقیہ سونا ادا کرنے پر رہائی کا وعدہ لیکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین اور امداد کا سوال کیا، آنحضرت صلعم نے رقم موعودہ ادا کردی، حضرت جویریہؓ نے اس رحمدلی اور اخلاق سے متاثر ہو کر شرف زوجیت عطا کیے جانے کی خواہش ظاہر کی، یہ درخواست بھی منظور ہوئی اور ام المومنین کا کا شرف حاصل ہوا، آپ نے ۵۰ھ/۶۷۰ء مین وفات پائی اور جنت البقیع مین مدفون ہوئین،

جہاد (ع) بالکسر اول، جہاد مشتق ہے جہد سے جس کے معنی بے انتہا کوشش کرنا اور غایت طاقت سے کام لینا ہین، تکلیف شدید کے برداشت کرنے کو بھی جہد کہتے ہین، اسی واسطے عرب جَہَدَ اللّبنَ اس وقت بولتے ہین جب اس سے پورا مسکہ نکال لیا جاتا ہے جہد الطعام عربی مین اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کسی کو غایت درجہ کی خواہش طعام ہو،

امام راغب اصفہانی نے مفردات مین جہاد کی تعریف یہ کی ہے کہ دشمن کے حملہ کی مدافعت مین اپنی پوری طاقت اور قوت سے کوشش کرنا خواہ دشمن کا حملہ ظاہر ہو جیسے اعدائے دین کا حملہ یا باطنی جیسے نفس امارہ کا حملہ، اصطلاح فقہا مین جہاد اس لڑائی کو کہتے ہین جو حفاظت اسلام، قیام حق و صداقت اور استیصال فتنہ و فساد کی غرض سے کیجائے، مسٹر لین اپنی مشہور تالیف "مد القاموس" مین لکھتے ہین کہ جہاد سے لڑائی کا مفہوم لینا صرف اسلام کے زمانہ کا تراشا ہوا ہے، قدیم عربی زبان مین اس کا نام و نشان بھی نہین، ہم آیندہ چل کر ثابت کرین گے کہ مسلمان جو جہاد کے معنی لڑائی لڑنے کے لیتے ہین، وہ نزول قرآن کے بعد اس مفہوم مین داخل کیے گیے ہین، اور جس طرح اس کا استعمال قرآن مجید مین ہوا ہے، وہ اس کے قدیم محاورے اور اس کے وضعی و اصلی معنی مین ہوا ہے (انتہی کلامہ) صاحب "تحقیق الجہاد" لکھتے ہین کہ لفظ جہد و جہاد اور ان کے پندرہ ۱۵ مشتقات قرآن شریف کی چھتیس ۳۶ آیتون مین وارد ہوئے ہین، وہ سورتین اور آیتین ذیل مین درج کیجاتی ہین، (۱) سورۂ بقر (آیت ۲۱۵) جاہدوا (۲) آل عمران (آیت ۱۳۶) جاہدوا (۳) نساء (آیت ۹۷) مجاہدین (۴)، مائدہ (آیت ۳۹) جاہدوا (آیت ۵۸) جہد (آیت ۸۹) مجاہدون (۵) سورۂ

(۷) توبہ (آیات ۸۹ و ۲۰ و ۱۶) جاہدوا (آیت ۱۹) جاہَدَ و (آیات ۸۲ و ۴۴) یجاہدوا و (آیت ۲۴) جہاد و (آیت ۸۰) جُہد و (آیت ۷۴) جاہد و (آیات ۷۰ و ۴۱) جاہُدوا (۸) نحل (آیت ۱۱۱) جاہدوا و (آیت ۴۰) جُہْد (۹) حج (آیت ۷۷) جہاد (۱۰) نور (آیت ۵۲) جُہْد (۱۱) فرقان (آیت ۲۵) جاہدہم وجہادًا (۱۲) عنکبوت (آیت ۵) جاہَدَ و (آیت ۷) جاہَدَاکَ و (آیت ۶۹) جہاد و (۱۳) لقمان (آیت ۱۴) جاہَدَ (۱۴) فاطر (آیت ۴۰) جہد (۱۵) محمدؐ (آیت ۳۳) مجاہدین (۱۶) حجرات (آیت ۱۵) جاہدوا (۱۷) ممتحنہ (آیت اول) جہاد (۱۸) صف (آیت ۱۱) تجاہدون (۱۹) تحریم (آیت ۹) جاہد، ان مقامات مین سے سورہ ہاے مائدہ (آیت ۵۸) وانعام (آیت ۱۰۹) ونحل (آیت ۴۰) ونور (آیت ۵۲) و فاطر (آیت ۴۰) مین جو الفاظ جَہد وجُہد آئے ہین ان کے معنی سوا ے ایک آخری مقام کے صریحًا پختہ قسمون یا جز قسمون کے ہین اور سورۂ توبہ (آیت ۸۰) مین جہد کے معنی تھوڑی سی خوراک مین جس پر ایک قلیل البضاعت شخص مشکل سے گذر کرسکتا ہے، باقی آیات دو قسم کی ہین، پہلی وہ جو مکی سورتون مین واقع ہوئی ہین اور چونکہ اس وقت تک مسلمانون نے اپنی حفاظت کے لیے ہتیار نہین اٹھائے تھے لہذا بالاتفاق جہاد کے معنی ان آیات مین

آیات وہ ہین جنمین وہ لفظ مدنی سورتون مین آئے ہین اور یہ اس وقت نازل ہوئی ہین جبکہ مسلمان اپنی حفاظت کے لیے ہتیار اٹھا چکے تھے اس زمانہ کی مناسبت سے ان الفاظ کے بالکل ایک نئے اورعارضی معنی مذہبی غارتگری لڑائی کے لیے گئے ہین تاہم بعض آیات مین مسلمان اور عیسائی مصنفین نے اس لفظ کو اپنے اصلی اور وضعی معنی مین لیا ہے، مختصر یہ کہ لفظ جہد یا جہاد عرب کی قدیم زبان اور نیز قرآن مین جنگ کرنے کے معنون مین نہین آیا ہے بلکہ اس کے معنی صرف اپنی وسعت بھر کوشش کرنے اور محنت مشقت کرنے کے ہین، جہاد بمعنی جنگ جو لیے جاتے ہین وہ ایک اصطلاحی معنی ہین اور نزول قرآن سے بہت زمانہ بعد اس کو پہنائے گئے ہین (ضمیمہ تحقیق الجہاد) اور بجاے حرب کے جو غیظ وغضب، لوٹ مار اور سلب و نہب کو ظاہر کرتا ہے، لفظ جہاد استعمال کیا گیا ہے تاکہ مجاہدات اسلامیہ اور غیر اسلامیہ مین تمیز ہو سکے،

فقہا کے نزدیک جہاد کا مقصد وہی ہے جو حدود کا ہے یعنی عالم کو فساد سے خالی کرنا صرف فرق یہ ہے کہ (۱) حدود مین اکثر معاملہ اہل اسلام سے ہے اور جہاد مین کفار سے (۲) حدود ازالۂ فسق کے لیے ہین اور جہاد ازالۂ کفر کے لیے (غایۃ الاوطار جلد دوم ص ۴۶۶)

آیات متعلق بجہاد اصلاح نفس

چونکہ جہاد اپنے وضعی معنی کے اعتبار سے دلالت کرتا ہے حصولِ مقصد کی انتہائی کوشش پر اس لیے ایثار، تزکیۂ نفس اور تہذیبِ اخلاق کی جدوجہد بھی جہاد مین داخل ہے، چنانچہ (۱) سورۂ توبہ (پ۱۰ ع ۱۱- آیت ۸۹) مین ہے کہ رسول اور مومنین وہ لوگ ہین کہ انھون نے اپنے جان اور مال سے جہاد کیا ہے پس تمام بھلائیان ان کے لیے ہین،

(۲) سورۂ عنکبوت (پ ۲۱-ع ۷-آیت ۶۹) جن لوگون نے ہمارے لیے جہاد (ریاضت و مجاہدۂ نفس) کی ہم بھی ضرور اُن کو اپنا رستہ دکھلائین گے، اور خدا صرف اربابِ احسان ہی کیساتھ ہے،

(۳) سورۂ فرقان (پ ۱۹-ع ۵-آیات ۵۴-۵۳) اگر ہم چاہتے تو ہر بستی مین ایک ڈر سنانیوالا کھڑا کرتے، پس آپ (اے محمد صلعم) کافرون کا کہنا نہ مانئے اور قرآن (کے دلائل) سے ان کا مقابلہ کیجئے (جہاداً کبیرا)

(نوٹ) اس آیت مین قرآن کریم کے ذریعہ سے حق کے پھیلانے کو جہاد کبیر سے موسوم کیا ہے کیونکہ یہی اصل مین بڑا جہاد ہے اور ہر وقت سرانجام دیا جاسکتا ہے،

جہاد اپنے اصطلاحی معنی مین

مسٹر ارنلڈ اپنی تالیف پریچنگ آف اسلام مین لکھتے ہین کہ قرآن مجید مین ایک بھی حکم نہین ہے جو کافرون کے ساتھ بغیر اشتعال کے جنگ کرنے کو جائز قرار دے، اگر قرآن سے یہ اصول کسی طرح پیدا ہو سکتا ہے تو صرف اس طرح کہ مختلف آیات کے ٹکڑے علٰحدہ لے لیے جائین اور فحوائے کلام پر نظر کیے بغیر اور خاص حالات کو سمجھے بدون کہ جنمین وہ آیتین نازل ہوئی ہین اور جن سے ان کا تعلق تھا ان سے مطلب اخذ کیا جائے، (انتہی کلامہ)

ذیل مین چند آیات قرآنی کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ قرآن مجید نے کن صورتون مین جنگ اور قتال کی اجازت دی ہے،

(۱) سورۂ حج (پ ۱۷ع ۶-آیات ۴۱-۴۰) جو لوگ مارے جاتے ہین ان کو جہاد کی اجازت دیگئی کیونکہ اُن پر ظلم کیا گیا اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے (نیز ان کی بھی) جو ناحق اپنے گھرون سے نکالے گئے صرف اس کہنے پر کہ اللہ ہمارا رب ہے، اور اگر اللہ لوگون کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے دفع نہ کرتا تو تکیے، مدرسے، گرجا اور مسجدین کہ جنمین اللہ کی بہت یاد کیجاتی ہے، ڈھائی جاتین،

تفسیر اتقان مین بحوالہ مستدرک لکھا ہے کہ مندرجہ بالا آیات سب سے پہلے جہاد کے سلسلہ مین نازل ہوئین (انتہی کلامہ) ان آیات مین وہ وجوہات بھی درج ہین جو مسلمانون کو جہاد کی اجازت کے باعث ہوئے یعنی (۱) ان کا مظلوم ہونا (۲) ان کا گھر بار سے نکالا جانا اور

املاک سے بیدخل کیا جانا (۳) مذہبی آزادی کا قیام جو
نہ صرف مسلمانون کے لیے ضروری تھا بلکہ یہودیون اور
دیگر اقوام کے لیے بھی جو مسلمانون کے ظلِ عاطفت مین
صلح اور امن کی زندگی بسر کررہی تھین،

(۲) سورۂ بقر (پ ۲ - ع ۲۴ - آیات ۱۸۸ - ۱۸۶) مسلمانو!
جو لوگ تم سے لڑین تم بھی اللہ کے راستہ مین یعنی دین کی
حمایت مین اُن سے لڑو، مگر زیادتی نہ کرو، خدا کو زیادتی
کرنے والے پسند نہین، ان کو (جو لوگ تم سے لڑین)
قتل کرو جہان تم انھین پاؤ، اور ان کو اس جگہ سے نکالدو
جہان سے انھون نے تم کو نکالا ہے، ظاہر ہے کہ فساد
کا برپا رہنا خون ریزی سے بڑھکر ہے، اگر تمھارے
دشمن فساد سے باز آجائین تو پھر ان پر کسی طرح زیادتی
نہ کرو، کیونکہ زیادتی ظالمون کے سوا کسی پر جائز نہین،
تفسیر اتقان مین ہے کہ ابن جریر نے ابی العالیہ سے
روایت کی ہے کہ جنگ کی بابت پہلی آیات مدینہ مین اترین
اور وہ سورۂ بقر کی مندرجۂ بالا آیات ہین،

(۳) سورۂ انفال (پ ۹ ع ۶ - آیت ۴۷) مسلمانو! جب
کافرون کی کسی فوج کے ساتھ تمھارا مقابلہ ہوجایا کرے
تو ثابت قدم رہا کرو، اور کثرت سے اللہ کی یاد کیا کرو
تاکہ آخر کار تم فلاح پاؤ،

(۴) سورۂ توبہ (پ ۱۰ ع اول، آیت ۵) جب حرمت
والے مہینے گذر جائین تو مشرکون کو جہان پاؤ پکڑو،
اور قید کرو اور مورچہ بندی کرکے تمام راستے روک لو،
مفسرین اس آیت کو آیۃ السیف کہتے ہین،
اس آیت سے مقدم اور مؤخر بیس پچیس آیات ہین جنمین
فساد کو دور کرنے کے لیے خدائے تعالیٰ نے مسلمانون
کو فتح کا حکم دیکر اس کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے اور اس
امر پر خاص طور سے متوجہ کیا ہے کہ تمھاری خیریت
صرف اس صورت مین ہے کہ تم متحد اور متفق رہو اور
جب تک تم فتح پر کمر نہ باندھوگے، یہ آئے دن کی چخ
چخ قائم رہے گی،

(۵) سورۂ ممتحنہ (پ ۲۸ - ع ۲ - آیات ۹ - ۸) جو لوگ
تم سے نہین لڑے اور نہ تم کو تمھارے گھرون سے
نکالا ان کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرنے سے
خدا تم کو منع نہین کرتا بلکہ اللہ سلوک کرنے والون کو
دوست رکھتا ہے، صرف ان سے دوستی رکھنے سے
منع کرتا ہے جو تم سے تمھارے دین کے سبب لڑتے
ہین اور تم کو گھرون سے نکال دیا ہے (اور منع کرتا ہے
دوستی رکھنے سے) ان لوگون سے جنھون نے تم کو
گھرون سے نکال دینے پر نکالنے والون کی مدد کی ہے،
یہ اور اسی قبیل کی دوسری آیتین ہین جو حکم جہاد پر
دلالت کرتی ہین، لیکن ان آیات سے صاف ظاہر

کہ لڑائی کا حکم کسی کو زبردستی مذہب اسلام مین لانے کے لیے نہین دیا گیا ہے بلکہ ان لوگون کی نقصان رسانی سے محفوظ اور مصئون رہنے کے لیے یہ حکم دیا گیا ہے، جو مسلمانون کو قتل کرنا، ان سے لڑنا اور امن عامہ مین خلل ڈالنا اپنا فرض اولین سمجھے ہوئے تھے، اور کسی طرح بھی بدچلنی اور جرائم سے باز آنا ان کو پسند نہ تھا،

جنگ اور جہاد کا فرق

اسلامی جہاد کا حکم جنگ کے حکم سے قطعی جدا ہے، جنگ مین انسان کو پوری آزادی ہوتی ہے، وہ کسی عہد کی پروا نہین کرتا، اپنی بات کا پابند نہین رہتا، اور ہر قسم کے وحشیانہ جرائم کا مرتکب ہو جاتا ہے، جن کی زندہ مثالین ان قومون کی جنگ مین بھی بکثرت موجود ہین جو فی زمانا تہذیب اور تمدن کی علمبردار بنی ہوئی ہین اور جن کی جوع الارض نے حقیقی امن و صلح کو دنیا سے مفقود کر دیا ہے، جن کے فلسفۂ سیاست مین احتیال اور حکمت عملی کو فضائل و کمالات مین شمار کیا جاتا ہے اور جس کے تمدنی نظام کی بنیاد تمامتر تنازع للبقا اور باہمی کشمکش ہے، جنگ کی اس مطلق العنانی کے مقابلہ مین جہاد کی پابندیون پر غور کرو جو کتاب اور سنت نے عاید کر رکھی ہین، مسلمانون کو حکم ہے کہ

(۱) کافرون کے ساتھ جو عہد و پیمان طے ہوئے ہون ان پر نہایت ایمانداری کے ساتھ پابند رہین (۲) فتوحات ملکی کی غرض سے فوج کشی نہ کرین، (۳) کوئی عورت، لڑکا اور معمر وضعیف قتل نہ کیا جائے (۴) کسی کے ناک کان نہ کاٹے جائین (۵) عبادت کرنے والے گوشہ نشین قتل نہ کئے جائین اور ان کے عبادت خانے نہ کھودے جائین (۶) کوئی عمارت اور آبادی ویران نہ کیجائے (۷) کسی جانور یعنی بکری، اونٹ وغیرہ کی کونچین نہ کاٹی جائین (۸) کوئی پھل دار درخت نہ کاٹا جائے اور کوئی کھیت نہ جلایا جائے (۹) کسی پر ظلم و جبر نہ کیا جائے (۱۰) جو لوگ اطاعت قبول کرین اور جزیہ دین ان کی جان اور مال مسلمانون کی جان اور مال کے برابر سمجھی جائے اور ان کے دشمنون سے ان کی حفاظت کیجائے، (۱۱) جب تک اسلام قبول کرنے کی دعوت نہ کیگئی ہو دفعتہً حملہ نہ کر دیا جائے (ماخوذ از مسلم و ابوداؤد و مشکوٰۃ، کتاب الجہاد) پس ثابت ہوا کہ جہاد کا مقصد قتل اور خون ریزی نہین ہے، بلکہ فتنہ و فساد کا قلع قمع کر کے امن قائم کرنا ہے، با لفاظ دیگر خون سے خون ہی کے دھبون کو دھونا اور جنگ سے جنگ ہی کا خاتمہ کر دینا جہاد کی غرض ہے تاکہ دنیا میدان جنگ کی جگہ آغوش صلح مین اطمینان کیساتھ زندگی بسر کرے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ جب تم کفار سے مقابلہ کرو تو پہلے خون ریزی کرو پھر ان کو قید کر کے بلامعاوضہ

احساناً چھوڑ دو یا فدیہ لے کر رہا کر دو (قتل کو جاری رکھو)
یہان تک کہ صفحہ ہستی سے جنگ بھی محو ہو جائے (سورۂ
محمد پ۲۶ ع اول آیات ۴-۳)

اسیران جنگ

سورۂ محمدؐ کی مندرجہ آیات شریفہ تعلیم دیتی ہین
کہ اسیران جنگ کو یا تو مفت چھوڑ دیا جائے یا معاوضہ
لے کر، پس یہی دو صورتین ہین جنپر عمل کرنے کا مسلمانون
کو حکم دیا گیا ہے، چنانچہ صاحب تحقیق الجہاد لکھتے ہین کہ
اسیران جنگ کا قتل کرنا یا ان کو غلام بنانا تعلیمات قرآنی
کے خلاف ہے،

اسیران بدر کی بابت سر ولیم میور لکھتے ہین کہ "محمد
(صلعم) کے احکام کے بموجب اہل مدینہ اور اُن مہاجرین
نے جنکے پاس گھر تھے قیدیون کو اپنے مکانون مین
جگہ دی اور بڑی خاطر و مدارات سے اُن کے ساتھ پیش
آئے، ان قیدیون نے بعد مین یہ کہا تھا کہ "اہل مدینہ پر
خدا کی رحمت ہو، انھون نے ہم کو سواری دی جب کہ
وہ خود پیدل چلتے تھے، انھون نے ہم کو کھانے کیلیے
گیہون کی روٹی دی جب کہ اسکی قلت تھی اور خود کھجورون
پر قناعت کی، یہ بات تعجب خیز نہین کہ جب ان قیدیون
کے دوست کچھ عرصہ کے بعد فدیہ لیکر ان کو چھوڑانے
آئے تو ان مین سے بہتیرے آدمی جنکے ساتھ ایسا عمدہ
سلوک کیا گیا تھا علی الاعلان مسلمان ہو گئے اور

اسلام نے ان لوگون کو بغیر فدیہ کے آزادی عطا فرمائی
(میور صاحب کی سیرت محمدی جلد دوم ص ۱۲۳-۱۲۲)

بنی مصطلق کے قیدی بھی بلا ادائے معاوضہ رہا
کئے گئے (میور صاحب کی سیرت محمدی جلد سوم ص ۲۴۳
ابن ہشام (ص ۲۵۰) و ابن سعد (جلد دوم ص ۴۶)

بنی ہوازن جو غزوۂ حنین مین قید ہوئے تھے جو ہجری
کے آٹھوین سال مین واقع ہوا تھا، مگر کسی فدیہ کے وصول
کیے بغیر وہ سب آزاد کر دیے گئے، پہلے آنحضرت صلعم
نے اپنے قیدیون کو رہائی دی، بعدہٗ باشندگان مکہ و مدینہ
نے خوشی سے آپ کے نمونہ کی پیروی کی، ان قیدیون کی
تعداد چھ ہزار تھی (میور صاحب کی سیرت محمدی جلد چہارم
ص ۱۴۹-۱۴۸- و ابن ہشام ص ۸۷۷ و واقدی ص ۳۷۶)

حضرت خالد بن ولیدؓ نے سنہ ۸ھ مین جبکہ وہ بنی
خزیمہ کو دعوت اسلام دینے کو بھیجے گئے تھے تو انھون
نے ان لوگون کو قید کر کے قتل کا حکم دے دیا تھا، آنحضرت
صلعم کو اس کی خبر پہنچی، تو آپ نے نہایت ناراض ہو کر
اس خبر پر رنج و افسوس کا اظہار کیا، اور دو دفعہ فرمایا
"اے خدا جو کچھ خالد نے کیا ہے مین اس سے بری ہون"
(بخاری کتاب المغازی، ابن اثیر جلد دوم ص ۱۹۵)
ماخوذ از تحقیق الجہاد،

ہوئی ہے، آپ کی بعثت سے پہلے سنت الٰہیہ اس طرح
جاری تھی کہ مشرکون اور کافرون کو ایک عام عذاب
کے ذریعہ سے ہلاک کر دیا جاتا تھا، حضرت موسیٰؑ پہلے پیغمبر
ہین جنکو جہاد کا حکم ہوا، توریت کی کتاب اعداد باب (۳۱) مین
احکام جہاد موجود ہین جو نہایت سخت ہین، بنی اسرائیل
بغیر کسی جھجک اور ڈر کے عورتون اور بچون کو قتل کر دیتے،
شہرون کو آگ لگا دیتے اور املاک کو برباد کر دیتے تھے،

حضرت موسیٰؑ کے بعد شریعت عیسوی کا نفوذ ہوتا ہے
اور انجیل مین خونریزی کی ہر صورت کو بدترین معصیت
قرار دیا گیا ہے اور اس کی ایک ایک سطر حلم وعفو، ایثار و
بے نفسی کی تعلیم سے لبریز ہے، چونکہ یہ تعلیم محض خیالی اور
دائرۂ عمل سے ناآشنا ہے اس لیے خود پرستاران انجیل
نے اس تعلیم کو پس پشت ہی نہین ڈال دیا بلکہ جنگ جوئی
سفاکی اور خونریزی کا ارتکاب اس ہولناک درجہ پر کیا
کہ تاریخ انسان مین ایک بالکل جدید باب بن گیا ہے،

ہندوستان اُن مذاہب کا مامن ومسکن ہے جو
چھوٹے سے چھوٹے جانور کی جان کو مارنا بھی سخت گناہ قرار
دیتے ہین، خون کا بہانا، آدمی کا ہو یا درندہ کا یا ایک پشہ
کا خدا کی صنعت کو ضائع کرنا سمجھا جاتا ہے، مگر تاریخ موجود
ہے، روزمرہ کے پیش آنے والے واقعات موجود ہین کہ
اس تعلیم کا عملا [illegible]

مارنا گناہ عظیم سمجھتے ہین بنی آدم کے قتل پر کس درجہ بیباک
ہین،

معلوم ہوا کہ کوئی قانون خواہ ظاہر مین کیسا ہی درخشندہ
اور خوش آیند ہو محض نکما اور بے اثر ہے اگر قانون قدرت
کے خلاف ہے، اسلامی جہاد مین جو خوبی ہے وہ یہی ہے
کہ رحم کی جگہ رحم، معافی کی جگہ معافی، لڑائی کی جگہ لڑائی،
اور صلح کی جگہ صلح کی تعلیم دے رہا ہے،

جہاد کے متعلق تشریعی احکام

جہاد فرض کفایہ ہے، اگر مسلمانون اور
کافرون کی قوت اور طاقت برابر ہے
تو چند آدمیون کی شرکت سے یہ فرض ادا ہو جائیگا، دوسری
صورت مین یعنی اس صورت مین کہ مسلمانون کے کسی
شہر پر کافرون نے جمعیت عظیم کے ساتھ حملہ کیا اور
مسلمانون کی جان ومال اور عزت وآبرو خطرہ مین آگئی
تو ہر مسلمان پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے (ترجمہ درمختار
کتاب الجہاد)

فقہاے امامیہ کے نزدیک بھی جہاد کا وجوب
کفائی ہے جو موقع اور محل کے لحاظ سے عینی بھی ہو جاتا
ہے، لیکن غیبت امام علیہ السلام مین یا ان کے حکم کے بغیر
ناجائز ہے (جامع عباسی، وتحفۃ العوام)

جہاد بارہ شرطون سے واجب ہوتا ہے (۱) مرد ہونا

طفل پر جہاد واجب نہین (۳) عاقل ہونا پس دیوانہ بری ہے (۴) آزاد ہونا پس غلام پر واجب نہین (۵) معمر نہ ہونا اس لیے کہ ضعیف جنگ کی طاقت نہین رکھتے، (۶) قواعد حرب وضرب کو جاننا (۷) اندھا دست بریدہ، اور ایسا لنگڑا نہ ہونا کہ پیدل یا سواری پر بھی نہ چل سکے۔ (۸) تندرست ہونا، پس بیمار پر واجب نہین، یہ شرط اختلافی ہے (۹) اپنے اپنے عیال کے خرچ خوراک پر قادر ہونا (۱۰) مقروض نہ ہونا (۱۱) والدین کی اجازت کا ہونا (۱۲) سواری کیلئے جانور کا ہونا، یہ شرط بھی اختلافی ہے (جامع عباسی و ترجمہ درمختار کتاب الجہاد)

صوفیہ کے نزدیک وہ حرب وقتال جو کفار سے کیجائے جہاد اصغر کہلاتی ہے، اور جو مجاہدہ نفس امارہ سے کیا جاتا ہے جہاد اکبر کہلاتا ہے (کشاف اصطلاحات الفنون)

جِہت (ع) بالکسر، طرف،

اصطلاحِ منطق مین جہت سے مراد کسی قضیہ کے موضوع اور محمول کا تعلق جاننا ہے اور یہ معلوم کرنا ہے کہ کسی قضیہ مین کسی موضوع کے متعلق ثبوت محمول کی (اگر قضیہ موجبہ ہے) یا سلب محمول کی (اگر قضیہ سالبہ ہے) جو کیفیت بیان کیگئی ہے وہ کس قسم کی ہے،

جہت کے لحاظ سے قضایا کی تین قسمین ہین: (اول) ضروریہ یا کلیہ جیسے ضرور ہے کہ ا، ب ہو (دوم) مطلقہ مثلاً ا-ب ہے (سوم) اتفاقیہ یا احتمالیہ جیسے ممکن ہے کہ ا-ب ہو، بعض منطقین کا خیال ہے کہ قضایائے ضروریہ اور مطلقہ سے ایک ہی قسم کا یقین (علم الیقین یا حق الیقین) ظاہر ہوتا ہے اور قضایائے احتمالیہ سے یقین کے تمام درجے ظاہر ہوتے ہین، اس قول کی رو سے جہت کی صرف دو قسمین آٹھہرتی ہین،

جَہْل، (ع) بالفتح، نادانی، متکلمین کے

نزدیک مذہب کی حقانیت سے ناآشنا رہنا جہل کہلاتا ہے، سورۂ بقر (پ۲ ع ۲۱- آیت ۱۶۶) مین ہے کہ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس چیز کی پیروی کرو جو منزل من اللہ ہے، تو کہتے ہین کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ کی پیروی کرین گے، حالانکہ ہمارے، باپ دادا جاہل ہی رہے ہون اور وہ (کفار) سیدھا راستہ کبھی اختیار نہ کرین گے (انتہی) پس اس قسم کی باطل تقلید جو حقانیت سے بے بہرہ رکھے جہل سے تعبیر کیجاتی ہے، غرضیکہ جہل ایک بھاری حجاب ہے جو انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت سے محروم رکھتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جاہل کو شریعت مین کافر کا مرادف بتلایا گیا ہے،

حکما کہتے ہین کہ قوت عاقلہ مین کسی شے کے مفہوم کے حاصل ہونے کا نام علم اور جہل ہے کہ یہی مفہوم

انکشاف اور ادراک کا موجب ہوتا ہے، پس مفہوم کے حاصل ہونے تک علم اور جہل دونوں شریک ہین پھر اُن مین امتیاز اور فرق ایک خارجی سبب سے پیدا ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ علم مین وہ مفہوم جسے موجود ذھنی اور صورت بھی کہتے ہین، اپنے اصل کے مطابق ہوتا ہے اور جہل مین مطابقت نہین ہوتی، (واضح رہے کہ حقیقت شے کا وجود خارج مین "عین" اور "ذہنی" مین صورت کہلاتا ہے)

جہل کی دو قسمین ہین (۱) **جہل بسیط** جس سے مراد ہے کسی چیز کی حقیقت کا معلوم نہ ہونا (۲) **جہل مرکب** جو کسی چیز کا اس کی حقیقت کے خلاف اعتقاد کرلینا ہے یعنی اچھے کو برا اور سچے کو جھوٹا یقین کرنا جہل مرکب کہلاتا ہے، جہل مرکب یا تو کسی شبہہ کی وجہ سے ذہن مین راسخ ہو جاتا ہے یا کسی تقلید سے جم جاتا ہے، ایسے اعتقاد کو جہل مرکب اس لئے کہتے ہین کہ وہ دو نادانیون سے مرکب ہوتا ہے، ایک نادانی تو خلاف جاننا ہے با این اعتقاد کہ جو کچھ جانا گیا ہے واقع کے مطابق ہے اور دوسری نادانی جہل کی،

بیان القرآن مین ہے کہ امام راغب لکھتے ہین کہ جہل تین طرح کا ہوتا ہے (۱) نفس کا علم سے خالی ہونا یعنی ایک چیز کا علم نہ ہونا (۲) ایک چیز یا اس کی

حالت کے برخلاف اعتقاد رکھنا (۳) کسی کام کو اس کے حق کے خلاف سرانجام دینا،

جہمیہ متبعین جہم بن صفوان ترمذی جہمیہ کہلاتے ہین، علامہ ابن ابی حاتم اور ابن خزیمہ نے جہم کو کوفی الاصل لکھا ہے، جہم کا اعتقاد تھا کہ اللہ کے سوا کوئی فاعل نہین، مجازاً بندہ کو فاعل کہتے ہین، حقیقت مین وہ مثل موجودات کے ہے، نہ تو اس کو قوت مؤثرہ حاصل ہے اور نہ کاسبہ،

تذکرۃ المذاہب مین جہمیہ کے بارہ فرقے لکھے ہین،

(۱) **معطلیہ**، ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے صفات مخلوق ہین،

(۲) **مرابقیہ**، ان کا اعتقاد ہے کہ اللہ کا علم اور اس کی قدرت و مشیت مخلوق ہین،

(۳) **واردیہ**، ان کا اعتقاد ہے کہ جو دوزخ مین داخل ہوگا، پھر اس سے باہر نہین نکلے گا، اور مومن دوزخ مین داخل نہ ہونگے،

(۴) **حرقیہ**، ان کا اعتقاد ہے کہ دوزخی جلین گے مگر نہ اس طرح کہ ان کا اثر باقی نہ رہے،

(۵) **مخلوقیہ**، ان کے نزدیک قرآن مخلوق ہے،

(۶) **غبریہ**، ان کے اعتقاد مین آنحضرت صلعم حکیم ہین، رسول نہین،

(۷) فانیہ، ان کا اعتقاد ہے کہ جنت اور دوزخ فنا ہو جائین گے،

(۸) زنادقیہ، یہ فرقہ قیامت کا منکر ہے اور عالم کو قدیم کہتا ہے،

(۹) قبریہ، یہ فرقہ عذاب قبر کا منکر ہے،

(۱۰) واقفیہ، ان کو قرآن کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کا علم نہین ہے،

(۱۱) لفظیہ، ان کے نزدیک قرآن قاری کا کلام ہے نہ کہ اللہ کا،

(۱۲) مترافیہ، ان کے نزدیک خدا کا مکان ہے،

(ماخوذ از مذاہب الاسلام)

جہنم (ع)، بفتح نون مشددہ، گہرا کنوان، نام بڑی گہرائی کو کہا جاتا ہے، اسی سے جہنم ہے، بعض علما نے اس لفظ کو فارسی سے معرب کیا ہے اور بعض کے نزدیک یہ لفظ عربی ہے کیونکہ اس کا مادہ عربی زبان مین موجود ہے،

اصطلاح مین جہنم اس آتشی مقام کو کہتے ہین جہان گنہگارون کو عقوبت کیجاوے گی، فارسی مین اس کا نام دوزخ ہے، قرآن مجید مین یہ لفظ ۳۰ مقامات پر آیا ہے، اور سورہ حجر (پ ۱۴ ع ۳، آیت

ان درکات کا ذکر مندرجہ ذیل آیات مین ہے،

(۱) جہنم، سورۂ مریم (پ ۱۶، ع ۵- آیت ۷۲) تم مین سے ایک شخص بھی ایسا نہین ہے جو جہنم پر وارد نہ ہو، اور تمہارا جہنم پر وارد ہونا قطعی اور یقینی ہے،

(۲) لظی یعنی شعلہ مارنے والی آگ، سورہ لیل (پ ۳۰- ع اول آیت ۵) ڈراتا ہون مین تم کو لظی کی آگ سے، نہ داخل ہوگا اس مین ہمیشہ کے واسطے مگر بدبخت جس نے جھٹلایا اور منھ پھیرا،

(۳) حطمہ، یعنی بڑی تیز آگ، سورۂ ہمزہ (پ ۳۰ ع اول، آیت ۴) البتہ ڈالا جائے گا وہ حطمہ مین، حطمہ آگ ہے، جس کو خدا نے روشن کیا ہے، اور وہ دلون مین شعلہ مارتی ہے، (یعنی سب اعضا مین پہنچتی ہے) تحقیق کہ وہ آگ ان پر (کافرون پر) بند کی گئی ہے جیسے کہ دروازے ستون سے بند کئے جاتے ہین،

(۴) سعیر، بھڑکی ہوئی آگ، سورۂ نساء (پ ۴ ع اول، آیت ۱۱) تحقیق کہ جو لوگ تیمیون کا مال کھاتے ہین ظلم سے وہ یقیناً اپنے شکمون مین آگ کھاتے ہین اور قریب ہے کہ داخل ہون سعیر مین،

(۵) سقر، سورہ قمر (پ ۳۰- ع ۳- آیت ۴۸)

منہ کے بل، ان سے کہا جائیگا کہ تم سقر کا عذاب چکھو،
(۶) جحیم، سورۂ بقر (پ اوّل، ع ۱۳، آیت ۱۱۳)
اور نہین سوال کیا جائے گا آپ سے (محمد صلعم) اصحاب
جحیم سے، لفظ جحیم قرآن مجید مین بیس مقامات پر آیا ہے
(۷) ہاویہ، سورہ قارعہ (پ ۳۰- ع اوّل آیت)
وہ شخص جس کے اعمال سبک ہونگے ان کے رہنے
کی جگہ ہاویہ ہے،

تفسیر عمدۃ البیان مین ہے کہ جہنم مقام ہے اہل
توحید کے گناہگارون کا، لظی نصاری کا، حطمہ یہودیون
کا، سعیر صابئین کا، سقر آتش پرستون کا، جحیم مشرکون
کا، ہاویہ منافقون کا،

قرآن مجید مین درکاتِ جہنم کے علاوہ چند ملحقات
جہنم کا بھی ذکر ہے، ان مین سے غی، اثام، موبق
ویل، سائل اور سحق کی نسبت مفسرین لکھتے
ہین کہ جہنم کی وادیان ہین اور ان سب مین پیپ بہتی
ہے، اور فلق جہنم کا ایک اندھا کنوان ہے (تفسیر
اتقان نوع ۶۹)

چونکہ جہنم سر تا پا آگ ہے، اس لیے اس کے
عذاب کی نوعیت بھی آتشی ہے جس کی مختصر کیفیت
یہ ہے کہ اہل جہنم کے کپڑے آگ کے ہون گے اور

وہ آہ و زاری کرینگے اور ہمیشہ اس مین رہین گے (سورۂ
حج) ان کو خنکی ذرہ برابر نہین ملے گی (سورہ کہف)
ان کے لیے باد سموم اور سیاہ دھوئین کا سایہ ہوگا
اور جب آگ کی وجہ سے ان کی کھالین پک کر گل
جائین گی تو خدا کے حکم سے دوسری کھال بدل دیجائے
گی (سورہ نساء) زقوم کھانے کو ملے گا (سورہ دخان)
آگ کی جوتیان پہنائی جائین گی جن سے ان کا مغز
نکل پڑے گا، ان کو غساق پینے کو دیا جائیگا جس کا
ایک ڈول اگر دنیا مین ڈالا جائے تو تمام عالم متعفن
ہو جائے، جس شخص نے زکوۃ واجبہ کو نہین دیا ہے
تو اس کا مال قیامت کے دن سانپ کی صورت
بنجاوے گا، اور اس شخص کے گلے مین لپیٹ دیا
جاوے گا، (المشکوۃ، کتاب الیقین، باب صفۃ النار
و اہلہا)

ان آتشین عقوبات کے متعلق علماے معقولیین
لکھتے ہین کہ اہل عرب کی جو قرآن مجید کے مخاطب
اولی ہین طبائع نہایت سخت اور درشت تھین،
یہی وجہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے دوزخ کو
سخت سے سخت تکالیف کا مقام تبلایا ہے، تاکہ
عرب جیسی درشت طبیعت رکھنے والے لوگون

اجتناب کرین اور اُن مین تہذیبِ نفس پیدا ہو،

تیسر الباری (ترجمہ صحیح بخاری، پارہ سیزدہم کتاب بدء الخلق ص، ۷۰ حاشیہ ۴) مین بحوالہ علامہ ابن ابی حاتم مطیری لکھا ہے کہ دوزخیون کی نسبت مندرجۂ ذیل آیت سے زیادہ سخت دوسری آیت نازل نہین ہوئی،

"اے کافرو! عذاب کا مزہ چکھو اس لیے کہ ہم عذاب کے سوا کچھ تمھین زیادہ نہ دین گے (سورہ نبا، پ ۳۰ ع اوّل آیت ۲۹")

جہیز (ع) بالکسر اِمالہ جہاز کا ہے جو اُس سامان پر دلالت کرتا ہے جو لڑکی کو شادی کے وقت دین، جہیز کے معنی دفن وکفن کا سامان اور جوڑے کے روپیہ کے بھی آئے ہین،

اس باب مین کہ لڑکی کو شادی کے وقت کس قدر سامان دیا جائے کوئی صاف اور صریح حکم قرآن مجید مین نہین ہے، البتہ حضرت علی مرتضیٰؓ کو سسرال سے یا حضرت سیدہؓ کو اپنے باپ (نبی صلعم) کے گھر سے جو سامان ملا تھا اس کی تفصیل یہ ہے،

(۱) ایک پلنگ (۲) ایک بستر (۳) ایک چادر (۴) دو چکیان (۵) ایک مشکیزہ،

عجب اتفاق ہے کہ یہ تمام چیزین حضرت فاطمہ زہراؓ [illegible]

مرتضیٰؓ جنکی بخشش وعطا اور جود وکرم ضرب المثل ہو اسمین کچھ اضافہ نہ کر سکے،

جیب (ع) بالفتح اوّل وسکون ثانی گریبان، اس کی جمع جیوب آتی ہے،

عرب مین جیب کا اطلاق اوّلاً سینہ پر ہوا، بعدہٗ گریبان کو کہنے لگے جو سینہ پر ہوتا ہے، بعض اہل لغت کہتے ہین کہ جوب (بالفتح) کے معنی قطع کے ہین اور چونکہ گریبان کترا ہوا ہوتا تھا اس لیے اس کا نام جیب ہوا، جو خط کسی قوس یا اس کے زاویہ کا اندازہ بتائے جیب کہلاتا ہے، کیونکہ وہ بھی قوس کے لیے ایسا ہی ہے جیسے سینہ کے لیے گریبان،

مہندسین کی اصطلاح مین وتر کا نصف اور قوس دوچند جیب کہلاتا ہے، جیب چوتھائی دائرہ کا بھی ہوتا ہے اور اس کو جیب اعظم کہتے ہین، اس واسطے کہ وہ مساوی ہوتا ہے، نصف قطر دائرہ کے جسکی مقدار سات درجہ کی ہے، (کشاف اصطلاحات الفنون)

ناصح الجیب، لسان العرب مین ہے کہ ناصح الجیب مین جیب سے مراد قلب اور سینہ ہے،

جیحون (ع) بفتح، نام ہے ایک دریا [illegible]

درمیان واقع ہے، صاحب مجمع البحار لکھتے ہین کہ

جیحون اس دریا کا نام بھی ہے جو جنت عدن مین

بہتا ہے، حدیث مین ہے کہ سیحان وجیحان (یعنی

جیحون) و فرات اور نیل بہشت کی نہرون اور چشمون

مین سے ہین (المشکوٰۃ، کتاب الفتن، باب صفۃ الجنۃ

واہلہا)

جَیش (ع) بالفتح، لشکر، جمع جیوش آتی ہے

عام طور پر وہ لشکر جو دس ہزار سپاہیون پر مشتمل ہو

جیش کہلاتا ہے، طحطاوی نے جیش کی کمتر تعداد چار

سو لکھی ہے (غایۃ الاوطار جلد دوم ص ۲۷۴) ایک

صاحب لکھتے ہین کہ ہزار سے چار ہزار تک کی فوج

کو جیش کہتے ہین اور عسکر مختلف فوجون کے

مجموعے کا نام ہے، مزید تشریح کے لیے جند دیکھو،

جیش عسرۃ، تنگی کا لشکر، وہ لشکر جو غزوۂ

تبوک (رجب ۹ھ ۶۳۰ء) مین آنحضرت صلعم کے ساتھ گیا تھا

جیش عسرۃ کہلاتا ہے، اس لیے کہ جنگ کا سامان

اس لشکر کے پاس بالکل نہ تھا،

جَیِّد (ع) بالفتح اوّل و یاے مشدد و مکسور،

کھرا، نیک، جید کی جمع جیاد آتی ہے،

اصطلاح فقہ مین جیاد کھرے درمون کو کہتے ہین (عین الہدایہ جلد سوم صفحہ ۱۱۸)

چار ضرب (ف) (۱) ایک قسم ہے صوفیون کے ذکر اور شغل کی،

(۲) ایک قسم ہے ساز کے بجانے کی جس کو ہندی مین چوتالہ کہتے ہین،

(۳) اصطلاح مین کنایہ ہے سر، داڑھی، بھنوؤن اور مونچھون کے بال منڈاوانے سے،

جب سالک چاہے کہ ذکر لا الٰہ الا اللہ مین مشغول ہو تو چارزانو یعنی پالتی مار کے بیٹھے اس طرح پر کہ بائین گھٹنے کا جوڑ داہنے پاؤن کی انگلیون پر رہے اور دونون ہاتھون کو دونون زانوون پر انگلیان کھول کر رکھے کہ نقطہ اللہ پیدا ہو، ایک ضرب طرف بائین زانو کے اور ایک ضرب طرف داہنے زانو کے اور ایک درمیان مین اور ایک برابر ناف اِلّا کہتا ہوا مارے، پہلی ضرب کے اول سانس مین لا الٰہ

(جواہر خمسہ، جوہر چہارم)

ذکر چہار ضربی بیک قبض کا طریقہ یہ ہے کہ جلسہ معہودہ متعین کرکے ناف کے نیچے سے سانس کھینچے اور ایک ضرب داہنے زانو پر لگائے، پھر ایک ضرب بائین زانو پر، پھر دونون زانوون کے درمیان، پھر ایک ضرب اللہ کی اپنے وجود مین لگائے پھر ازسرنو شروع کرے (جواہر خمسہ، جوہر چہارم)

چارم اصطرلاب۔ (ف) کنایہ قرآن مجید سے اس لیے کہ توریت، زبور اور انجیل کے بعد یہ چوتھی کتاب آسمانی ہے (غیاث اللغات)

چارمرغ خلیل (ف) کبوتر، کوا، مرغا، اور مور، ان چارون جانورون کو چارمرغ خلیل کہتے ہین، وجہ تسمیہ یہ بتلائی گئی ہے کہ حضرت خلیل اللہ نے بموجب حکم خدا ان چارون کو ذبح کرکے

پھر ایک ایک کو آواز دی، بحکم خدا ہر ایک زندہ ہو کر
آپ کے پاس چلا آیا (غیاث اللغات)

قرآن مجید کی سورۂ بقر (پ۳، ع ۳۵ - آیت ۲۶۲)
مین ایک قصہ حضرت ابراہیمؑ اور چار پرندون کا مذکور ہی،
مفسرین کے اس آیت کی تفسیر مین تین اقوال پائے
جاتے ہین ایک یہ کہ درحقیقت حضرت ابراہیم نے جانورون
کا قیمہ کر کے مختلف پہاڑون پر رکھ دیا اور پھر جب بلایا
تو وہ زندہ ہو کر چلے آئے، دوسرا یہ کہ حضرت ابراہیمؑ نے
چند جانورون کو اپنے سے ہلائے تھے، اور پھر کوئی جانور
کسی پہاڑ پر اور کوئی کسی پہاڑ پر چھوڑ دیا اور پھر جب بلایا
توسب چلے آئے، تیسرا یہ کہ جانورون کا قیمہ کرنا اور پہاڑون
پر رکھنا واقع نہین ہوا، بلکہ جب خدائے تعالیٰ نے حضرت
ابراہیمؑ کو ایسا کرنے کا حکم دیا تو اس حکم سے حضرت ابراہیمؑ
کے دل کو طمانیت ہو گئی، صاحب تفسیر القرآن ان ہر
اقوال کو لکھ کر تحریر کرتے ہین کہ مفسرین نے رویا کے واقعات
کو ظاہری واقعات سمجھ لیا ہے اور بس حضرت ابراہیم نے
رویا مین خدا سے کہا کہ مجھکو دکھلا یا بتلا کہ تو کس طرح مردہ
کو زندہ کریگا، پھر خواب ہی مین خدا کے بتلانے سے انھون
نے چار پرندلیے اور ان کا قیمہ کر کے ملا دیا اور پہاڑون
پر رکھ دیا، پھر بلایا تو وہ سب جانور الگ الگ زندہ
ہو کر چلے آئے . اور ان کے دل کو مردون کے زندہ
ہونے سے جنکے اجزا مرنے کے بعد عالم مین مخلوط
اور منتشر ہو جاتے ہین طمانیت ہو گئی (تفسیر القرآن
جلد اول)

قرآن مجید مین ان جانورون کے نام مذکور نہین
ہین جنکو فارسیون کی اصطلاح مین چار مرغ خلیل
کہتے ہین، لیکن مفسرین نے ان کے نام لکھے ہین، چنانچہ
صاحب عمدۃ البیان نے، گد، مور، بط اور مرغا
تحریر کیے ہین، (عمدۃ البیان جلد اول)

چشم (ف) آنکھ، صوفیہ کے نزدیک جمال کو
کہتے ہین، اور بصر الٰہی کی صفت کو بھی کہتے ہین،

چشم نرگسی (ف) تصوف کی اصطلاح مین مراتب
عالیہ کو چھپانا چشم نرگسی کہلاتا ہے (کشاف اصطلاحات
الفنون)

چلہ (ف) بالکسر اول ولام مشدد مفتوح، مرکب
ہے چل یعنی چہل بمعنی چالیس اور ہائے نسبتی سے یعنی
چالیس دن والا،

اصطلاح تصوف مین چلہ اُس عبادت کو کہتے
ہین جو صوفیہ گوشہ نشین ہو کر چالیس دن تک کرتے ہین،
چالیس دن کی مدت کا تعین جو خلوت کے لیے مخصوص
کیا گیا ہے احادیث نبوی سے مستنبط ہے، چنانچہ ارشاد
نبوی ہے کہ (۱) جس نے خالص دل سے اللہ کو چالیس

دن یاد کیا اس کے دل سے زبان کی طرف دریا موجین مارنے لگتے ہین، (۲) آدم علیہ السّلام کے پتلے کی مٹی کا خمیر چالیس دن تک ہوا تھا، (۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے میقات پر چلّہ کو پورا کیا (تذکرۃ السلوک)

چَلِیپَا (معرب)، بفتح اوّل وکسر ثانی، صلیب کا معرب چلیپا ہے، جس سے مراد وہ سولی ہے جو نصاریٰ لوگ تبرکاً اپنے پاس رکھتے ہین، اس کی شکل + ہوتی ہے، ان کا اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو اسی شکل کی سولی پر چڑھایا تھا،

اصطلاحِ تصوف مین چلیپا کہتے ہین عالم طبعی کو (کشاف اصطلاحات الفنون)

چنگیز خان، تاتاری نسل کا بادشاہ تھا، کہا جاتا ہے کہ چنگیز کے معنی چینی زبان مین کامل سپاہی کے ہین اور چونکہ اس کی تمام عمر جنگ و جدل مین گذری تھی اس لیے اس نام سے موسوم ہوا، بعض علمار لکھتے ہین کہ چنگیز کے معنی نہایت بہادر کے ہین۔

چنگیز خان ۵۴۹ھ ۱۱۵۴ء مین ایک غریب گھرانے مین پیدا ہوا لیکن اپنے استقلال اور ذہانت کے باعث ۵۸۵ھ ۱۱۸۹ء مین مغولستان (منگولیا) کے تخت و تاج کا مالک بنگیا اور خاقان لقب اختیار کیا، قراقرم اپنا دار السلطنت قرار دیا، اس کی فتوحات نہایت وسیع تھین؛ چنانچہ تاتار، چین، خوقند، بخارا، سمرقند، نیشاپور، ہرات اور رے اسی کے مقبوضات مین داخل ہوگئے تھے، اس نے اپنی اخیری بیس سالہ عہدِ حکومت مین ایک کروڑ چالیس لاکھ انسانی جانین ضائع کین اور اسی وجہ سے اس کو "خدائی توپخانہ" سے تشبیہ دیجاتی ہے، ۶۲۴ھ ۱۲۲۶ء مین اس ملک سے عالمِ بقا کو سدھارا،

چنگیز خان کے مذہب کے متعلق اکثر یہ غلط العوام خبر مشہور ہی کہ وہ مسلمان تھا، لیکن حقیقت یہ ہی کہ وہ اسلام کا سخت ترین دشمن تھا، اس کا مذہب **شامانی** تھا یعنی وہ ایک خدا کا تو ضرور قائل تھا، لیکن اسکی عبادت کو ضروری خیال نہین کرتا تھا، البتہ خودساختہ چھوٹے چھوٹے معبودون اور خداؤن کی پرستش اس خیال سے کرتا تھا کہ وہ مضرت رسان ہین اور بوجہ عبادت وہ کم ضرر پہنچائینگے،

چوگان (ف) ڈانڈا جو ایک سرے پر سے کج ہو، چوگان ایک قسم کا کھیل ہی جسمین سوار کو بہت داؤ پیچ کرنا پڑتے ہین، یہ کھیل ایرانیون کی ایجاد ہی، خلیفہ ہارون الرشید (المتوفی ۱۹۳ھ ۸۰۹ء) پہلا خلیفہ ہی جسنے عربون کو چوگان سے مانوس کیا، یورپ مین یہ کھیل فرانسیسیون نے جاری کیا جنھون نے مسلمانان قرطبہ سے حاصل کیا تھا، انگریزی لفظ چیکانری (CHICAN-ERY) جسکے معنی فریب دہی کے ہین چوگان سے ماخوذ ہی (تاریخ اسلام رائٹ آنریبل امیر علی)

چہل تنان (ف) گروہ ابدال، یہ اولیاء اللہ [illegible]

فصل حائے مہملہ

ح - محدثین کے نزدیک حرف "ح" علامت ہے تحویل السند کی، یعنی جب سند کا اعادہ کرتے ہین خواہ ابتدا سے شروع کرین، خواہ درمیان سے تو یہ علامت لکھ دیتے ہین (ترجمہ جامع ترمذی)

حابطیہ (ع) بائے موحدہ کیساتھ، فرقہ معتزلیہ کی شاخ ہے اور احمد بن حابط کے جو کہ نظام معتزلہ کے احباب مین سے تھا، متبعین حابطیہ کہلاتے ہین حابط کا قول ہے کہ خلق کے دو خالق ہین، ایک قدیم اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اور دوسرا حادث اور وہ حضرت عیسیٰ بن مریم ہین جو آخرت مین خلق کا حساب کرین گے (کشاف اصطلاحات الفنون)

حاتم طائی، حاتم (بکسر تا، نہ کہ بالفتح غیاث اللغات) بنی طے کا مشہور سردار ہے، فیاضی، بہادری اور شاعری مین شہرۂ آفاق تھا خصوصاً فیاضی

مین تو ضرب المثل ہو گیا،

۹ھ ۶۳۰ء مین جب حضرت علی مرتضیٰ رضہ نے قبیلۂ بنی طے کو مغلوب کیا تو حاتم طائی کی بیٹی جس کا نام سفانہ تھا قیدیون مین آئی، لیکن آنحضرت صلعم نے حاتم طائی کی سخاوت پر خیال فرما کر سفانہ کی نہایت تعظیم و تکریم کی اور اس کی سفارش پر کل قیدی رہا کر دیئے گئے، جب عدی بن حاتم طائی کو جو شام کی طرف بھاگ گئے تھے آنحضرت صلعم کے وسعت اخلاق کی خبر ملی تو دربار نبوی مین حاضر ہوے اور اسلام قبول کیا،

ہندوستان مین آصف الدولہ مرحوم (والی لکھنؤ) نے بھی سخاوت کے باعث بڑا نام پیدا کیا حتیٰ کہ لکھنؤ مین آج بھی اکثر سودا بیچنے والے یا آصف الدولہ کہکر صبح کو سودا بیچتے ہین،

حاجب (ع) بکسر جیم و بائے موحدہ،

دربان، چوبدار، اس کی جمع حواجب آتی ہے،

اسلام مین حاجب کی ابتدا امیر معاویہ (المتوفی سنہ ٦٠ھ ٦٨٠ء) بانی سلطنت امویہ کے عہد سے ہوتی ہے، چونکہ یہ عہد اسلامی سلطنت کا ابتدائی زمانہ تھا اس لیے حاجب کا فرض صرف اس قدر تھا کہ وہ عوام کو خلیفہ کے روبرو جانے سے روکے خصوصاً ان لوگون کو جنسے خلیفہ کی جان کو کسی قسم کا خطرہ ہو اور بغیر اجازت ان کو داخل نہ ہونے دے، لیکن جب عہد عباسیہ مین اسلامی سلطنت وسیع اور متمدن ہو گئی تو حاجب کا فرض جو لفظی مدلول کے اعتبار سے ہونا چاہیے تھا بدل گیا اور وہ حکام اور سلاطین کے درمیان سفیر کا کام دینے لگا جب سلطنت عباسیہ مین ضعف پیدا ہوا تو حاجب سلطنت کے سیاہ اور سفید کا مالک بنگیا (مقدمہ ابن خلدون)

شعرا کے نزدیک حاجب ایک نوع ہے ردیف کی جو قافیہ سے قبل واقع ہوتی ہے یا درمیان ہر دو قافیہ کے آتی ہے (غیاث اللغات) اس شعر کو جسمین حاجب واقع ہو محجوب کہتے ہین، حاجب کی تکرار واجب نہین ہے بلکہ مستحسن خیال کیجاتی ہے، حاجب اور ردیف شعراے عجم کی اختراعات مین سے ہین فصحاے

ایک جماعت حاجب کو بمعنی ردیف اور محجوب کو بمعنی مردّف (بتشدید دال) کہتی ہے (کشاف اصطلاحات الفنون)

حاجَت (ع)

بفتح جیم، خواہش، ضرورت اس کی جمع حوائج آتی ہے،

قرآن مجید مین حاجت تین معنی مین مستعمل ہوا ہے؛

(١) مقصد، سورۂ مومن پ ٢٤، ع ٩، آیت ٨٠)
اور تمھارے لیے اس مین (چوپایون مین) تین فائدے ہین تاکہ تم ان پر سوار ہو کر اپنے مقصد (حاجۃ) کو پہنچ جاؤ،

(٢) آرزو، ارمان، سورۂ یوسف (پ ١٣، ع ٨، آیت ٦٨)
لیکن یعقوب کے دل مین ایک ارمان (حاجۃ) ہی جسے اُس نے پورا کر دیا،

(٣) ضرورت، سورۂ حشر (پ ٢٨، ع اول، آیت ٩)
اور نہین پاتے ہین اپنے دلون مین ضرورت (حاجۃ) اگر ان کو (مہاجرین کو) زیادہ دے دیا جاتا ہے،

واضح ہو کہ عرف مین **ضرورت** اس مقدار کو کہتے ہین کہ بغیر اس کے آدمی زندہ نہ رہ سکے اور حاجت سے مراد وہ مقدار ہے کہ جس کا محتاج ہو، لیکن اس کے بغیر زندہ رہ سکے، اور **مقبول** وہ مقدار ہے جو ان دونون قسمون (یعنی ضرورت اور حاجت) سے

حاج (ع) بتشدید جیم، صیغہ اسم فاعل بمعنی حج کرنے والے، حاج جمع ہے حاجی کی جیسے یہود جمع ہے یہودی کی،

حاجی اس خوش نصیب شخص کو کہتے ہین جو فریضہ حج ادا کر چکا ہو، اسلامی سوسائٹی مین حاجی عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، (دیکھو حج)

حاجز (ع) بکسر جیم و زاے معجمہ، مانع، حائل درمیان دو چیز کے، اس کی جمع حاجزین آتی ہے، تفسیر جلالین مین ہے کہ عالم برزخ پر حاجز کا اطلاق کیا جاتا ہے، باین معنی کہ وہ موت اور یوم حساب کے درمیان حائل ہے،

(۲) مکہ معظمہ کی راہ مین ایک منزل کا نام حاجز بھی ہے،

حاجی خلیفہ مشہور مصنف ہین، عام طور پر مبسوط حاجی خلیفہ کہے جاتے ہین، آپ کی تالیفات مین سے کشف الظنون جو مشاہیر اسلام کے حالات مین ہے نہایت مقبول ہوئی اور اس کے ترجمے انگریزی اور لاطینی زبان مین بھی ہوے، آپ کا انتقال ۱۰۶۷ھ ۱۶۵۶ء مین ہوا،

حادث (ع) بکسر دال، نئی چیز جو پہلے نہ ہو، عدم سے وجود مین آنا اور پھر معدوم ہو جانا حادث کہلاتا ہے (دیکھو حدوث)

عرب کے مقبول عام نامون مین سے حارث بھی ہے، اسماء الرجال مین حارث نام کے بکثرت اصحاب کا تذکرہ ہے، ان مین سے **حارث بن ہشام** اور **حارث بن نعمان** مشہور صحابی اور **حارث بن عوف** مشہور تابعی ہین تہذیب التہذیب مین پینسٹھ[۶۵] حارث کے حالات قلمبند ہین،

حارثیہ اباضیہ کی شاخ ہے، اصحاب ابی الحارث اباضی کو حارثیہ کہتے ہین، (دیکھو اباضیہ)

حازمہ، اصحاب حازم بن عاصم کو حازمیہ کہتے ہین، یہ جماعت فرقہ عجاردہ کی جس کا تعلق خوارج سے ہے، ایک شاخ ہے، اور عقائد مین شعیبیہ کے ساتھ جو فرقہ عجاردہ کی ایک دوسری شاخ ہے موافقت رکھتی ہے، مگر حضرت علی مرتضیٰؓ کے حق مین متوقف ہے، مسئلہ قدر و مشیت مین حازمیہ اتفاق رکھتے ہین اہلسنت والجماعت سے، ان کے نزدیک اعمال فرض مجہول ہے، اس کے لیے کوئی دلیل قاطع اور حجت ساطع نہین، (مذاہب الاسلام)

حاسوس (ع) دریافت کرنے والا ساتھ حاسہ کے، بعض نحویین نے حاسوس کو جاسوس (بالجیم عربی) کا مرادف قرار دیا ہے لیکن نہایت

کہلاتا ہے۔ دریافت کرنے والا چیز کا ساتھ نرمی کے
اور حاسوس (باحاے مہملہ) کہتے ہین دریافت کرنے
والے کو ساتھ حاسہ کے (۲) جاسوس (باجیم عربی)
مخصوص ہے خبر شر کے ساتھ اور حاسوس (باحاے مہملہ)
دلالت کرتا ہے خبر خیر کے دریافت کرنے پر (مظاہر
حق جلد چہارم ص ۱۳۱)

حاشا (ع) اس حرف کا استعمال تین طرح
پر ہے (۱) حرف جار بمعنی استثنا، جیسے جار القوم
حاشا زید (۲) فعل اور اس کا فاعل ضمیر مستتر ہوتی ہے
جیسے رأیت الناس ماحاشا قریشًا (۳) اسم بمعنی تنزیہ
جیسے حاشا اللہ،

حاشا اللہ
حاش للہ } عیب سے دوری اللہ کو ہے، یہ کلمہ تنزیہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے
یعنی ہر ایک عیب سے اللہ دور ہے،

حاصِل (ع) بکسر صاد، اسم فاعل ہے حصول
سے، نتیجہ، مطلب،
محاسبین کی اصطلاح مین وہ عدد جو از روے
حساب حاصل ہوتا ہے، تنصیف یا جمع، یا تفریق یا
ضرب مین عمل کرنے سے جو عدد مضروب اور مضروب فیہ
کے عمل سے آتا ہے اس کو حاصل ضرب کہتے ہین،

(۱) نگاہ رکھنے والا یعنی حافظ بمعنی حفیظ آتا ہے اور
حفیظ نام ہے خداے تعالیٰ کا جس کے معنی ہین نگاہ
رکھنے والا عالم کا آفات اور بلیات سے (۲) حافظ
بمعنی محافظ بھی آتا ہے جیسے حافظ البیت یعنی خانۂ
کعبہ کا محافظ (۳) حفظ کرنے والا قرآن مجید کا، اس کی
جمع حفاظ، حافظون اور حافظین آتی ہے،
حدیث مین ہے کہ بہتر تم مین سے وہ ہے جس نے
قرآن سیکھا اور سکھایا (المشکوۃ، کتاب فضائل القرآن
فصل الاول)
(۴) اصطلاح حدیث مین اس محدث کو حافظ کہتے
ہین جس کو ایک لاکھ حدیثین مع متن و اسناد
حفظ یاد ہون (۵) فارس کے لوگ مطرب اور
قوال کو حافظ کہتے ہین،

حافِظہ (ع) بالکسر فا، قوت یاد رکھنے کی
حکما کی اصطلاح مین اس قوت وہمی کو حافظہ
کہتے ہین، جس سے ہم ان تمام خیالات اور واقعات
کو جو ہمین حواس ظاہری اور باطنی سے معلوم ہون،
یاد رکھ سکین، بالفاظ دیگر قوت حافظہ خازن ہے
قوت واہمہ کی حاصل کی ہوئی چیزون کی، حافظہ کی جگہ
بطن اخیر دماغ کا ہے، (اکسیر القلوب ص ۶۶)

ان کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کا دماغ دو قسم کے ذرّون سے مرکب ہے جو بھورے اور سفید ہین، ان مین سے بھورے ذرے کسی ایک حس یا خیال کو فوراً قبول کرکے اس کا ایک نقش تیار کرتے ہین جسے دماغ کا بالائی حصہ جو سفید ذرون سے مرکب ہے جذب کرکے قائم رکھتا ہے، اسی کو حافظہ کہتے ہین، قوت حافظہ کو امداد دینے والی قوتین بہت سی ہین، ان مین سے تخیل، تشخص، تصور اور تجسم خاص طور پر قابلِ ذکر ہین،

قرونِ ماضیہ مین حافظہ ایک ایسا عمل ذہنی سمجھا جاتا تھا جسے جسم کی حالت سے کوئی تعلق نہ تھا، لیکن اب عضویات اور نفسیات کی ترقی نے ثابت کر دیا ہے کہ حافظہ کا عام جسمانی صحت سے خاص تعلق ہے، تندرستی اگر اچھی ہے تو حافظہ بھی قوی ہوگا، یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ قدرت بعض دماغون کو ایسی زبردست قوت حافظہ ودیعت کر دیتی ہے جو معمولی دماغ والون کو محوِ حیرت بنا دیا کرتی ہے، ثبوت مین امام اصمعی (المتوفی سنہ ۲۱۶ھ / ۸۳۲ء) کا جو فن لغت اور نحو کے مشہور امام ہین ایک واقعہ علامہ ابوبکر نحوی کا روایت کردہ نقل کیا جاتا ہے،

علامہ ابوبکر کہتے ہین کہ جب حسن بن سہیل وزیر مامون الرشید عباسی عراق مین آیا تو حسب الطلب اصمعی، ابوعبیدہ اور ... بارگاہ وزارت مین حاضر ہوے،

ہم لوگون سے مخاطب ہونے سے پیشتر وزیر ممدوح نے ان عرائض پر حکم صادر کیا جو اہل حاجت نے پیش کی تھین اور جن کی تعداد پچاس تھی، صدور حکم سے فارغ ہوکر وزیر ممدوح ہم لوگون کی طرف مخاطب ہوے، سلسلۂ کلام مین ان لوگون کا بھی ذکر آگیا جن کی قوت حافظہ مشہور تھی، ابوعبیدہ نے عرض کیا "حدیث زندہ گویم مردہ در گور" اسوقت اس مجلس مین ایسا شخص موجود ہے، جس کے حافظہ مین ایک دفعہ بات پہنچکر نہین نکلتی، اصمعی نے جسارت کرکے کہا کہ یہ میری طرف اشارہ کرتے ہین اور ان کے قول کی تصدیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ جناب والا نے جس قدر عرائض پر حکم صادر کیے ہین مین اُن سب کا مضمون بالاختصار اور حکم کی اصل عبارت سنا دون، صداقتِ قول کے لیے عرضیان واپس بلوائی گئین اور اصمعی نے ہر عرضی کا اختصار مع حکم سنانا شروع کیا، حتی کہ چالیس عرضیان سنا دی گئین، حاضرین مین سے ابونصر نے کہا کہ اصمعی خدا کے لیے اپنی جان پر رحم کرو، کہین نظر نہ لگ جائے یہ سنکر اصمعی خاموش ہوگئے،

حاقہ (ع) حق ہو کر رہنے والی، نام ہے سورہ قرآنی کا جو مکی ہے اور انتیسوین (۲۹) پارہ مین درج

آیتون پر اس سورت مین اس مضمون کو ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ بدی کا بدلہ اور اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کا نتیجہ اٹل ہین،

حاقہ سے اشارہ قیامت کی طرف ہے کیونکہ وہ ہرانسان پر جو کچھ اس نے کسب کیا ہے خیر سے ہو یا شر سے واجب کرے گی، بڑی مصیبت کو بھی حاقہ کہتے ہین،

حاکم (ع) بکسر کاف، حکم کرنے والا، جمع اس کی حکام اور حاکمین آتی ہے،

اصولئین اور فقہار کے نزدیک خداے تعالیٰ حاکم ہے اور باقی محکوم، حاکم نام ہے خداے تعالیٰ کا چنانچہ (۱) سورہ تین (پ ۳۰ - ع اول، آیت ۸) مین احکم الحاکمین آیا ہے جس سے مراد خداے تعالیٰ ہے (۲) سورۂ اعراف (پ ۸، ع ۱۱، آیت ۸۵) مین خیر الحاکمین سے مراد اللہ جل شانہٗ ہے،

حال، (ع) بتخفیف لام، موجودہ زمانہ، حال مشتق ہے حول بمعنی گردش سے،

نحوین کے نزدیک حال وہ اسم ہے جو فاعل یا مفعول کی یا اکٹھا دونون کی یا مجرور کی یا ظرف کی وہ ہیئت بتائے جو وقوع محل کے وقت ہو، صاحب حال کو ذوالحال کہتے ہین،

حکمار کی اصطلاح مین حال ایک کیفیت ہے جو کہ نفس اور ذی نفس کے ساتھ مخصوص ہے،

صوفیہ کے نزدیک حال اس کیفیت نفسانی کو کہتے ہین جس کے سبب سے صدورِ فعل بغیر فکر و اندیشہ کے بلا تکلف آپ سے آپ ہوتا ہے، بشرطیکہ یہ کیفیت سریع الزوال ہو، اگر بطی الزوال ہوئی تو مقام کہلاتی ہے، چونکہ حال مشتق ہے حول بمعنی گردش سے اور صاحب حال ایک ہیئت سے دوسری ہیئت کی طرف پلٹ جاتا ہے اس لیے اس ہیئت کو حال کہتے ہین، مشائخین کی وہ جماعت جو رقص و سرود اور سماع کو حلال جانتی ہے **حالیہ** کہلاتی ہے،

اطبار کے نزدیک حال کا اطلاق تین حالتون پر ہوتا ہے جو صحت، مرض اور حالت متوسط ہین (اکسیر القلوب ص ۱۴۸)

علم الحال سے مراد یہ ہے کہ مشاہدۂ آثار قدرت و نشانات حکمت ربانی سے معارف حقہ کا حاصل ہونا، اور موجودات کے دقائق اور باریکیون کو سمجھ کر توحید اور صفات ذوالجلال کا عرفان اور کیفیت وجدانی پیدا ہونا، علم الحال شاخ ہے علم تصفیہ باطن کی (فلسفہ اسلام جلد اوّل)

حالّ، بتشدید لام، فرود آینده،

حکما کے نزدیک حال (بتشدید لام) منحصر ہے صورت اور عرض مین، اگر محل مستغنی عن الحال ہو مطلقاً جمیع وجوہ سے تو اس کا نام موضوع رکھا جاتا ہے اور حال کو عرض کہتے ہین، اگر محل کو حال کی حاجت کسی وجہ سے ہو وہ (محل) ہیولی کہلاتا ہے اور حال کو صورت کہتے ہین،

حام (ع) نر شتر، حام لیا گیا ہے "حماہُ یحمیہ اذا حفظہٗ" سے چونکہ یہ اونٹ اپنی پشت کی حفاظت کرتا ہے، اس لیے اُسے حام کہتے ہین،

عرب جاہلیت مین وہ اونٹ جس کے بچے کا بچہ سواری کے قابل ہو جاتا ہے جس کی نسل سے دس بچے ہو جاتے حام کہلاتا تھا، اور اس سے پھر سواری وغیرہ کا کام نہین لیتے تھے اور اس طرح اس کی پیٹھ بوجھ کے لادنے سے بچ جاتی، سورہ مائدہ (پ ۷، ع ۱۴، آیت ۱۰۲) مین ہے کہ اللہ نے نہ تو بحیرہ مقرر کیا ہے اور نہ صائبہ اور نہ حام (لیکن کافر اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہین)

حامِل (ع) بکسر میم، اٹھانے والا، دو چیزون کے درمیان آنیوالا،

علم ہیئت مین حامل سے مراد وہ فلک ہے جو کہ افلاک ششگانہ مین سے ہر ایک فلک کے درمیان ہے سوائے فلک الشمس کے (غیاث اللغات)

حامل امر، اصطلاح تصوف مین عالم برزخ کو کہتے ہین،

حامل راس الغول، اس کو برساوس بھی کہتے ہین، اس کا ستارہ راس الغول اس وجہ سے مشہور ہے، کہ اس کی روشنی متغیر ہوتی ہے، ان اکیس اشکال شمالی مین سے جو فلک پر مرتسم ہین حامل راس الغول گیارہوین شکل ہے، وہ ایک مرد کی صورت ہے جو داہنا پاؤن اٹھائے ہوئے بائین پاؤن پر کھڑا ہے، داہنا ہاتھ سر پر رکھے ہوئے اور بائین ہاتھ مین ایک غول (دیو) کا سر لیے ہوئے ہے، چھبیس ۲۶ ستارہ مل کر اس صورت کو بناتے ہین جنمین سے دو قدر دوم مین ہین، (ان مین سے ایک کو راس الغول کہتے ہین) اور پانچ ستارے قدر سوم مین اور سولہ ۱۶ ستارے قدر چہارم مین اور دو ستارے قدر پنجم مین اور ایک ستارہ قدر ششم مین ہے (مطلع العلوم)

حامیم اس کا املا حٰم بھی مستعمل ہے اور اس کی جمع حوامیم ہے، قرآن مجید مین سات سورتین ہین جو "ح" اور "م" سے شروع ہوتی ہین، اس لیے ان سورتون کو حوامیم کہتے ہین، ان کے نام یہ ہین، (۱) سورہ مومن (پ ۲۴) و (۲) سورہ حم سجدہ (پ ۲۴)

و (۳) سورۂ شوریٰ (پ۲۵) و (۴) سورہ زخرف (پ۲۵)
و (۵) سورہ دخان (پ۲۵) و (۶) سورہ جاثیہ (پ۲۵)
اور (۷) سورہ احقاف (پ۲۶)

حامیم حروف مقطعات مین سے ہین، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ حٰم خدائے تبارک و تعالیٰ کے اسمائے اعظم مین سے ہے اور بعضون نے کہاہے کہ اس لفظ سے خدائے تعالیٰ کے وہ نام مراد ہین جنمین "حا" یا "میم" ہو مثلاً حکیم، حلیم، حی (دیکھو مقطعات)

سورۂ حم سجدہ مین جو باعتبار نزول مکی ہے چھ رکوع مین جنمین ۵۴ آیتین ہین، اس سورت کو **فصلت** بھی کہتے ہین، اس کے پہلے رکوع مین دعوتِ حق پر کفار کے اعراض کا ذکر ہے، دوسرے رکوع مین برے اعمال سے خوف دلایا گیا ہے، تیسرے رکوع مین ہے کہ وہ بدیان جنسے بچنے کے لیے قرآن مجید ہدایت کرتا ہے انسان کے جوارح پر اپنا اثر قائم رکھتی ہین جو بالآخر قیامت کے دن ایک کھلی شہادت کے رنگ مین ظاہر ہوگا، چوتھے رکوع مین تبلایا گیا ہے کہ قرآن کریم کے اثر سے بچنے کے لیے کفار نے کون سی راہ اختیار کی ہے، پانچوین رکوع مین بتایا ہے کہ دعوت الی القرآن بہترین کام ہے چھٹے رکوع مین نتائجِ اعمال کا ذکر کرتے ہوئے تبلایا گیا ہے کہ اسلام کا نور چار دانگِ عالم مین چمکے گا،

(ماخوذ از بیان القرآن)

حائض (ع) وہ عورت جو بحدِ حیض پہنچی ہو

حائضہ (ع) وہ عورت جس کو حیض آتا ہو، حائضہ کے مخصوص احکام یہ ہین، (۱) جس عمل مین طہارت شرط ہے وہ حائض پر حرام ہین، مثلاً نماز، طوافِ کعبہ وغیرہ (۲) حائضہ کا روزہ رکھنا صحیح نہین (۳) حائضہ کو مسجد مین بیٹھنا جائز نہین، مکروہ ہے راہ چلنا عام مسجدون مین سے، اور حرام ہے گذرنا مساجد مکہ معظمہ و مدینہ منورہ مین سے (۴) سورہ ہائے عزمیہ کی تلاوت جائز نہین، (۵) حرام ہے شوہر پر کہ حائضہ سے جماع کرے، اگر عمداً مجامعت کرے گا تو اس پر کفارہ واجب ہوگا، حیض کے ابتدائی زمانہ کی مجامعت کا کفارہ ایک اشرفی شرعی (یعنی ڈھائی روپیہ کلدار) اور وسط حیض کا کفارہ آدھی اشرفی شرعی اور آخری حیض کا کفارہ چوتھائی اشرفی شرعی ہے، (۶) جب عورت حیض سے پاک ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ غسل کرے (عین الہدایہ جلد اول ص ۱۸۴ و تحفۃ العوام) جب عورت سے دخول ہو چکا ہو، تو فقہائے امامیہ کے نزدیک اس عورت کو ایامِ حیض مین طلاق دینا جائز نہین (جامع عباسی) خوارج کی ایک جماعت کے نزدیک حیض والی عورت پر ایام

حیض کی فوت شدہ نمازون کی قضا واجب ہے (تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری کتاب الحیض ص ۲۴ حاشیہ)

یہودیون مثل اہل ہنود کے رواج تھا کہ حائضہ سے میل جول رکھنا اور اس کا پکایا ہوا طعام کھانا یا اس کو مس کرنا جائز نہین سمجھتے تھے، مگر اسلام حائضہ کا سارا جسم پلید نہین تبلاتا، صرف مجامعت کو منع کرتا ہے، جیسا کہ سورۂ بقر (پ ۲۔ ع ۲۸، آیات ۲۲۲-۲۲۳) مین مذکور ہے،

حُبّ (ع) بالضم وتشدید بائے موحدہ۔ محبت، دوستی۔ لفظ حب کے متعلق اہل لغت کے مختلف اقوال پائے جاتے ہین، مثلاً (۱) بعض کہتے ہین کہ حُب نام ہے صفائے محبت کا جو ماخوذ ہے صفائے دندان سے چنانچہ عرب کا مقولہ ہے کہ حَبّبَۃ الاسنان یعنی دانتون کو صاف اور روشن رکھ (۲) بعض کہتے ہین کہ حُب مشتق ہے حباب (بلبلہ) سے باین معنی کہ جب قطرے جدائی کے ابرِ شوق سے دلِ محبت پر جو پیاسا لقائے محبوب کا ہے گرتے ہین تو وہ جوش کرتا ہے مثل جوش پانی کے شدتِ باران کے وقت (۳) بعض کہتے ہین کہ حب کہتے ہین اونٹ کے پاؤن باندھنے کو تاکہ اٹھ نہ سکے یہان تک کہ تمام سامان اور بوجھ اس پر ڈالین، ایسا ہی حال ہے دل محب کا کہ وہ بھی

اٹھاتا ہے ایسے بوجھ کو جس کے اٹھانے سے زمین و آسمان ڈر گئے (۴) حُب (بضم حائے مہملہ) چوکھوٹی کو کہتے ہین جس پر سبو یعنی مٹکا رکھا جاتا ہے، ایسا ہی حال ہے دل محب کا جو محبوب کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے (۵) حب بمعنی گوشوارہ ہے چونکہ گوش کے لیے گوشوارہ ضروری ہے ایسی ہی دل محب کے لیے حب ضروری ہے (ماخوذ از حبیب الصوفیہ)

قرآن مجید مین حب اور اُس کے مشتقات بکثرت آئے ہین، چنانچہ (۱) سورہ مائدہ (پ ۶ ع ۸۔ آیت ۵۹) اللہ ایک قوم کو لاوے گا کہ محبت کرتا ہے اُن سے (یحبھم) اور محبت کرتے ہین وہ اس سے (یحبونہ) (۲) سورۂ بقر (پ ۲، ع ۲۰، آیت ۱۶۰) وہ محبت کرتے ہین اُن (یعنی بتون) سے جیسی کہ ان کو خدا سے کرنی چاہیے تھی اور ایماندار لوگون کو سب سے قوی محبت اللہ ہی کی ہے (حباً للہ)

(۳) سورۂ یوسف (پ ۱۲ ع ۴۔ آیت ۳۰) فریفتہ ہو گئی (زلیخا) اُس (یعنی یوسفؑ) کی محبت مین (حبًا)

المشکوۃ (کتاب الآداب، باب الحب فی اللہ و من اللہ) مین متعدد احادیث درج ہین جنھین تبلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا، اور اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا ہر مسلم کا فرض اولین ہونا چاہیے، حب فی اللہ

اس محبت کو کہتے ہین جو ریا، خواہش نفسانی اور ہر ایک
آمیزش سے پاک ہو اور حب من اللہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ
کے سبب سے محبت کرے یعنی جب دوست رکھے کسی
بندہ کو تو اللہ کے واسطے دوست رکھے،

اظہارِ محبت کے یے کلام مجید مین **مودۃ، ود**
اور ولا بھی مستعمل ہوئے ہین جن کی تشریح ان کی
ترتیب ہجی کے لحاظ سے کیجاوے گی انشاء اللہ تعالےٰ

حَب (ع) بالفتح دانہ کو کہتے ہین، اور **حبۃ**
القلب انسان کے دل کے مرکز کا نام ہے،

حَبّۃ (ع) بالفتح وتشدید باے موحدہ بمعنی دانہ،
اس کی جمع حبات آتی ہے (۲) وزن یعنی ایک سرخ
جس کو ہندی مین رتی کہتے ہین، اور وہ جو متوسط کے
ہموزن ہوتا ہے (غیاث اللغات)

حُبیہ، صوفیون کی ایک جماعت حبیہ کہلاتی
ہے، اس جماعت کا اعتقاد ہے کہ جب بندہ محبت کے
درجہ کو پہنچ جاتا ہے تو تکلفات شرعیہ اس سے ساقط
ہو جاتے ہین اور محرمات مباح بنجاتے ہین (کشاف
اصطلاحات الفنون)

حَبس (ع) بالفتح، مصدر ہے، بمعنی قید
و بند، یعنی روکنا اور بند کرنا، لیکن اس کا اطلاق موضع
حبس یعنی زندان پر بھی ہوتا ہے،

سورہ مائدہ (پ ۶ - ع ۵ - آیت ۳۵) مین محاربین
کے یے نفی کرنے کا حکم ہے اور فقہار نے نفی سے مراد
حبس لیا ہے اس یے کہ نفی سے نفی من جمیع الارض متصور
نہین ہو سکتی،

حبس دوام بھی ان سزاؤن مین سے ہے جن کا
تعلق حدود سے ہے، یعنی ان شخصون کی سزا ہے، جو
(۱) جو کسی کو قتل کرنے پر مجبور کرے (۲) جو تیسری بار
چوری مین ماخوذ ہو (۳) اس عورت کی جو دین اسلام
سے برگشتہ ہو جائے،

عہد نبوی مین مسجد ہی سے محبس کا بھی کام لیا جاتا
تھا بعد ازان حضرت عمرؓ نے ایک گھر مکہ معظمہ مین چار ہزار
درم کو خرید کیا اور اس کو محبس ٹھہرایا، حضرت علی مرتضیٰؓ
نے قید خانہ ایجاد کیا، اوّلاً اس کو بانس سے بنایا اور
اس کا نام **نافع** رکھا، بعدہ مٹی کا بنایا اور اس کا نام
مخیس (ذلیل کرنے کا مکان) رکھا (غایۃ الاوطار،
کتاب القضایا فصل فی الحبس)

حبش، نام ہے ایک قطعہ ملک کا جس کو یونانی
اتھوپیا کہتے تھے، اہل یورپ ابی سینیا کہتے ہین،

عربی مین حبش کے معنی اخلاط و امتزاج کے ہین
جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عربون کے نزدیک وہ قوم
جو ملک حبش مین آباد تھی ممزوج النسل اور مخلوط النسب

قوم تھی، نولدیکی (جرمن مستشرق) کہتا ہے کہ اہل حبش
خالص سامی نہین ہین بلکہ اصلی باشندون کے ساتھ عرب
کے مختلف قبائل مختلف اقطاع کے مل گئے ہین حبشی
زبان اور خط دونون سبائی سے قریب و مشابہ ہین،
(انتہی)، غرضیکہ سبائی عربون نے اصل افریقی قبائل
کے اختلاط اور امتزاج سے جو نئی قومیت پیدا کی اسی کا
نام عربی مین حبش اور یونانی مین اتھوپین اور یورپین
زبانون مین ابی سینین ہے، ان مخلوط سبائی عربون
کا پایہ تخت شہر اکسوم تھا اور جس کے اب تک کھنڈر
باقی ہین، سیاسی انقلابات کے ہاتھون ملک یمن
پر سبائے حبش حکمران ہوگئے اور ان کے ایک بادشاہ
ابرهة الاشرم نے خانہ کعبہ کے ڈھانے کے
لیے ہاتھیون کا لشکر لے کر حملہ کیا، چنانچہ یہ لوگ قرآن مجید
مین اصحاب فیل کے نام سے مخاطب کئے گیے ہین،
جب اسلام آیا تو اس کے مبلّغین نے مظالم
قریش سے امان حاصل کرنے کے لیے حبش کا رخ
کیا جہان کا بادشاہ نجاشی ان کے ساتھ حسن سلوک
سے پیش آیا، پہلی ہجرت حبش کی سنہ ۵ نبوی مین عمل
مین آئی اور گیارہ مرد اور چار عورتون نے وطن کو
خیرباد کہکر حبش مین اقامت اختیار کی، یہ تعداد رفتہ
رفتہ ۸۳ تک پہنچ گئی، ان مہاجرین مین سے بعض
حضرات نے یہ خبر سنکر کہ کفار نے اسلام قبول کر لیا ہے،
مکہ معظمہ کا رخ کیا لیکن شہر کے قریب پہنچنے پر معلوم ہوا
کہ خبر غلط ہے تو ان مین سے بعض واپس چلے گئے اور
اکثر چھپ چھپ کر مکہ مین آگئے لیکن ان لوگون کو جو
حبش سے واپس آگئے تھے اہل مکہ نے زیادہ ستانا
شروع کیا اور حبش کی بالآخر ہجرت ثانیہ عمل مین آئی،
ان مہاجرین کی تعلیم و تلقین سے حبش مین اسلام
کی اشاعت شروع ہوگئی اور حضرت جعفر طیارؓ کی تقریر
نے جو نجاشی بادشاہ حبش کے دربار مین ہوئی تھی خود
بادشاہ کو اسلام کا گرویدہ بنا دیا جو بالآخر بطیب خاطر
مسلمان ہوگیا، (دیکھو نجاشی)

حَبْل (ع) بفتح اول و سکون ثانی، رسی
اس کی جمع حبائل، حبول اور احبال آتی ہے، اصطلاح
مین حبل کہتے ہین اس چیز کو جسے کسی امر کے حاصل
کرنے مین واسطہ بنائین، قرآن مجید مین حبل کئی معنون
مین آیا ہے یعنی (۱) دین یا قرآن، سورہ آل عمران،
(پ۴ ع ۱۱- آیت ۹۸) اور سب مل کر اللہ کے دین کو
(بحبل اللہ) مضبوط پکڑو (انتہی) حضرت ابن مسعودؓ
سے بسند صحیح حبل اللہ کے معنی قرآن مجید مین مروی ہین
(۲) پناہ، حمایت، سورہ آل عمران (پ۴- ع ۱۲- آیت
۱۰۸) اللہ کی حمایت (بحبل من اللہ) اور لوگون کی

حمایت (حبل من الناس)

(۳) رگ، سورہ ق (پ ۲۶ ع ۲، آیت ۱۵) اور ہم رگ گردن سے (حبل الورید) بہت زیادہ قریب ہین (۴) رسی، سورۂ لہب (پ ۳۰، ع اول، آیت ۵) اور اس کی گردن مین چھوہارے کی چھال کی رسی (حبل) ہو گی،

لسان العرب مین حبل کے معنی عہد، ذمہ اور امان بھی لکھے ہین،

حکمار کی اصطلاح مین حبل سے مراد وہ چیز ہے کہ موقوف علیہ کسی چیز کی ہو عام اس سے کہ ماہیت اس چیز کی موقوف ہو یا وجود اس کا (اکسیر القلوب ص ۱۳)

حبوۃ (ع) بالفتح اول و سکون ثانی (۱) داد و دہش (۲) نشست کی ایک ہیئت یعنی کپڑا یا دامن پر لپیٹ کر بیٹھنا، یا پیٹ اور پنڈلیون کو ڈوپٹے سے باندھ کر بیٹھنا (منتہی الارب جلد اول)

جب جمعہ کے دن امام خطبہ پڑھتا ہو تو اس ہیئت سے یعنی گوٹ مار کر بیٹھنے کی ممانعت حدیث مین آئی ہے (المشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب التنظیف و التبکیر فصل الثانی) اس لیے کہ گوٹ مار کر بیٹھنے سے نیند آجاتی ہے اور خطبہ نہین سنا جا سکتا)

حبلیہ، فرقہ جاریہ کی شاخ ہے، حبیب کا قول ہے کہ حبیب اپنے حبیب کو عذاب نہین دیتا، اور اللہ ہمارا حبیب ہے (مذاہب الاسلام)

حتی، حرف حتی کئی معنون مین آتا ہے (۱) انتہا و غایت مثلاً حتی مطلع الفجر (۲) مع جیسے مات الناس حتی الانبیاء (۳) کے اور اس وقت مضارع کو بہ تقدیر اَن نصب دیتا ہے، جیسے اَسلمتُ حتی اُدخل الجنة (کتاب النحو)

حج (ع) بالفتح و تشدید، لغوی معنی ارادہ کرنا کسی چیز کا، لیکن اصطلاحِ شرع مین اس مجموعۂ عبادت کا نام حج ہے جو بیت الحرام مین زمانہ مخصوص مین اعمال مخصوصہ کے ساتھ ادا کیا جائے، حجۃ اللہ البالغہ (مقدمہ) مین ہے کہ حج اس لیے مشروع کیا گیا ہے کہ خدا کی نشانیون کی عظمت کا اظہار ہو،

فرضیت حج | ارکان اسلام مین سے ایک رکن حج بیت اللہ بھی ہے، جو ہر اس مسلمان پر فرض ہے جو عاقل، بالغ آزاد اور مستطیع ہو یعنی آمد و رفت کا کرایہ اور حفاظت بدنی اور دیگر ضروری احتیاج کے پورا کرنے کی مقدرت رکھتا ہو، اور واپس آنے تک اہل و عیال کا نفقہ ادا کر سکتا ہو، فریضۂ حج کی ادائگی کے لیے راستہ کا پر امن ہونا بھی شرط ہے، تیسر الباری (ترجمہ صحیح بخاری

مین ہے کہ بچہ کا حج مشروع ہے اور اس کا احرام صحیح ہے، لیکن یہ حج اس کے فرض کو ساقط نہین کرتا، اور بلوغ کے بعد فرض حج کا ادا کرنا لازم ہوگا، عورت کا حج امام احمد کے نزدیک واجب نہین اگر اس کو خاوند یا دوسرا کوئی محرم رشتہ دار نہ ملے، حنفیہ کا بھی یہی قول ہے لیکن شافعیہ اور مالکیہ معتبر اور نیک رفیقون کے ساتھ عورت کا حج کے لیے جانا جائز کہتے ہین، (انتہی کلامہٗ) فقہاء امامیہ نابالغ بچہ کے حج کے باب مین فقہاے اہل تسنن سے متفق ہین، لیکن عورت کے حج کے مسئلہ مین ان کا مذہب یہ ہے کہ عورت پر حج واجب ہوجائے تو شوہر کی اجازت درکار نہین کسی محرم کی ہمراہی مین اس کو حج کرلینا چاہیے (جامع عباسی، باب الحج)

بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ جس کا حج کیا جاتا ہے حضرت ابراہیم کا تعمیر کیا ہوا ہے جس کے حج کرنے کے لیے آپ نے تمام دنیا کو دعوت دی، کہ وہان آکر عبادت خداے وحدہٗ لاشریک کرین، چنانچہ ہر سال عرب کے دور دراز اطراف سے لوگ حج کو آتے تھے (سورہ حج پ۱۷ ع ۴۔ آیت ۲۸) لیکن جو گھر خداے واحد کی عبادت کے لیے بنایا گیا تھا مرورِ زمانہ سے وہ تین سو ساٹھ خداؤن کا تماشاگاہ بن گیا، یہان تک کہ ۸ھ مین آنحضرت صلعم کا فاتحانہ داخلہ مکہ مین ہوا اور آپ نے اس کو بتون کی آلائش سے پاک کیا، ۹ھ مین حج کی فرضیت کا حکم صادر ہوا اور مسلمانون کو بتلایا گیا کہ خانہ کعبہ کے طواف کے واسطے سوار ہوکر یا پیادہ جائین تاکہ انکو (دنیا و آخرت کے) فائدے حاصل ہون، ایام مقررہ (یعنی ماہ ذی الحجہ کے اوّل دس روز) مین خدا کی یاد کرین اور بہیمۃ الانعام کے ذبح اور نحر کے وقت خدا کا نام لین، اس (قربانی) مین سے وہ خود کھاوین اور فقراء و بائس کو بھی کھلاوین پھر اعمالِ حج کو ختم کرین اور اپنی نذرون کو پورا کرین اور بیت العتیق کا طواف بھی کرین، یہ ہین حج کے مناسک اور جو کوئی خدا کی حرمتون کی تعظیم کرے گا پس وہ تعظیم اس کے لیے بہتر ہے اور وہ خدا کی درگاہ سے اجر نیک پاوے گا (سورۂ حج، پ۱۷ ع ۴ آیت ۲۹)

حج کی قسمین

حج کی تین قسمین ہین (۱) **حج افراد** (۲) **حج قران** اور (۳) **حج تمتع**، ان مین سے (۱) اگر صرف حج کا احرام باندھا جائے اور عمرہ کا قصد نہ کیا جائے تو حج افراد ہے، اور اس کے ادا کرنے والے کو مفرد کہتے ہین (۲) اگر حج اور عمرہ دونون کے لیے ایک ساتھ احرام باندھا گیا تو حج قران ہے، قران کرنے والے کو قارن کہتے ہین (۳) اگر حج

کے مہینون مین پہلے عمرہ ادا کیا جائے اور پھر حج تو اس حج کو **تمتع** کہتے ہین، اور حاجی کو **متمتع**، مفرد پر قربانی واجب نہین، لیکن قارن اور متمتع پر واجب ہے کہ یوم النحر مین قربانی کرے، ان اقسام سہ گانہ مین سے حج تمتع اس شخص پر واجب ہے جس کا مقام و مسکن مکہ معظمہ سے اڑتالیس میل کے فاصلہ پر ہو، اور قران و افراد ان لوگون پر فرض ہے جو مکہ معظمہ مین رہنے والے ہون یا مسافت مذکورہ سے کم فاصلہ پر اُن کا مسکن ہو،

ائمہ اہل سنن مین اختلاف ہے کہ حج کی تینون قسمون مین سے افضل کون ہے، امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک افضل افراد ہے، پھر تمتع، پھر قارن، امام احمد کے نزدیک افضل تمتع ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک قران (ترجمہ جامع ترمذی جلد اول)

اشہر الحج فریضہ حج تو ماہ ذی الحجہ مین ادا کیا جاتا ہے لیکن سفر حج کی تیاری اور دیگر ضروری باتون کا سرانجام شوال سے شروع کر دیا جاتا ہے، اس لیے شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ مین سے ہر ایک مہینہ کو **اشہر الحج** کہتے ہین، (سورہ بقر پ ۲ ع ۲۵، آیت

[illegible]

کسی شخص کا حج فوت ہو جائے تو وہ عمرہ ادا کر سکتا ہے،

حج کس طرح ادا کیا جاتا ہے اور عمرہ کس طرح حج تو یہ ہے کہ احرام باندھا، عرفہ کے عرفات مین جا حاضر ہوئے، وہان سے فارغ ہو کر لوٹے تو **مزدلفہ** مین جس کو مشعر الحرام بھی کہتے ہین رات کو رہے، اگلے دن عید کی صبح منا مین جا کر کنکر پھینکے، بال اتروا کر احرام اتار دیا، پھر آ کر طواف کعبہ کیا، صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے، پھر دوبارہ منا مین جا کر تین دن یا دو دن رہے، ہر روز کنکریان پھینکا کیے، لوٹ کر خانہ کعبہ کا طواف کیا اور رخصت ہوئے، **عمرہ** یہ ہے کہ جب چاہا احرام باندھا، کعبہ کا طواف کیا، صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے اور بال اتروا کر احرام اتار دیا، حج یا عمرہ مین قربانی نہین کرنی پڑتی مگر چار صورتون مین جن کا ذکر ہدی مین آئیگا، انشاء اللہ تعالی،

مواقیت احرام کے باندھنے کے لیے جو حج اور عمرہ کی ضروری شرط ہے، مخصوص مقامات آنحضرت صلعم نے مقرر فرما دیے ہین جنکو **مواقیت** کہتے ہین اور وہ پانچ ہین (۱) مدینہ منورہ سے آنے والون کیلئے **ذو الحلیفہ** (۲) شام والون کے لیے **جحفہ** (۳) یمن والون کے لیے **یلملم**، ہندوستان کا

[illegible]

قرن اور (۵) عراق والون کے لیے ذات عرق۔

مناسکِ حج

مناسکِ حج یعنی وہ کل افعال جو حاجی کو ابتدائے حج سے لیکر اختتام تک انجام دینے ہوتے ہین یہ ہین:-

(۱) احرام ونیت (۲) طواف قدوم (۳) سعی بین الصفا والمروہ (۴) خروجِ منیٰ (۵) وقوفِ مزدلفہ (۶) منیٰ اور رمی الجمار (۷) طواف الزیارت (۸) طواف الصدر،

ان کی اجمالی تشریح یہ ہے،

(۱) احرام ونیت، احرام مین داخل ہونے اور حج کی نیت کا قصد کرنے کا اشارہ قرآن مجید کے ان الفاظ "فمن فرض فیھن الحج" (سورۂ بقر ع ۲۵- آیت ۱۹۳) سے پایا جاتا ہے،

میقات پر پہنچکر حاجی غسل کرتے ہین اور اس کے بعد نیت کرکے احرام باندھتے ہین، اور لبیک کہتے ہین، اکثر اوقات لبیک آواز بلند سے کہا جاتا ہے، خصوصاً نماز کے بعد اور مقامات پر چڑھتے اور اترتے وقت، احرام کا پہننا ابراہیمی سنت ہے، جس کو اسلام نے بھی قائم رکھا، احرام کے متعلق مندرجۂ ذیل احکام قرآن مجید مین مندرج ہین،

(الف) حالت احرام مین لڑائی، فساد اور عورت کے پاس جانے (یعنی مجامعت) کی ممانعت (سورہ بقر پ ۲، ع ۲۵، آیت ۱۹۳)

(ب) جنگلی جانورون کے شکار کی ممانعت (سورۂ مائدہ پ ۷، ع ۱۳، آیت ۱۹۱)

(ج) احرام اور ارکان کے ختم ہونے تک سر منڈانے کی ممانعت (سورۂ بقر، پ ۲ ع ۲۴ آیت ۱۹۲)

(۲) طوافِ قدوم جب مکہ معظمہ مین پہنچے اور حرمِ کعبہ دکھائی دے تو کہے اللہ اکبر- اللہ اکبر- لا الہ الا اللہ، واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد،

جب حرم کے اندر جائے تو حجر اسود کے سامنے کھڑا ہو، اگر ممکن ہو تو اس کو بوسہ دے، ورنہ ہاتھ سے بوسہ لینے کا اشارہ ہی کرے، اور کعبہ کے گرد گھومنا شروع کرے، اور جب حجر اسود کے سامنے آوے تو اس کا بوسہ لے یا اسی طرح اشارہ کرے، سات دفعہ گھومے اور دعا پڑھے، اوّل تین پھرون مین رمل کرے یعنی مونڈھے ہلا کر تیز چلے، سات دفعہ گھومنے کے بعد جس کو طواف کہتے ہین مقام ابراہیم مین دو رکعت نماز پڑھے، طواف کا ذکر سورہ حج (پ ۱۷، ع ۴، آیت ۲۹) مین اور ذکر اللہ کا اشارہ سورہ بقر (پ ۲ ع ۲۵ آیت ۱۹۴) مین ہے، لیکن طواف کی تعداد کا ذکر اور حجرِ اسود کے استلام کا حکم قرآن مجید مین نہین ہے،

(۳) سعی بین الصفا والمروہ، اسی دن طواف کے بعد
صفا اور مروہ کے درمیان مین جو نہایت چھوٹے چھوٹے
پہاڑ ہین پھرے، صفا کی پہاڑی پر چڑھے اور کعبہ کی
طرف منھ کر کے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاوے اور تکبیر و
تہلیل اور حمد و درود پڑھے، صفا سے اُتر کر مروہ کو جاوے،
اس راستہ مین دو نشان بنے ہوئے ہین جنکو میلین
اخضرین کہتے ہین، ان نشانون کے بیچ مین،
دوڑ کر چلے، جب مروہ پر چڑھے تو کعبہ کی طرف منھ
کر کے وہی تمام جملے جو صفا پر پڑھے تھے پڑھے، یہ ایک دوڑ
ہوئی جس کو ایک شوط کہتے ہین، اسی طرح
سات دفعہ کرے، ساتوین دوڑ مروہ پر ختم ہو گی، اگر
احرام باندھتے وقت صرف عمرہ کی نیت کی ہے تو عمرہ
ختم ہو گیا، احرام کھولدے اور پھر آٹھوین ذی الحجہ کو
حرم کے اندر جا کر حج کا احرام باندھے، اگر حج اور عمرہ دونون
کی اکٹھی نیت کی ہو یا صرف حج کی نیت کی ہو تو بدستور
احرام باندھے رہے،

سعی بین الصفا والمروہ جس طرح ایام جاہلیت مین
کیا جاتا تھا، اسی طرح اب بھی کیا جاتا ہے، اس کا بھی اشارہ
قرآن مجید مین موجود ہے، دیکھو سورۂ بقر (پ ۲، ع ۱۹
آیت ۱۵۳)

(۴) خروج منیٰ، جو لوگ عمرہ ادا کر کے احرام سے
خارج ہو گیے ہین ان کو چاہیے کہ حرم مین جا کر صبح کی
نماز پڑھین، اور حج کا احرام باندھین اور منیٰ کو روانہ
ہون، لیکن جنلوگون نے احرام نہین کھولا ہو وہ صبح
کی نماز کے بعد منیٰ کو روانہ ہون، رات کو منیٰ مین رہین نوین تاریخ صبح کی نماز
کے بعد علی الصباح عرفات کے میدان مین جائین اور غروب آفتاب
تک وہین رہین، ادعیہ ماثورہ پڑھتے رہین یا جو دعا چاہین مانگتے
رہین، عرفات مین امام اونٹنی پر چڑھکر خطبہ پڑھتا ہے اور لوگون
کو نیکی اور خدا پرستی کی نصیحت کرتا ہے،

عرفات مین جانے کا اشارہ بھی قرآن مجید سے پایا جاتا
ہے (دیکھو سورۂ بقر پ ۲، ع ۲۵، آیت ۱۹۴)

(۵) وقوف مزدلفہ، مغرب کی نماز کے بعد اس میدان
(یعنی عرفات) سے لوگ روانہ ہوتے ہین، اور مزدلفہ
کے میدان مین آکر رات بسر کرتے ہین، مزدلفہ مین رہنے
کا اشارہ سورۂ بقر (پ ۲، ع ۲۵، آیت ۱۹۵) مین ہے،

(۶) منیٰ اور رمی جمار، دسوین ذی الحجہ کو مزدلفہ سے
چل کر منیٰ مین پہنچتے ہین، منیٰ کے میدان مین تین ستون
بطور نشان کے بنے ہوئے ہین، ہر ایک ستون پر سات
سات کنکریان ایک ایک کر کے مارتے ہین اور ہر
کنکری کے مارتے وقت یہ دعا پڑھتے ہین، اللّٰہ اکبر
لا الٰہ الا اللّٰہ، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد
رمی جمار کا ذکر قرآن مجید مین نہین ہے،

رمی جمار کے بعد قربانی کیجاتی ہے، سر منڈایا جاتا ہو،
یا بال کترواتے جاتے ہین اور احرام کھول دیا جاتا ہے،
کپڑے پہین لئے جاتے ہین، مگر عورت کے پاس جانے
کی (یعنی مجامعت کی) اب تک اجازت نہین ہی گیارہوین
اور بارہوین کو بدستور منیٰ مین رہتے ہین اور دونون دن
بھی ان تینون ستونون کو سات سات کنکریان اسی
طرح مارتے ہین جس طرح دسوین تاریخ کو ماری تھین،
منیٰ مین ایام تشریق تک ٹھہرنے کا اشارہ سورہ
بقر (پ۲، ع ۲۵، آیت ۱۹۹) مین پایا جاتا ہے، قربانی
جو حج مین کیجاتی ہے اس کا ذکر بھی قرآن مجید مین ہی،
وہ قربانی تین طرح کی ہوتی ہے،

(الف) جانور کو ساتھ لیجاتے ہین اس ارادہ سے
کہ مکہ معظمہ مین جاکر ذبح کرین گے، اس کا ذکر سورہ حج
(پ۱۷، ع ۵- آیت ۳۷) مین موجود ہے،

(ب) دوسری قسم کی قربانی جو حج تمتع مین کیجاتی
ہے، اس کا ذکر سورہ بقر (پ۲، ع ۲۴، آیت ۱۹۲) مین
موجود ہے،

(ج) تیسری قربانی عام طور پر حج کے بعد کیجاتی
ہے، اس کا ذکر سورہ حج (پ۱۷، ع ۴- آیت ۳۰)
مین ہے،

(۷) طواف الزیارت (بقیہ تاریخون مین یعنی
دسوین یا گیارہوین یا بارہوین کو قربانی کے بعد منیٰ سے حرم
مین آتے ہین اور خانہ کعبہ کا طواف اسی طرح کرتے ہین
جس طرح اوپر بیان ہوا، پھر منیٰ مین چلے جاتے
ہین، بعد اس کے ہر ایک امر کی اجازت ہے جو چاہین
سو کرین، اگر کسی نے طواف قدوم کے بعد سعی بین الصفاء
المروہ نہ کی ہو تو اس کو اس طواف کے بعد کر لینا چاہیئے،

(۸) طواف الصدر، جو لوگ اور ملکون سے حج کو آتے
ہین اور حج کے بعد واپس جانا چاہتے ہین تو ان کو صرف
طواف کرکے روانہ ہونا چاہیئے،

قربانی کی اصل

صاحب تفسیر القرآن لکھتے ہین کہ زمانۂ قدیم
مین حج مین **قربانی** کی رسم کا پایا جانا اس
بنا پر تھا کہ مکہ ایک بیابان غیر ذی زرع خطہ تھا، جہان
کثیر التعداد حاجیون کی خوراک کا میسر آنا مشکل نظر آتا
تھا، اس لیے اکثر لوگ خوراک کے لیے جانور اپنے ساتھ لیجاتے
تھے جو **بدن** اور **قلائد** کے نام سے مشہور تھے
اور جو نہ لیجاتے وہ مکہ مین خریدتے تھے، ان کو ذبح کرتے
خود بھی کھاتے اور دوسرے لوگون کو بھی کھلاتے تھے،
حج مین صرف یہی اصل قربانی کی قرآن مجید سے پائی جاتی
ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ تم ان کو (اونٹون کو) نحر
کرو تو خدا کا نام لو اور جب مرجائین تو ان سے کھاؤ اور
قناعت کرنے والون اور سوال کرنے والون کو کھلاؤ،

خدا کو ان قربانیون کا گوشت نہین پہنچتا اور نہ اس کا خون جو کچھ اس کی جناب مین قبول ہوتا ہے وہ تقویٰ ہے (سورۂ حج پ۱۷، ع۴۔ آیت ۳۹-۳۰) پس اس زمانہ مین جو حج کے دنون مین حاجت سے زیادہ قربانی کی رسم ہے اور لاکھون جانور ذبح کر کے جنگل مین ڈال دیے جاتے ہین جنکو گیدڑ اور کوے بھی نہین کھاتے اس کا کچھ بھی نشان مذہب اسلام مین نہین (تفسیر القرآن جلد اول ص ۲۵۵)

اصطلاحاتِ حج | فریضۂ حج کی مشہور اصطلاحات مثلاً احرام، حجر الاسود، صفا و مروہ، عرفات، ایام تشریق، مسجد الحرام، مقام ابراہیم، محرم، میقات، مزدلفہ، طواف، عمرہ، رمی جمرہ، زمزم، تلبیہ، رکن یمانی، ترویہ، خطبہ ہدی کی تشریح تو ان کے حروف تہجی کی ترتیب کے لحاظ سے کی گئی ہے، اور آیندہ کیجاوے گی انشاء اللہ تعالیٰ لیکن غیر معروف اصطلاحات کی اجمالی تشریح اس مقام پر درج کیجاتی ہے،

(۱) آفاقی، وہ شخص ہے جو کہ میقات کے باہر رہتا ہو جیسے ہندوستان کا رہنے والا،

(۲) میقاتی، وہ شخص جو میقات کی حدود مین رہتا ہو

(۳) مکی، وہ شخص جو مکہ مین سکونت رکھتا ہو،

نکال کر بائین مونڈھے پر ڈالنے کو کہتے ہین،

(۵) شوط، کعبہ کے گرد ایک چکر لگانے کو کہتے ہین،

(۶) رمل، کعبہ کے گرد مونڈھے ہلا کر اور سینہ نکال کر اکڑ کے چلنا رمل کہلاتا ہے،

(۷) وقوف خروج، وقوف کے معنی ٹھہرنا، خروج کے معنی نکلنا،

(۸) دم، قربانی کو کہتے ہین،

(۹) حلق، سر منڈانے کو کہتے ہین،

(۱۰) قصر، بال کتروانے کو کہتے ہین،

(۱۱) حل، حدود حرم سے باہر جو مقام ہے اس کو حل کہتے ہین،

(۱۲) میلین اخضرین، میل کہتے ہین مینارے کو، میلین اخضرین سے مراد سبز رنگ کے دو نشانات ہین جنکے درمیان سعی کیجاتی ہے،

مساوات | اسلام نے سب سے مقدم پیش نظر یہ امر رکھا ہے کہ اس کی عبادت اور احکام تکلیف مالا یطاق نہ نہ بنجائین اس لیے فریضۂ حج کی ادائگی استطاعت پر رکھی ہے، اور وہ بھی تمام عمر مین ایک بار، اسلام نے اس فرقِ مراتب کو بھی مٹا دیا جو قریش نے اپنے لیے قائم کر رکھا تھا اور وہ یہ کہ بجاے عرفات کے مزدلفہ مین

ہین قربانیون کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ بھی مثل دیگر حجاج کے عرفات ہی سے واپس ہوا کرین،

معترضین کے بعض اعتراضات اور انکے جوابات

معترضین کہتے ہین کہ حج اور عمرہ کے لیے سفر کرنا بیکار ہے اور احرام باندھ کر پہاڑون پر تلبیہ پکارتے پھرنا ایک وحشیانہ حرکت ہے لیکن نفس امر یہ ہے کہ فریضۂ حج درحقیقت مسلمانون کی ایک عظیم الشان کانفرنس ہے جس کے فوائد بیشمار ہین، قطع نظر ثواب آخرت کے اس طریقہ سے بحری و بری حالات، مختلف ممالک کے واقعات اور تجارت کے اصول معلوم ہوتے ہین، دنیا کے ہر گوشہ کے مسلمان ایک مقام پر جمع ہو کر تبادلۂ خیالات کرتے اور ایک دوسرے کی ہمدردی اور اعانت کے لیے آمادہ ہوتے ہین، جس فعل کو معترضین وحشیانہ حرکت کہتے ہین وہ درحقیقت تاریخی یادگار ہے اس خدا پرست بڈھے دادا کی جس کے زمانہ مین سویلیزیشن (تہذیب) گہوارۂ طفولیت مین تھی، لہذا اس نے احرام پوش ہو کر فقیرانہ حالت مین اپنے خالق اور معبود کی تسبیح اور تقدیس کرنے اور خشوع و خضوع کے ساتھ سعی کرنے کا طریقۂ عبادت تعلیم کیا،

بت پرستی

عیسائی نکتہ چینون نے مناسک حج پر یہ الزام بھی عاید کیا ہے کہ وہ بت پرستی کے مماثل ہے،

حج کی بجا آوری اور بت پرستی مین بڑا فرق ہے، مگر جو امر کہ معترضین کو ان دونون مین صاف صاف تمیز کرنے سے روکتا ہے، وہ لفظ "بت پرستی" ہے جس سے مراد یہ سمجھی جاتی ہے کہ آدمی کسی مجسم اور مصنوعی شے کی تعظیم اور پرستش کرنے مین گنہگار ہوتے ہین، مگر یہ غلطی ہے، بت پرستون کے مشرک اور گنہگار ہونے کی صرف یہ وجہ نہین ہے کہ وہ مجسم اور مصنوعی اشیاء کی تعظیم اور پرستش کرتے ہین، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ چند روحانی یا صاحب جسم ہستیون یا طاقتون یا عظیم الشان قدرتی اشیاء کو ان سب قدرتون کا مالک سمجھتے ہین جو درحقیقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات سے علاقہ رکھتی ہین اور ان اشیاء وغیرہ کی اس طرح بندگی بجالاتے ہین جو صرف خداے تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے، ان کے بت ان وجودون کے جو غیر خدا ہین قائمقام اور یادگار ہوتے ہین نہ کہ خداے تعالیٰ کے، اس اعتقاد کی وجہ سے وہ مشرک اور گنہگار ہو جاتے ہین، خواہ وہ ان کی عبادت ان کے نامون پر کوئی مورت یا بت قائم کر کے کرین خواہ وہ صرف اپنے دل ہی مین یہ اعتقاد رکھ کر ان کی پرستش کرتے ہون اور ظاہر مین ان کا کوئی بت نہ

گروہ اگر ان روحانی یا صاحب جسم ہستیوں یا طاقتوں یا عظیم الشان قدرتی اشیار کی جنکو وہ صفات الٰہی کا مخزن اور معدن سمجھتے تھے اپنے خیال کے موافق بُت اور مورتین بنا کر ان کے توسل سے ان کو پوجتے تھے، اگر وہ ان ظاہری وسائل کو پرستش کرنے مین اختیار نہ کرتے لیکن باطن ہی مین اعتقاد رکھتے تب بھی ان کو بت کہنا ناموزون نہ ہوتا،

حضرت ابراہیم کی بنائی ہوئی قربان گاہین جنمین حجر اسود بھی شامل ہے اور حضرت یعقوب کا کھڑا کیا ہوا پتھر اور خانہ کعبہ اور بیت المقدس، یہ سب چیزین کسی مشہور و معروف اشخاص کی یادگار کے طور پر نہین بنائی گئی تھین اور نہ وہ فرشتے یا عظیم الشان قدرتی شے کے نام پر قائم کیگئی تھین بلکہ بالتخصیص قادر مطلق کے نام پر جو تمام چیزون کا خالق ہے اسی کی پرستش کی غرض سے بنائی گئی تھین، جملہ رسوم اور تکلفات جو ان مقامات پر برتے جاتے تھے وہ سب صرف خدائے تعالیٰ کی عبادت اور پرستش کے مختلف طریقے تھے، پس خدائے تعالیٰ کی بندگی کو اس طور پر ادا کیا جانا جس کو اس (خدائے تعالیٰ) نے منظور اور قبول کر لیا ہو ہرگز گناہ یا شرک یا بت پرستی نہین ہوسکتی،

بدعات حج | رسالہ الندوہ جلد ۵ نمبر ۱۲ ص [illegible] بدعات حج

کے ذیل مین لکھا ہے کہ مناسکِ حج مین بھی متعدد بدعات پیدا ہوگئین، سنگ اسود پر قیاس کر کے جلہ جو لوگون نے خانہ کعبہ کی دیوار پر ایک بلند مقام متعین کیا اور اس کا نام عروۃ الوثقیٰ رکھا، جو شخص اس کو چھولیتا تھا وہ عروۃ الوثقیٰ کے ساتھ متمسک ہوجاتا تھا، اس کے علاوہ خانہ کعبہ مین ایک میخ قائم کی اور اس کو سرۃ الدنیا کے نام سے موسوم کیا، جو شخص اپنے ناف کھول کر اس پر رگڑ دیتا وہ گویا سرۃ الدنیا سے ملاقی ہوجاتا، ان بدعات کا شریعت مین کوئی ثبوت نہین، ان کے علاوہ جو احکام ثابت ہین اور جن کو مناسکِ حج کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے ان کی صورت مین بھی تغیر ہوگیا، جبل عرفات موقف حج مین ہے اور آنحضرت صلعم نے جبل عرفات کی بائین جانب وقوف کیا ہے اس لیے اسی جگہ پر ہر شخص کو وقوف کرنا چاہیے، لیکن عام لوگون نے خود جبل عرفات کو اصل موقف قرار دے لیا، اس سے بڑھ کر یہ کہ شب عرفہ کو عام طور پر آگ اور شمع کے جلانے کا رواج ہوگیا، یہانتک کہ لوگ اپنے ملکون سے شمع اور فانوس لے کر آتے تھے، جن کو عورتین اور بچے لے کر ادھر ادھر پھرتے تھے، اس بنا پر قادسیہ مین جو آگ [illegible] جبل عرفات پر بھڑک اٹھی

علاوہ ازین حج کے موقع پر رسول اللہ صلعم کی قبر کی زیارت ایک عظیم الشان مختلف فیہ مسئلہ ہوگیا ہے (انتہی کلامہ)

ایڈیٹر صاحب رسالہ اصلاح نے مندرجہ بالا بدعات پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے، وہ لکھتے ہین کہ آج بھی شیعون کا وقوف عرفات مین مطابق حکم خدا و رسول ہوتا ہے، انھین بدعات مین وہ محمل حضرت عائشہؓ کا بھی ذکر کرتے ہین (اصلاح نمبر ۵ جلد ۱۸)

سورۂ حج سورہاے قرآنی مین سے ایک سورت کا نام حج بھی ہے جو سترہوین پارہ مین ہے، اور باعتبار نزول مدنی ہے، اس صورت مین ۷۸ آیتین ہین جو دس رکوع مین آگئی ہین، چونکہ اس سورت مین حج کا ذکر ہے لہذا یہ سورت اسی نام سے موسوم ہوئی، بیان القرآن مین اس سورت کے مضمون کا خلاصہ ان الفاظ مین لکھا ہے کہ اس سورت کی ابتدا زلزلة الساعة کے ذکر سے ہوتی ہے جسمین حق کی مخالفت کرنے والی قوم کی تباہی کا ذکر ہے، پھر بتایا ہے کہ محاسبہ اعمال ضروری ہے، دوسرے رکوع مین بتایا ہے کہ حق کی نصرت یقینی ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اس نصرت کو روک نہین سکتی، تیسرے رکوع مین اہل حق کے نیک انجام کا ذکر کرکے بتایا ہے کہ انھین خانہ کعبہ سے روکا گیا، چوتھے رکوع مین خانہ کعبہ کی ابتدا کا ذکر کرکے فرضیت حج کا ذکر کیا، پانچوین رکوع مین قربانی کی اصل غرض بتائی، اس لیے کہ حج مین قربانی کرنی ضروری ہے، چھٹے رکوع مین مضمون کا انتقال ضرورت جنگ کی طرف کیا جس کے لیے اعلیٰ درجہ کی قربانیون کی ضرورت تھی اور جس کا موقع اب آچکا تھا، ساتوین رکوع مین اعداے حق اور ان کے انجام کا ذکر کیا، آٹھوین رکوع مین بتایا کہ توحید ایک مضبوط اصول ہے جس کی تعلیم دنیا کی سب قومون کو دیگئی اور اب یہ دین یعنی اسلام بھی توحید کی طرف بلاتا ہے، دسوین رکوع مین شرک کی کمزوری اور بودے پن کا ذکر کرکے مسلمانون کو بشارت دی اور ساتھ ہی سمجھایا کہ کامیابی کا انحصار اعلاے کلمة اللہ کی سعی بلیغ کرنے پر ہے (انتہی کلامہ)

حجة الوداع، رخصت کرنے کا حج،

ہجرت سے قبل آنحضرت صلعم نے تین حج کیے تھے لیکن ہجرت کے بعد صرف ایک ہی حج ۱۰ھ ۶۳۱ء مین کیا جو حجة الوداع کے نام سے موسوم ہے، یہ حج کئی لحاظ سے اور خصوصاً اس خطبہ کے اعتبار سے جو آنحضرت صلعم نے اس زمانہ مین فرمایا تھا نہایت مہتم بالشان ہے، ہم اس خطبہ کے جستہ جستہ فقرون کا مطلب حوالۂ قلم کرتے ہین، آپ نے فرمایا

(۱) لوگو! سنو اور توجہ سے سنو اور یاد رکھو،

ممکن ہے کہ آئندہ مجھے تم سے ملنے کا موقع نہ مل سکے، جس طرح
تم اس دن، اس مہینہ مین اس مقام کی حرمت کرتے ہو
اسی طرح ایک مسلمان کا خون، مال اور آبرو دوسرے
مسلمان پر حرام ہے، اللہ تعالیٰ تمھارے ہر ایک کام
کا حساب لیگا۔

(۲) جس طرح تمھارے حقوق عورتون پر ہین اسی
طرح عورتون کے حقوق تمھارے اوپر ہین، ان کیساتھ
نرمی کرنا، اور مہربانی سے پیش آنا اور اللہ سے ڈر کر
ان کے حقوق کا لحاظ رکھنا،

(۳) غلامون کیساتھ اچھا سلوک کرنا، جو خود کھاؤ
ان کو بھی کھلانا، جو خود پہنو ان کو بھی پہنانا، ان سے
کوئی خطا ہو جائے تو درگذر نا، ان کو جدا کر دینا، وہ بھی
اللہ کے بندے ہین، اُن پر سختی روا نہ رکھنا،

(۴) عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہین، اور نہ عجمی کو عربی
پر، سب مسلمان آپس مین بھائی ہین، تمھارے بھائی
کی کوئی چیز تمھارے لیے اس وقت تک حلال نہین
ہو سکتی جبتک وہ رضامندی سے نہ بخش دے،

(۵) یاد رکھو، جاہلیت کے تمام خون باطل کر دیئے
گیے اور سب سے پہلے مین اپنے خاندان کا خون یعنی

ربیعہ بن الحرث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہون، علاوہ
اس کے جاہلیت کے تمام سود باطل کر دیئے گیے اور سب سے
پہلے مین اپنے خاندان کا سود یعنی عباس بن عبد المطلب کا
سود معاف کرتا ہون،

(۶) سنو اور بغور سنو مین تمھارے درمیان دو بھاری
چیزین چھوڑتا ہون، ایک کتاب خدا اور دوسرے
میرے اہل بیت، اگر تم ان دونون سے متمسک رہوگے
تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے،

(۷) تم کو لازم ہے کہ میرا یہ کلام ان لوگون کو پہنچا دو
جو یہان موجود نہین (ماخوذ از بخاری، مسلم و ترمذی)

حج مبرور لغوی معنی مین مبارک کیا گیا حج
عرف مین اُس حج کو کہتے ہین جس کے مناسک شرع
شریف کے مطابق ادا کیے جائین، ایسا حج مقبولِ
بارگاہِ ایزدی ہوتا ہے جس کا اخروی ثواب بہشت
ہے (المشکوٰۃ، کتاب المناسک، فصل الثانی) بعض علمائ
کے نزدیک حج مبرور وہ ہے جس کے بعد حاجی گناہون
سے باز آجائے (تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری، کتاب
المناسک)

حجاب (ع) بالکسر اوّل وجیم مفتوح،
پردہ، اوٹ،

حجاب کے لغوی معنی کسی چیز کی طرف پہنچنے سے
روک دینا ہین، جمع اس کی حُجُب (بضمتین) آتی ہے،
حجاب کا اطلاق [illegible]

کیا جاتا ہے جیسا کہ سورہ احزاب (پ ۲۲، ع ۷، آیت ۵۵) مین ہے کہ اگر تم ان (ازواج پیغمبر صلعم) سے مانگو کوئی چیز تو پردہ کے باہر (ماورا حجاب) سے مانگو، (انتہی) اس آیہ حجاب کی رو سے عورتون کا غیر محرم مرد سے کھلے منہ گفتگو کرنا ممنوع ہے اور یہ حکم ان اصلاحی احکام کی ایک کڑی ہے، جو عورتون کے متعلق ۵ھ ۶۲۶ء مین نازل ہوے،

اطبا، کے نزدیک حجاب سے مراد وہ پردے ہین جو جسم انسانی کے اعضا، کو ڈھانکے ہوئے ہین، مثلاً **حجاب صدار** جو مرکب ہو گوشت اور حساس و متحرک پٹھون سے، منفعت حجاب صدر کی یہ ہے کہ سینہ کو کشادہ کرتا اور سمیٹتا ہے (ترجمہ قانونچہ)

اصطلاح تصوف مین وہ چیز جو خدا کے نور کو پوشیدہ کردے حجاب کہلاتی ہے، حجاب کی دو قسمین ہین (۱) **حجاب ظلماتی**، (۲) **حجاب نورانی** ان مین سے (۱) **حجاب ظلماتی** بندے کی طرف سے ہوتا ہے یعنی جو کچھ اس مین بری عادتین ہون وہی حجاب واقع ہوتی ہین لیکن (۲) **حجاب نورانی** حق تعالیٰ کی جانب سے ہوا کرتا ہے، اس لیے کہ افعال کا حجاب آثار ہین اور افعال صفات الٰہی کا حجاب ہین اور صفات ذات الٰہی کا (تذکرۃ السلوک، مصطلحات صوفیہ)

حجاب العزت صوفیون کی اصطلاح ہے، پریشانی اور راندے پن کو کہتے ہین، اس لیے کہ ادراکات کشفی کو کنہ ذات مین کوئی تاثیر نہین، پس ادراکات کشفی کا اس مین نہ پہنچنا ایک حجاب ہے کہ غیر حق مین کسی وقت مرتفع نہین ہوتا، (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

حجاج بن یوسف

حجاج بن یوسف، نام ہے افواج اموی کے سپہ سالار کا جو بنی ثقیف سے تھا، خلیفہ عبدالملک اموی نے اس کو حجاز و عراق کا حاکم بنا دیا تھا، اس نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو ۷۲ھ ۶۹۱ء مین قتل کرکے مکہ معظمہ پر قبضہ کیا، اور بیت اللہ کے ان حصص کو منہدم کرکے جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے تعمیر کرائے تھے حطیم کو خانہ کعبہ کے احاطہ سے علیحدہ کر دیا، حجاج بڑا ظالم اور سفاک تھا، اس کا ظلم حاتم طائی کی سخاوت سے زیادہ مشہور ہے، اور جو مظالم اس نے حجاز کی متبرک زمین پر توڑے ہین وہ نہایت ہی سنگین ہین، ایک لاکھ پچاس ہزار مسلمان اس کے حکم سے تہ تیغ کئے گیے، اور پچاس ہزار مسلمان اس کی وفات کے بعد حراست مین پائے گئے، بے سقف کا قید خانہ اسی کی ایجاد ہے، اور قرآن مجید

پر پہلے پہل اعراب حجاج ہی کے حکم کی تعمیل مین لگائے گئے،

۹۵ھ ۷۱۴ء مین حجاج فوت ہوا،

حجاز بکسر اول، ملک عرب جس مین مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، طائف اور وہ زمین جو نجد اور غور کے درمیان واقع ہے شامل ہین،

حجاز ماخوذ ہے حجز سے جس کے معنی "دو چیزون کے درمیان مین ہونا" ہین، اور چونکہ ملک حجاز ما بین **نجد** (کہ زمین بلند ہے) اور **تہامہ** (کہ زمین نشیب ہے) حائل و حاجز ہے اس لیے اس نام سے موسوم ہوا، حجاز کی حدود اربعہ یہ ہین، شمال کی طرف میدان شام جنوب کی طرف یمن اور تہامہ، مغرب کی طرف بحیرہ احمر اور مشرق کی جانب صوبہ نجد، اس ملک کا بیشتر حصہ ریگستانی ہے، پانی کی قلت اور زمین کی خشکی نے اس حصہ کو ناقابل کاشت بنا رکھا ہے،

حجاز کے مشہور شہر **مکہ معظمہ، مدینہ منورہ** اور **طائف** ہین، ان مین سے (۱) **مکہ معظمہ** اس سبب سے متبرک سمجھا جاتا ہے کہ مسلمانون کی عبادت گاہ (یعنی خانہ کعبہ) جس کو حضرت ابراہیم نے تعمیر کیا تھا اسی شہر مین واقع ہے، آنحضرت صلعم کا مولد پاک بھی یہی شہر ہے، اس کا ساحلی شہر جدہ ہے،

(۲) مدینہ منورہ، اس شہر کو آنحضرت صلعم کے مدفن ہونے کا فخر حاصل ہے، اس کا بندرگاہ **ینبع** ہے (۳) **طائف** جو مکہ سے ۷۰ میل ہے حجاز کی جنت ہے یعنی بے انتہا سرسبز و شاداب مقام ہے،

چونکہ ملک حجاز مین غیر مسلم کا گذر مشکل ہے، اسلیے یہان اکثر یورپین سیاحون کو مسلمان بننا پڑا، بعض ان مین سے بعد کو سچے مسلمان ہو گئے مثلاً برکہارڈ جس نے ۱۸۱۴ء مین حج کیا اور جس کو مصری مسلمان شیخ برکات کہتے ہین اور بعض مصنوعی تھے مثلاً برٹن یورپین سیاح مین سے **ہیڈ بے لیبح** پہلا سیاح ہے جو علی بے عباسی کے نام سے مسلمان ہو کر ۱۸۰۷ء مین جدہ پہنچا، اور حاجیون کے قافلہ کے ساتھ مکہ معظمہ روانہ ہوا، ان سیاحون نے اپنے اپنے سفرنامون مین مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے حالات اور مناسک حج کی کیفیات، قافلون کی زندگی اور بدوون کے معاشرتی حالات لکھے ہین جو مسلمانون کے لیے کوئی خاص دلچسپی نہین رکھتے،

حجامت (ع) بکسر، سینگی کے ذریعہ سے خون نکلوانا، ہندوستان مین سر کے بال منڈانے کو حجامت کہتے ہین لیکن یہ معنی عربی لغت کی رو سے غلط ہین، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین ہند نے یہ اصطلاح ایجاد کی ہے (غیاث اللغات)

المشکوۃ (کتاب الطب الرقی فصل اول) مین ہے

کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ شفا تین چیزون مین ہے (۱) شہد پینے مین (۲) آگ سے داغ دینے مین (۳) فصد کھلوانے یا سینگی لگوانے مین (حجامت) لیکن مین اپنی امت کو داغ لگانے سے منع کرتا ہون (انتہی) سفر السعادہ مین ہے کہ اس حدیث مین اشارہ ہے طرف معالجۂ امراض مادی کے جو دموی ہوتے ہین یا سوداوی یا صفراوی اگر دموی ہین تو انکا علاج حجامت ہے اور اگر سوداوی وصفراوی ہین تو انکا علاج اسہال ہے پس تنبیہ فرمائی آنحضرت صلعم نے شہد کے ساتھ مسہلات پر اور بتلایا علاج داغنی کا اس حالت مین جب طبیعت معالجہ سے عاجز آجاوے (مظاہر حق کتاب الطب والرقی)

اطبار کے نزدیک حجامت سے مراد سینگی ہے پس کتب طب مین جہان کہین طبیبون نے ذکر خالی حجامت کا کیا ہے وہان مراد سینگی سے لی ہے، اور جہان حجامت کو شرط کے ساتھ لاتے ہین وہان مراد پچھنون سے لیتے ہین،

(میزان الطب اردو)

(ص ۳۳ حاشیہ اول)

حجامت دو طرح پر ہے (۱) حجامت مع الشرط (بہری سینگی) اور (۲) حجامت بلا شرط (خالی سینگی)، اور دونون کے فوائد جدا جدا ہین، اطبار نے ساٹھ

برس کے بعد حجامت کو منع کیا ہے،

علم الحجامت وہ علم ہے جس مین کیفیت وطریقہ حجامت (پچھنے لگانے) سے بحث کیجاتی ہے،

حَجْب (ع) بالفتح وسکون جیم، لغت مین بمعنی منع آیا ہے،

شرع مین ایک شخص کا میراث سے محروم ہونا حجب کہلاتا ہے خواہ محرومیت کل میراث سے ہو، خواہ بعض میراث سے، اگر کل میراث سے محرومیت ہے تو اس کو **حجب حرمان** کہتے ہین اور اگر میراث کے کچھ حصہ سے محرومیت ہے تو اس کو **حجب نقصان** سے موسوم کرتے ہین وجامع الجعفری، کتاب الفرائض (با لفاظ دیگر حجب نقصان تو یہ ہے کہ اگر فلان وارث نہوتا تو اس وارث کو زیادہ ملتا مگر بوجہ فلان کے کم ہوگیا مثلاً میت کے اولاد نہو تو شوہر کے لیے نصف ہی، اور ولد کے ساتھ شوہر کا چہارم ہے تو متوفی عورت کے ولد نے اس کے شوہر کو نصف سے مجوب کرکے چہارم کر دیا، (۲) حجب حرمان یہ ہے کہ ایک وارث کو بوجہ دوسرے وارث کے کچھ نہ ملے، مثلاً سگی بہن دو ہون تو پدری بہن کے واسطے کچھ نہین (عین الہدایہ جلد چہارم ص ۸۸۲)

اصطلاح تصوف مین حجب عبارت ہے قلب

مین صور کونیہ کے چھپ جانے سے کہ مانع ہے حقائق الٰہی
کی تجلی کو قبول کرنے سے اور مانع ہے اس کے ظہور کو
صورت عالم اختیار کرنے سے،

حجت (ع) بالضم اول وتشدید ثانی،
دلیل، برہان، جمع حجج آتی ہے، حُجّت مشتق ہے حج سے
جس کے معنی قصد کے ہین، چونکہ مستدل بھی حُجّت سے اثبات
حکم کا قصد کرتا ہے اس لئے اس کو حجت کہتے ہین عرف
مین حجت اس دلیل کو کہتے ہین جو مقصد مستقیم کو واضح
کردیتی ہے،

سورہ بقر (پ۲، ع ۸، آیت ۱۴۵) مین ہے کہ
تم اپنے موہنون کو مسجد الحرام کی طرف پھیرو، تاکہ
اوٹھون (یہودیون) کو تم پر کسی قسم کی دلیل (حجت)
نہ ہو،

علم فقہ مین حجت سے مراد وہ کاغذات ہین جس
مین سجل سے واقعہ منقول ہو اور جس کے اوپر قاضی کی
علامت ہو، اور نیچے شاہدون کے دستخط ہون اور جو
خصم کو دئے جائین (غایۃ الاوطار، کتاب القضاء)

علم منطق ہین معلوم تصدیقون سے نامعلوم تصدیقات
کے علم حاصل کرنے کو حجت کہتے ہین، حجت کی تین قسمین
ہین (۱) قیاس (۲) استقرار (۳) تمثیل، ان کی تشریح

انشاء اللہ تعالےٰ۔

(۴) محدثین کے نزدیک حجت اس محدث کو کہتے
ہین جو تین لاکھ احادیث پر کامل عبور رکھتا ہو۔

(۵) فرقہ اسمٰعیلیہ شیعہ کے مناصب جلیلہ مین سے
حجت بھی ایک منصب ہے جس کا درجہ امام کے بعد
آتا ہے،

حجت البالغہ، وہ واضح دلیل جو غایت متانت
اور ثبات کو پہونچ جائے حجت البالغہ کہلاتی ہے،
سورہ انعام (پ۸، ع ۱۲، آیت ۱۵۰) مین ہے
کہ پس خدا کے واسطے ہے مضبوط اور استوار دلیل
(حجۃ البالغہ)

حجر (ع) بحرکات الحار (یعنی بہ سہ حرکت) و
سکون جیم لغوی معنی منع کے ہین، عقل کو حجر اسواسطے کہتے
ہین کہ وہ قبائح سے روکتی ہے، اس کی جمع حجور آتی ہے،
حجر (بالفتح اول) کے معنی پتھر کے ہین، چونکہ پتھر بوجہ اپنی
صلابت کے روکتا ہے اسس لئے حجر (بالکسر) کے
معنٰی روکنے اور منع کرنے کے ہوئے، قرآن مجید مین
حجر کئی معنون مین آیا ہے،

(۱) ممنوع وحرام، سورہ انعام (پ۸ ع ۱۶، آیت
۱۳۹) اور یہ بھی کہتے ہین کہ یہ چارپائے اور کھیتی

(۲) قوم ثمود کی بستی، سورہ حجر (پ ۱۴، ع ۶، آیت ۸۰) اور بیشک جھٹلایا اصحاب حجر نے پیغمبرون کو،

(۳) عقل، سورہ فجر (پ ۳۰ رع اول آیت ۴) اور اس مین کوئی (معتبر) قسم ہے صاحب عقل کے لئے (حجر)

(۴) پرورش، حمایت، سورہ نساء (پ ۴، ع ۴، آیت ۲۷) اور تمھاری پرورش کردہ لڑکیان جو تمھاری پرورش (حجورکم) مین ہین، (ماخوذ از رسالہ فیض الرحمن)

فقہاء کے نزدیک مال مین تصرف سے روکا جانا حجر کہلاتا ہے، محجور وہ شخص ہے جو روکا گیا ہو، محجور کے مقابل ماذون (اجازت دیا گیا) آتا ہے

حجر کے اسباب تین ہین (۱) صغر (عدم بلوغیت) (۲) رقیت (۳) جنون (ii) حجر صوبہ وادی القریٰ کا دارالحکومت تھا، جہان قوم ثمود آباد تھی اور بعد مین انباط نے اس کو اپنی حکومت کا مرکز قرار دیا، قرآن مجید مین اصحاب حجر کا عروج وزوال، ان کی حیات وموت کا عبرت انگیز تذکرہ موجود ہے، (دیکھو اصحاب حجر)

(iii) قرآن شریف کی ایک سورہ کا نام جو چودہوین پارہ مین ہے حجر ہے، یہ سورہ مکی ہے جس مین ۶ رکوع ہین جو ۹۹ آیتون پر مشتمل ہین، چونکہ اس سورہ مین اصحاب حجر کا ذکر ہے اس لئے یہ ...

اس سورہ کے مضمون کا خلاصہ بیان القرآن مین ان الفاظ مین لکھا ہے کہ پہلے رکوع مین قرآن کریم کی حفاظت ابدی کا ذکر ہے، یعنی نہ صرف یہ حق جو قرآن لایا ہے، دشمنون کے حملون سے محفوظ رہے گا، دوسرے رکوع مین بتایا کہ شیاطین اس حق کو نابود نہین کرسکتے بلکہ وہ خود اس سے نابود ہوجائین گے، اور علم کہانت جو محض دھوکہ ہے مٹ جائے گا، تیسرے رکوع مین بتایا کہ شیاطین کی متابعت کرنے سے حصول مقصد زندگی مین انسان ناکام رہتا ہے، چوتھے رکوع مین متقیون کی کامیابی کا ذکر ہے، پانچوین رکوع مین لوطؑ اور شعیبؑ کی قومون کی تباہی اور چھٹے رکوع مین اصحاب حجر کی بربادی کا ذکر کرکے اعدائے اسلام کو نصیحت کی ہے،

حجر اسمٰعیل مرکب ہے حجر (بکسر اول بمعنی دیوار) اور اسمٰعیل سے، خانہ کعبہ اور حطیم کے درمیان جو فضا واقع ہے، اسکو حجر اسماعیل کہتے ہین، کہا جاتا ہے کہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل اسی کشادگی مین مدفون ہین،

حجر اسود، کالا پتھر، مرکب ہے حجر بمعنی پتھر اور اسود بمعنی کالے سے،

مائل بہ سرخی ہے، اسمین چند سرخ نقطے اور چند زرد بکھرے ہین، اس کا قطر تقریباً تیس ۳۰ سینٹیمیٹر ہے اور وہ چاندی کے ایک حلقہ سے جس کا عرض دس ۱۰ سینٹیمیٹر ہے گھرا ہوا ہے،

حجر اسود کا استلام مناسکِ حج مین داخل ہے، اس پتھر کا ذکر اور اس کے استلام کا حکم قرآن مجید مین نہین ہے، لیکن احادیث سے استلام ثابت ہے، صاحب تفسیر القرآن لکھتے ہین کہ حجر اسود کعبہ کے ایک کونہ مین لگایا گیا تھا، اس سے مقصد صرف یہ تھا کہ طواف کی تعداد معلوم رہے، اُسی کونہ سے طواف شروع ہوتا ہے اور اسی مقام پر ختم ہوجاتا ہے، اور حجر اسود کو چھو لیا جاتا ہے، یا اس کو بوسہ دیا جاتا ہے یا اسکی طرف اشارہ کر لیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو کہ طواف ختم ہوا (تفسیر القرآن جلد اول ص ۲۴۸)

صحیحین مین ہے کہ حضرت عمرؓ (المتوفی ۲۳ھ سنہ ۶۴۴ع) نے اپنے عہدِ خلافت مین جب حجر اسود کا استلام کیا تو فرمایا کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ نقصان پہونچا سکتا ہے اور نہ فائدہ، اگر مین یہ نہ دیکھتا کہ رسول اللہ صلعم تجھکو چومتے تھے تو مین تجکو نہ چومتا،

حجر اسود کے متعلق جو روایتین ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ کتب احادیث مین درج ہین ان کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ پتھر حضرت جبرئیل بہشت سے لائے تھے اور وہ اول اول دودھ کے مانند سفید تھا، لیکن انسان کے گناہون نے اُسے سیاہ کر دیا، ایک روایت اس قسم کی بھی مذکور ہے کہ قیامت کے دن اس پتھر کے دو آنکھین اور ایک زبان ہوگی، جس کے ذریعہ سے وہ ان لوگون کو پہچان لے گا اور اُن کے نام بتا دیگا جنھون نے دنیا مین اس کو بوسہ دیا ہے،

صاحب خطبات احمدیہ اخبار مکیہ کی ان روایات پر تنقیدی نگاہ ڈالکر جو حجر اسود کے متعلق اس مین ہین، یہ نتیجہ مستنبط کرتے ہین کہ جبل بوقبیس کا جو مکہ کے پاس ایک پہاڑ ہے، حجر اسود ایک پتھر ہے، حضرت ابراہیم نے مثل اپنی عادت اور طریقہ کے اول اس پتھر کو بطور مذبح کھڑا کیا، اور جب خانہ کعبہ مکمل ہو گیا تو اسکو کونہ مین لگا دیا، اس سے مقصد صرف یہ تھا، کہ طواف کی تعداد معلوم رہے، دو دفعہ کی آتش زدگی مین یہ پتھر جلنے کے سبب کالا ہو گیا، ایک دفعہ زمانہ جاہلیت مین ایک عورت کے ہاتھ سے خوشبو

سبب کعبہ اور حجر اسود دونون جل گئے، دوسری
دفعہ زمانہ اسلام مین حضرت عبداللہ ابن زبیر
(المتوفی سنہ ۷۳ھ ۶۹۲ء) کے وقت مین کعبہ مین آگ لگی
تھی اور حجر اسود جلکر ٹکڑے ہو گیا تھا، اس لئے
اس کے گرد چاندی کا حلقہ چڑھا دیا گیا (انتہی کلامہٗ)
محققین جدیدہ کا خیال ہے کہ حجر و اسود کسی
سنگ شہابی کا ٹکڑا ہے، ہیئت جدیدہ (جلد دوم)
مین لکھا ہے کہ مکہ معظمہ کے مقدس حجر اسود کے متعلق
ڈاکٹر پارٹش کا قیاس ہے کہ وہ حجر شہابی ہے،
چشمۂ معرفت (مصنفہ مرزا صاحب قادیانی)
مین ہے کہ حجر اسود ایک روحانی امر کے لئے نمونہ قائم
کیا گیا ہے، اور اس کے استلام کا حکم اس لئے دیا
گیا ہے کہ انسان جسمانی طور پر اپنے ولولۂ عشق و
محبت کو ظاہر کرے اور یہ جسمانی ولولہ روحانی
تپش اور محبت پیدا کردے (چشمۂ معرفت ص ۹۲
مطبوعہ قادیانی)

معبرین کہتے ہین کہ اگر کوئی خواب مین حجر اسود
کو بوسہ دے تو علوم روحانیہ اسکو حاصل ہوتے ہین،
کیونکہ حجر اسود سے مراد منبع علم و فیض ہے،

حجر بن عدی طائی ذی مرتبت
اور واجب التعظیم صحابی ہین، بڑے زاہد، متقی، پابند شرع
اور بنو الیان اہل بیت مین سے تھے، امیر معاویہ
(المتوفی سنہ ۶۰ھ ۶۷۹ء) کے عہد مین آپنے زیاد حاکم کوفہ سے
گفتگو کرتے ہوئے حقارت کے لہجہ مین نہایت دلیری
کے ساتھ کہا تھا کہ خلافت سوائے اولاد علی مرتضی کے
اور کسی کا حق نہین ہے، اس صاف بیانی پر امیر معاویہ
کے حکم سے سنہ ۴۶ھ ۶۶۶ء مین آپ کو شہید کر دیا گیا، آپ کی
قبر برج غدراہ (غوطہ دمشق) مین ہے،

حجرات (ع) بضمتین، کوٹھریان، واحد
اس کا حجرہ ہے، چونکہ حجر کے معنی روکنے کے ہین اور
مکان مین غیر کے داخلہ کو پشت دیوار روکتی ہے اس لیے
کوٹھری کو حجرہ کہا گیا،

سورۂ ہائے قرآنی مین سے ایک سورہ کا نام
حجرات بھی ہے، جو چھبیسوین پارہ مین ہے اور باعتبار
نزول مدنی ہے، اس سورت مین دو رکوع ہین،
جن مین اٹھارہ آیتین ہین، اس کا اصل مضمون جماعت
اسلامی کے نظام کو قائم کرنا اور باہمی محبت کا پیدا کرنا ہے اس
سورت کی ابتدا اس حکم سے کی گئی ہے کہ اللہ اور
اس کے رسول سے تقدم اختیار نہ کرو اور اپنی آوازون
کو رسول صلعم کے حضور مین پست رکھو، اس طرح ان
لوگون کو روکا گیا ہے جو باہر سے آتے فوراً آنحضرت
صلعم کے حجرہ...

باعث آپ کو اہم کامون پر توجہ کرنے کیلئے تنہائی میسر
آتی، اسی مناسبت سے اس سورہ کا نام حجرات ہوا
اس تمہید کے بعد اس سورت مین مسلمانون کو وہ تمام
باتین تعلیم کی گئی ہین جن سے قوم مین باہمی محبت اور
اخوت پیدا ہو سکتی ہے، مثلاً بلا تحقیق کئے ایک دوسرے
کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرین، اگر باہم دو گروہون
مین ناچاقی ہو جائے تو اصلاح کی کوشش کرین، ایک
دوسرے کی تحقیر نہ کرین، ایک دوسرے پر حملہ نہ کرین
وغیرہ وغیرہ،

حجرۃ (ع)، بالضم، کوٹھری، جمع اسکی حجرات
آتی ہے، عرف عام مین حجرہ سے مراد وہ روضۂ منورہ
ہے جس مین آن حضرت صلعم مدفون ہین اور جو مسجد
نبوی واقع مدینہ منورہ کے عقب مین بنا ہوا ہے، ابتدا
مین حجرہ منورہ نہایت سادہ اور کچی مٹی کا بنایا گیا
تھا جس پر پردہ پڑا رہتا تھا اور جسکو اٹھا کر حضرت عائشہؓ
نے قاسم بن محمد کو زیارت کرائی تھی، (المشکوٰۃ،
کتاب الجنائز باب دفن المیت فصل الثانی) لیکن
۹۰ھ/۷۰۸ع مین حضرت عمر بن عبد العزیز نے خلیفہ ولید
کے حکم سے جب مسجد نبوی کو وسعت دی تو حجرہ شریفہ
مین بھی تجدید کی یعنی منقش ور تراشے ہوئے پتھرون
کی چار دیواری بنا کر اس کے گرد ایک اور سیاہ دیواری

بطور احاطہ [illegible]
دروازہ نہ تھا، بعد مین چار دروازے الموسومہ (۱) باب
المواجہ (جنوب کی طرف) (۲) باب فاطمہ (مشرق
کی طرف) و (۳) باب الشامی (شمال کی طرف) اور
(۴) باب التوبہ (مغرب کی طرف) بنوائے گئے،

۳۳۳ھ/۹۴۴ع مین خلیفہ مستکفی باللہ کی مسند نشینی پر وزیر خدیو
مصر نے ایک غلاف دیبائے سفید کا جس پر سرخ ریشمی
پھول اور سورہ یسین سنہری حرفون مین بنی ہوئی تھی
حجرہ شریفہ پر چڑھایا، اس کے بعد یہ رسم ہوگئی کہ خلیفہ
عباسیہ مین سے جو بادشاہ تخت نشین ہوتا، حجرہ شریفہ
کے واسطے زرین غلاف بنوا کر بھیجتا،

۵۵۱ھ/۱۱۵۵ع مین جمال الدین اصفہانی نے حجرہ شریفہ
کے گرد صندل کا کٹہرا لگایا اور ۵۵۷ھ/۱۱۶۱ع مین سلطان
نور الدین نے روضۂ منورہ کے گرد پانی کی تہ تک سیسہ
پلوا کر سد روئین کھینچ دی، اس سیسہ سے پر شدہ خندق
کو خندق الرصاص کہتے ہین، ۶۵۴ھ/۱۲۵۶ع مین مسجد
نبوی مین آگ لگ گئی اور ۶۸۶ھ/۱۲۸۷ع مین بجلی کے گرنے
سے مسجد بالکل منہدم ہوگئی، لیکن حجرہ مبارک محفوظ
رہا، ۶۸۸ھ/۱۲۸۹ع مین قلاؤن صالحی نے قبر شریف کا قبہ
بنوایا اور ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ع مین سلطان محمود نے اس مین ترمیم
کی اور اس پر سبز رنگ چڑھوا دیا، یہی وجہ ہے

کہ اس قبہ کو قبہ خضرا کہتے ہین، ترک سلاطین نے اپنا معمول بنا لیا کہ جب حجرہ مطہرہ کا پردہ پرانا اور فرسودہ ہو جاتا تو جدید سلطان جو تخت خلافت پر جلوہ گر ہوتا نیا پردہ استنبول سے بنوا کر روضہ منورہ پر چڑھانے کے لیے بھیجدیتا، سلطان عبد المجید خان غازی (المتوفی ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء) کا غلاف سترہ سال تک اور ان کے جانشین سلطان عبد الحمید خان کا غلاف پچیس برس تک روضہ منورہ پر رہا،

مقصورہ کی دیوار پر روے مبارک کے سامنے ایک ہیرا کبوتر کے چھوٹے انڈے کے برابر آویزان ہے، جس کی قیمت کا اندازہ آٹھ لاکھ گنی کیا جاتا ہے، اس ہیرے کو سلطان احمد خان اول نے ۱۱۰۰ھ / ۱۶۸۸ء مین حجرہ شریفہ کی نذر کیا تھا، اسکا نام کوکب الدری ہے،

اہل حدیث کے نزدیک آنحضرت صلعم کے روضہ مطہرہ کی زیارت کرنا اور اس کو وسیلہ بنانا شرک ہے، چنانچہ ۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء مین جب سلطان سعود نجدی کا مدینہ منورہ پر قبضہ ہوا تو اس نے کل قُبات جو جنت البقیع مین تھے منہدم کرا دئے، اور اہالیان مدینہ منورہ کو آنحضرت صلعم پر درود و سلام پڑھنے سے منع کر دیا، بہت سے تحائف جو حجرہ شریفہ مین رکھے تھے، نجدیون کے قبضہ مین چلے گئے، مصری فوجون نے ۱۲۳۲ھ / ۱۸۱ مین ان تمام تحائف کو واپس لا کر روضہ مطہرہ مین داخل کر دیے، فی زمانا پھر نجدیون نے حشر برپا کر رکھا ہے، قبات منہدم کر دئے گئے ہین، حتی کہ قبہ اخضر بھی ان کی توپون کی زد سے محفوظ نہ رہا، عالم اسلام مین انتشار پھیلا ہوا ہے، خدائے تعالے جلد اس انتشار کو دور کرے، (آمین)

(۲) علم اصطرلاب مین حجرہ وہ جسم ہے کہ جس پر کرسی رہتی ہے اور جو مشتمل ہوتا ہے صفائح (چوڑے تختون) وغیرہ پر، علامہ ابو ریحان بیرونی (المتوفی ۴۴۳ھ / ۱۰۴۸ء) کی بعض تصانیف مین حجرہ سے مراد وہ طوق لیا گیا ہے جو اصطرلاب کے کنارے پر ہوتا ہے، وہ دائرے جو حجرہ کے اوپر بنے ہوئے ہوتے ہین اور جنکی تعداد تین سو ساٹھ ہے اجزاء حجرہ یا درجات کہلاتے ہین، (ماخوذ از کشاف اصطلاحات الفنون)

حجریات (ع) وہ اشیاء معدنی خشک کہ گداختہ ہو سکین حجریات کہلاتی ہین، حکماء نے سبب پیدائش جواہر اور ان حجریات کا جس مین صفائی اور چمک ہوتی ہے یہ لکھا ہے کہ جب ان کے اصل مادی بخار اور دخان نے آمیزش پا کر خوب پختگی قبول کر لی اور تاثیر آفتاب سے ان مین صفائی اور چمک پیدا ہوئی تو بعد منعقد ہو جانے کے جواہرات اور اقسام معدنی مثل

لعل ویاقوت وغیرہ مین شفافی اور درخشانی ظاہر ہوتی ہے،
ان حجریات کے الوان واوزان کا اختلاف بھی بخار ودخان
کی آمیزش کے اس اختلاف کے باعث تبلایا جاتا ہے جو
کہ کیفیت وکمیت سے (یعنی نضج وحرارت وبرودت و
رطوبت ویبوست سے) عناصر کے پیدا ہوتی ہے،

حجریات کے بھی مثل دیگر مرکبات کے تین درجے
ہوتے ہین جو اعلیٰ واوسط وادنی کہلاتے ہین، اعلی درجہ
مین لعل ویاقوت وغیرہ ہین، اوسط درجہ مین زمرد و
زبرجد وغیرہ ہین اور ادنیٰ درجہ مین سنگ سیاہ و
کثیف پتھر (ماخوذ از فلسفہ اسلام جلد اول)

اطبائنے لاجورد اور مثل اس کے دیگر حجریات کے
دھونے کا طریقہ یہ بیان کیا ہے کہ کھرل مین جس کا پتھر
گھسا نہ ہو لاجورد کو ہلکے ہلکے خوب پیسین اس لئے کہ زور
سے پیسنے سے جوہر جم جاتا ہے، بعدہٗ شفاف برتن مین،
(مثل چینی کے پیالہ کے) پانی مین آہستہ گھولین، پانی
کے چکر کھانے ہی کی حالت مین اس پانی کو دوسرے
شفاف برتن مین نکالین اور تلچھٹ جو باقی رہے، اس کو
پھر بدستور پیس کر پانی مین گھولکر پانی کو الگ نکال
لین، اس طرح کئی مرتبہ کرین یہانتک کہ کچھ بھی تلچھٹ نہ
بیٹھے اور وہ پانی جو ہر دفعہ الگ برتن مین لیا ہے،
نتھار اکرین کہ لاجورد جو اس مین ملا ہوا ہے تہ نشین ہوجائے
یہ تہ نشین لاجورد دھلا ہوا کہلاتا ہے، (طب احسانی
ص ۱۳۱، حاشیہ ۲)

جحفہ (ع) بضم اول، مواقیت مین سے ایک
میقات کا نام ہے جو اہل شام اور اہل مصر کے لئے مقرر
ہے، یہ میقات مدینہ منورہ سے تین منزل کے اور مکہ معظمہ
سے ۸۲ میل دور ہے، اسکو مھیعہ بھی کہتے ہین، چونکہ
جحفہ ویران ہے اس لئے فی زماننا احرام بجائے جحفہ کے
رابغ سے باندھا جاتا ہے جو مسافت مین جحفہ کی
برابر ہے،

حجم (ع) بالفتح اول وسکون ثانی بروزن
نرم، جسامت، موٹائی،

حد (ع) بالفتح اول وتشدید دال، نہایت
ہر چیز کی منع، اسکی جمع حدود آتی ہے، اصطلاح
مہندسین مین مقدار کی انتہا کو حد کہتے ہین جو شامل ہے
نقطہ وخط وسطح وغیرہ کو،

منجمین کے نزدیک خمسہ متحیرہ کی نہایات کو حد کہتے
ہین،

اصطلاح منطق مین کسی شیٔ کی تعریف اسکی ذاتیات سے
کرنا حد کہلاتا ہے، جیسے تعریف انسان کی حیوان ناطق
کے ساتھ کرنا،

اصطلاح شریعت مین حد عبارت ہے عقوبات

مقررہ سے جو خدا کے حق کے واسطے مقرر ہوئی ہین، پس
حد مین نہ تو مدعی کی ضرورت ہے اور نہ کسی کو عفو کا حق
حاصل ہے یہی سبب ہے کہ قصاص اور تعزیر پر حد کا اطلاق
نہین کیا جاتا، بحر الرائق مین ہے کہ حدود موانع مین قبل
فعل کے اور زواجر مین بعد فعل کے یعنی حد کے شروع
ہونے کو جاننا مانع ہے فعل کی پیش قدمی سے اور بعد
ایقاع فعل کے معنی ہے عدو و تکرار سے (غایۃ الاوطار
کتاب الحد)

چونکہ قوانین تعزیرات کا نفاذ منحصر ہے ایک صاحب
قوت اور جبر دست سلطنت پر، اس لئے جب تک اسلام
کے بازؤن مین قوت اور طاقت پیدا نہین ہوئی،
حدود اسلامی کے احکام ملتوی رہے، اور جون ہی
غزوۂ بدر (۲ ہجری ۶۲۳ع) کی کامیابی کے بعد اسلام مین حاکمانہ
قوت پیدا ہوئی، ان احکام کا نزول بھی شروع ہو گیا،
حدود اسلامی کی مجمل فہرست یہ ہے (۱) زنا، (الف)
زانی غیر محصن کی حد سو درے ہین جسکا حکم سورہ نور (پ ۱۸
ع اول، آیت ۲) مین ہے چونکہ یہ حد آزاد کی ہے اس لئے
غلام کو نصف حد یعنی پچاس درّے مارین گے،

(ب) زانی محصن کی حد رجم ہے (المشکوٰۃ، کتاب
الحدود فصل اول و جامع الجعفری) چونکہ رجم کتاب اللہ
سے ثابت نہین

ہین، لیکن اہل تسنن و اہل تشیع کے نزدیک زانی محصن کا
رجم نص نبوی سے ثابت ہے، لونڈی و غلام پر بالاجماع رجم
نہین ہے اس لئے کہ سورۂ نساء، (پ ۵، ع ۱۴ آیت ۳۰)
مین ہے کہ لونڈیون کو آزاد عورتون کی نصف سزا ہے اور
رجم کا نصف نہین ہو سکتا،

(۲) قذف یعنی گالی دیجائے یا زنا یا لواطت کی
تہمت لگائی جائے تو اس کی حد اسی درے ہین، دیکھو
سورہ نور (پ ۱۸، ع اول آیت ۸) چونکہ حد قذف
کا نزول واقعہ افک ہے اس لئے اکثر علماء نے اس حد
کا زمانہ ۵ ہجری ۶۲۶ع تعین کیا ہے،

(۳) خمر یعنی شراب نوشی کی حد اسی کوڑے ہین،
(المشکوٰۃ کتاب الحدود باب حد الخمر و جامع عباسی)

(۴) سرقہ یعنی چوری کی حد قطع ید ہے، دیکھو سورۂ
مائدہ پ ۶، ع ۶، آیت ۴۲)

(۵) قطع الطریق یعنی راہ زنی کی حد اگر زبردستی
مال چھین کرلے گیا تو ہاتھ پاؤن کا قطع کرنا ہے اور اگر
قتل نفس بھی کیا تو قتل یا دار پر کھینچنا ہے، اس حد کے
نزول کا زمانہ ۶ ہجری ۶۲۷ع ہے،

(۶) ارتداد کی حد فقہاء نے اگر مرد ہے تو قتل اور
اگر عورت ہے تو حبس دوام مقرر کی ہے، بعض محققین

اگر کسی مکلف پر جلد (بفتحتین) اور رجم دونون حدین
جمع ہون تو پہلے جلد کرین گے، اور بعدہ سنگسار تاکہ
ایک حد سے دوسری حد جانے نہ پائے (جامع الجعفری
کتاب الحدود)

حد عام طور پر شہادت یا اقرار سے ثابت ہوتی ہی
اور قبل از ثبوت حد کاٹالنا بالاجماع ثابت ہی اور سند
اجماع کی حدیث مرفوع بروایت حضرت ابوہریرہؓ ہی،
(ترجمہ درمختار، کتاب الحدود) اہل حدیث، امام شافعی
اور امام احمد اور اکثر علما کے نزدیک حد شرعی قائم ہونے
سے گناہ ساقط ہوجاتا ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک حد
دوسرون کی عبرت کے لئے قائم کی جاتی ہے، اور گناہ
بغیر توبہ کے معاف نہین ہوتا (تیسیر الباری ترجمہ صحیح
بخاری کتاب الحدود پارہ بست وہفتم ص ۱۱ حاشیہ)

حُدا
حُدیٰ بالضم وہ گیت جو شتربان اونٹ کو ہانکتے وقت گاتے ہین اور اونٹ
مست ہوکر تیز چلتا ہے، حدی اصل مین گانے کی ایک
قسم ہے جو بالاتفاق مباح ہے،

جانورون کے ہانکنے والون کا خیال ہے کہ بعض
باتون کو جانور سمجھتے ہین، اہل عرب نے اس خیال پر اس
قدر اضافہ اور کیا کہ اشعار اور خوش الحانی کا اثر
جانورون پر تیز ہوتا ہے اس لئے جب سفر کرتے ہین،
تو بعض خوش الحان لوگ اونٹون کے آگے آگے
خوش آوازی سے کچھ گانا شروع کردیتے ہین جس کی
وجہ سے اونٹ مست ہوکر تیزی سے چلنے لگتے ہین اور
منزل پر پہونچ کر اسقدر نہین تھکتے کہ جسقدر ان کو تھکا
ہوا ہونا چاہئے تھا، ان اشعار کو عرب حدی کہتے
ہین جس کے ذریعہ سے وہ کام لیا جاتا ہے جو آجکل
ہندوستان وغیرہ مین دور دراز سفر کے وقت
بیلون کو شراب یا بھنگ پلا کر لیتے ہین،

حَدّاد (ع) بالفتح و تشدید دال، لوہار، آہنگر،
اصطلاح شرع مین حد مارنے والے کو حداد کہتے ہین،

حِداد (ع) بالکسر ماتمی کپڑے پہننا،
اصطلاح شرع مین حداد عبارت ہے ترک زینت و
خوشبو وغیرہ سے ایام عدۃ مین خواہ یہ عدۃ بسبب
طلاق بائن کے ہو یا بسبب وفات کے،

حَدَب (ع) پیٹھ کا کوبڑ، کبڑاپن جب پیٹھ
کی گریون کے جوڑ مین نزلہ پڑ جائے جس کے باعث
پیٹھ باہر کو نکل آئے اور پیٹ اندر کو ہوجائے تو حدب
کہلاتا ہے، پیٹھ کی بلندی کے اعتبار سے حدب بلند
زمین کو بھی کہتے ہین اور حدب الماء پانی کی
موج کی بلندی کے لئے استعمال ہوتا ہے،

حد... فرقہ معتزلی کی شاخ ہے متبعین

فضل حدبی کو حدبیہ کہتے ہین، ان کا مذہب بھی حائطیہ کاسا ہے، تناسخ کے معتقد ہین اور کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اس جہان کے علاوہ ایک اور جہان مین ابتدائً عاقل وبالغ پیدا کیا تھا، اور بہت کچھ نعمت عطا کی تھی، اور عطیات کا شکریہ ادا کرنے کا حکم بھی دیا تھا، بعض نے تعمیل کی اور بعض نے نہ کی اور بعض نے ان مین سے بعض احکام قبول کئے اور بعض کو رد کیا، پس تعمیل کرنے والون کو جنت مین بھیجا اور انکار کرنے والون کو دوزخ مین ڈال دیا تیسرے گروہ کو دنیا مین بھیجا، اور مختلف رنگ کے اجسام دئے، پس جب تک حیوان پورے پورے گناہون سے سبکدوش نہین ہو جاتا، اس کی صورتین دنیا مین بدلتی رہتی ہین (مذاہب الاسلام)

حدث (ع) بفتحتین، بے وضو ہو جانا، نواقضِ وضو یہ ہین، پیشاب، پاخانہ، ریح (بشرطیکہ سبیلتین سے خارج ہوئی ہو) نشہ (جو عقل کو زائل کردے) غنودگی، حیض، نفاس، استحاضہ اور جنب سے ہونا، حنفیہ کے نزدیک قہقہہ بھی ناقض وضو ہے، لیکن اہل حدیث اور جمہور علما کے نزدیک قہقہہ گو نماز ہی مین ہو حدث نہین ہے،

تیسیر الباری (ترجمہ صحیح بخاری کتاب الوضو ص ۹۰ حاشیہ) مین ہے کہ جس کو کوئی حدث

پیشاب آدمی کے پیچھے لگ جائے تو نماز ترک نہ کرے بلکہ ہر نماز کے لیے جدید وضو کر لیا کرے اور جب تک دوسری نماز کا وقت نہ آئے اُسی وضو سے فرض اور نفل پڑھتا رہے حدث کی کچھ پرواہ نہ کرے،

حدس (ع) بفتح اول و سکون دال، دانائی،
حدس حقیقت مین وجدانی بالذات تصورات و تصدیقات کو کہتے ہین، یعنی اُن تصورات یا تصدیقات کو جو یکبارگی ذہن مین آجائین اور کسی تجربہ کا نتیجہ نہ ہون، حدس کی قوت تمام انسانون مین یکسان نہین ہے، بعض مین کم اور بعض مین زیادہ ہوتی ہے اور یہ تفاوتِ مراتب حدس کی کیفیت و مقدار کے لحاظ سے ہوتا ہے،
(دیکھو فکر)

حدسیات، حکما، اور متکلمین کے عرف مین وہ قضایا جنکا حکم عقل بواسطہ قوت حدس دے حدسیات کہلاتے ہین، اگر یہ حکم حدث قوی کی بنا پر ہے تو مزیلِ شک ہوتا ہے اور یقین کے لئے مفید اس لئے اس کا شمار قطعیات مین ہے، اور اگر یہ حکم حدث ضعیف کی بنا پر ہو تو ظنیات مین شمار کیا جاتا ہے، یہ امر مختلف فیہ ہے کہ حدسیات مین مشاہدہ بھی ضروری ہے، حدسیات اور تجربات مین بھی فرق ہے، مثلاً یہ کہ (۱)

پہنچا دیتی ہے بخلاف حدس کے جو یکبارگی ذہن مین متمثل
ہو جاتا ہے (۳) تجربات مین حزم عقل کے لئے تکرار مشاہدات
کی احتیاج ہوتی ہے لیکن حدسیات مین نہین، (ماخوذ
از کشاف اصطلاحات الفنون)

حُدوث (ع) بالضم نو پیدا شدہ،

علم فلسفہ مین حدوث ضد ہے قدم کی اور اس
سے مراد کسی شئ کا وجود بعد عدم کے ہے حدوث دو طرح پر ہے (۱) حدوث ذاتی
جس سے مراد ہے کسی شئی کا محتاج ہونا اپنے وجود مین
دوسری شی کی جانب (۲) حدوث زمانی جس سے مراد
ہے مسبوق ہونا شئے کا عدم کے ساتھ یعنی پہلے معدوم ہو
بعدہٗ وجود مین آئے، پس حدوث سواے ذات الٰہی کے
جملہ موجودات کو شامل ہے، (فلسفہ اسلام جلد اول ص ۱۸۶)

حُدَیبیّہ بضم اول وفتح ثانی نام ہے ایک کنوئین
کا جو مکہ معظمہ سے دو فرسخ ہے اور جسکا اکثر حصہ حرم
مین اور کچھ حل مین ہے، اس مقام پر آنحضرت صلعم نے
۶ ہجری مین قریش مکہ کے ساتھ صلح فرمائی تھی،
تفصیل اس صلح کی یہ ہے کہ آنحضرت صلعم قبل فتح مکہ
بارادۂ حج وطواف بیت اللہ مدینہ منورہ سے روانہ
ہو کر حدیبیہ پر پہنچے تو کفار اور مشرکین قریش نے مزاحمت
کی اور نوبت یہان تک پہنچی کہ آن حضرت صلعم کو سخت

صلعم نے اپنے اصحاب سے تجدید بیعت ایک درخت ثمرہ
(ببول) کے نیچے کی جو بیعت الرضوان کہلاتی
ہے جب قریش کو معلوم ہوا کہ مسلمان مرنے مارنے پر
تیار ہین تو انھون نے سہیل بن عمرو کو آنحضرت صلعم کی
خدمت مین صلح کی درخواست دے کر بھیجا جس کو
آپ نے منظور فرمالیا، شرائط صلح یہ تھین (۱) مسلمان اس
سال بغیر حج کئے واپس چلے جاوین (۲) اگلے سال
آئین مگر تین دن سے زیادہ مکہ مین قیام نہ کرین (۳) مکہ
مین جو مسلمان ہین ان کو ساتھ نہ لے جائین اور مسلمانون
مین سے کوئی مکہ مین رہنا چاہے تو اسکو نہ روکین (۴)
مکہ والون مین سے اگر کوئی شخص مدینہ چلا جاوے تو
مسلمان پابند ہون گے کہ اس کو واپس کر دین
لیکن مسلمانون مین سے کوئی مکہ چلا آئے تو قریش اُسے
واپس نہ کرین گے (۵) قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ
جس فریق کے ساتھ چاہین شریک معاہدہ ہو جائین،
یہ تھین وہ شرائط جو بعض مسلمانون کو سخت ناگوار
ہوئین اور وہ اس صلح کو ذلت سمجھنے لگے چنانچہ حضرت
عمرؓ نے آنحضرت صلعم سے ایسی مزاحمت کی جو اس سے
پہلے کبھی نہ کی تھی، اور ان کے دل مین آن حضرت صلعم
کی نبوت کے متعلق بھی خطرۂ عظیم پیدا ہو گیا (تاریخ احمدی

الغرض معاہدۂ صلح مکمل ہو جانے پر آنحضرت صلعم نے مراجعت فرمائی،-

مدینہ منورہ پہنچ جانے پر سورہ فتح (پ ۲۶) نازل ہوئی، اور جس صلح کو بعض مسلمان ذلت سمجھ رہے تھے اس کو خدائے تعالےٰ نے "فتح مبین" بتلایا، واقعات مابعد نے بھی ثابت کر دیا کہ صلح حدیبیہ حقیقت مین فتح مبین تھی، اس صلح سے حسب ذیل نتائج مترتب ہوئے، (۱) اسلام کو اپنی تبلیغ کے لئے امن کا زمانہ درکار تھا وہ اس صلح سے حاصل ہو گیا، اور مسلمانون اور کفارون مین میل جول شروع ہوا جسکا نتیجہ خالد بن ولید اور عمرو بن عاص جیسے لوگون کا مشرف باسلام ہونا نکلا (۲) آنحضرت صلعم نے اسلام کا پیغام چار دانگ عالم مین پہنچایا، چنانچہ مکتوبات نبوی جو سلاطین زمانہ کے نام تحریر کئے گئے اور جو مشتمل تھے دعوت اسلام پر صلح حدیبیہ کے بعد روانہ کئے گئے (۳) صلح حدیبیہ کی یہ شرط کہ مکہ کا کوئی شخص مدینہ مین پناہ نہ لے سکے قریش مکہ کے لئے سخت مضرت رسان ثابت ہوئی، اور وہ اس طرح کہ مکہ کے مظلوم مسلمانون نے ایک نئی بستی بمقام عیص آباد کر لی جس نے قریش کے تجارتی قافلون کو سخت نقصان پہنچایا (۴) صلح حدیبیہ کے بعد اللہ کا نام لینا اور محمد کا کلمہ پڑھنا

حالانکہ صلح حدیبیہ کی رو سے جنگ کا التوا دس سال کے لئے طے ہو چکا تھا لیکن قریش کو اسلام کی ترقی نے نعل در آتش کر دیا، اور بالآخر ان کی ایک جماعت بنو بکر نے مسلمانون کے ایک مددگار قبیلہ بنی خزاعہ پر حملہ کر کے صلح حدیبیہ کو توڑ دیا، اس نقض عہد کا حال سورہ توبہ (پ ۱۰، ع اول و دوم، آیات ۴، ۱۳ و ۱۰ و ۸ و ۱۴) مین صاف طور پر بیان کیا گیا ہے، خاص کر آیات ۱۴-۱۳ مین جہان بتلایا گیا ہے کہ "تم ان لوگون سے کیون نہ لڑو جنھون نے اپنی قسمون کو توڑا اور رسول کے نکال دینے کا ارادہ کیا اور تم سے (جنگ کی) ابتدا انھون نے ہی کی، کیا تم ان سے ڈرتے ہو، پس اگر تم ایمان رکھتے ہو تو خدا زیادہ ترحق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو، ان لوگون سے لڑو خدا تمھارے ہاتھون ان کو سزا دے گا اور ان کو رسوا کرے گا، اور تم کو ان پر فتح دے گا، اور مومنون کے گروہ کے سینون کو ٹھنڈا کرے گا (انتہیٰ) مگر خوش قسمتی سے قبل از اختتام میعاد معینہ قریش مطیع ہو گئے، اور مکہ بغیر خونریزی کے فتح ہو گیا، اور ان آیات کے احکام کی تعمیل کی نوبت نہ آئی،

صاحب تحقیق الجہاد لکھتے ہین کہ جہان تک بھی علم

ہین کہ سورہ توبہ کی ابتدائی آیتون کا اعلان (جنمین سے
بعض کا حوالہ مندرجہ بالا سطور مین دیا جاچکا ہے،
جامع عفی عنہ) آنحضرت صلعم نے سنہ ۹ ھ کے آخر مین
کیا تھا مگر حقیقت امر یہ ہے کہ اشہر الحرم (متبرک مہینون)
کے آغاز سے پہلے سنہ ۸ ھ مین غالباً بماہ شعبان ان کا
اعلان ہوچکا تھا جب کہ قریش اور ان کے مددگارون
نے سنہ ۸ ھ مین صلح حدیبیہ کو توڑا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ
مکہ باہمی مصالحت سے مفتوح ہوگیا، اور ان آیتون
کے احکام کی تعمیل کا موقع نہین آیا جن مین عہد شکنون
اور حملہ آورون کے مقابلہ مین ہتیار اٹھانے کا حکم
ہے اور نیز یہ حکم ہے کہ جہان کہین وہ ملین یعنی خواہ حرم
(خانہ کعبہ کی مقدس مسجد) کے اندر یا باہر ان کو تہ تیغ کیا جائے،

الغرض جب آن حضرت صلعم ڈیڑہ یا پونے دو برس
بعد عازم مکہ ہوئے تو چودہ سو آدمیون کی جگہ دس
ہزار صحابہ ہم رکاب تھے اور دنیا نے دیکھ لیا کہ اسلام
تلوار سے نہین بلکہ تلوار کے زور کے باوجود کس سرعت
سے پھیلا،

بیعت الرضوان ایک درخت ثمرہ کے نیچے منعقد
ہوئی تھی حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت مین اس درخت
ثمرہ کو کٹوا دیا، صاحب فاروق اعظم لکھتے ہین کہ چونکہ
یہ درخت متبرک سمجھا جانے لگا تھا اور لوگ اس
کی زیارت کو آتے تھے اس لئے حضرت عمرؓ نے جڑ سے
کٹوا دیا، لیکن صاحب الفرق لکھتے ہین کہ ایک حیلۂ
ناروا جب سے حضرت عمرؓ نے پیغمبر کی یادگار کو اس لئے
مٹایا کہ وہ ان کی سبکی کا باعث ہوتی تھی اور ان کے
اس خطرۂ عظیم کی یاد تازہ کرتی تھی جو آن حضرت صلعم کی
نبوت کے متعلق صلح حدیبیہ کے دن ان کے دل مین
پیدا ہوگیا تھا،

چونکہ یہ مقام ایک تاریخی حیثیت رکھتا تھا اس لئے
درخت ثمرہ کو کٹوائے تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا کہ مسلمانون
کو اس مقام کی جستجو ہوئی جہان بیعت الرضوان عمل
مین آئی تھی اور اس کو معلوم کر لینے کے بعد وہان پر
ایک مسجد بنا دی گئی ہے،

حَدِیث (ع) بالفتح، ماخوذ ہے حدث سے اور
حدوث کے معنی ہین کسی چیز کا ہونا بعد اس کے کہ وہ نہ
تھی، حدیث ضد ہے قدیم کی، حدیث کے معنی کلام کے
ہین، عرف عام مین حدیث ہر ایک کلام کو کہتے ہین
جو سماعت سے یا وحی سے انسان کو پہنچے، خواہ بیداری
کی حالت مین ہو خواہ خواب مین، اسی لئے قران مجید
کو بھی حدیث کہا گیا ہے، چنانچہ سورہ نجم (پ ۲۷ ع
۳ آیت ۵۹) مین ہے "افمن ھذا الحدیث تعجبون یعنی
کیا تم اس بات یعنی قران مجید سے تعجب کرتے ہو،

اصطلاح محدثین مین حدیث کہتے ہین آنحضرت
صلعم کے قول وفعل اور تقریر کو، جمع اسکی احادیث
آتی ہے (دیکھو احادیث)

حَدِید (ع) بالفتح وکسر ثانی، لوہا، حدید
ماخوذ ہے "حد" سے جس کے معنی "منع" کے ہین، اور
چونکہ لوہا دشمن کے تعرض کو منع کرتا ہے، اس لیے
لوہے کو حدید کہتے ہین (غیاث اللغات)

رسالہ فیض الرحمٰن مین ہے کہ حدید کا استعمال
قرآن مجید مین دو معنی کے لئے ہوا ہے (۱) لوہا، سورہ
حدید (پ ۲۷، ع ۳، آیت ۲۵) ہم نے لوہا (الحدید)
نازل کیا جس مین سخت لڑائی (کا سامان) ہے (۲) تیز
سورہ ق (پ ۲۶، ع ۲، آیت ۲۱) اور آج میری
بینائی تیز ہے (حدید)

سورہاے قرانی مین سے ایک سورہ حدید بھی ہے،
جو ستائیسوین پارہ مین ہے اور باعتبار نزول مدنی
ہے، اس سورت مین ۴ رکوع ہین جنمین انتیس آیتین ہین،
چونکہ اس سورت مین "حدید" کے فوائد بیان کئے گئے ہین،
اس لئے اس کا نام "الحدید" رکھا گیا، اور الله جل شانہ
نے اس سورت مین اپنے چند صفات کاملہ کا اظہار فرمایا
ہے، بعدہٗ ایمان لانے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے اور

حَذف (ع) بفتح حاے مہملہ و ذال معجمہ، کوتاہ ہونا
اہل عروض کے نزدیک زحاف کی ایک قسم ہے اور
آخر رکن مین سے وتد مجموع کے اسقاط کو حذف کہتے ہین،
پس مستفعلن سے "مستف" اور فاعلن سے "فا" اور متفاعلن
سے "متفا" باقی رہ جاتا ہے، ان مین سے اول کو فعلن
(بسکون عین) اور ثانی کو "فع" اور ثالث کو فعلن
(بتحریک عین) کر لیتے ہین اور یہ تغیر بحر کامل، بحر رجز، در
بحر متدارک مین زیادہ تر ہوتا ہے، (غیاث اللغات)

حَذَر (ع) بفتحتین، بمعنی خوف و اندیشہ،

حَذِر بفتح اول وکسر ثانی بمعنی ڈرنے والا مرد بیدار

قران مجید مین حذر بمعنی خوف دو مقامات پر
آیا ہے یعنی سورہ بقر (پ اول، ع ۲، آیت ۱۸)
اور (۲) سورہ بقر (پ اول، ع ۳۲، آیت ۲۴۴)
مین، اور دونون مقامات پر موت کا خوف دلایا گیا ہے
حذر (بکسر ثانی) کی جس کے معنی مرد بیدار کے
ہین، فضیلت مین متعدد احادیث آنحضرت صلعم سے
مروی ہین، چنانچہ المشکوٰۃ (کتاب الآداب باب الحذر
والتانی فی الامور) مین ہے کہ (۱) آنحضرت صلعم نے فرمایا
کہ مرد مومن ایک سوراخ مین دو مرتبہ کاٹا نہین جاتا،
(۲) ایک سائل کے جواب مین آپ نے فرمایا اپنے کام

مین بھلائی دیکھے تو جاری رکھ اور گمراہی پاوے تو
چھوڑ دے'

حَذَف (ع) بفتحتین، چھوٹی سیاہ بکری
حجاز کی بکریون مین سے، حدیث مین ہے کہ تمہاری صفون
کے درمیان شیطان داخل نہ ہون مانند اولادِ حَذَف کے
لوگون نے دریافت کیا کہ یارسول اللہؐ اولادِ حَذَف
کیا ہے، فرمایا سیاہ بھیڑی جو یمن مین ہوتی ہے (ترجمہ
حیوۃ الحیوان)

حَذْف (ع) بفتح اول وسکون ثانی، گرادینا، دور کرنا
صرفیین کے نزدیک حرف یا حرکت کے گرادینے
کو حذف کہتے ہین، حروفِ حذف گیارہ ہین جن کا
مجموعہ ہو حفیٔ بجاءنة ہے (کتاب الصرف) حذف کی
سات شرطین ہین (۱) کوئی دلیل حالی پائی جاتی ہو
یا کوئی دلیل مقالی موجود ہو (۲) حذف مثل جزء کے نہ
ہو، اس لئے فاعل یا نائب فاعل یا کان اور اس کے
اخوات کا اسم محذوف نہین ہوتا (۳) موکد نہ ہو کیونکہ
حذف منافی ہے تاکید کے اس لئے کہ حذف مبنی ہے
اختصار پر اور تاکید مبنی ہے طوالت پر (۴) حذف
کرنے سے مختصر کا اختصار نہ ہوتا ہو، اس لیے اسم الفعل
حذف نہین کیا جاتا کیونکہ وہ فعل کا اختصار ہے
(۵) محذوف عامل ضعیف نہ ہو، اسی وجہ سے جار

اور ناصب فعل اور جازم کو حذف نہین کیا جاتا مگر
اسی مقام پر جہان یہ عوامل کثیر الاستعمال ہون اور
ان کے حذف ہونے پر دلیل قوی موجود ہو، (۶)
محذوف کسی کے عوض مین نہ ہو (۷) حذف سے عامل
قوی کی ضرورت نہ ہو (تفسیر اتقان نوع ۵۶)
حذف کی کئی قسمین ہین، پہلی قسم **اقتطاع** ہے
جس سے مراد ہے کہ کلمہ کے بعض حروف محذوف
ہون مثلاً لکنّا ھُوَ اللّٰہُ رَبّی مین لکنّا ہے جسکی اصل
لکن انا تھی، علامہ ابن اثیر نے قران شریف مین
اس قسم کے حذف سے انکار کیا ہے مگر اس کی تردید
باین وجہ کی گئی ہے کہ بعضون نے حروفِ مقطعات
کو اس مین داخل کر لیا ہے، بنابر اس قول کے کہ
حروف مقطعات اسماء الٰہیہ ہین' دوسری قسم کا نام
اکتفا ہے اور وہ یہ ہے کہ مقام ان دو چیزون کے
ذکر کا مقتضی ہو جس مین تلازم اور ارتباط ہے، لیکن
کسی نکتہ کی وجہ سے ایک ہی شے کے ذکر پر اکتفا
کیا جاوے، مثلاً بیدک الخیر کہ یہان والشر محذوف
ہے تیسری قسم **احتباک** ہے جو سب قسمون سے زیادہ
لطیف اور بدیع ہے، اور وہ یہ ہے کہ اول سے
اس کو حذف کر دیا جائے جسکی نظیر ثانی مین ثابت
کی گئی ہے اور ثانی سے اسکو حذف کر دیا جاے جس

کی نظیر اول مین ثابت کی گئی ہے مثلاً وادخل یدک
فی جیبک تخرج بیضاء کی تقدیر تدخل غیر
بیضاء واخرجھا تخرج بیضاء، پس اول
سے تدخل بیضاء حذف کر دیا گیا ہے، اور ثانی
سے اخرجھا کو محذوف کر دیا ہے، علامہ زرکشی
کہتے ہین کہ احتباک اس کو کہتے ہین کہ کلام مین دو
متقابل مجتمع ہون، پس ان دونون مین سے ہر ایک
کا مقابل حذف کر دیا جائے بوجہ اس کے دوسرا
اسپر دلالت کرتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ اَمْ
یَقُولُونَ افْتَرٰہُ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُہٗ
فعلیَّ اجرامی وانا بریٔ مما تجرمون
اس کی تقدیر ہے ان افتریتہ فعلیَّ اجرامی
وانتم براء منہ، وعلیکم اجرامکم وانا بریٔ
مما تجرمون، چوتھی قسم احتزال ہے جس کی کئی
قسمین ہین کیونکہ محذوف یا تو ایک کلمہ ہوگا (خواہ اسم
ہو یا فعل یا حرف) یا ایک کلمہ سے زیادہ محذوف ہوگا
(ماخوذ از تفسیر اتقان نوع ۵۶)

(ب) اہل عروض کے نزدیک حذف رکن کے
اخیر سے سبب خفیف کے گرانے کو کہتے ہین پس فعولن،
مفاعیلن اور فاعلاتن سے فعو، مفاعی اور فاعلا باقی
رہتا ہے، اور ان کی جگہ فعل، فعولن اور فاعلن رکھتے
ہین، یہ زحاف بحر جدید، خفیف، ہزج، رمل، مضارع،
مجتث، طویل اور متقارب مین آتا ہے (غیاث اللغات)

حَرّ (ع) بالفتح وتشدید رائے مہملہ، (۱) گرم
جمع احرور واحار آتی ہے (۲) زمین سنگلاخ جمع
حرار آتی ہے،

حُر (ع) بالفتح وتشدید رائے مہملہ، مرد آزاد،
جمع اسکی احرار وحرار آتی ہے، حر کے اصلی معنی برگزیدہ
کے ہین، ہر حر کا اطلاق ہر بہترین چیز پر ہوتا ہے، چونکہ آزاد
لوگون مین کرم غالب ہوتا ہے، اس لیٔے ان کو احرار
کہتے ہین، حر الوجہ رخسار کو کہتے ہین، کیونکہ وہ
چہرہ مین شریف اور کریم ترموضع ہوتا ہے، مفردات
راغب مین ہے کہ حر کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو
جسمانی طور پر آزاد ہو لیکن اگر وہ اخلاقی طور پر یعنی
بُری صفات سے بری ہے تب بھی حُر کہلاتا ہے،
فقہاء کی اصطلاح مین حر کا اطلاق دو شخصون پر ہوتا ہے،
(۱) وہ جس کی ذات پر رق یعنی کسی کی ملک جاری
نہ ہوئی ہو (۲) وہ جو اُن والدین سے پیدا شدہ ہو جن
مین سے ایک کی اصل مین آزادی ہو اور دوسرے کی
اصل مین رق (غایۃ الاوطار جلد چہارم) حُر کی بیع
ابتداءً اور بقاءً دونون طرح باطل ہے کیونکہ وہ کیسی

کشاف اصطلاحات الفنون مین بحوالہ مجمع السلوک
لکھا ہے کہ سالکین کے نزدیک سوائے خدائے تعالیٰ
کے سب سے تعلق قطع کرنے والا حر کہلاتا ہے، پس وہ شخص
جس مین مندرجہ ذیل آٹھ چیزین درجہ کمالیت حاصل
کرلین آزاد ہین،

(۱) اقوال (۲) افعال (۳) معارف (۴) اخلاق
حمیدہ (۵) ترک (۶) عزلت (۷) قناعت (۸) فراغت

اہل سلوک مین آزاد لوگ دو طرح کے ہوتے ہین (۱) بعضے
تو اُن مین سے خمول اختیار کرتے ہین یعنی اہل دنیا سے اختلاط
پسند نہین کرتے اور انکی ہدایات کو قبول کرنے سے گریز کرتے ہین،
(۲) بعضے رضا و تسلیم کا نظارہ کرتے ہین اُنکے نزدیک اہل دنیا
سے اختلاط یا ان سے علیحدگی برابر ہے، بعض ملاحدہ
کا خیال ہے کہ جب بندہ مقام حریت پر پہونچ جاتا ہے،
تو عبادت و بندگی زائل ہو جاتی ہے، یہ خیال کفر زندیقی ہے،

حرا (ع) بکسر اول، مکہ معظمہ کے قریب ایک
پہاڑی کا نام ہے جس کے غار مین بعثت سے قبل آن
حضرت صلعم عبادت کیا کرتے تھے عینی شرح بخاری مین
ہے کہ غار حرا مین آپ کی عبادت غور و فکر اور عبرت
پذیری تھی (انتہی کلامہ)

بالآخر وحی کا نزول ہوا اور پہلی مرتبہ وحی اسی غار
(بقول بعضے پہلے پانچ) آیات اترین جنمین انسان کی پیدائش
کا ذکر ہے اور علم کی فضیلت کا بیان ہے اور یہ بھی
تبلایا گیا ہے کہ انسان دنیوی علوم کی روشنی کے علاوہ
روحانی نور ہدایت کا بھی محتاج ہے اس لیئے آپ ص
(اے محمد صلعم) خدا پر بھروسہ کرکے مخلوق کی ہدایت
کے لئے آمادہ ہو جائین اور فرض نبوت کی انجام دہی
کے لئے کمر بستہ رہین اور اطمینان رکھین کہ جو کام مشکل
معلوم ہوتے ہین وہ امداد الٰہی کے باعث آسان ہو جائینگے
(سورہ علق پ ۳۰، ع اول آیات ۵-۱)

حرارت (ع) بالفتح، گرمی ضد ہے برودت
کی جس کے معنی سردی کے ہین،
حکمانے عناصر کی کیفیات چار تبلائی ہین یعنی **حرارت
و برودت و رطوبت و یبوست** اور وہ
اپنی ضد مین فعل کرتی ہین، مثلاً حرارت برودت مین
اثر کرتی ہے اور برودت حرارت مین، اسی طرح رطوبت
یبوست مین اثر کرتی ہے اور یبوست رطوبت مین،
حرارت سبکی اور خفت پیدا کرتی ہے اور جسم مین پیدا
ہونے کی حالت مین اس کے اجزا کو کشادہ اور
پراگندہ کر دیتی ہے،

حرارت غریزی (ع) بفتح عین معجمہ و کسر

آفتاب کی حرارت کے باعث مزاج مین ظاہر ہو یا کسی
دوا وغیرہ کے سبب یا حرکت کرنے کے باعث پیدا ہو
(غیاث اللغات)

حرارت غریزی (ع) بفتح عین معجمہ و رائے
مہملہ مکسور، اصلی گرمی جو روح کی اصلی حرارت سے بدن
مین ہوتی ہے، اصل مین یہ ایک بخار لطیف ہے جو دل
کے جوف سے اٹھتا ہے اور تمام رگون اور پٹھون مین
پھیل جاتا ہے، (غیاث اللغات)

حرام (ع) بفتحتین، منع کرنا، روکنا، اسکی جمع
حُرُم آتی ہے، حروم کے معنی الممنوع عنہ ہین یعنی وہ
جس سے روکا جائے خواہ بذریعہ تسخیر الٰہی ہو جیسے حرام
علی قریۃ اھلکنٰھا (سورہ انبیاء پ ۱۷، ع ۷،
آیت ۹۵) خواہ عقل و شریعت کی رو سے، حَرَم
کو حرام اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالی کے حکم سے وہان
بہت سی ایسی باتین ممنوع ہین جو دوسری جگہ جائز
ہین (مفردات راغب) اسی مادہ سے محروم ہے،
جس کے معنی اس شخص کے ہین جو ایک چیز کے حصول سے
روک دیا گیا ہے،

اصطلاح مین وہ فعل جو مشروع نہین ہے حرام
کہلاتا ہے، رسالہ فیض الرحمن مین ہے کہ قران مجید مین

(پ ۱۷، ع ۷، آیت ۹۵) اور ناممکن ہے (وحرام
ان بستیون پر جن کو ہم نے برباد کیا کہ وہ دوبارہ دنیا
کی طرف لوٹین گی (۲) ناجائز، منع، سورہ یونس (پ ۱۱
ع ۶، آیت ۶۰) پھر تم نے اس مین حرام و حلال بنا لیا ہے
(۳) قابل تعظیم و ادب، سورۂ فتح (پ ۲۶، ع ۳
آیت ۲۵) اور تمھین قابل تعظیم مسجد (المسجد الحرام)
مین پہونچنے سے باز رکھا،

فقہار نے منہیات کی تین قسمین قرار دی ہین، اول
حرام یعنی وہ جسکی ممانعت دلیل قطعی سے وجوباً
ثابت ہو، دوم مکروہ تحریمی یعنی وہ جسکی ممانعت دلیل
ظنی سے ثابت ہو، سوم مکروہ تنزیہی یعنی وہ
جس کی ممانعت شفقتاً یا ادباً ہو، ان ہر سہ منہیات کے
احکام بھی جداگانہ ہین یعنی (۱) حرام کا تارک ثواب
پاوے گا اور مرتکب عذاب، اور اس کی حرمت کا منکر
کافر ہے (۲) مکروہ تحریمی کا تارک ثواب پاویگا اور
مرتکب عذاب (۳) مکروہ تنزیہی کا تارک فضیلت حاصل
کرے گا لیکن مرتکب پر عذاب و عتاب کچھ بھی نہین،
(رکن دین)

محرمات مین موہوم متحقق کے مانند ہوتا ہے یعنی شبہہ
کا پیدا ہو جانا کہ فلان شکار جو تیر سے مارا گیا تھا اور مردہ

سبب سے پس وہ شکار حلال نہین،

حرمت ایک شرعی حکم ہے جس کی علتین متعدد ہوا کرتی ہین مثلاً (۱) غیر مسفوح خون جیسے میتہ (۲) ضرر جیسے سمیات (۳) سکر جیسے خمر وغیرہ (۴) احترام جیسے انسان اس لئے ہر حرام کا نجس ہونا ضروری اور لازمی نہین،

قرآن مجید نے محرمات کے چار اصول بتائے ہین، (اول) وہ چیزین جن سے صرف جسمانی قوی پر برا اثر ہوتا ہے، جیسے مردار خوار سیاہ کوے، چیل، باز (دوم) وہ چیزین جن سے دقیق فطری قوی پر بد اثر پڑتا ہے (سوم) وہ جن سے اخلاقی قوی تباہ ہوتے ہین جیسے سور، شراب، (چہارم) وہ اشیا، جو روحانی اور اعتقادی قوتون کو تباہ اور ہلاک کرتی ہین جیسے خدا کے سوا بتون کے نام پر ذبح کئے ہوے جانور،

ماکولات مین جو چیزین حرام ہین ان کا ذکر سورہ انعام (پ ۸، ع ۱۸، آیت ۱۴۶) مین ان الفاظ مین ہے کہ "اے (پیغمبر صلعم) کہدیجئے کسی کھانے والے پر کوئی شے حرام نہین، ہان اگر حرام ہے تو مردار یا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کیونکہ یہ چیزین ناپاک ہین یا وہ گناہ (کا جانور) جو غیر خدا کے نام پر چڑھایا جاوے الخ انھین محرمات اربعہ کا ذکر ہے سورہ نحل (پ ۱۴، ع ۱۵، آیت ۱۱۶) اور سورہ بقر (پ ۲، ع ۶، آیت ۱۶۸)

اور سورہ مائدہ (پ ۶ ع اول، آیت ۳) مین بھی ہے، ترجمہ حیوۃ الحیوان (جلد اول) مین ہے کہ نص قرانی سے میتہ و خون (باعتبار عمومیت) حرام ہین لیکن دو مردار اور دو خون ایسے ہین جن کو آنحضرت صلعم نے حلال فرمایا ہے، مردار تو مچھلی اور ٹڈی اور خون کلیجی اور تلی ہین،

اخلاقی اعتبار سے جو امور حرام ہین ان کا مجمل ذکر سورہ اعراف (پ ۸، ع ۴ آیت ۳۱) مین مذکور ہے جسکی تفصیل یہ ہے،

(۱) فحش خواہ پوشیدہ ہو خواہ ظاہر (۲) گناہ (۳) ناحق بغاوت (۴) خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا (۵) خدا پر ایسی بات کو جوڑ لینا جسکا علم نہین، خلاصۃ التفاسیر مین ہے کہ (۱) حرام مال کی تجارت سے جو نفع ہو وہ بھی حرام ہے لیکن ملکیت مین آجائے گا (۲) حلال اور حرام کو برابر جاننا کفر اور حرام خوری فسق ہے،

ماکولات مین حلال و حرام کے اعتبار سے سیرۃ النبی (جلد دوم حصہ اول) مین جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عرب مین کھانے پینے مین کسی چیز کا پرہیز نہ تھا، اور نہ کوئی شے حلال یا حرام تھی، مردار اور حشرات الارض تک کھاتے تھے، البتہ بعض بعض جانور جنکو بتون کے نام پر چھوڑتے تھے ان کا ذبح کرنا گناہ سمجھتے تھے، بعض جانور

مرد کھا سکتے ہین عورتین نہین کھا سکتین، اگر بچہ مردہ پیدا ہو تو مرد و عورت دونون کھا سکتے ہین اور زندہ ہو تو صرف مرد کھائین، اسی قسم کے اور بت پرستانہ رسوم تھے، سورہ انعام مین جو مکہ مین نازل ہوا تھا ان رسوم کا بہ تفصیل ذکر ہے، اسلام کے اکثر احکام گو مدینہ مین اترے لیکن ماکولات کی حلت و حرمت کے احکام مکہ ہی مین اترنے شروع ہو چکے تھے چنانچہ سورہ انعام مین مشرکین کے ان رسوم کی تردید کے بعد یہ حکم آیا (اس حکم کا خلاصہ سورہ انعام پ ۸، ع ۱۸ آیت ۱۴۶ کے حوالہ سے ہم ابھی ابھی لکھ آئے ہین۔ جامع عفی عنہ) اس کے بعد مکہ معظمہ ہی مین سورہ نمل (پ ۱۴، ع ۱۵، آیت ۱۱۶) اسی حکم سابق کا اعادہ کیا گیا ہے، مدینہ طیبہ مین آ کر پہلے سورہ بقر (پ ۲، ع ۲۱، آیت ۱۶۸) مین تیسری بار یہ محرمات اربعہ بیان کیے گئے، ہجرت کے چار یا پنج سال کے بعد سورہ مائدہ (پ ۶ ع اول آیت ۳) مین انھین محرمات کا ذکر کیا گیا اور چوتھی آیت مین مردار (میتہ) کی تفصیل بیان کی گئی، ۷ھ ۶۲۸ء مین مسلمانون کو خیبر کی فتوحات اور جاگیرین ہاتھ آئین تو جانورون مین حلال و حرام کی تفریق کی گئی، اور اعلان کیا گیا کہ آج سے گدہا، زندہ جانور اور پنجہ دار پرند حرام ہین، شراب کی حرمت کا حکم جو سورہ ...

اور سود خواری کی حرمت کے متعلق تفصیلی احکام ۹ھ ۶۳۰ء مین نازل ہوئے اور بقول حضرت ابن عباس حرمت ربا کا حکم اسلام کے سلسلۂ احکام کی سب سے آخری کڑی ہے،

حرانی، حران کا رہنے والا، موضع حران الجزیرہ مین ہے، یہان کے رہنے والے امام ابن تیمیہ تھے جو نام سے زیادہ اپنی کنیت سے مشہور ہین، آپ کا نام تقی الدین بن احمد بن عبد الحلیم تھا، علم تفسیر مین آپ بلند پایہ مفسر تسلیم کئے گئے ہین، کتاب موافقت بین المعقول والمنقول، سیاست الشرعیہ فی اصلاح الراعی وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہین، آپ کے سیاسی خیالات کے باعث حکومت نے آپ کو قید کر دیا تھا، ۷۲۸ھ ۱۳۲۷ء مین آپ نے وفات پائی۔

حرب (ع) بالفتح، کارزار، اس کی جمع حروب آتی ہے، اور حرب بفتحتین کے معنی ہین غصہ مین ہونا یا کسی کا مال چھین لینا،

حرب (بفتحتین) کے مشتقات کی تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ حرب (بمعنی کارزار) کا مفہوم لوٹ مار یا بغض اور انتقام ہے اور ظہور اسلام سے قبل جو لڑائیان عرب مین ہوئین ان کا مقصد یہی غارت گری یا انتقام ہوتا تھا، شعرائے جاہلیت کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ

لاشون کا گھسیٹنا (۳) دشمن کی لاش کا مثلہ کرنا جس کی
ایک مثال غزوۂ اُحد (۳ھ ۶۲۴ء) مین حضرت حمزہؓ کی لاش کے
ساتھ ہندہ جگرخوار والدہ امیر معاویہ بانی سلطنت امویہ
کا وحشیانہ طرزعمل یہی ہے (۴) دشمن کو زندہ آگ مین
جلادینا ان لڑائیون کی خصوصیات مین داخل تھے،
اور یہ وہ افعال ہین جو غارت گری اور انتقام کا
عبرت انگیز منظر پیش کرتے ہین، اگر نگاہ کو زیادہ وسیع
کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ رومۃ الکبریٰ اور بابل
کا وحشیانہ طریقۂ جنگ ان عربون کے طریقۂ جنگ
سے بھی زیادہ مہیب اور خطرناک تھا،

حقیقت مین جنگ خود ایک انتہائی مصیبت ہے جس
کو اہل روما اہل بابل اور اہل عرب کے وحشیانہ افعال
نے اور بھی زیادہ ہیبت ناک بنا رکھا تھا مثال کے
طور پر عرب جاہلیت کی حرب بسوس ہی کو جو
۴۹۴ء سے ۵۳۴ء تک رہی اور حرب داحس
کو جو ۵۶۸ء سے ۶۲۰ء تک جاری رہی لے لیجئے
تو معلوم ہوگا کہ یہ لڑائیان خوفناک اور تباہی کی المناک
مثالین ہین، غرضیکہ دنیا جنگ کی ہولناکیون اور بربادیون
مین سرتاپا غرق تھی کہ اسلام کا ظہور ہوتا ہے اور اسلام
نے جہان اخلاق، تہذیب اور تمدن کے متعلق اصلاحات
پیش کین [illegible]

اس (جنگ) کو نہایت کم درجہ مضرت رسان بنا دیا،
چنانچہ حکم ہوتا ہے کہ (۱) ان لوگون سے لڑو جو تم سے
لڑین (دیکھو سورہ بقر، پ ۲، ع ۲۴، آیات ۱۹۰ او
۱۸۹ اور ۱۸۶) بالفاظ دیگر مدافعانہ لڑائی کی اجازت دی
گئی ہے (۲) ان لوگون سے نہ لڑو اور نہ ان کو قتل کرو
جو ایسے لوگون سے جا ملین جن سے اور تم سے معاہدہ ہے
اور نہ ان سے لڑو اور نہ ان کو قتل کرو جن کا دل لڑنے
سے تنگ ہو گیا ہے، اور نہ اُن لوگون سے لڑو جو
تمھارے پاس صلح کا پیغام بھیجین (دیکھو سورہ نساء
پ ۵، ع ۱۲، آیت ۹۲) و (۳) جو لوگ تم سے نہین
لڑتے اور نہ تم کو گھرون سے نکالا ہے، ان کے ساتھ
سلوک اور احسان کرنے سے خدا تم کو منع نہین
کرتا (سورہ ممتحنہ، پ ۲۸، ع ۲، آیات ۸۔۷)

احادیث مین احکامات جنگ کو اور بھی صاف
اور واضح کر دیا گیا ہے چنانچہ مسلم اور ابوداؤد (کتاب
الجہاد) مین حسب ذیل ہدایات ہین،

(۱) کوئی عورت اور لڑکا اور بڈھا ضعیف نہ
مارا جائے،

(۲) کسی کے ناک کان نہ کاٹے جائین،

(۳) عبادت کرنے والے گوشہ نشین قتل نہ کئے
[illegible] کھود دے جائین،

(۴) کوئی پھلدار درخت نہ کاٹا جائے، کوئی کھیت نہ جلایا جائے،

(۵) کوئی عمارت اور آبادی ویران نہ کی جائے،

(۶) کسی جانور یعنی بکری اونٹ وغیرہ کی کونچین نہ کاٹی جائین،

(۷) ہر ایک کے ساتھ طریقۂ عدل و انصاف برتا جائے، کسی پر ظلم و جبر نہ کیا جائے،

(۸) جو لوگ اطاعت قبول کرین اور جزیہ دین ان کے جان اور مال مسلمانون کے جان اور مال کے برابر سمجھے جائین،

(۹) جب تک اسلام قبول کرنے کی دعوت نہ کی گئی ہو، دفعتہً حملہ نہ کر دیا جائے،

(۱۰) دشمن جب تک جنگ یا مدافعت کر رہا ہے اسکا قتل جائز ہے لیکن جون ہی وہ ہتھیار ڈالدے اور مغلوب ہو جائے، تو وہ قتل نہ کیا جائے، بلکہ قیدی خیال کرنا چاہیے،

(۱۱) اسلحہ، آلاتِ جنگ اور اسی قسم کا تمام سامان جس سے کسی حیثیت سے فریقِ جنگ کی اعانت کی جاسکتی ہے، اشیاء ممنوع التجارت مین داخل ہے،

یہ ہین وہ احکام جو تعلیم دے رہے ہین کہ مسلمانون کو دشمن کے ساتھ کس قسم کا سلوک کرنا چاہیے، ان احکام کا مقابلہ جب ان قوانین بین الاقوام سے کیا جاتا ہے جو یورپ نے اپنے زمانۂ تہذیب اور تمدن مین مدون کیئے ہین اور جن کی بنیاد احتیال اور حکمت عملی پر رکھی گئی ہے تو اسلام کے مکارمِ اخلاق اور حسنِ سلوک روز روشن کی طرح عیان ہو جاتا ہے،

اسلامی کتب مین تین اصطلاحین قتل و خون ریزی کے مفہوم کے اظہار کے لیے مستعمل ہوتی ہین،

(۱) **جہاد** جس کی غرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے (دیکھو جہاد)

(۲) **فتن** اور اس سے وہ خون ریزیان مراد ہین جو قربِ قیامت مین ہون گی (دیکھو فتن)

(۳) **ملاحم** اور اس سے مراد وہ جدال و قتال ہے جو مسلمانون اور دیگر قبائل مین قربِ قیامت مین ہوگا،

حِربا (ع) بکسر اول، گرگٹ، امام قزوینی نے کتاب عجائب المخلوقات مین بیان کیا ہے کہ گرگٹ کوند بھاند نہین کرسکتا لیکن اللہ تعالے نے اس کی آنکھین ایسی بنائی ہین کہ ہر جانب پھرتی ہین اور وہ اپنا شکار بغیر حرکت کئے حاصل کر لیتا ہے،

ترجمہ حیوۃ الحیوان مین ہے کہ (۱) حربا (گرگٹ) کا کھانا حرام ہے کیونکہ وہ ذوات السموم مین سے ہے،

(۲) گرگٹ کو خواب مین دیکھنے کی تعبیر

وزیر سے ہے، جو شاہ سے کسی وقت جدا نہ ہوتا ہو (۳) چونکہ
گرگٹ رنگ بدلتا رہتا ہے اس لئے عرب بولتے ہین
یتلون تلون الحربا یعنی فلان شخص گرگٹ کے سے رنگ
بدلتا ہے یعنی ایک حالت پر قائم نہین رہتا،

حربی (ع) جنگ کرنے والا،

اصطلاح فقہ مین حربی وہ شخص ہے جو اسلام کو
دنیا سے مٹانے کی خاطر مسلمانون سے جنگ کرے، یا جنگ
کرنے والون کو مدد دے، پس مسلمانون کا فرض ہے
کہ اپنے قومی مفاد کے حفظ و بقا کے لئے اور امن پسند
رعایا کے جان و مال اور عزت و آبرو کو بچانے کے واسطے
کافر محارب سے جنگ کرین ارشاد باری تعالے ہے کہ
(۱) اللہ کی راہ مین ان لوگون سے لڑو جو تم سے لڑتے
ہین اور حد سے نہ بڑھو بے شک اللہ تعالے حد سے
بڑھنے والون کو پسند نہین کرتا (سورہ بقر پ ۲ ع
۸ ۲ آیات ۱۸۶-۱۸۷)

(۲) سوائے اسکے نہین کہ اللہ تعالے انھین ان لوگون
کی دوستی سے روکتا ہے جو تم سے دین کے معاملہ مین
لڑتے ہین اور جنھون نے تم کو اپنے گھرون سے نکال
دیا ہے اور تمھارے نکالنے پر مدد دی ہے اور جو ایسے
لوگون کی دوستی رکھین گے وہ ظالم ہون گے (سورہ
ممتحنہ پ ۲۸ ع ۲۶ - آیت ۹)

حرز (ع) بالکسر، پناہ گاہ، جائے استوار، [illegible]
بمعنی تعویذ (غیاث اللغات)

فقہا کی اصطلاح مین حرز محفوظ مقام کو کہتے ہین
اور وہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو وہ جو اپنے معنی کی
وجہ سے حرز ہے مثلاً کوٹھری یا گھر اور دوسرا
وہ جو نگاہبانی کی وجہ سے ہو مثلاً کسی چیز پر خواہ وہ میدان
ہی مین کیون نہ ہو کوئی شخص محافظ مقرر کر دیا گیا ہو پس
اگر کوئی شخص مقام حرز سے مال چرالے جائے تو اسکا ہاتھ
قطع کیا جاویگا (عین الہدایہ جلد دوم ص ۴۹۹)

حرص (ع) بالکسر اول و سکون ثانی، لالچ، طمع،

حقیقت مین حرص کہتے ہین موجودہ حالت پر قناعت
نہ کرنے کو یعنی زیادتی آرزو و ارادہ حرص کہلاتا ہے،

امام راغب لکھتے ہین کہ حرص سے مراد ہے ایک چیز کا
بہت چاہنا اور **طمع** عبارت ہے کسی چیز کو اشتیاق
نفس کے ساتھ خواہش کرنے سے، پس طمع کا استعمال
اکثر ذلیل خواہشات پر ہوتا ہے، سید جرجانی اصطلاحات
مین لکھتے ہین کہ کسی چیز کے حاصل کرنے مین انتہائی کوشش
کرنا حرص کہلاتا ہے،

قرآن مجید مین مشتقات حرص کئی مقامات پر آئے
ہین مثلاً (۱) سورہ بقر (پ اول، ع ۱۱، آیت ۹۰)
[illegible] دنیوی زندگی

کے لئے زیادہ حرص کرنے والے (احرص) پاوین گے،

(۲) سورہ نسار (پ ۵، ع ۱۹، آیت ۱۲۸) تم ہرگز طاقت نہین رکھتے کہ بیویون کے درمیان انصاف کرو اگرچہ تم عدل کرنے مین حریص بھی ہو (حرصتم) و (۳) سورہ یوسف (پ ۱۳، ع ۱۰، آیت ۱۰۴) بہت سے آدمی ایمان نہ لائین گے اگرآپ (اے محمد صلعم) اُن کے ایمان لانے پرحرص کرین (حرصت)

حرص مذموم اور مستحسن دونون صورتین رکھتا ہے، اگرمال کے جمع کرنے یا جاہ ومرتبت کے لئے ہو تو مذموم ہے اوراگر تحصیل علوم اوراعمال پر ہو تو مستحسن ہے، صاحب قاموس لکھتے ہین کہ بدترین حرص یہ ہے کہ اپنا حصہ لینے کے بعد غیر کے حصہ کی طمع کی جاوے،

المشکوٰۃ (کتاب الرقاق باب الامل والحرص) مین متعدد حدیثین ہین جوحرص کے متذکرۂ بالا مذموم اور مستحسن پہلوؤن پر روشنی ڈال رہی ہین،

سالکین کے نزدیک حرص ضد ہے **قناعت** کی اور وہ "حرص" غیر کی نعمت کے لئے زوال کا طلب کرنا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس چیز کا طلب کرنا جو قسمت مین نہین ہے حرص کہلاتا ہے (کشاف اصطلاحات الفنون)

حَرْف (ع) بالفتح وسکون رائے مہملہ،

کئی معنون مین آتا ہے (۱) بولی، حدیث مین ہے کہ قرآن مجید سات بولیون (سبعۃ احرف) مین نازل ہوا ہے (المشکوٰۃ کتاب العلم فصل الثانی) (۲) کنارہ (۳) تلوار کی دھار (۴) حروف تہجی جوترکیب کلمات کے لئے موضوع ہوئے ہین، عربی کے موجودہ حرف ہجا کی ترتیب تحریر حروف کے لحاظ سے ہے یعنی جو حروف یک جا لکھے جاتے ہین ان کو یکجا کردیا ہے، اور یہ ترتیب منجملہ اُن ترتیبون کے ہے جو زمانہ قدیم مین مروج تھین، بعض علمانے حروف کو مخارج کے لحاظ سے بھی ترتیب دیا ہے چنانچہ کتاب العین مین امام خلیل بصری (المتوفی ۱۷۰ھ) نے مخارجی ترتیب اختیار کی ہے، سنسکرت زبان کی لغت کی کتابین بھی مخارجی ترتیب پر ہین، ایک تیسری ترتیب حروف عربی کی بلحاظ ابجد مروج ہے اور یہ ترتیب سوائے حرف علت کے وہی ہے جو عبرانی یا ارامی زبان مین پائی جاتی ہے،

تفسیر اتقان (نوع ۶۰) مین ہے کہ حروف ان اسمائ مین سے ہین جن کی تعلیم خدا تعالیٰ نے حضرت آدم کو دی (انتہی کلامہ) بالفاظ دیگران کا علم توفیقی ہے، لیکن معتزلہ کہتے ہین کہ آوازین پیدا کرنا انسان کو فطرۃً آیا، اسی طرح ادراک معانی کے قوی بھی فطری

طور پر موجود ہین پس معانی و اصوات مین ربط انسان
نے فرض و تسلیم اور وضع و اصطلاح کے طور پر قائم کیا،

نحویون کی اصطلاح مین حرف وہ لفظ ہے کہ
بدون ملائے دوسرے کلمہ کے اس کی معنی سمجھ مین نہ
آوین، چونکہ حرف کے معنی طرف کے ہین پس حرف وہ
کلمہ ہے جو اسم یا یا فعل کی کسی طرف لگا رہتا ہے،

اہل جفر کے نزدیک حروف بنا ہین مفرد مستقل
بالدلالت کی، دلالت الحروف کو دلالت اولیہ اور دلالت
کلمہ کو دلالت ثانیہ کہتے ہین اور وہ موضوع ہین علم جفر
کے، اس اعتبار سے علم جفر کو علم حروف کہتے ہین، اہل جفر
نے حروف کو دو قسمون مین منقسم کیا ہے، ایک نورانی
جو حروف الحق کہلاتے ہین اور دوسرے ظلمانی
جو حروف خلق کے نام سے موسوم ہین، حروف
نورانی یہ ہین ح، ق، ن، ھ، ی، ع، ط، س، ک،
ر، ص، م، ل، جنکا مجموعہ "صراط علی حق نمسکہ" ہوتا ہے
باقی ماندہ حروف یعنی ب، ت، د، ذ، ض، و، غ حروف
ظلمانی ہین، اہل جفر حروف زمام (مصطلحہ جفر، دیکھو زمام)
مین سے بعضے حروف کو (۱) اوتاد کہتے ہین جس سے مراد
پہلے اور چوتھے اور مثل ان دو حرفون کے درمیان سے
چھوڑنا اور حرف سوم کو لینا ہے، (۲) اور بعضے حروف
کو ادوار کہتے ہین اور وہ ہمیشہ چار ہوتے ہین یعنی (الف

زمام اول کا پہلا حرف (ب) اس کا حرف آخر ج،
زمام اخیرین کا پہلا حرف (د) اسکا حرف آخر، (۳)
بعضون کو حروف قلوب کہتے ہین، اور وہ زمام
کے وسط حروف ہین پس اگر حروف اور سطور دونون
زوج ہون تو حروف قلوب چار ہون گے جو جمیع
حروف کے وسط مین ہون گے اور اگر حروف اور
سطور دونون فرد ہون تو حرف قلب ایک ہوگا،
ان دو صورتون کے علاوہ حروف قلوب دو ہون گے
(کشاف اصطلاحات الفنون)

اقسام حروف

حروف ہجا کی تقسیم مختلف اعتبار سے کیگئی ہے
(اول) نقطہ کے اعتبار سے، یعنی نقطہ دار
حروف کو **منقوطہ و معجمہ** اور غیر نقطہ دار کو
غیر منقوطہ و غیر معجمہ کہتے ہین،
(دوم) خواص کے اعتبار سے، یعنی نورانی او ظلمانی
(جن کی تشریح اوپر بیان ہو چکی ہے)
(سوم) باعتبار تلفظ کے، یعنی **ملفوظی مسروری**
اور **ملبوبی**، ان مین سے (۱) **ملفوظی** وہ ہے جو
تین حروف کی ترکیب سے تمام ہو جاتی ہے، لیکن حرف اول
اور آخر ہم جنس نہین ہوتے، مثلاً الف وجیم و دال وغیرہ
تیرہ حروف ہین، ملفوظی دو قسم کی ہوتی ہے ایک قسم
زائد الحرکت ہے جیسے الف کہ جس کا اوسط متحرک ہے

دوسری قسم زائد السکون ہے جیسے جیم و دال ، (۲)
مسروری جس کا تلفظ تین حروف یعنی میم، نون اور
واؤ کی ترکیب سے ہوتا ہے لیکن آخر حرف جنس اول مین سے
ہوتا ہے، ملبوبی جسکا تلفظ دو حروف سے ہوتا ہے
اور وہ بارہ حروف ہین، فرہنگ جہانگیری کے حوالہ
سے کشاف اصطلاحات الفنون مین ہے کہ علمائے عرب
نے حروف کو تین قسم پر منقسم کیا ہے یعنی (۱) مسروری اور
دہ حرفی ہے، اس قسم کے بارہ حروف ہین یعنی با، تا، ثا،
حا، خا، را، زا، طا، ظا، فا، ہا، اور یا (۲) ملفوظی اور
وہ سہ حرفی ہے جس کا اخر قسم اول سے نہین ہوتا، اور
یہ تیرہ حروف ہین، الف، جیم، دال، ذال، سین،
شین، صاد، ضاد، عین، غین، قاف، کاف اور لام،
(۳) ملبوبی و مکتوبی اور وہ تین حرفی ہے، جس کا آخر
قسم اول سے ہوتا ہے اور یہ تین حروف ہین میم، نون، واؤ،
(چہارم) باعتبار فصل کے یعنی (۱) منفصلہ
جیسے الف، دال، ذال، را، زا، واؤ، لا، جنکو سبعہ
منفصلہ کہتے ہین اور یہ حروف کتابت مین دوسرے
حروف کے ساتھ منقسم ہو جاتے ہین (۲) غیر منفصلہ
جو کتابت مین دوسرے حروف سے نہ ملین انکو خواتیم بھی کہتے ہین
(پنجم) مُفرَدہ اور متزاوجہ
انواع البسیط مین ...

بھی کہتے ہین وہ ہوتے ہین جن کی صورت مین صرف نقط
کا فرق ہے جیسے حا و خا، اور جو حروف ایسے نہین ہین
ان کو مفردہ کہتے ہین،
(ششم) مصوتہ (آواز والے) اور صامتہ
حروف مصوتہ مین حروف المد واللین داخل ہین، ان کے
علاوہ دیگر حروف صامتہ ہین۔
(ہفتم) زمانیہ و آنیہ، حروف مصوتہ دلالت
کرتے ہین زمانیہ پر اور حروف صامتہ آنیہ پر،
(ہشتم) متماثلہ و متخالفہ، ایسے حروف جن کے
ذوات و عوارض مین اختلاف نہین ہے متماثلہ
کہلاتے ہین اور ان کے برعکس متخالفہ، تفسیر اتقان
مین ہے کہ متماثلین سے ایسے دو حروف مراد ہین جو
مخرج اور صفت مین باہم متفق ہون، اور متجانسین
سے وہ دو حروف عبارت ہین، جو مخرج مین تو باہم
ہون مگر صفت مین ایک دوسرے سے جداگانہ ہون
اور متقاربین وہ ہین جو مخرج یا صفت دونون،
باتون مین ایک دوسرے کے قریب ہون (تفسیر
اتقان نوع ۳۱)
(نہم) مہموسہ و مجہورہ، وہ حروف
جو زبان پر نرمی سے جاری ہون اور پست آواز

مجہورہ، مہموسہ یہ ہین، ت، ث، ح، خ، س، ش،
ص، ف، ک، ہ، ان کے سوا باقی حروف مجہورہ
ہین جن کی تعداد انیس ۱۹ ہے، یعنی الف اور ہمزہ
کو جدا جدا کرکے دو حروف ٹھہرائے ہین اور اسطرح
انیس کی تعداد پوری ہوتی ہے

(دہم) **شدیدہ و رخوہ**، وہ حروف
جن مین آواز کو کرخت کرنا پڑے شدیدہ اور جن مین
نرم کرنا پڑے رخوہ کہلاتے ہین، حروف شدیدہ آٹھ
ہین، ء، ب، ت، ج، د، ط، ق، ک اور حروف
رخوہ پندرہ ہین یعنی ث، ح، خ، ذ، ز، س، ش،
ص، ض، ظ، غ، ف، و، ہ اور پانچ حروف یعنی
ر، ع، ل، م، ن شدیدہ اور رخوہ کے درمیان
ہین ہین،

(یازدہم) مطبقہ و منفتحہ، وہ حروف جن کے اخراج
مین زبان اوپر کو تالو کی طرف چڑھتی ہے، صاد، ضاد،
طا، ظا، مطبقہ کہلاتے ہین، اور جن حروف کا مخرج
اس کے برعکس ہے ان کو منفتحہ کہتے ہین اور وہ حروف
اربعہ مطبقہ کو چھوڑ کر باقی سب حروف ہین،

(دوازدہم) مستعلیہ و منخفضہ وہ حروف جن کے
اخراج مین زبان اوپر کو چڑھتی ہے مستعلیہ کہلاتے

برعکس ان کے وہ حروف جن کی ادائی مین زبان
نیچے کو آتی ہے منخفضہ کہلاتے ہین،

(سیزدہم) **ذلاقہ و مصمتہ**، وہ حروف
جن مین رباعیات (یعنی آگے کے دانت) جدا نہ ہون
ذلاقہ کہلاتے ہین، ان حروف کا نام یہ ہے، میم،
رائے مہملہ، بائے موحدہ، نون، فا اور لام باقی جو
حروف ذلاقہ نہین ہین وہ مصمتہ ہین،

(چہاردہم) **قلقلہ** اور **غیر قلقلہ** وہ
حروف جن کا ساکن ان کے مخرج مین ملے حروف
قلقلہ ہین، ان کی تعداد پانچ ہے یعنی قاف، دال، طا،
با، جیم، ان حروف خماسی کے علاوہ باقی حروف
غیر قلقلہ ہین،

(پنجدہم) **صفیرہ اور غیر صفیرہ**
وہ حروف جن کے پڑھتے وقت مونہہ مین ایک آواز
ظاہر ہوتی ہے مانند آواز گنجشک (یعنی چڑیے) کے
صفیرہ کہلاتے ہین، یہ حروف زائے معجمہ، صاد مہملہ
اور سین مہملہ ہین، صفیرہ کی ضد کو غیر صفیرہ یا جرسیہ
کہتے ہین،

(شانزدہم) حروف علت و غیر علت،
الف، واو، اور یائے تحتانی حروف علت ہین ان

(ہفتدہم) لین وصل اور ان کے غایر،
(دیکھو لین ومد)

(ہشتدہم) اصلیہ و زائدہ جو حروف
گردان مین باقی رہین اصلیہ ہین، اور جو حروف تصریف
مین باقی نہین رہتے زائدہ کہلاتے ہین (کشاف
اصطلاحات الفنون)

عربی مین امتیاز و خصوصیت کے لئے اسماء پر
الف لام لگا دیتے ہین، جن حروف کے شروع
مین ال نہین پڑھا جاتا انھیں حروف شمسی
کہتے ہین، اور جن مین ال کی آواز تلفظ مین ظاہر کی
جاتی ہے انھین قمری کہتے ہین،

اصطلاح تصوف | تذکرة السلوک (مصطلحات صوفیہ)
مین ہے کہ صوفیہ کے نزدیک اعیان مین جسقدر حقائق
بسیط ہین ان کو حروف کہتے ہین، کشاف اصطلاحات
الفنون مین ہے کہ صوفیہ کے نزدیک حروف سے مراد
صور معلومہ ہین جو وجود مین آنے سے قبل علم الہی مین تھین،
یہ قول نفحات مین ہے اور اسکا انتساب شیخ اکبر صدر الدین
کی طرف کیا گیا ہے،

انسان کامل (باب ام الکتاب) مین ہے کہ "حروف
منقوطہ اعیان ہین جو علم الہی مین ثابت ہوئے،
اور حروف مہملہ کی دو قسمین ہین، (۱) پہلا نوع

مین وہ مہمل حروف ہین جن سے دوسرے حروف تعلق
پاتے ہین اور وہ اُن سے تعلق نہین پاتے، اس قسم
کے حروف پانچ ہین، الف، دال مہملہ، راے مہملہ
واو اور لام مشابہ بالالف اور یہ اشارہ ہے مقتضیات
کمال کی طرف جو پانچ ہین ذات، حیات، علم،
قدرت اور ارادت، ذات کا ان پانچون مین
اس لئے شمار کیا گیا ہے کہ پچھلی چار مذکور چیزین بجز
ذات کے وجود پذیر نہین ہوسکتین اور ذات کا
کمال ان چارون کے سوا ظہور پذیر نہین ہوسکتا،
(۲) دوسری نوع مین وہ حروف مہملہ ہین جن سے
دوسرے حروف تعلق پاتے ہین اور وہ بھی اُن سے
تعلق پاتے ہین اور وہ نو ہین جن سے "انسان کامل"
کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس لئے کہ انسان کامل
حقائق الٰہیہ اور حقائق خلقیہ کا جامع ہے، ان حروف
مین سے بھی پانچ الٰہیہ ہین اور چار خلقیہ ہین، اربعہ
خلقیہ سے مراد اربعہ عناصر ہین، انسان کامل کے حروف
کے غیر منقوط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خدا نے انسان
کو اپنی صورت پر پیدا کیا اور خدا کی ذات مجردہے
لیکن حقائق مطلقہ الٰہیہ متمیز ہین حقائق مقیدہ انسانیہ
سے اس لئے کہ انسان محتاج موجد ہے جو اس کو پیدا

کہ وہ منسوب اور مستند الی الغیر ہی اسی لئے اُسکے حروف دوسرے

حروف سی تعلق پاتے ہین، اور دوسرے حروف اُن سی تعلق

پاتے ہین، چونکہ واجب الوجود قائم بالذات ہی لہذا وہ

حروف جو کتاب کے ان معنونکی طرف اشارہ کرتی ہین ایسے مہملہ

ہین جنکا ذکر پہلی نوع مین ابھی ابھی کیا گیا ہے،

واضح رہے کہ حروف کلمے نہین ہین اس لئے کہ

اعیان ثابتہ کلمہ کن کے تحت مین داخل نہین ہوتے مگر

مگر اسوقت جب کہ وہ عین خارجی مین موجود ہون،

اور وہ اپنے اوج تجرد اور تعین علمی مین ایسے ہین کہ

اسم تکوین اُن پر داخل نہین ہوسکتا، پس وہ حق ہین،

خلق نہین، اس لئے کہ خلق سے مراد وہ چیزین ہین جو

کلمہ کن کے تحت مین داخل ہون اور اعیان ثابتہ علم

مین اس مذکورہ وصف کے ساتھ حادث نہین ہین،

ہان ان کا حدوث ایک حکمی امر ہے اس لئے کہ ان کی

ذوات فی نفسہ محتاج قدیم ہین، اعیان موجودہ جو حروف

سے تعبیر کئے گئے ہین عالم علمی مین علم سے ملحق ہین اور علم

متعلق ہے عالم یعنی صاحب علم سے پس وہ اس دوسرے

اعتبار سے قدیم ہین (انتہی کلامہٗ)

شیخ عبد الرزاق کاشی لکھتے ہین کہ حروف حقائق

بسیطہ ہین اعیان سے اور حروف عالیات شیون

| قرآن مجید مین حروف |

تفسیر اتقان (نوع ۱۹) مین ہی کہ قرآن مجید

مین کل حروف ایک قول کے مطابق تین لاکھ تیئیس ہزار

چھ سو اکہتر (۳۲۳۶۷۱) اور دوسرے قول کے

مطابق تین لاکھ اڑتیس ہزار چھ سو چھ (۳،۳۸،۶،۶)

ہین، صاحب مطلع العلوم نے امام حمزہ کوفی اور امام

کسائی کی تحقیق کی بناپر تین لاکھ اکیس ہزار ایک سو اسی

(۳،۲۱،۱۸۰) حروف لکھے ہین اور ہر ایک حرف کی

جداگانہ تعداد بھی تحریر کی ہے،

تفسیر اتقان (نوع ۴۷) مین ہے کہ قرآن شریف

مین ایسی آیات جن مین دو حا مہملہ بغیر کسی حاجز رکاوٹ

یا فاصل کے جمع ہو گئے ہین صرف دو ہین یعنی (۱) عقدۃ

النکاح حتی (سورہ بقر پ ۲ ع ۱۳ آیت ۲۳۸) اور

(۲) لاابرح حتی (سورہ کہف پ ۱۵، ع ۹، آیت ۵۹)

اور اسی طرح دو کاف بغیر کسی فاصل کے دو ہی جگہ

پر آئے ہین یعنی (۱) مناسککم (سورہ بقر پ ۲، ع ۲۵،

آیت ۱۹۶) اور (۲) ماسلککم (سورہ مدثر پ ۲۹، ع ۲،

آیت ۴۲) اور یونہی دو غین بلا کسی فاصل کے ایک

آئے ہین، ومن یبتغ غیر الاسلام دینا،

(سورہ آل عمران پ ۳، ع ۹ آیت ۷۹) علاوہ ازین

کوئی آیت بجز آیت دَیْن یعنی قرضہ (سورہ بقر پ ۳

آئے ہون اور نہ کوئی دوسری دو آیتین بجز مواریث کی دو آیتون (سورہ نسار، پ ۴ ع ۲) کے ایسی ہین جن مین تیرہ وقف آئے ہون اور نہ کوئی تین آیتون کی ایسی سورۃ ہے جس مین دس واؤ آئے ہون بجز والعصر (پ ۳۰) کے اور سورہ رحمٰن (پ ۲۷) کے بجز کوئی اکیاون آیتون کی ایسی سورت نہین ہے جس مین باون [۵۲] وقف ہون،

حروف العالیات اصطلاحِ تصوف مین شیون ذاتی کو کہتے ہین جو غیب الغیوب مین چھپے ہوئے ہین جیسے درخت بیج کے اندر ہوتا ہے،

حَرْق (ع) بالفتح وسکون الراے مہملہ، (۱) جلنا (۲) غصہ سے دانت کٹکٹانا (۳) کسی چیز کا کسی چیز پر گھسنا،

اصطلاحِ تصوف مین حرق عبارت ہے اس واسطۂ تجلیات سے جو سالک کو فنا کی طرف کھینچتا ہے (کشاف اصطلاحات الفنون)

حُرْقت (ع) بالضم وسکون الراے مہملہ، وہ سوزش جو آنکھ مین پیدا ہوتی ہے،

بلغار کی اصطلاح مین وہ کلام جو رقت لاوے اور موجب ہو بکا کا باوجودیکہ ترکیب عالی اور معانی بدیع نہ رکھتا ہو اور نہ مصنوع ہو حرقت کہلاتا ہے،

یہ کلام وجدانی ہوتا ہے اس لئے اس کا ان شروط سے جو ذوق کے لئے لابدی ہین مشروط لازمی نہین ایسے کلام صرف اہل دل ہی کے لئے باعثِ تلذذ ہوتے ہین اور طبائع سلیم کے لئے مؤثر (کشاف اصطلاحات الفنون)

حرقت البول سے مراد وہ سوزش ہے، جو خروجِ بول کے وقت پیدا ہوتی ہے،

حُرقیہ فرقہ معتزلہ کی ایک شاخ ہے، ان لوگون کا مقولہ ہے کہ دوزخین جلین گے مگر نہ اس طرح کہ ان کا اثر باقی نہ رہے (مذاہب الاسلام)

حرکات (ع) بفتحات، جمع ہے حرکت بمعنی جنبش کی، منظومات فارسی مین اکثر بسکون دوم آتا ہے عرف مین ضمہ، فتحہ اور کسرہ کو حرکات بولتے ہین، اور انھین کو اعراب بھی، حرکات تو اس لئے کہ ان علامات سے آواز مین جنبش پیدا ہوتی ہے، اور اعراب اسلئے کہ یہ علامات اہل عرب کی ایجاد سمجھے جاتے ہین، جس حرف پر کوئی حرکت ہوتی ہے اُسے **متحرک** کہتے ہین،

ابتداے اسلام مین حرکات کا کام نقطون سے لیا گیا، پہلے پہل جس عالم نے حرکات ایجاد کین، وہ ابو الاسود الدوئلی (المتوفی ۶۹ھ) ہین جو حضرت

علی مرتضےٰؓ کے اصحاب مین سے تھے اور جنگ صفین مین آنجناب کی ہمرکاب، عجمیون کے اختلاط سے جب زبان عربی کی صحت پر اثر پڑا تو خلیفہ عبدالملک اموی (المتوفی ۸۶ھ) کے حکم سے ابوالاسود نے مصحف پر نقطے لگائے،، آپنے اپنے کاتب سے کہا کہ جب مین حرف کے ادا کرتے وقت جس حرف پر موںہہ کھولون تم اُس حرف کے اوپر نقطہ لگاؤ اور جس حرف پر موںہہ بند کرون تو اس حرف کے سامنے نقطہ دو، اور جب منہہ کو نیچے دباؤن تو نیچے نقطہ دو، اسی مناسبت سے ان حرکات کے نام بھی فتحہ ضمہ اور کسرہ رکھے گئے، اسلئے کہ فتحہ کے معنی کھولنے کے ہین اور ضمہ موںہہ بند کرنے کو کہتے ہین اور کسرہ توڑنے کو، (علوم العرب)

اعراب کا طریقہ جو آجکل مروج ہے وہ خلیل بصری (المتوفی ۱۷۰ھ) کی ایجاد ہے، اس طرز مین فتحہ کی شکل مستطیل ہوتی ہے اور حرف کے اوپر لکھی جاتی ہے مثلاً (اَ) اور کسرہ کی شکل بھی مستطیل ہوتی ہے لیکن حرف کے نیچے لکھی جاتی ہے (مثلاً اِ) اور ضمہ حرف کے اوپر ایک چھوٹا واؤ لکھکر عیان کیا جاتا ہے (مثلاً اُ) تنوین سے مراد حرکات ثلاثہ مین سے ہر ایک حرکت کو دہرانا ہے (تفسیر اتقان نوع ۶۷) ہمزہ اور تشدید کی ایجاد بھی خلیل بصری ہی کی طرف منسوب کی جاتی ہے، اگرچہ اون کی ابتدا کا زمانہ متعین نہین ہو سکا، لیکن یقین کیا جاتا ہے کہ ان کا آغاز ضمہ و فتحہ و کسرہ سے موخر ہے،

ترجمہ مطلع العلوم مین ہے کہ قرآن مجید مین فتحات یعنی زبر ترپین ہزار دو سو تینتالیس (۵۳,۲۴۳) اور ضمات یعنی پیش آٹھ ہزار چونسٹھ (۸,۰۶۴) اور کسرات یعنی زیر انتالیس ہزار پانسو بیاسی (۳۹,۵۸۲) اور نقاط ایک لاکھ پانچہزار چھ سو اکاسی (۱,۰۵,۶۸۱) اور مدات ایک ہزار سات سو اکھتر (۱,۷۷۱) اور تشدید ایک ہزار دو سو ترپین (۱,۲۵۳) ہین

حَرَکَتْ (ع) بفتحات جنبش، ایک جگہ سے دوسری جگہ ہلنا تھوڑا تھوڑا یا ایکبارگی،

حکما، کے نزدیک حرکت عبارت ہے کسی چیز کے قوی سے فعل کی طرف نکلنے سے آہستہ آہستہ، بعض حکما کے نزدیک حرکت مین شرط یہ ہے کہ محرک اپنی صورت نوعیہ پر رہے،

حکما کے نزدیک حرکت آٹھ طرح پر ہے (۱) حرکت اینی یعنی اپنے مکان (مصطلحہ فلسفہ) سے دوسرے مکان مین انتقال کرنا (۲) **حرکت وضعی** اور اس سے مراد ہے کہ اجزاء شے مبدل ہون، (۳) **حرکت کمی** اور وہ کم یعنی مقدار سے متعلق ہوتی ہے،

(۴) حرکت کیفی اور اُس سے مراد ہے کہ حرکت
کیف مین واقع ہو، یعنی کیفیت متغیر ہو جائے

(۵) حرکت عرضی وہ ہے جو دوسرے جسم
کی حرکت کو مانع ہو،

(۶) حرکت قسری وہ جو دوسرے جسم
کی تابع نہ ہو، لیکن بسبب کسی محرک کے حرکت کرے
اور محرک اس کا اس کے غیر مین موجود ہو، نظیر اس
کی پتھر کی حرکت ہے کہ اوپر کی جانب پھینکا گیا ہو،

(۷) حرکت ارادی اور اُس سے مراد وہ حرکت
ہے جو دوسرے جسم کے تابع نہ ہو بلکہ اسکا محرک خود
متحرک مین موجود ہو جو ذی شعور بھی ہو جیسے حرکت
حیوان کی ہے داہنے اور بائین،

(۸) حرکت طبعی یعنی وہ حرکت کہ تابع دوسری
جسم کے نہ ہو اور محرک نفس متحرک مین ہو لیکن ذی
شعور نہ ہو، نظیر اس کی حرکت اس پتھر کی ہے کہ
اوپر سے نیچے کو بالطبع ظاہر ہوا ہو، (ماخوذ از اکسیر
القلوب)

حکمائے قدیم نے حیات انسانی کے لئے چھ
چیزون کو نہایت ضروری قرار دیا ہے جنکو ستہ
ضروریہ کہتے ہین، ان مین سے ایک حرکت
بھی ہے، حرکت سے جسم گرم ہوتا ہے، برخلاف
سکون کے جو جسم کو سرد کرتا ہے، معتدل حرکت
تحلیل کرنے والی فضلات کی ہے اور معتدل سکون
باعث تقویت ہضم کا ہے، لیکن وہ حرکت جس مین
تحلیل بہت واقع ہوتی ہے حرارت عزیزی کے
نقصان کا باعث اور مبرّد بدن ہوا کرتی ہے جیسے
حرکتِ جماع،

مادیین کہتے ہین کہ حرکت کی دو قسمین ہین، ایک
وہ حرکت ہے جس مین کوئی جسم خارجی قوت سے متاثر
ہوتا ہے، دوسری وہ حرکت ہے جو ایک ہی قسم کے
ذرات مین اندرونی طور پر از خود پیدا ہوتی ہے، مثلاً
جب کوئی چیز سڑ جائے تو اس مین ایسی ہی حرکت
ہوتی ہے، انسان کے دماغ کے اندر آخر الذکر قسم
کی حرکات از خود پیدا ہوا کرتی ہین اور انھین کے
نتائج کا نام غور، ادراک، ارادہ وغیرہ ہے،

حَرَم ، (ع) بفتحتین، وہ احاطہ جو خانہ کعبہ کے
گرداگرد ہے، اور جس کے اندر مُحرِم کے لئے کسی
شخص یا حیوان کو قتل کرنا حرام ہے،

زمین حرم کی حدود پر مینارے بنا دئے گئے ہین
لیکن جُدّہ اور جعرانہ کی طرف نہین ہین، غیاث اللغات
مین بحوالہ شرح کنز الفقہ لکھا ہے کہ زمین حرم کی
حدود مشرق کی طرف چھ کوس، جنوب کی سمت

بارہ کوس، مغرب کی طرف تیرہ کوس، اور شمال کی جانب ۲۴ کوس ہے، علامہ ابن ملقن نے حدودِ حرم کو نظم مین بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حرم کی حد مدینہ طیبہ کی جانب سے تین کوس ہے، عراق کی طرف سے سات کوس، جُدَّہ کی طرف سے دس کوس اور جعرانہ کی طرف سے نو کوس، یمن کی جانب سے بھی نو کوس ہے، (غایۃ الاوطار، کتاب الحج)

فی زماننا مطاف یعنی طواف گاہ کے جو حدود ہین عہد نبوی مین حرم مکی کے وہی حدود تھے لیکن مسلمانون کی تعداد مین اضافہ کے ساتھ ساتھ حرم کو بھی وسیع کیا گیا، چنانچہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے بہت سے مکانات کو جو حرم کے متصل تھے خرید کر اس مین شامل کر دیا، خلیفہ مہدی عباسی نے بھی توسیعِ حرم کے لئے ان مکانات کو جو مشرقیہ اور قبلیہ واقع تھے خرید کر مسجد مین شامل کر لیا، شاہانِ مصر اور سلاطینِ قسطنطنیہ نے بھی حرم مین مناسب اصلاحات کین، خصوصاً سلطان سلیم ثانی (المتوفی ۹۸۲ھ ۱۵۷۴ء) نے حرم محترم کا شرقی رواق اس کے خم ہو جانے کے باعث مربع شکل مین تعمیر کرایا، اور پتھر کے ستونون کے درمیان ترتیب کے ساتھ سنگ رخام کے ستون لگائے اور چھت کے بجائے قبے قائم کئے، تعمیر کا کام جاری تھا

کہ سلطان سلیم کا انتقال ہو گیا اور اس کے بیٹے مراد خان نے عمارت کو مکمل کرا دیا، چنانچہ موجودہ شکل کے مطابق یہ عمارت تیار ہوئی، ان کے بعد جن سلاطینِ اسلام نے حرم مین عمارتین بنوائین وہ کوئی نئی نہین ہین بلکہ صرف قدیم عمارات کی تکمیل اور ترمیم ہین،

مفردات راغب مین ہے کہ اس زمین کو حرم اسلئے کہتے ہین کہ اللہ تعالےٰ نے اس پر بعض ایسی چیزین حرام کر دی ہین، جو دوسرے مقامات پر حرام نہین ہین (انتہی کلامہٗ) مثلاً (۱) مجرم شخص کا قتل کرنا (۲) درخت خاردار کا کاٹنا (۳) شکار کا کھیلنا (۴) گھانس کا خواہ خشک ہو خواہ ہری جڑ سے اکھاڑنا (۵) ہتیار کا اٹھانا (۶) لقطہ یعنی پڑی ہوئی چیز کا اٹھانا (مشکوٰۃ کتاب المناسک)

آنحضرت صلعم کا فرمان ہے کہ پانچ نافرمان ہر جگہ قتل کئے جائین خواہ حرم مین ہون خواہ حل مین، وہ نافرمان یہ ہین (۱) چیل (۲) چوہا (۳) سگ دیوانہ (۴) سانپ (۵) بچھو،

(ب) فارسی مین منکوحہ عورت اور وہ لونڈی جو آقا کے تصرف مین آگئی ہو حرم کہلاتی ہے،

حُرمات، وہ چیزین جن کا احترام واجب ہو، اس کا واحد حرمت ہے،

سورہ حج (پ ۱۷، ع ۴، آیت ۳۰) مین ہے کہ
جو شخص اللہ کی حرمتون کی تعظیم کرتا ہے اس کو رب کی
نزدیکی حاصل ہوتی ہے (انتہی) علماء اسلام کی بڑی
جماعت کے نزدیک حرمات مین تمام مناسک حج
داخل ہین لیکن ابن زید کہتے ہین کہ حرمات پانچ ہین
(۱) مشعر حرام (۲) مسجد حرام (۳) بیت حرام (۴)
شہر حرام (۵) محرم (ماخوذ از بیان القرآن حاشیہ ۲۲۶)

حرم المدینہ مدینہ منورہ کا گردا، المشکوٰۃ
(کتاب المناسک، باب الحرم مدینہ حرسہا اللہ تعالے)
مین ایک حدیث حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے مروی
ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تحقیق حرام کرتا ہون
درمیان کنارون سنگستان مدینہ کے (یعنی جبل عسیر و
جبل ثور) یہ کہ (۱) کاٹے جائین درخت خاردار اس کے
(۲) مارا جائے شکار (انتہی) امام ابوحنیفہ کے نزدیک
اس تحریم سے مراد تعظیم ہے لیکن مذہب مالکی و شافعی
مین شکار کھیلنا اور درخت کاٹنا حرم مدینہ مین حرام
ہین بغیر عاید ہونے کفارہ کے، لیکن بعض علمائے اہل
سنن کے نزدیک کفارہ واجب ہے مانند حرم
مکہ کے (مظاہر حق، باب الحرم مدینہ) صاحب تاریخ
مدینہ منورہ لکھتے ہین کہ حرم مدینہ کی حد مشرق کی

ذوالحلیفہ ہے، جنوبی مغربی حد جبل عسیر ہے جو مدینہ
منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے، شمال کی سمت
بعض کے نزدیک جبل احد اور بعض کے نزدیک
جبل ثور ہے (تاریخ مدینہ ص ۱۰۳) تیسیر الباری (ترجمہ
صحیح بخاری کتاب المناسک پارہ ہفتم ص ۷۶ حاشیہ
اول) مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے مدینہ کے گرداگرد
بارہ میل تک حد قرار دی ہے۔

حرمین، (ع) بفتحتین، دو حرم،
حرمین عبارت ہے کعبہ سے جو مکہ معظمہ مین واقع
ہے، اور روضہ مقبول صلعم سے جو مدینہ منورہ مین ہے
لیکن جزو کا کل پر اطلاق جائز قرار دے کر مکہ معظمہ
و مدینہ منورہ کو حرمین کہتے ہین،

حرہ آپ کا نام سیدہ ہے اور ملکہ حرہ
لقب، آپ کے والد کا نام احمد بن جعفر بن موسیٰ
اصلحی ہے، ۴۴۸ھ مین آپ پیدا ہوئین اور ۴۶۱ھ/۱۰۶۸ء
مین احمد الملقب بہ ملک کرم والئ صنعاء (یمن) کے
ساتھ آپ کا عقد نکاح ہوا، اور ۵۳۲ھ/۱۱۳۸ء مین راہی
ملک بقا ہوئین،
مجالس سیفیہ مین ہے کہ ملکہ حرہ علم تنزیل و تاویل
واحادیث رسول و ائمہ مین متبحر تھین اور داعیان

تھے، آپ کی زندگی مین ستر واقع ہوا یعنی امام طیب بن حضرت آمر مستور ہوئے اور آپ نے دعوت کا کام نہایت حزم و احتیاط سے انجام دیا،

حرّیت (ع) بالضم، آزادی طبع،

اصطلاح مین نفس کی ایسی قوت کا حاصل ہونا ہے کہ حلال وجہ سے معاش کمائے اور حلال طریق مین خرچ کرے حریت کہلاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس لفظ کا مفہوم نہایت وسیع ہے، اس مین معائب و رذالت سے پاکیزگی اور اخلاق و ملکات کی آزادی بھی داخل ہے

حریت تین قسم کی ہوتی ہے (۱) **حریت ذات** (۲) **حریت صفات** (۳) **حریت معاملات**، ان مین سے

(۱) **حریت ذات** تو یہ ہے کہ انسان از روی خلقت آزاد پیدا کیا گیا ہے (۲) **حریت صفات** سے مراد ہے کہ نفس مکارمِ اخلاق سے آراستہ و مزین ہو (۳) **حریت معاملات** یہ ہے کہ جو استحقاق تصرف مالکانہ انسان کو منجانب اللہ عطا ہوا ہے وہ اُسی حال اور اُسی طرز پر باقی رہے

تصوف کی اصطلاح مین حریت سے مراد تمام چیزون سے تعلق کا قطع کرنا ہے، سواے ذات

حَرِیم (ع) بفتح اول و کسر ثانی، گھر کے چارون طرف کی دیوار،

ہر چیز زمین مباح مین ایک حریم رکھتی ہے جو اس کے متعلقات سے ہوتی ہے اور جس کے لئے حکم ہے کہ افتادہ رہے مثلاً

(۱) **حریم خانہ**، اور اس سے مراد اس قدر زمین ہے جس مین اس کا کوڑا کرکٹ ڈالا جائے اور برف کے ملک مین برف پھینکا جائے،

(۲) **حریم جدار** (یعنی دیوار) اور اس سے مراد اسقدر زمین ہے جس مین بحالت انہدام اس دیوار کی مٹی گرتی ہے،

(۳) **حریم شہر** اور اُس سے مراد حوالی یعنی شہر کا گوئرہ ہے جہان پر اس بستی کے لوگ جمع ہوتے ہین یا گھوڑے دوڑاتے ہین، یا اس بستی کے جانور چرتے ہین،

(۴) **حریم نہر**، اور وہ اسقدر جگہ ہے جہان تک صفائی کے وقت اس نہر کا ریت ڈالا جائے، علاوہ ازین دونون طرف کی پٹریان جن پر راہ چلین،

(۵) **حریم چاہ** (الف) ان کنوونکا

کے ذریعہ سے پانی کھینچتے ہین. ساٹھ ہاتھ ہے (ب)
ان کنوؤن کا حریم جن پر اونٹون کو پانی پلاتے ہین
چالیس ہاتھ تک ہے، بعض روایات مین پچیس ہاتھ
بھی آیا ہے،

(۶) حریم چشمہ (یعنی تالاب)

اگر نرم زمین ہے تو ہزار ہاتھ، اور اگر سخت زمین
ہے تو پانسو ہاتھ،

(۷) حریم راہ، سڑک کے دونون جانب
سات ہاتھ ہے (ماخوذ از جامع عباسی)

ترجمہ در مختار (کتاب احیاء الموات) مین ہے
کہ **چشمہ آب** کا حریم پانسو گز ہے ہر جانب
سے اور **بیر عطن** (وہ کنوان جس سے پانی
بھرا جاتا ہے) کا حریم چالیس گز ہے اور **بیر ناضح**
(وہ کنوان جس سے اونٹون کے ذریعہ سے پانی
نکالا جاتا ہے اور کھیت کو سیراب کیا جاتا ہے)
کا حریم ساٹھ گز ہے، نوٹ یہان گز سے مراد چھوٹا
گز ہے جو چھ مٹھی کا ہوتا ہے (انتہی کلامہ) **شہر
کا حریم** اسقدر خاصہ ہوتا ہے جو ایک تیر
کے پہونچنے کے برابر ہو، بعض علماء کے نزدیک تین
تیر کے پہونچنے کے برابر جب کہ وہ یکے بعد دیگرے پھینکے
جائین، بعض فرسخ کا اعتبار کرتے ہین، چنانچہ امام محمدؒ
کے قول کے مطابق ایک فرسخ کا فاصلہ کافی ہے،،
(دیکھو فنار)

حزب (ع) بالکسر گروہ مردم، حزب
وہ جماعت ہے، جس مین شدت ہو، اس کی جمع
احزاب آتی ہے،

لسان العرب مین ہے کہ احزاب اُن جماعتون
کو کہتے ہین جو انبیاء علیہم السلام کی جنگ کے لئے اجماع
کرین، یہ لفظ مع اپنے مشتقات کے قران مجید مین متعدد
مقامات پر آیا ہے،

حزب اللہ، سے مراد نیک لوگون
کے گروہ ہین،

حزقیل انبیاء بنی اسرائیل مین سے
ہین، آپ کا نام نامی تو قران مجید مین مذکور نہین ہے
لیکن جمہور مفسرین کے نزدیک جو قصہ سورہ بقر
(پ ۲ ع ۳۲، آیت ۲۴۲) مین لوگون کے مرنے
اور زندہ ہونے کا درج ہے، وہ لوگ حزقیل نبی کے
معاصر تھے، اسی آیت کی تفسیر مین صاحب تفسیر القرآن
لکھتے ہین کہ توریت کی کتاب حزقیل مین ایک قصہ
حزقیل نبی کا مردون کی ہڈیون کو دیکھنے اور پھر انکے
زندہ ہونے کا درج ہے اور ہمارے مفسرین نے لفظ
"موتو" اور "احیاہ" سے جو آیت مذکور مین آئے ہین، ایک

قصہ مثل قصہ حریف نے بنالیا ہے جو ...

حزن بالضم وسکون ثانی ونیز بفتحتین، صدمہ واندیشہ جمع اس کی احزان وحزنان آتی ہے،

حقیقت مین وہ باطنی الم جو کسی امر ناموافق کے وقوع سے ہو، یا کسی ایسی مطلوب ومرغوب شئ کے فوت ہوجانے سے جس کی تلافی مشکل ہو، پیدا ہوا ہو حزن کہلاتا ہے، علماء کے نزدیک **حزن** اور **خوف** مین یہ فرق ہے کہ جو صدمہ مصیبت کے واقع ہوجانے کے بعد ہو حزن اور جو وقوعِ مصیبت کے پیشتر ہو خوف ہے، اسی طرح **حزن** اور **جزع** مین بھی باریک فرق ہے، حزن کا اطلاق اس خشونت پر ہوتا ہے جو بسبب غم کے نفس مین پیدا ہوتی ہے، اور جزع اس حزن یا غم کو کہتے ہین جو انسان کو اپنی مراد سے پھیر دے، حزن اور صبر جمع ہوسکتے ہین مگر جزع اور صبر جمع نہین ہوسکتے، تیسیری الباری (ترجمہ صحیح بخاری) مین ہے کہ بعض علماء کے نزدیک **ھم** اور **حزن** مین یہ فرق ہے کہ ہم وہ فکر اور تشویش ہے جو آنی والی مصیبت کے خیال سے ہو اور حُزن اس رنج کو کہتے ہین، جو گذشتہ آفت پر ہو (کتاب لاطمعہ پارہ بست ودوم ص ۸۰ حاشیہ اول)

ہے کہ جو میری (اللہ جل شانہٗ کی) ہدایت پر چلا اس کو نہ خوف ہوگا اور نہ وہ محزون ہوگا،

حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ آن حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی چار چیزون پر عمل کرے وہ شخص البتہ نبیون مین سے (یعنی ہدایت یافتہ) ہے، (اول) لاالہ الااللہ کا ورد رکھنا (۲) حصولِ نعمت کے وقت الحمدللہ کہنا (۳) صدورِ گناہ کے وقت استغفراللہ کہنا (۴) مصیبت پہونچنے اور محزون ہونے کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا (تفسیر عمدۃ البیان، جلد اول سورہ بقر)

تفسیر اتقان (نوع ۷۴) مین ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک قرآن مجید مین سب سے زیادہ خوف واندیشہ پیدا کرنے والی آیت (یعنی احزن) یہ ہے **من یعمل سوءً یجز بہ** یعنی جو شخص برا عمل کرے گا اس کی جزا پاوے گا (سورہ نساء پ ۵ ع ۱۸، آیت ۱۲۲)

حسّ (ع) بالکسر والتشدید (۱) آگاہ ہونا (۲) قوت مدرکہ نفسانیہ، اس کی جمع حواس آتی ہے، (۳) وہ درد جو بچہ جننے کے بعد عورتون کو ہوتا ہے، خدا تعالے نے انسان کو ساری چیزدن کی

کیفیت (ظاہری و باطنی) دریافت کرنے کے لئے دس حواس عنایت کئے ہین، ان مین سے پانچ حواس ظاہری ہین جن کا کام اشیا، کی ظاہری کیفیت کو معلوم کرنا ہے اور پانچ حواس باطنی ہین، جن سے ہر ایک چیز کی باطنی کیفیت معلوم ہوتی ہے، پس حس کی دو قسمین ہین

(۱) حسّ باطن (۲) حسّ ظاہر

ان مین سے حسّ باطن پانچ ہین یعنی (۱) حس مشترک (۲) خیال (۳) متصرفہ (۴) واہمہ (۵) حافظہ، ان کو حواس خمسۂ باطن کہتے ہین، اسی طرح حس ظاہر بھی پانچ ہین یعنی (۱) لامسہ (۲) ذائقہ (۳) شامہ (۴) سامعہ (۵) باصرہ، جو حواس خمسہ ظاہری کہلاتے ہین سب سے پہلے بچہ مین لامسہ کا ظہور ہوتا ہے، لیکن اس کی بعض لطیف کیفیتون کا ظہور (مثلاً حظ جماع) ایک مدت کے بعد ہوا کرتا ہے، یعنی جب قویٰ پختہ ہوجاتے ہین، قوت لامسہ کے بعد قوتِ باصرہ، پھر قوتِ سامعہ پھر قوتِ ذائقہ، اور آخر مین قوتِ شامہ ظاہر ہوتی ہے،

چونکہ حواس ظاہری کا ادراک نہایت بدیہی ہے اس لئے مزید وضاحت کا محتاج نہین ہے البتہ حواس خمسۂ باطن کی تشریح ان کی ترتیب ہجی کے اعتبار سے کی جائیگی انشاء اللہ تعالےٰ،

حس مشترک، حس باطن کی ایک قسم ہے، حواس ظاہری اپنے اپنے مخصوص محسوسات کا ادراک کرتے ہین لیکن وہ دماغی حس جو محسوسات خمسہ سے عکس پذیر ہوتی ہے حس مشترک کہلاتی ہے، پس حس مشترک وہ قوت ہے جو حواس ظاہری کے ذریعہ سے حاصل کی ہوئی معلومات کو اپنے اندر جمع کرتی ہے حس مشترک کا مقام دماغ کے بطن مقدم کا اول حصہ یعنی جوفِ پیشانی ہے،

حس مشترک کی وجہ تسمیہ مین تین قول آئے ہین (اول) حواس خمسہ ظاہری کے سب آلات اسی جگہ پر آکر ملے ہین (دوم) تمام محسوسات جو کہ حواس ظاہری سے حاصل ہوتے ہین وہ یہان آکر جمع ہوتے ہین اور حس مشترک ان کا ادراک کرتی ہے، (سوم) حس مشترک جس طرح محسوسات ظاہری کا ادراک کرتی ہے اسی طرح دوسری چیزون کا بھی ادراک کرتی ہے (غیاث اللغات و فلسفۂ اسلام جلد اول)

حِسّی (ع) بکسر حائے مہملہ و تشدید سین مکسور، منسوب طرف حس کے،

متکلمین کے نزدیک جو حواس ظاہری سے دریافت ہو، اور حکمائے کے نزدیک جو حواس ظاہری و باطنی دونون

علمائے علم بیان کے نزدیک ارکان تشبیہ جب ایسے
ہون کہ وہ یا ان کا مادہ حواس ظاہری سے معلوم ہو سکے
تو ان کو حسی کہتے ہین، ان علماء نے حسی کے مقابلہ مین
ایک اصطلاح **عقلی** بھی مقرر کی ہے، جس سے
مراد وہ شے ہے جو حواس ظاہری سے مدرک نہ ہو لیکن
حسی کا نقیض غیر حسی ہونا چاہئے تھا نہ کہ عقلی اس لئے
کہ حسیات کا ادراک قوت مدرکہ سے بھی جو ایک
ذہنی قوت ہے ہوتا ہے،

حساب (ع) بالکسر، گنتی، شمار، اسکی
جمع حسبان آتی ہے (۲) علم حساب، علم حساب مین
اعداد کے استعمال کرنے کا تذکرہ ہوتا ہے فلسفۂ
اسلام (جلد اول) مین علم حساب کی تعریف ان الفاظ
مین لکھی ہے کہ اس مین از روے قواعد مخصوصہ،
مجہولات عددیہ کو معلومات عددیہ سے استخراج
کرتے ہین بذریعہ جمع و تفریق و تضعیف و ضرب
و تقسیم کے (انتہی کلامہ) چونکہ اس علم مین عدد پر بہت
سے تصرفات کرنا پڑتے ہین، اور بار بار استدلال کی
ضرورت پڑتی ہے جس کی وجہ سے نفس استدلال
و نظر کا خوگر ہو کر باعث افزایش عقل ہوتا ہے، یہی
سبب ہے کہ تعلیم کی ابتدا حساب کے ساتھ مستحسن
ثابت البرہان ہے، کہا جاتا ہے کہ جس کی تعلیم اولاً
حساب سے شروع کی جائے، صدق اس کی طبیعت
پر غالب آجاتا ہے کیونکہ مسائل بدیہیات پر مبنی ہین،

ابتداے اسلام مین عرب علم حساب کو وقعت
کی نگاہ سے نہین دیکھتے تھے، اور اسکو ذمیون اور
محررون کا کام تبلاتے تھے، لیکن جب اسلامی فتوحات
کا دائرہ وسیع ہوا تو مختلف ضرورتون نے ان
کو علم حساب کی طرف مائل کیا، تھوڑا ہی زمانہ گذرا
تھا کہ یہ رجحان انہماک مین تبدیل ہو گیا اور عربون
کا یہ قول کہ "اپنے بیٹے کو کتاب (قرآن مجید) سے پہلے
حساب پڑھاؤ" ان کی فریفتگی کی کھلی دلیل ہے،

عہد عباسیہ کی پہلی صدی مین جب مسلمانون
نے غیر زبانون کے علوم عربی مین منتقل کئے، تو منجملہ ان
کے حساب بھی تھا، حساب کے لئے عام طور پر مسلم ہے کہ
مسلمانون نے اس کو اہل ہند سے حاصل کیا اور یہی
وجہ ہے کہ وہ رقوم و اعداد کو ہندی طریقے سے
لکھتے ہین، تاہم یونانیون کی تصنیفات بھی بہم
پہونچائین، اور ارتماطیقی (مصنفہ فیثاغورث) کا عربی
مین ترجمہ کیا،

مسلمانون نے اس فن لطیف کو دو قسمون مین

منقسم کیا ایک باعتبار عدد، دوسری باعتبار حروف،
دوسری قسم کی بھی دو صورتین ہین، ایک باعتبار حروف
ابجدی جس کو حساب جمل کہتے ہین اور دوسری باعتبار
بینات (علوم القرآن ص ۵۰)

علم ہندسہ یعنی حساب کی ابتدا اس وقت ہوئی
جب انسان مختلف اقسام کی چیزون مین فرق کرنے
اور ایک ہی قسم کی مختلف اقسام کی چیزون کو سمجھنے
اور اُن پر غور کرنے کے قابل ہوا، شمار کرنے مین
سب سے پہلے دونون ہاتھون کی انگلیون سے مدد
لی گئی، بعد ازان کنکریان کام مین لائی گئین، اور
جب تہذیب انسانی نے ترقی کی تو بال فریم وغیرہ
استعمال کئے جانے لگے، اور مختلف عددون کے
لئے مختلف نشانات وضع کئے گئے جو ہندسہ کہلائے

آج کل ہندسہ نویسی کا جو طریقہ تقریباً تمام دنیا
مین مروج ہے اسے اہل یورپ عریبک نوٹیشن
(عربی ہندسہ نویسی) کہتے ہین حقیقت مین اس کے
موجد اہل عرب نہین ہین بلکہ اہل ہند ہین جیسا کہ سطور
بالا مین بیان کیا جا چکا ہے، البتہ اہل یورپ کو ترقیم اعداد
عربون کے ذریعہ سے معلوم ہوا اس لئے انھون نے اُسکا
نام عریبک نوٹیشن رکھا، اس ہندسہ نویسی کی بڑی خوبی یہ ہے
کہ اُسکے کل دس نشانات ہین، تمام اعداد کو جو ذہن انسانی مین آ سکتے
ہین ظاہر کرنے کی قوت ہے، وہ ہندسے یہ ہین ۱، ۲،
۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹ - ۰ ان مین پہلے نو ہندسے
دو طرح کی قیمت رکھتے ہین، ایک **قیمت ذاتی**
دوسری **قیمت مقامی**، جب کوئی بھی ہندسہ
تنہا لکھا جائے، تو وہ اپنی اصلی قیمت ظاہر کرے گا،
جسے **قیمت ذاتی** کہتے ہین لیکن جب کوئی عدد دو یا اس
سے زیادہ ہندسون سے مرکب ہو، جیسے ۱۱۱ تو اس
مین پہلے ہندسہ کو جو اصلی قیمت ظاہر کرتا ہے چھوڑ کر
باقی دو ہندسون مین ان کے مقام کے لحاظ سے تبدیلی
واقع ہوتی ہے یعنی دوسرا ہندسہ اپنی اصلی قیمت
سے دس گنی قیمت ظاہر کرتا ہے یعنی دس اکائیون
کی برابر ہے اور تیسرے درجہ کا ہندسہ دوسرے درجہ
کے ہندسہ سے دس گنی اور اپنی اصلی قیمت سے سو
گنی قیمت ظاہر کرتا ہے، کسی عدد میں ہندسون کا
سلسلہ کتنا ہی طویل کیون نہ ہو ان ہندسون مین
مقام کے لحاظ سے اسی طرح کی تبدیلی عمل مین آئیگی،
یعنی جون جون ہندسہ درجہ بدرجہ بائین جانب بڑھتا
جائے گا، اپنے دائین جانب کے درجہ سے دس
گنی قیمت کا اظہار کرتا چلا جائے گا، لیکن اگر اس اصول
کے برعکس عمل کیا جائے تو قیمتون مین اسی نسبت سے
کمی واقع ہوگی، پس ہندسون کی قیمتون مین مقام

کے لحاظ سے جو بیچ یا بائی واقع ہوتی ہے [illegible]
قیمت مقامی کہلاتی ہے صفر کی کوئی قیمت
نہین، وہ صرف ہندسون کی غیر موجودگی کا اعلان
کرتا ہے مثلاً ۴۰ مین اکائی کے نہ ہونے کا اور ۲۰۱ مین
دہائی کی عدم موجودگی کا اُس سے اظہار کیا جاتا ہے،

کسی زمانہ مین اہل مصر بہت ترقی یافتہ قومون
مین شمار ہوتے تھے، ان کی تحریر کا انداز سب سے نرالا
تھا، انھون نے ہندسون مین صرف جمع کا اصول
مدنظر رکھا تھا اور اعداد کو ظاہر کرتے وقت ہر ایک
ہندسہ اتنی مرتبہ دہرایا جاتا تھا جتنے کہ اس درجہ
مین ہندسہ ہوتے تھے، یہ طریقہ نہایت ناقص اور
تکلیف دہ تھا،

اہل بابل کی ہندسہ نویسی دو اصولون پر مبنی
تھی، جمع اور ضرب، چنانچہ اُن کے یہان سو سے
نیچے کے اعداد ہندسون کے جمع کرنے پر اور سو سے آگے
کے اعداد ہندسون کے آپس مین ضرب کرنے
سے بنتے تھے، بابلی ہندسون مین قیمت مقامی کا اصول
بھی موجود تھا، اس بنا پر بعض علما خیال کرتے ہین
کہ یہ اصول بابل سے ہندوستان مین آیا لیکن اس حقیقت
کے سب معترف ہین کہ اس اصول کی تکمیل کا سہرا اہل
ہند کے سر ہے (ماخوذ از انسائکلوپیڈیا برٹینکا)

کین اور اُن پر مستقل کتابین لکھین، مثلاً

(۱) حساب التخت والمیل جس کے ذریعہ سے کیفیت
مزاولت اعمال جسمانی کی ایسی رقوم سے معلوم ہوتی
ہے جو کہ احاد ہین،

(۲) علم حساب النجوم جس سے کیفیت ارقام حساب
زیجات معلوم ہوتی ہے،

(۳) علم حساب الدراہم والدینار جس سے کیفیت
استخراج ایسے عدد مجہول کی معلوم ہوتی ہے جس سے
ہر قسم کے سکہ جات مین معادلہ (برابری) پیدا ہو سکے،

(۴) علم حساب الفرائض جس سے مقدار فروض
میراث اور سہام کی صحت معلوم کی جاتی ہے،

(۵) علم حساب العقود الاصابع جس سے انگلیون
کو یا دیگر نشانات کو خاص وضع سے قرار دیکر اعداد
دریافت کر لیتے ہین،

(۶) علم حساب الخطائین جس سے استخراج عدد
مجہول کا بشرطیکہ وہ اربعہ متناسبہ مین آئے ہون
دریافت کیا جاتا ہے،

(۷) علم جبر والمقابلہ جس سے کیفیت استخراج عدد مجہول
کی معلوم ہوتی ہے،

(۸) علم حساب [illegible] و منافع کا حساب

[illegible] ہو جاتا ہے،

(۹) علم حساب الدور والوصایا، جس سے مقدار اس چیز کی معلوم ہوتی ہے جو از روے وصیت دور سے متعلق کی جائے (فلسفۂ اسلام جلد اول)

حساب باعتبار حروف ایسی شاخ علم حساب کی ہے جس کی ایجاد و تکمیل دونون کا سہرا مسلمانون کے سر ہے، مسلمانون نے اس حساب مین یہانتک کمال حاصل کیا ہے کہ اپنے اپنے اعتقادات کا ثبوت بحساب ابجدی کلام اللہ سے پیش کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہین کہ جہان کہین قرآن مجید مین لفظ اسلام آیا ہے اس سے مراد محمدؐ ہین اور جہان ایمان کا لفظ آیا ہے، اس سے مراد علیؑ ہین اس مطلب کو ولّالی نے یون نظم کیا ہے،

خورشید کمال است نبیؐ ماہ علیؓ
اسلام ۱۳۲ محمدؐ ۱۳۲ است و ایمان ۱۰۲ علیؓ ۱۰۲ (بینات) (زبر)
گر بینہ برین سخن می طلبی
بنگر کہ بینات اسما است جلی

(علوم القرآن ص ۵۴)

کشف الحقائق مین ہے کہ امرای بنی اُمیہ مین سے کسی نے حضرت امام جعفر صادق سے پوچھا کہ خدا تعالےٰ نے اپنے قول "المص" [illegible]

پ ۸ رکوع اول) مین کونسا حکم حلال یا حرام کا بیان کیا ہے اور کیا فائدہ اس کلام کا ہے، آپ ع نے فرمایا

الف کا عدد :- ۱
لام کے " ۳۰
میم کے " ۴۰
صاد کے " ۹۰ (بحساب ابجد اہل مغرب)

یہ کل ۱۶۱ ہوئے، امیر نے عرض کی ۱۳۱ فرمایا یہی زمانہ تمھارے استکبار اور علو کا ہے اور ۱۳۲ھ مین فنا ہو جاؤ گے، واقعات تاریخی شاہد ہین کہ دسوین محرم ۱۳۲ھ کو بنی عباس کوفہ مین داخل ہوگئے اور اپنی خلافت کا اعلان کر دیا،

غرضیکہ مسلمانون نے علم الحساب کو بے حد ترقی دی، چنانچہ محمد بن ابراہیم الفزاری، الکندی اور الخوارزمی نے ہندی طریقہ اعداد کو یورپ مین پہلی مرتبہ رائج کیا، ابن السماء نے تجارتی حساب پر ایک رسالہ لکھا، النسوی نے اعشاریہ کو سب سے پہلے رائج کیا،

حسان بن ثابت، اُن شعرا مین سے ہین جنھون نے جاہلیت اور اسلام دونون زمانہ پائے، آن حضرت صلعم کی نعت مین آپ کے اشعار گہربار [illegible]

شہرون کے رہنے والون مین حسان بن ثابت سے
بہتر شاعر دوسرا نہین، ایک خصوصیت آپ کو ایسی
نصیب ہوئی تھی جو غالبا کسی عرب کو نصیب نہین
ہوئی، آپ حد درجہ بزدل واقع ہوئے تھے، غزوۂ خندق
(۵ھ ۶۲۷ء) مین رسول صلعم نے تمام بیبیون کو ایک قلعہ
مین کر دیا تھا، انھین عورتون کے ساتھ حسان بھی
اپنی بزدلی کے سبب رہ گئے تھے، ایک یہودی آیا اور
قلعہ کے چکر لگانے لگا، حضرت صفیہؓ نے جو آنحضرت
صلعم کی پھوپھی تھین، آپ سے کہا کہ اس یہودی کو
قتل کر ڈالو، یہ جاسوس معلوم ہوتا ہے، بولے تمھین
معلوم ہے کہ مین اس میدان کا مرد نہین اگر اسی قابل
ہوتا تو آنحضرت صلعم کے ہمراہ ہی جاتا، اب حضرت
صفیہؓ نے خود ہی تلوار لیکر یہودی کو پیچھے سے آکر
قتل کر دیا، آپ نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی،
ساٹھ برس جاہلیت مین گذرے اور ساٹھ برس اسلام
مین، آپ کا سن وفات بعض مورخین بسنہ ۵۴ھ ۶۷۴ء اور
اور بعض بسنہ ۵۰ھ ۶۷۴ء تحریر کرتے ہین،

حَسَبْ (ع بفتحتین) بزرگی و بزرگواری از
روئے مال یا مرتبہ یا فضائل یا دین یا نسب کے حسب
کہلاتی ہے،

کتب احادیث مین **حسب** سے مراد
مال اور **کرم** سے مراد تقویٰ لیا گیا (المشکوٰۃ، کتاب
الادب، باب المفاخرہ) فتح القدیر (کتاب النکاح
باب الکفو) مین حسب سے مراد مکارم اخلاق لئے گئے
ہین، محیط مین ہے کہ حسیب وہ شخص ہے جو صاحب جاہ
وحشمت ومنصب ہو (ماخوذ از کشاف اصطلاحات الفنون)
واضح رہے کہ حسب مان کی طرف سے ہوتا ہے،
اور نسب باپ دادا کی طرف سے، حسب مین باپ
دادا کے مفاخر یا مالی وجاہت یا دینی کرامت یا عزت
وشرف کے کارنامے اور اعمال صالحہ شمار ہوتے
ہین (کلیات ابی البقاء)

حَسَدْ (ع بفتحتین، کسی کی نعمت کا زوال چاہنا،
دوسری کی خوشحالی دیکھکر رنجیدہ ہونا اور یہ خواہش
کرنا کہ وہ خوشحالی زائل ہو جائے حسد کہلاتا ہے چونکہ
حسد زوال نعمت کی خواہش ہے اس لئے جمیع
مذاہب مین حرام اور ممنوع قرار دیا گیا ہے،
کسی کے پاس نعمت کو دیکھ کر یہ آرزو کرنا کہ ویسی
نعمت مجھکو بھی حاصل ہو **غبطہ** یعنی رشک
کہلاتا ہے اور یہ مباح ہے (کشاف اصطلاحات
الفنون) مروی ہے کہ مومن کی شان غبطہ کرنا اور
اور منافق حسد کیا کرتا ہے،
لفظ حسد (بمعنی بد خواستن) قرآن مجید مین دو

مقامات پر آیا ہے (۱) سورہ بقر (پ اول، ع ۱۳،
آیت ۱۰۳) مین ہے کہ اہل کتاب چاہتے ہین بسبب حسد
کے کہ کاش پھیر دین تم کو (اے مومنین) ایمان سے کفر
کی طرف، (۲) سورۂ فلق (پ ۳۰، ع اول، آیت ۵)
پس پناہ مانگتا ہون مین.... حسد کرنے والون کی بدی
سے جس وقت کہ حسد ظاہر کرے،

صحیحین مین ہے کہ اعمال صالح کو حسد اسطرح کھا
جاتا ہے (یعنی ضائع کر دیتا ہے) جس طرح آگ سوکھی
لکڑی کو،

تفسیر عمدۃ البیان مین ہے کہ حسد بدترین صفات
مین سے ہے، اول خطا جو عالم مین واقع ہوئی وہ
ابلیس کا حسد کرنا تھا حضرت آدم پر اور پہلا گناہ
جو زمین پر واقع ہوا وہ قابیل کا حسد کرنا تھا جو
ہابیل کے قتل کا باعث ہوا، (تفسیر عمدۃ البیان
جلد اول)

حُسْن (ع) بالضم خوبی، نیکوئی، جمع اسکی
محاسن آتی ہے مفردات راغب مین ہے کہ وہ شے
جو خوش کرتی ہے اور جس کی رغبت کی جائے حسین
کہلاتی ہے، (انتہی کلامہ) حسن اس کیفیت یا خاصہ
جسمانی کو کہتے ہین جس کے نظارے یا اثر سے آنکھون
مین سرور اور دل مین محبت یا اسی قسم کا کوئی
اور جذبہ پیدا ہو، یہان محبت سے مراد وہ دماغی
مسرت اور قلبی سرور ہے جو کسی حسین شے کے نظارے
یا ادراک سے دماغ یا قلب مین جگہ حاصل کرلے،

کلیات ابی البقا مین ہے کہ حسن ایسے تناسب اعضا
سے مراد ہے جن کی خوبیون اور حسن کے محاسن کا
قیاس پہلے نہ ہو،

حسن کا استعمال کئی مقامات پر ہوتا ہے، مثلاً
حسن بہار، حسن گلستان، حسن مکان، حسن سلوک،
حسن خدمت، حسن تدبیر وغیرہ، ان مرکبات مین
حسن کے معنی خوبی و خوشنمائی کے لئے جاتے ہین،
انسانون مین وہ شخص حسین کہلاتا ہے جو تناسب
اعضاء کے اعتبار سے ممتاز ہو، حسن اپنے تاثرات
کے لحاظ سے سریع الاثر اور وارفتہ کرنے والا ہے
خصوصاً جب کہ عورت مین ہو، ہر ملک نے اپنے
اپنے مذاق کے اعتبار سے حسن کا ایک خیال قائم
کیا ہے، عربی مذاق کے مطابق حسن نسوانی کا
سراپا جس کی طرف سب سے پہلے عرب کا خیال جاتا
ہے یہ ہے کہ تقبل باربع وتدبر بثمان یعنی جب
سامنے آتی ہے تو (مٹاپے کی وجہ سے) پیٹ پر چار
بٹین اور جب پیٹھ پھیر کر جاتی ہے تو آٹھ بٹین نظر آتی
ہین (یعنی چار اس طرف اور چار اس طرف)

علامہ ابن اثیر نے حُسن کی وضاحت نہایت تفصیل
کے ساتھ لکھی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ حسین وہ ہے
جس کی رنگت نکھری ہو، دہانے دندان سفید اور
برف کے سے ہون، پلکین اور بھوین گھنی ہون، ابرو
لمبے اور کھچے ہوئے ہون، جس طرح آنکھون کی سیاہی
خوب گہری اور دل فریب ہو، اسی طرح اُن کی
سفیدی بھی خوب چمکدار اور روشن ہو،
آنکھین بڑی بڑی اور کشادہ ہون، ناک اوپر سے
خم دار ہو اور نتھنے تنگ ہون، ان اوصاف کے
ساتھ ناک کو خوب بلند ہونا چاہیے، رخسار کھچے ہون،
اور قد ایسا ہو کہ جی چاہے دوڑ کر گلے لگا لیجے، بال
لمبے لمبے اور گھنے ہون، کان کے نیچے کا حصہ جہان گوشوارے
لٹکتے ہین وسیع ہو، گردن لمبی اور صراحی دار ہو،
سینہ چوڑا ہو، چھاتیان مدور ہون، شانے بھرے
بھرے ہون، لیکن بڑے اور نرم ہون، کلائیان
سانچے مین ڈھلی ہوئی ہون، ہاتھ نازک ہون
اور انگلیان گول اور بھری ہوئی، پیٹ کی
بٹین نہایت ہی نازک ہون، کمر پتلی اور باریک
ہو، پیڑو خوب بھرا ہوا اور ابھرا ہو، سرین بڑے
اور نمایان ہون، رانین مناسبت کے ساتھ پتلی
ہون، گھٹنے بڑے ہون، اور پنڈلیان موٹی

اور خوب گول ہون گٹے اور پاؤن نازک ہون
لیکن ایسے کہ گھنگرون کو خوب بھرلین (انتہیٰ
کلامہ)

ایک عرب مصنف نے نسوانی حسن کا خاکہ
ان الفاظ مین پیش کیا ہے کہ (۱) چار چیزین یعنی
سر کے بال، ابرو، پلک اور سیاہی چشم کالی ہون
مار سیاہ کی طرح (۲) چار چیزین یعنی جسم کا چمڑا،
آنکھ کی سفیدی، دانت اور ساقین سفید ہون
مثل برف کے (۳) چار چیزین یعنی زبان، ہونٹ،
رخسارون کا درمیانی حصہ، انگلیون کے پورے
سرخ ہون، (۴) چار چیزین یعنی سر، گردن، کلائی
اور ٹخنے گول اور مدور ہون (۵) چار چیزین
یعنی پیشانی، آنکھین، سینہ، سُرین چوڑے ہون،
(۶) چار چیزین ابرو، بینی، لب اور انگشت باریک
اور پتلی ہون (۷) چار چیزین یعنی پیڑو، رانین،
پنڈلیان اور ٹخنے موٹے اور بھرے ہوئے ہون،
(۸) چار چیزین یعنی کان، چھاتیان، ہاتھ اور پاؤن
موٹے ہون،

مغربی خواتین (یورپین لیڈی) کے نزدیک
رخسارون کو سرخ سفید، بالون کو سیاہ اور ہونٹون
کو گلابی [illegible] بہترین نمونہ خیال

کیا جاتا ہے،

واضح رہے کہ حسن اور جمال مین ایک باریک فرق ہے، حسن مین چہرے کی رنگت کا لحاظ ہوتا ہے اور جمال مین اعضاء کی رنگت کا اعتبار کیا جاتا ہے، قرآن مجید مین حسن کا استعمال اُس شے کے لئے ہوا ہے جو از روے عقل اچھی معلوم ہو اور جمال سے مراد وہ شے ہے جو طبیعت کو خوش کر دے،

متکلمین کے نزدیک حسن ضد ہے قبح کی، علماء اشاعرہ کی رائے ہے کہ عقل اشیاء کے حسن و قبح کو ادراک نہین کر سکتی، اسلئے کہ اشیاء مین فی نفسہٖ بھلائی یا برائی نہین ہے، چونکہ شرع نے ان کو بھلا یا برا ٹھہرایا ہے اس لئے اشیاء کے حسن و قبح کا انحصار شرع پر ہے، ان علماء کی رائے کے برعکس علماء معتزلہ کا خیال ہے کہ اشیاء کا حسن و قبح شرع سے نہین آتا، بلکہ یہ باتین ان مین فی نفسہٖ موجود ہوتی ہین، عقل ان کو ادراک کر لیتی ہے اور شرع ان کو ظاہر کر دیتی ہے (ماخوذ از مذاہب الاسلام)

حسنُ الابتداء، اچھی ابتدا،

صنائع لفظی مین سے ایک صنعت کا نام حسن الابتداء بھی ہے جس سے مراد کلام کے آغاز مین خوبی عبارت اور پاکیزگی لفظ کا بہت بڑا خیال رکھنا ہے علماء بیان کے نزدیک حسن الابتداء بلاغت کی جان ہے اس لئے کہ اس صنعت مین کلام کا آغاز بہترین، وشیرین وسلیس وخوشنما وواضح اور صحیح تر الفاظ سے کیا جاتا ہے اور یہ الفاظ تقدیم وتاخیر، تعقید، التباس اور عدم مناسبت سے بری ہوتے ہین، کلام مجید کی سورتون کے فواتح بہترین وجوہ پر نہایت بلیغ اور کامل واقع ہوئے ہین، یعنی تمہیدات حروف تہجی وندا وغیرہ سے کی گئی ہین (ماخوذ از تفسیر اتقان نوع ۶۰)

حسن البیان، اچھا بیان،

حسن البیان ایک صنعت کا نام ہے جب سامع کو کلام کے معنی سمجھنے مین توقف نہ ہو اور کوئی امر مشکل معلوم نہ ہو تو اس صنعت کو حسن البیان کہتے ہین،

حسن التعلیل اچھی وجہ بیان کرنا،

بلغاء کے نزدیک حسن التعلیل صنائع معنوی مین سے ہے جس سے مراد یہ ہے کہ ہر نتیجہ کا صحیح سبب اور ہر معلول کی صحیح علت کا بیان کرنا ضروری نہین ہے، بلکہ کسی ایک چیز کی ایسی علت فرض کر لی جاتی ہے جو دراصل اُس کی علت نہ ہو اس صنعت کی چار صورتین ہین، پہلی یہ کہ وصف ثابت ہو اور علت مذکورہ کے سوا اور علت بھی ظاہر ہو، مثلاً

اتنا حسد ہے عاشق و معشوق مین کہ نور
منہ پر جو ہووے شمع کے تو جل پڑے پتنگ

دوسری صورت یہ کہ وصف ثابت ہو اور سوائے اس علت ٹھہرائی ہوئی کے کوئی اور علت ظاہر نہ ہو شلاً،

چمن ہے کس کی گرفتار زلف کاکل کا
کہ اسقدر ہے پریشان حال سنبل کا

تیسری صورت یہ کہ وصف ثابت نہ ہو اور موجود ہونا اس وصف کا ممکن ہو، شلاً

اس نقش پا کے سجدہ نے کیا کیا کیا ذلیل
مین کوچۂ رقیب مین بھی سر کے بل گیا

چوتھی صورت یہ کہ وصف ثابت نہ ہو اور موجود ہونا اس وصف کا محال ہو شلاً

ہمین دن بھی برنگ شب ہے جب تو اٹھکے جاتا ہی
کہ شب ہوتی ہے جب خورشید اپنا منہ چھپاتا ہے

(ماخوذ از ترجمہ حدائق البلاغت)

حسن الخلق، اطوار پسندیدہ،

اصطلاح شریعت مین حسن الخلق سے مراد اس چیز کا اتباع ہے جو آن حضرت صلعم پر نازل ہوئی ہے، بالفاظ دیگر ان اوصاف حمیدہ سے متصف ہونا جنکی فضیلت قرآن مجید مین آئی ہے اور ان عادات رذیلہ سے پرہیز کرنا جن کی مذمت کتاب اللہ مین وارد ہوئی ہے حسن الخلق کہلاتا ہے،

قرآن مجید مین حسن الخلق کے متعلق جو ارشادات ہین ان مین سے چند یہ ہین،

(۱) اے ایمان والو! کوئی قوم کسی پر نہ ہنسے شاید وہ اُن سے بہتر ہون، اور نہ کوئی عورت کسی عورت پر ہنسے شاید وہ اس سے بہتر ہو، آپس مین طعنہ زنی نہ کرو اور نہ برے نامون سے چڑاؤ، ایمان کے بعد فسق کے نام لینے برے ہین اور جو کوئی باز نہ آئے تو وہی ظالم ہے، اے ایمان والو! بدگمانیون کی زیادتی سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ ہے اور کسی کے بھید مت ٹٹولو اور نہ کسی کی غیبت کرو، کیا تم مین سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی مردہ کا گوشت کھاوے؟ پھر اس سے تو تم کو گھن آتی ہے، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے (سورہ حجرات، پ ۲۶ ع ۲، آیات ۱۲، ۱۱)

(۲) اللہ تعالےٰ بھلائی کا اور رشتہ دارون کو دینے کا حکم کرتا ہے، اور بے حیائی نامعقول کام اور سرگوشی سے تم کو منع کرتا ہے شاید کہ تم فلاح پاؤ، (سورہ نحل، پ ۱۴، ع ۱۲، آیت ۹۲)

احادیث نبوی مین بھی حسن خلق کی فضیلت متعدد بار آئی ہے چنانچہ المشکواۃ (کتاب الآداب، باب

الرفق والحیا روحسن الخلق) مین متعدد حدیثین مندرج
هین، ان مین سے ایک یہ ہے کہ آن حضرت صلعم نے
فرمایا کہ سب سے بھاری چیزون مین سے جو مومن کے
ترازوے اعمال مین قیامت کے دن رکھی جاویگی
حسن الخلق ہے (دیکھو اخلاق وخلق)

حُسن الطلب اچھی طرح طلب کرنا،

جب ممدوح سے کوئی چیز پسندیدہ طریق سے
طلب کی جائے، تو اس صنعت کو حسن الطلب کہتے
هین، مرزا غالب مرحوم نے مسہل لئے، جن کے باعث
بارہ دن کی رخصت دیکھئے کس انداز سے طلب
کرتے هین،

سہل تھا مسہل ولیکن سخت مشکل آپنی
مجھ پہ کیا گذرے گی اتنے روز حاضر بن ہوئے
تین دن مسہل سے پہلے تین دن مسہل کے بعد
تین مسہل تین تبریدین یہ کتنے دن ہوئے

حُسن القیاس، اچھا قیاس،

بلغا کے نزدیک وہ صنعت جس مین ایسے لفظ
کو مکرر لاوین جس کے دو مفہوم ہون اور اگر دونون
مقامات پر اس لفظ کا ایک ہی مفہوم لین
تو معنے بے ربط ہوجائین مثلاً

اے آن کہ خدات داد ملکے ابدی،
در جان بخشی بنام خود سنگ زدی
اسکندر اگر بہ پیل زشاہان ستدی،
آنی کہ تو پیل از سکندر ستدی

اس رباعی مین "سکندر" آیا ہے جو بادشاہ روم اور
بادشاہ لکھنوتی (مضافات دہلی کے ایک ملک کا
نام) کا نام تھا مصرعہ سوم مین سکندر سے مراد بادشاہ
روم اور مصرعہ چہارم مین بادشاہ لکھنوتی ہے، اگر
دونون مقامات پر سکندر سے مراد بادشاہ روم یا
بادشاہ لکھنوتی لین تو معنی غلط ہوجائین گے، (ماخوذ
از کشاف اصطلاحات الفنون بحوالہ جامع الصنائع)

حُسن المطلع، اچھا مطلع،

غیاث اللغات مین ہے کہ شعرا کی اصطلاح مین مطلع کے بعد دوسرے
مطلع کو خواہ غزل مین ہو خواہ قصیدہ مین حسن المطلع
کہتے هین، بلغا کے نزدیک اگر اشعار و قصائد اور
جملہ منشآت کی ابتدا، الفاظ فصیح اور جزیل سے
کیجائے اور معنی بدیع اور مناسب حال پیدا ہون
تو اس تمہید کو حسن المطلع کہتے هین (ماخوذ از کشاف
اصطلاحات الفنون)

واضح رہے کہ حسن المطلع اور حسن الابتدا بعینہ
یکسان اور مرادف هین،

حسن المقطع، اچھا مقطع،

بلغا کے نزدیک دعاگوئی ایسی چیزون کے ساتھ
کرنا جن کا تعلق اشیا غیر فانی اور زمان ممتد سے ہو اور
اس دعاگوئی کے الفاظ فصیح اور معانی بدیع ہون
اور اسکی ترکیب بھی لطیف ہو حسن المقطع کہلاتا ہے مثلاً

تا بود در عالم کون و فساد از مہر و کین
بزم و رزم خسروان احوال گیتی را نظام
باد در دست محبانت لبالب جام مے،
بادت از حلق عدو تیغ زبان آور بکام

(جامع الصنائع) جامع الصنائع مین ہے کہ حسن المقطع
وہ ہے کہ شاعر اخیری ابیات نہایت عمدہ کہے جن
کے الفاظ عجیب ہون اور معانی غریب قصائد مین ایسے
اشعار اکثر دعائیہ ہوتے ہین،

حسن النسق بلغا کے نزدیک ایک صنعت
کا نام ہے اس کی صورت یہ ہے کہ متکلم پے در پے کئی
کلمات ایک دوسرے پر معطوف لائے اور وہ کلمات
متلاحم (باہم پیوستہ) ہون مگر اسقدر پسندیدہ طور
پر اور ایسے انداز سے کہ ذوق سلیم اس کی مخالفت
نہ کرے اور انکی حیثیت یہ ہو کہ جسوقت اس کلام کا
ہر ایک جملہ الگ الگ کر دیا جائے تو وہ جملہ قائم
بنفسہ ہو کر اپنے ہی لفظ کے ساتھ معنی مستقل پر دلالت

ویا سماء اقلعی (اور کہا گیا اے زمین پی جا
پانی اپنا، اور اے آسمان روک لے پانی اپنا، (سورہ
ہود، پ ۱۲، ع ۴ آیت ۴۶)

حَسَن (ع) بفتحتین، نیک، خوبصورت، اچھا،
محدثین کی اصطلاح مین وہ حدیث حَسَن کہلاتی
ہے جس کے تمام راوی پرہیزگار اور ثقاہت کے ساتھ
متصف ہون، ان رواۃ مین دو باتون کا ہونا ضروری
ہے ایک یہ کہ وہ مشہور الحال ہون اور دوسری یہ کہ وہ
صدق و امانت مین مشہور ہون لیکن صحیح کے درجہ
سے کم ہون،

حَسَن (ع) (امام) نام ہے آنحضرت صلعم کے بڑے
نواسہ اور حضرت علیؓ مرتضی کے فرزند اکبر کا، آپ
ائمۂ اثنا عشر مین سے دوسرے امام ہین، آپؑ کی
ولادت سنہ ۳ھ (۶۲۴ع) مین ہوئی، کتب فریقین (شیعہ و سنی)
مین ہے کہ آنحضرت صلعم کو امام حسنؑ سے غایت درجہ
محبت و الفت تھی، آپ کی کوئی صحبت، کوئی محفل
اور کوئی مجلس ایسی نہین ہوئی جس مین آپ کی آغوش
مبارک حسنین علیہما السلام سے خالی رہی ہو، ان کا ایک
لمحہ بھی آپ کی نظرون سے اوجھل ہونا آپؐ کو گوارا
نہ ہوتا تھا،

بمقام کوفہ امام حسن سریر آرائے خلافت ہوئے لیکن امیر
معاویہ والئ شام کی بغاوت جس کی ابتدا حضرت علیؑ
مرتضےٰ کے عہدِ خلافت مین ہو چکی تھی بدستور جاری
رہی، آپ کی مسند نشینی کے بعد امیر معاویہ نے ایک جرار
لشکر عراق کی سمت بھیجا، حضرت امام حسن نے بھی مقابلہ
کی تیاری کی لیکن جب آپؑ کو اہل عراق کے منافقانہ
رویہ کی اطلاع پہونچی تو آپؑ نے ۴۱ھ مین امیر معاویہ
سے چند شرائط پر صلح کر کے عنانِ خلافت اس کے سپرد
کر دی اور آپ مدینہ منورہ مین گوشہ نشین ہو گئے صلح
نامہ کی ضروری شرائط یہ تھین (۱) کتاب خدا او رسنت
رسول صلعم کے مطابق امیر معاویہ شائستہ عمل کرین (۲)
اپنے بعد امیر معاویہ کسی کو ولی عہد مقرر نہ کرین (۳) اصحاب
علی مرتضےٰ اور ان کے تمام شیعہ اپنے جان و مال،
زنان و فرزند کے ساتھ بے خوف رہین (۴) ہر سال
ملک کے خراج سے پچاس ہزار درہم آپؑ کو امیر معاویہ
بھیجتے رہین (۵) سبّ علیؑ کو جو امیر معاویہ نے اپنے مقبوضات
مین جاری کر دی تھی موقوف کر دیا جائے (جلاء العیون
حصہ دوم) تمام تاریخین بالاتفاق بتلا رہی ہین کہ امیر
معاویہ نے خلافت پر قابض ہو جانے کے بعد ان معاہدون
مین سے ایک عہد کو بھی پورا نہ کیا، لیکن حضرت امام
[illegible]

حالانکہ حضرت امام حسن خلافت کی کاروبار سے قطعی دست
بردار ہو کر خانہ نشین ہو گئے تھے، لیکن پھر بھی امیر معاویہ
آپ کی فکرون سے خالی نہ تھا، چنانچہ جعدہ بنت اشعث
کے ذریعہ سے جو ان دنون جناب امام عالیمقام کے
حبالۂ نکاح مین تھی، آپ کو زہر دلوا دیا جس کے اثر
سے آپ نے ۴۹ھ مین انتقال کیا جب آپؑ کی
شہادت کی خبر امیر معاویہ کو پہونچی تو فرطِ مسرت مین اس
نے تکبیر کہی (مروج الذہب مسعودی و حیوۃ الحیوان
دمیری)

حضرت امام حسنؑ نے وصیت کی تھی کہ وہ اپنے جد
رسول اللہ صلعم کے پاس دفن ہون لیکن حضرت عائشہؓ
مانع آئین (روضۃ المناظر ابن شحنہ) اور آپ بقیع مین مدفون
ہوئے، کتبِ تواریخ آپ کے حلم و عفو و جود و کرم، خلق
و مروت، خوفِ خدا، اور دیگر محاسنِ اخلاق کے صدہا
قابلِ تقلید واقعات سے پر ہین جنکو طوالت کے خوف
سے نقل نہین کیا گیا، ناظرین امام ہمام کی سوانح عمریان
ملاحظہ کرین،

حسن بصری، مشہور تابعین مین سے ہین آپ
۲۱ھ مین بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے، علاوہ تبحر
علمی کے زہد و پارسائی مین بھی یکتائے عصر تھے چونکہ آپکا
[illegible]

آپ کا انتقال سنہ ۱۱۰ھ/۷۲۸ء میں ہوا، آپ کا مزار بصرہ میں شہر سے تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے،

حسن بن صباح، آپ کی ولادت شہر قم میں ہوئی، آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے حسن بن علی بن احمد بن جعفر بن صباح الحمیری، آپ امام موفق نیشاپوری کی درسگاہ کے تعلیم یافتہ اور خواجہ حسن (نظام الملک طوسی) اور عمر خیام کے ہم مکتب تھے، تذکرون میں یہ بھی لکھا ہے کہ ان تینون ہم مکتب طلبہ نے ایک باہمی معاہدہ اس امر کا کیا تھا کہ ہم میں سے جسکو خدا صاحب جاہ و حشم کرے تو اُس کا فرض ہوگا کہ باقی دو دوستون کو اپنی دولت مین برابر کا شریک کرے لیکن بعض محققین کے نزدیک یہ معاہدہ والا واقعہ پایۂ ثبوت کو نہین پہونچتا، بہر حال ان تینون دوستون مین سے جب خواجہ حسن عہد الپ ارسلان مین عہدۂ وزارت پر پہونچ گئے تو انھون نے عمر خیام کو جاگیر دے کر معاش سے مطمئن کر دیا اور حسن بن صباح بھی خواجہ حسن کی وساطت سے سلطان کے دربار مین اعلیٰ عہدہ پر ممتاز ہو گئے اور رفتہ رفتہ آپنے سلطان کے مزاج مین خاص دخل حاصل کر لیا، لیکن کچھ ہی زمانہ گذرا تھا کہ خواجہ حسن اور حسن بن صباح مین ناچاقی ہو گئی، اور حسن صباح سلطان کے دربار

کا دیباچہ ثابت ہوئی اور آپ ... غیر معمولی دانشمندی، خداداد ذہانت اور عزم بالجزم سے **قلعہ الموت** پر قبضہ کر لیا اور ایک مستقل حکومت کی بنیاد سنہ ۴۸۳ھ/۱۰۹۰ء مین ڈالی جو ڈیڑھ سو سال سے زائد عرصہ (سنہ ۶۵۴ھ/۱۲۵۶ء) تک قائم رہی، یہ حکومت "دولت اسمٰعیلیہ مشرقیہ" کے نام سے موسوم ہوئی اور الموت (بروزن جبروت) جو ناحیۂ رودبار مین شہر قزوین اور دریائے خزر کے مابین واقع ہے صدر مقام قرار پایا،

الموت شکاریون کی اصطلاح ہے جس پر شکاری جانور سدھائے جاتے ہین، نزہت القلوب مین لکھا ہے کہ اسجگہ عقاب اپنے بچون کی پرورش کرتے تھے، اس لئے اس مقام کا نام "آشیانۂ عقاب" قرار پایا جسکو دیلمی زبان مین "آلاموت" کہتے ہین، یہ عجیب اتفاق ہے کہ "آلاموت" (جو کثرت استعمال سے الموت ہو گیا) کے عدد بحساب جمل چار سو تراسی ہوتے ہین اور یہی وہ سال ہے جس مین آپ نے الموت پر قبضہ پایا،

آپ کا مذہب اسمٰعیلیہ نزاریہ تھا یعنی آپ خلیفہ مستنصر باللہ مصریہ کے بڑے بیٹے نزار کو امام تسلیم کرتے تھے لیکن جب خلیفہ ممدوح کے انتقال کے بعد المستعلی کی فوج نے نزار کو قتل کر دیا تو آپ کی حیثیت خود مختارانہ ہو گئی ...

بہت سے نئے مسائل کا اضافہ کیا اور ہر حکم ظاہری کا ایک باطن قرار دیا اور ہر تنزیل کی ایک تاویل مقرر کی، ان باطنی تاویلات کے باعث اس فرقہ کو **فرقہ باطنیہ** بھی کہتے ہین،

قلعہ الموت پر قبضہ ہو جانے کی وجہ سے آپ عموماً "**شیخ الجبل**" کے لقب سے مخاطب کیے جاتے اور آپ کے ندیم و رفیق آپ کو "سیدنا" کے لفظ سے خطاب کرتے تھے،

کہا جاتا ہے کہ آپ نے دو گھاٹیون کے بیچ مین ایک خوبصورت باغ بنوایا جس مین ہر وقت خوبصورت اور جوان نازنین عورتین موجود رہتی تھین، اس باغ مین جسکو **جنت** کہا جاتا تھا اور جس کی دیوارون پر نقش و نگار کا نہایت نازک کام بنا ہوا تھا وہ لوگ داخل کیے جاتے جن مین فدائیت کا مادہ پایا جاتا ان جوانون کو **حشاشین** (بھانگ) پلائی جاتی اور جب وہ بیہوش ہو جاتے تو اٹھا کر جنت مین ڈلوا دیے جاتے، جب بیدار ہوتے تو نازنین عورتین ان کے ساتھ راز و نیاز کی باتین کرتین، غرضکہ چار دن سے دس دن تک یہ فدائی اس جنت مین رکھے جاتے، میعاد مقررہ کے بعد یہ لوگ آپ (شیخ الجبل) کے روبرو پیش ہوتے تو آپ دریافت کرتے کہ کہان سے آئے ہو، جواب دیتے کہ بہشت سے اور وہ بعینہ ایسی ہے جیسے کہ حضرت محمد صلعم نے بتائی ہے، اس بیان سے اورون کو بھی بہشت مین داخل ہونے کی آرزو پیدا ہوتی اور اسطرح فدائیون کی خاصی جماعت آپ کے اشارون پر جان قربان کرنے کے لئے ہمیشہ مستعد رہتی، اس لئے کہ جنت کی صحبت کا لطف ایسا نہ ہوتا تھا کہ دوبارہ اُس کی آرزو نہ کی جائے،

حشیش (بھانگ) کے استعمال کی وجہ سے فرقہ باطنیہ کو **حشاشین** بھی کہتے ہین، تاریخ شاہد ہے کہ ان فدائیون نے آپ کے اشارہ پر صدہا لوگون کی جانین لین، ان مقتولین مین سلاطین، ائمہ، علما، حکما، اور مشائخ سب ہی داخل ہین، یورپ کے مورخین اس فرقہ کو "**اسلامی نہلسٹ**" کا خطاب دیتے ہین، ان قتلون کی علت اکثر وہ مزاحمت ہوتی تھی جو سلطنت اور علما، کی جانب سے آپ (شیخ الجبل) کے برخلاف کی جاتی تھی،

آپ کا انتقال ۵۱۸ھ ۱۱۲۴ع مین بعمر نوے (۹۰) سال ہوا، انیس (۱۹) سال تک آپ قلعہ الموت پر حکمران رہے، آپ کے مقبوضات مین سے مشرق کی طرف خواف و صحرا مابین خواف و فراہ و سیستان، شمال کی جانب اعمال نیشاپور و سبزوار، مغرب کی طرف فارس و کرمان کا جنگل، جنوب کی طرف اعمال سجستان و بیابان کرمان تھے،

آپ کی نسبت مؤرخون کا بیان ہے کہ آپ حکیم، منجم،
مہندس، محاسب تھے، فقہ و دینیات مین مجتہدانہ درجہ
رکھتے تھے، عقائد مین انتہا درجہ کے سخت تھے، جیسا خود
پابندِ شرع تھے ویسا ہی مریدون کو بھی بنانا چاہتے تھے،
شرعی جرم مین آپ نے اپنے دو بیٹون کو قتل کر دیا اور
اُف تک نہ کی، جو فضیلت آپ کو اپنے مریدون مین حاصل
تھی اس کی نظیر سے تاریخ کے صفحات خالی ہین (ماخوذ
از نظام الملک طوسی)

حسنؑ عسکری (امام) آپ ائمہ اثنا عشر
مین سے گیارہوین امام ہین، ولادت باسعادت ۲۳۲ھ ۸۴۶ء
(بقولے ۲۳۱ھ ۸۴۵ء) مین بمقام مدینہ منورہ ہوئی، ۲۶۰ھ ۸۷۴ء
مین آپؑ نے انتقال کیا، رسالہ اعتقادیہ مین ہے کہ
خلیفہ معتمد عباسی کے زہر خورانی سے آپؑ نے شہادت
پائی اور سُرَّ مَنْ رَاٰی مین جسکو سامرہ کہتے
ہین آپؑ دفن کیے گیے،

حسینؑ (امام) تصغیر ہے حسن کی، آپؑ آنحضرت
صلعم کے چھوٹے نواسہ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کے فرزند
اصغر ہین، آپؑ کی ولادت ۴ھ ۶۲۵ء مین ہوئی، آپؑ سے
آنحضرت صلعم کو بیحد محبت تھی (دیکھو حسنؑ امام)
حضرت امام حسینؓ کی پبلک لائف حضرت امام

حقیقت مین اجزاء ہین سیرۃ نبوی، و مرتضوی و مجتبوی
کے اس لیے ان کا علیحدہ بیان ایک سعی حاصل ہے،
غرضیکہ حضرت امام حسنؓ کی شہادت کے بعد امیر معاویہ
نے حکومت کو اپنے خاندان مین موروثی کرنا چاہا، اور
صلح نامہ کی شرائط کے خلاف ۵۶ھ ۶۷۵ء مین یزید کی بیعت
حاصل کر لی، اس غرض کو حاصل کرنے کے لیے بعض لوگون
پر زور ڈالا گیا، بعض کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا گیا،
اور بعض کو قتل کی دھمکی دی گئی لیکن چار شخصون نے
بیعت یزید مین تامل کیا، ان مین سے ایک حضرت امام
حسین بھی ہین، یہ ہے ابتدا اس خونی داستان کی
جسکو تاریخ واقعہ کربلا کے نام سے یاد کرتی ہے اور شہادت
عظمیٰ کا خطاب دیتی ہے،

المختصر ۶۰ھ ۶۷۹ء مین امیر معاویہ نے انتقال کیا اور
مسلمانون کی نئی پیدا کردہ سلطنت یزید کو مل گئی جس نے
تخت پر بیٹھتے ہی عامل مدینہ کو حکم بھیجا کہ حسینؑ بن علی سے
بیعت لو اور اگر انکار کرین تو قتل کر دو، یزید کی نسبت
مورخین کا متفقہ بیان ہے کہ وہ فاسق و فاجر تھا، شراب
پیتا تھا، محرمات کو حلال جانتا تھا، نہ پابند صوم و صلوٰۃ
تھا نہ عامل کتاب و سنت، غرضیکہ یزید بہ لحاظ چال

وہ غرض یک لخت فوت ہو گئی جو بعثتِ نبوی کی علت

غائی تھی، جب یزید کی بدکاریوں کے باعث اخلاق

حمیدہ اور اوصاف ستودہ رخصت ہونے لگے اور تعلیم و

حکمت کا چراغ ہدایت بجھنے لگا تو امام حسینؑ پروردہ

آغوشِ رسول خدا اور جگر گوشۂ فاطمہ زہرا امر بالمعروف

اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کے لئے آمادہ ہو گئے اور دنیا نے

دیکھ لیا کہ "حسین منی وانا من الحسین" کے دو

متضاد ٹکڑے کس خوبی سے متحد ہو گئے اور نانا کے اس جملہ

کی صداقت کو کہ "انا من الحسین" نواسے نے تعلیم رسول

کو زندہ کر کے کس طرح آشکارا کیا، اور یزید کی طلب

بیعت کا جواب۔ ۱۰ محرم ۶۱ھ کو بمقام کربلا "سر داد

ونداد دست در دست یزید" کی صورت مین پیش کیا؛

کتب فریقین مین اس شہادت عظمیٰ کے روحانی

اخلاقی اور تمدنی فوائد پر طویل بحثین درج ہین جو منتہی

ہوتی ہین اس اعتراف پر کہ اس شہادت نے دین

نبوی کی صداقت کو آشکارا کیا، اسی شہادت نے حق

کا نور دنیا مین پھیلایا، اسی شہادت نے دنیا کو دین کا

عملی سبق پڑھایا، حقیقت اور سچی حقیقت یہ ہے کہ شہادت

عظمیٰ سبق دیتی ہے استقلال کا، اطمینان کا، ثبات

قدم کا، عزم بالجزم کا، اتفاق و اتحاد کا، اخلاص و محبت کا،

ہمدردی و اخوت کا، علوئے ہمت کا، رفیق القلبی کا، رحمدلی

کا، راسخ الاعتقادی کا، رضا بقضاء کا، حق شناسی کا،

پابندی فرائض کا، وفاداری اور استواری کا، راست

بازی و صداقت کا، دلیری و شجاعت کا، غیرت دینی اور

حمیت اسلامی کا اور ان اوصاف فاضلہ کے عملی نمونہ ہمارے

سامنے پیش کرتی ہے،

مسلمانون کے لئے تو یہ شہادت عظمیٰ بقول خواجہ

اجمیری بناء لا الہ الا اللہ ثابت ہوئی لیکن اسکی حقانیت اور

صداقت نے غیر مسلم قومون کے قلب پر بھی گہرا اثر کیا ہے؛

چنانچہ برادرانِ وطن یعنی اہل ہنود اس شہادت عظمیٰ مین

شرکت کا دعوی پیش کرتے ہین اور بتلاتے ہین کہ ہندوستان

کے سپوتون اور سورماؤن نے مظلوم حسین کے قاتلون

کو ان کے کیفر کردار تک پہنچانے مین اپنا خون پانی ایک

کر دیا (کربلا مولفہ منشی پریم چند) اور مختار بن عبیدہ ثقفی،

(المتوفی ۶۷ھ) کی ہمراہی مین ایک ایک قاتل سے

مظلوم حسین کے خون ناحق کا انتقام لیا ہے، اہل ہنود کے

علاوہ اہل یورپ بھی اس شہادت عظمیٰ کا ادب و احترام

کرتے ہین اور اسکی حقانیت کے آگے سربسجود ہین، ثبوت

مین ہم ڈاکٹر سیو ماربین جرمنی کی ایک طویل تحریر مین سے

جسکا ترجمہ اخبار اثنا عشری دہلی (بابت ۱۳۲۸ھ) نے بحوالہ

حبل المتین کلکتہ شائع کیا تھا چند اقتباس پیش کرتے ہین؛

حالات سے یعنی بنی امیہ کی طرزِ معاشرت سے اور ان کا
تمام اسلامی جماعت پر غالب آجانے سے اور اس عہد
کے مسلمانون کی سست اعتقادی سے بخوبی واقفیت
رکھتا ہے وہ بلا تامل اس امر کی تصدیق کر سکتا ہے
کہ حسین ع نے اپنی جان دیکر نانا کے دین اور اسلام کے
قاعدون کو زندہ کر دیا، اگر یہ واقعہ پیش نہ آتا اور مادہ
بصیرت مسلمانون مین آنجناب کے شہید ہو جانے سے
پیدا نہ ہوتا تو ہرگز اسلام اپنی موجودہ حالت پر باقی
نہ رہتا، اور چونکہ وہ زمانہ اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا
اس لئے یہ بات ممکن تھی کہ اس کے رسوم اور قوانین
بالکل نا بو د ہو جاتے، چونکہ (امام) حسین ع نے اپنے
والد کے انتقال کے بعد سے اُس عالی مطلب کے پورا
کرنے کے لئے ارادہ کر لیا تھا جو آپ ؑ کے والد کا نصب
العین تھا اس لئے آپ نے یزید کے جانشین معاویہ ہونے
کے تھوڑے ہی دنون بعد مدینہ سے اس بنا پر سفر اختیار
کیا کہ مسلمانون کے بڑے بڑے مقامات (مکہ و عراق وغیرہ)
مین پہنچکر اپنے اس اعلیٰ خیال کی نشر و اشاعت کرین،
یہ آپ ؑ کی شہادت کا دیباچہ تھا، کہ جہان آپ قدم
رکھتے تھے وہان کے مسلمانون کے دلون مین بنی اُمیہ
کی جانب سے نفرت پیدا ہو جاتی تھی چونکہ یزید بھی

ایک چھوٹے مقام مین بھی (امام) حسین کا خیال کارگر ہو گیا
اور انھون نے علمِ بغاوت بلند کر دیا تو بلحاظ اس نفرت
کے جو مسلمانون کے دلون مین بنی امیہ کی طرزِ معاشرت
اور حکومت نے پیدا کر دی ہے، اور بلحاظ اس قلبی
توجہ کے جو مسلمانون کو (امام) حسین کے ساتھ اس
وقت موجود ہے آپ کا (امام حسین کا) وہ خیال نہایت
سرعت کے ساتھ تمام اسلامی ممالک مین جاری و
ساری ہو جائے گا اور سلطنت اموی کا دائمی قلع
قمع بھی ہو جائے گا، یہ سبب تھا کہ یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی
تمام باتون سے پہلے (امام) حسین ع کے قتل کا پختہ ارادہ
کر لیا، لیکن حقیقت مین بنی امیہ کی سیاسی غلطیون مین
سب سے بڑی غلطی یہی تھی، اور یہی وہ سیاسی خطا تھی جسکے
سبب انھون نے اپنے نام و نشان کو صفحۂ ہستی سے نیست
و نابود کر دیا، بہت بڑی دلیل اس بات پر کہ (امام)
حسین قتل گاہ تک گئے، اور ان کا مقصد ہرگز ہرگز
سلطنت حاصل کرنے کا نہ تھا یہ ہے کہ (امام) حسین اپنے
علم و سیاست اور تجربہ سے جو انھین پدر (بزرگوار)
اور برادر (عالی مقدار) کے زمانہ سے بنی امیہ کے ساتھ
جنگ و جدل کرنے کے متعلق حاصل تھا، خوب جانتے تھے
کہ بحالت عدم فراہمی اسباب اور بسبب اس اقتدار

نے جو یزید کو حاصل تھا یزید کا مقابلہ کسی طرح ممکن نہین،
دوسرے یہ کہ (امام) حسین اپنے پدر (بزرگوار) کے شہید
ہوجانے کے بعد اپنے مقتول ہونے کی پیشین گوئی ہمیشہ کیا
کرتے تھے، مدینہ سے حرکت کرنے کے وقت ہی سے آپ نے
صاف صاف اور بلند آواز سے اعلان کیا کہ مین مقتول
ہونے کو جارہا ہون" اور اپنے ہمراہیون سے بھی محض اتمام
حجت کے لئے یہی بیان کرتے تھے تاکہ جو کوئی جاہ وجلال
کی حرص وطمع مین معیت چاہتا ہو وہ جدا ہو جائے،
اور یہ بھی (سمجھنے کی بات) ہے کہ (امام) حسین کا اگر یہ ارادہ
نہ ہوتا یعنی غور وفکر اور علم وارادہ کے ساتھ مقتول ہوجانے
پرآمادہ نہ ہوتے تو اس طرح پر اپنا قتل گوارہ نہ کرتے
اور لشکر کے جمع کرنے مین (بقدر امکان) کوشش عمل مین
لاتے نہ یہ کہ جو ہمراہ تھے انھین بھی متفرق اور پراگندہ
کردیتے، چونکہ کوئی قصد سوائے مقتول ہوجانے کے
جوان خیالات عالی اور مقدس انقلاب (ریولیوشن)
کا مقدمہ تھا ان کے مدنظر نہ تھا، انھون نے یہی سمجھ کر
کہ بہت بڑا ذریعہ اس کا بیکسی اور مظلومیت ہے
اسی کو اختیار کیا تاکہ ان کی مصیبت دلون مین زیادہ
مؤثر ہوجائے ظاہر ہے کہ وہ محبوبیت کا مرتبہ جو اس زمانہ
مین (امام) حسینؑ کو مسلمانون مین حاصل تھا اگر اس کے
ساتھ اپنی قوت بڑھانا چاہتے، تو ایک لشکر فراہم
کرسکتے تھے مگر اس صورت مین وہ مقتول بھی ہوتے تو
یہی کہا جاتا کہ سلطنت وبادشاہی کی خواہش مین مقتول
ہوئے، اور وہ مظلومیت جسکا نتیجہ عظیم الشان ریولیوشن
(انقلاب) تھا حاصل نہ ہوتا کہ اپنے پاس سوائے ان
لوگون کے جن کی جدائی امکان سے باہر تھی کسی کو
اپنے ساتھ نہین رکھا، مثل بیٹے، بھائی، بھتیجے اور چند
ہی اعمام اور چند مخصوص اصحاب باوفا کے تا اینکہ ان سے
بھی فرمادیا کہ تم بھی چھوڑ کر جدا ہو جاؤ مگر انھون نے منظور
نہین کیا، اور یہ لوگ بھی ایسے حضرات تھے کہ مسلمانون
کے نزدیک تقدس اور جلالتِ قدر کے اوصاف رکھتے
تھے، اور ان کا (امام) حسین کے ساتھ قتل ہوجانا اس
واقعہ کی عظمت اور تاثیر کا بڑھانے والا ثابت ہوا"،
"(امام) حسین نے اپنے علم وسیاست کی قوت کے
ساتھ بنی امیہ کے ظلم وستم کے افشا کرنے مین اور ان
اسباب کے فراہم کرنے مین جو ثابت کردین کہ ان لوگون
(بنی امیہ) کو بنی ہاشم اور اولاد محمد صلعم سے کس درجہ عداوت
تھی کوئی پہلو نظرانداز نہین کیا ان مین سے ایک بات
یہ ہے کہ میرے قتل کے بعد بنی ہاشم کی عورتین اور بچے،
(جو کہ آل محمدؐ تھے) اسیر ہوجاوین گے اور یہ واقعہ
مسلمانون مین علی الخصوص عرب مین اس درجہ پر تاثیر
ہوجائے گا، جسکا تصور بھی نہین ہوسکتا، چنانچہ ایسا ہی

ہوا اور بنی اُمیہ کی ظالمانہ حرکت اور اُن کے بیرحمانہ
سلوک جو انھون نے اپنے نبی کی حریم (مخدرات) اور اطفال
کے ساتھ کیا مسلمانون مین وہ اثر کر گیا جو کسی طرح بھی
(امام) حسین اور ان کے اصحاب کے قتل ہو جانے سے
کم موثر نہ تھا اور جس سلوک نے خاندان محمد (صلعم) کے
ساتھ بنی اُمیہ کی دشمنی کو اور اسلام کے ساتھ اُن کے
(بنی امیہ کے) عقائد کو اور مسلمانون کے ساتھ ان (بنی
امیہ) کے برتاؤ کو بخوبی واضح کر دیا، یہ سبب تھا کہ (امام)
حسین اپنے دوستون سے جو انھیں اس سفر سے باز رکھنا
چاہتے تھے صاف طور پر کہدیتے تھے کہ مین تو قتل ہونے
کو جا رہا ہون اور چونکہ ان لوگون کے خیالات محدود
تھے اور (امام) حسین کے مقاصد عالیہ پر انھین اطلاع
نہ تھی اس لئے وہ آنجناب کو اس سفر سے باز رکھنا چاہتے
تھے جبکا آخری جواب (امام) حسین کی طرف سے یہ تھا
کہ خدا کی مشیت یہی ہے اور میرے نانا نے مجھے یہی حکم
دیا ہے، اور جب وہ لوگ کہتے کہ آپ مقتول ہو جانیکی
غرض سے جاتے ہین تو عورتون اور بچون کو ہمراہ نہ
لے جائیے تو جواب دیتے تھے کہ خدا کی مشیت یہی ہے،
کہ میرے عیال اسیر و مقید ہون اور (امام) حسین کے
یہ کلمات چونکہ روحانی منزلت کی حیثیت سے ہوتے
تھے، اس لئے کسی کو مجال دم زدن نہ ہوتی،،

دوا اگر (امام) حسین ع کے کلمات اور حرکات مین باریک
بین نگاہ سے غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ بحیثیت
سیاست انھون نے بنی امیہ کے قبائح و شنائع اور بنی
ہاشم کے ساتھ ان کی قلبی عداوت اور نیز اپنی مظلومیت
کو ظاہر کرنے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا (امام)
حسین نے اپنی زندگی کے آخری وقت مین اپنے طفل
شیر خوار کے مقدمہ مین وہ کام کیا کہ کل دنیا کے فلاسفہ
کی عقلین متحیر رہ گئین، یعنی اس وقت آخر مین، ان
جان کاہ مصائب کے ہجوم مین، ان افکار کثیرہ کے
تراکم مین، اُس شدت تشنگی مین، اُس کثرت جراحت
مین اپنے مقصد عالی سے چشم پوشی نہین کی اور باوجودیکہ
جانتے تھے کہ ان کے فرزند صغیر پر بنی امیہ رحم نہ کرینگے
محض اس غرض سے کہ اپنی مصیبتون کی عظمت بڑھا دین
اور یہ مصائب اور بھی زیادہ عظیم الشان ہو جائین،
اس بچے کو اپنے ہاتھ پر بلند کر کے سب سے اس کے لئے پانی
کی خواہش کی اور زبان تیر سے اسکا جواب سنا، گویا
اس عمل سے (امام) حسین کی غرض یہ تھی کہ تمام اہل
لشکر واقف ہو جائین کہ بنی امیہ کی عداوت بنی ہاشم
کے ساتھ کس حد کی تھی اور تصور کر لین کہ یزید اپنی
مدافعت کے لئے ایسے ظلم و ستم توڑنے پر مجبور نہ تھے،
اس لئے کہ شیر خوار بچہ کا ایسی حالت مین اس وحشتناک

طریقہ سے قتل کر دینا جو ہر دین و مذہب اور قانون و قاعدے
کے منافی ہے سوائے وحشت اور بہیمانہ عداوت کے اور
کچھ ظاہر نہین کرتا، ان خیالات عالیہ کے باعث جو (امام)
حسین کے مدنظر تھے اور بہ سبب اس عقل عالی اور سیاست
کے جو ان کے لئے مسلم تھی جب تک مقتول ہوئے کوئی کام
ایسا نہین کیا جس سے یہ ظاہر ہو سکے کہ بنی امیہ اُس کے
دور کرنے مین مجبور رہین، (امام) حسین نے ہرگز نہین
کہا تھا کہ مین بادشاہ بنون گا یا مین بادشاہی کا طالب
ہون، انھون نے تو فقط بنی امیہ کے اعمال قبیحہ کا اظہار
کیا تھا اور کہا تھا کہ اُن کی وضع اور طرز سلوک باعث
اضمحلال اسلام ہے اور اپنے مقتول ہونے کی خبر دی تھی
اور اپنی مظلومیت پر خوش اور مسرور تھے اور جب انھیں
جنگل مین گھیر لیا تھا اس وقت بھی وہ یہی کہتے تھے کہ اگر
مجھے چھوڑ دو تو مین آمادہ ہون کہ اپنے عیال و اطفال
کو لے کر سلطنت یزیدیہ یعنی مملکت اسلامیہ سے باہر چلا جاؤن،
اسی ایک نکتہ نے جس سے (امام) حسین کی سلامت نفس
ظاہر ہوتی ہے مسلمانون کے دلون مین بنی اُمیہ کے
خلاف انتہا درجہ کا ہیجان پیدا کر دیا،،

(امام) حسین سے پہلے بہت سے رُوسا، روحانی
اور ارباب دیانات بحالت ظلم قتل کئے گئے ہین اور
ان کے قتل کے بعد بھی رو ولیوشن (انقلاب) ہوا ہے،
اور ان کے تابعین نے ان کے دشمنون پر تلوار کھینچی ہے
جس طرح بنی اسرائیل مین مکرر اتفاق ہوا ہے اور حضرت
یحیٰی کا قصہ بھی تاریخ کے بڑے بڑے واقعات مین سے
ہے اور اسی طرح جو سلوک یہود نے مسیحؑ سے کیا اُس کی
نظیر واقعات کربلا کے قبل تک پیدا نہین ہوئی تھی مگر
(امام) حسین کے واقعہ نے تمام وقائع پر فوقیت حاصل
کر لی، تاریخ قاصر ہے ایسی مثال پیش کرنے سے کہ روحانیین
اور ارباب دیانات مین سے کسی شخص نے بھی خیالات
عالیہ متاخرہ کی وجہ سے اپنی ذات کو اپنے علم و ارادہ
سے قتل کرا دیا ہو، ارباب دنایات مین سے جو بزرگ
بھی قتل ہوئے، ان کے دشمنون نے دفعۃً بحالت
غفلت ان پر حملہ کر کے مظلومیت مین ان کو قتل کر دیا
اور مظلومیت کی قدر و منزلت کے لحاظ سے ان کے
قتل کے بعد رو ولیوشن (انقلاب) بھی پیش آیا مگر
(امام) حسین کا واقعہ عالمانہ اور حکیمانہ اور سیاسی
حیثیت سے تھا، اور دنیا کی تاریخ مین اس کی نظیر
نہین ہے، کتنے برس تک (امام) حسین اپنے مقتول
ہونے کا انتظام کرتے رہے اور نہایت بلند اور اعلی
مقصد اُن کے پیش نظر تھا، تاریخ مین کہین پتہ نہین
ہے کہ کسی نے اپنے دین کی تبلیغ کے لئے جو آیندہ زمانہ

(امام) حسین کے حقیقت یہ ہے کہ جو مصائب (امام) حسین نے
اپنے نانا کے دین کے زندہ کرنے مین برداشت کیے ارباب
دنایات کے مصائب پر فوقیت رکھتے ہین، بالفرض
اگر کہا جائے کہ اور لوگون نے بھی دین کے لئے اور
دین کی راہ مین جانین دی ہین لیکن مین (یعنی پروفیسر
موصوف) کہون گا کہ (امام) حسین کے طرز و انداز پر
کس نے اپنی جان شیرین دی اور کس نے اپنے بیٹے،
بھائی، بھانجے، دوست و اقربا قربان کیے، وہ کون
ہے جس نے (امام) حسین کی طرح مال دیا، عیال کی
اسیری گوارا کی، یہ مصیبتین ناگہان اور نادانستہ طور
پر دفعتہً واقع نہین ہوئین کہ مجموعی حیثیت سے ایک
مصیبت کا اطلاق ہو سکے بلکہ جدا جدا وقتون مین
اور علیحدہ علیحدہ حالتون مین یہ مصائب یکے بعد دیگرے
پیش آئے ہین، دنیا کی تاریخ مین ایسے مصائب کا
پے در پے ہجوم کرنا (امام) حسین ہی کی ذات کے ساتھ
خاص ہے یہی سبب تھا کہ امام حسین کے قتل ہوتے
ہی اور ان دردانگیز واقعات کے پیش آتے ہی اور
عورتون اور بچون کے اسیر ہوتے ہی بنی امیہ کے
باطن کا حال طشت از بام ہو گیا، اور ان کے اعمال
ناشائستہ کے قبائح عالم پر روشن ہو گئے، سیاسی احساس
اور روولیوشن (انقلاب) کا مادہ مسلمانون مین پیدا
ہو گیا اور سلطنت یزیدی اور بنی امیہ سے خلاف روولیوشن
شروع ہو گیا، مسلمان جاننے لگے کہ بنی ہاشم مظلوم اور
مستحق ریاست ہین، اور حقیقی روحانیت اسلام ان
ہی لوگون مین سمجھی جانے لگی، گویا مسلمانون نے حیات
تازہ اور نئی زندگی حاصل کر لی،

جس طرح (امام) حسین کی عظمت تمام روحانین
سلف کے مصائب پر مسلم ہے اسی طرح ان روولیوشنون
کی عظمت بھی جو بعد وقوع شہادت حسین پیش آئے انقلابات زمن
سابقہ سے بڑھ گئی ہے، زمانہ بھی ان (حسینی) روولیوشنون
کا زیادہ دراز تھا اور تاثیرات بھی زبردست تھین،
پہلا نتیجہ ان روولیوشنون کا یہ ہوا کہ ریاست روحانی
جو "سیاست" مین نہایت مہتم بالشان چیز ہے از سر نو
بنی ہاشم اور خصوصاً اعقاب حسینی مین مسلم ہو گئی (مؤلف
کی غرض ائمۂ اہل بیت سے ہے جامع عفی عنہ) دوم ایک
قرن بھی نہین گذرا تھا کہ بنی امیہ سے بادشاہت نکل گئی،
یہ سب حسینی سیاست اور تدبر کے نتائج ہین، اس شہادت
سے قبل کسی کی مجال نہ تھی کہ (امام) حسین اور خاندان
علی مرتضیٰ کا نام یزید اور اس کے مصاحبین کے سامنے
خیر و خوبی کے ساتھ لے سکین، لیکن (امام) حسینؑ کے
شہید ہوتے ہی دربار عام اور دربار خاص مین خلوت
و جلوت مین (امام) حسین اور خاندان علی مرتضیٰ

... مجبوراً یزید

کو سُننا پڑا، بلکہ بعض اوقات ان مظالم واعمال سے

اپنی برأت ظاہر کرتا تھا اور اس الزام کو اپنے امرا

کی گردن پر ڈالتا تھا جب کہ یزید کو اس واقعہ کے بعد

(امام) حسین کے محامد و فضائل بکثرت سننے پڑے تو

ایک دن کہہ دیا کہ (امام) حسین کا بادشاہ ہونا مجھ

پر بہت آسان تھا بمقابلہ اس عظمت و تقدس کے

جس کے ساتھ آلِ نبی اور بنی ہاشم یاد کئے جاتے ہین،

انجام کار (امام) حسین کے تابعین نے پے درپے ان

(روولیوشنون) سے فائدہ حاصل کیا،،

ان واقعات کے بعد ڈاکٹر موصوف نے بنی

عباس کے عروج، سادات حسینی کے قتل، اور

عزاداری حسین کی قیام کو بالاجمال بیان کیا ہے اور

اس عزاداری کو بند کرنے مین جو تشدد بنی عباس

نے اختیار کیا تھا اس کا بھی ذکر کر کے لکھتے ہین کہ

"عزاداری کے بند کرنے کے بجائے عباسیہ نے خود کو

ملیامیٹ کر لیا" اور اس عزاداری کی روز افزون

ترقی کو بیان کر کے نتیجہ نکالا ہے کہ "مین (یعنی ڈاکٹر

موصوف) دیکھ رہا ہون کہ اسلامی سلطنتین اس رابطہ

کے ساتھ قوت پکڑ جائین گی اور تمام عالم کے مسلمان

اسی ذریعہ سے ایک اتحادی علم کے نیچے جمع

ہو جائین گے، خدا کرے ڈاکٹر صاحب کا خیال صحیح

ثابت ہو اور اسلام کا انتشار اور تفرق اس شہادت

عظمیٰ کے باعث اتفاق و اتحاد مین مبدل ہو جائے

اور اسلام کا شجر جسکو (امام) حسین نے اپنے خون سے

سینچا ہے تمام عالم پر سایہ فگن ہو، آمین "

حشاشین نام ہے فرقۂ باطنیہ کا، کہا جاتا ہے

کہ شیخ الجبل (حسن بن صباح) حشیش (بھانگ) پلا کر

فدائیون کی ایک ایسی جماعت پیدا کر لی تھی جو مخالف

کو کسی نہ کسی گھات سے مار ڈالتی تھی، انگریزی لفظ

اسیسن (ASSASSIN) جس کے معنی ایسے

قاتل کے ہین جو کسی کو گھات سے مار ڈالے اسی

لفظ حشاشین کا معرب ہے (دیکھو حسن بن صباح)

حشر (ع) بالفتح، اٹھانا اور جمع کرنا، مجازاً

قیامت اسلئے کہ تمام اولین و آخرین اس دن

جمع ہون گے،

امام راغب کہتے ہین کہ حشر کے معنی کسی جماعت

کو اپنے جائے قرار سے نکال دینا اور بتکلیف جنگ

وغیرہ کے لئے لے جانا ہے (انتہیٰ کلامہ)

اصطلاح مین مُردون کو قیامت کے دن

قبرون سے نکال کر حساب اور جزا کی طرف لے جانا

حشر کہلاتا ہے (فرائد اللغۃ) اور نشر سے مراد مردون

کا جی اٹھنا جو قیامت مین ہوگا،

قران مجید مین حشر بمعنی (۱) نکال دینے کے آیا ہے جیسا کہ سورہ حشر (پ ۲۸، ع اول، آیت ۲) مین ہے کہ "خدائے تعالےٰ وہ ذات ہے جس نے کافرون کو اہل کتاب مین سے (یعنی بنی نضیر کو) ان کے گھرون سے (کہ نواحِ مدینہ مین تھے) نکال دیا (الحشر)۔ (۲) اجتماع کے آیا ہے، چنانچہ سورہ نحل (پ ۱۹، ع ۲، آیت ۱۷) مین ہے "(حضرت) سلیمان کے لئے جمع کئے گئے (حُشِرَ) لشکر جنات مین سے، انسانون مین سے اور پرندون مین سے"

سورہ ہائے قرانی مین سے ایک سورت کا نام حشر بھی ہے جو مدنی ہے اور اٹھائیسوین پارہ مین درج ہے، اس سورت مین تین رکوع ہین جن مین چوبیس آیتین ہین، اس صورت مین بنی نضیر کی جلاوطنی کا ذکر ہے جو سزا تھی ان شرارتون اور منصوبون کی جو بنی نضیر آنحضرت صلعم کے خلاف اور اسلام کے ملیامیٹ کرنے کی بابت کیا کرتے تھے، یہ واقعہ ۴ھ کا ہے،

حشر اجساد، جسمون کا زندہ ہونا،

حشر اجساد کا تعلق معاد سے ہے جو اسلام کا نہایت ہی مہتم بالشان اور ساتھ ہی ساتھ اختلافی مسئلہ ہے، [illegible] تحت مین روشنی ڈالی جائے گی، انشاء اللہ تعالیٰ لیکن اس مقام پر چند ضروری نکات سپردِ قلم کئے جاتے ہین،

قران مجید مین جو آیاتِ حشر و نشر آئی ہین وہ زیادہ تر منکرینِ قیامت کے اس عقیدہ کے ابطال مین وارد ہوئی ہین کہ روح کوئی چیز نہین ہے ان منکرین کا اعتقاد تھا کہ انسان پیدا ہوتا ہے اور پھر مر کر نسیاً منسیاً ہوجاتا ہے اور یہی وہ اعتقاد ہے جو عہد حاضرہ کے مادئین ظاہر کر رہے ہین، اس لئے ان آیات مین تبلایا گیا ہے، کہ قیامت واقع ہونے والی ہے اور انسان کو موت کے بعد اعمال کی جزا و سزا ملے گی، اس سوال کے جواب مین کہ یہ جزا و سزا روحانی ہوگی یا جسمانی مختلف فیہ ہے،

یوم الحشر سے مراد قیامت کا دن ہے، یعنی وہ دن جس روز سب مردے اپنی اپنی قبرون سے نکل کر حساب کے لئے جمع ہون گے، چنانچہ سورہ ق (پ ۲۶، ع ۳، آیت ۴۲) مین ہے کہ تحقیق ہم زندہ کرتے ہین اور مار ڈالتے ہین، ہماری طرف ہے پھرنا جس دن کہ زمین شگافتہ ہوجائے، ان (مردون) سے جو کہ جلدی کرنے والے ہون گے، یہ حشر ہمارے لئے آسان ہے (انتہیٰ)

دن مراد نہین ہے اور چونکہ وہ جزائے روحانی کے قائل

ہین اسلئے اُن کے نزدیک آدمی کے مرجانے ہی پر عالم

بعد الموت کی راحت یا اذیت شروع ہو جاتی ہے،

حَشَفَہ (ع) بفتحات ثلاثہ، سرِ ذکر، آلۂ تناسل

کے اس حصہ کو حشفہ کہتے ہین جو ختنہ کرنیکے مقام سے اوپر ہے

دخولِ حشفہ سے غسل واجب ہو جاتا ہے، اگر

حشفہ کٹا ہوا ہو تو ذکر مین سے اس کے قدر داخل

کرنے سے غسل واجب ہو گا، اور اگر ذکر مین سے صرف

قدر حشفہ رہا تو اُس کے ادخال سے غسل واجب ہو گا،

(عین الہدایہ کتاب الطہارت ص ۷۲)

واضح رہے کہ زنا کرنے مین مرد کا عضو عورت کی

اندام نہانی مین داخل ہوا اور حشفہ غائب نہین ہوا،

تو اس شخص پر حد جاری نہ ہو گی (جامع عباسی)

اور اگر ادخال حشفہ ہو گیا (خواہ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو)

تو محصن کو رجم کیا جائے گا، (ترجمہ در مختار کتاب الحدود)

اگر بالغ شخص کسی لڑکے سے لواطت کرے، اور حشفہ

کا ایقاب ہو جائے یعنی حشفہ اندر داخل ہو جائے تو

بالغ کو قتل کر دین گے اور لڑکے کو اسقدر مارین گے

کہ اس کام پر پھر اقدام نہ کرے (جامع الجعفری کتاب

الحدود،)

حَشو (ع) بالفتح اول وسکون ثانی، بھرنا، وہ

اُون یا روئی وغیرہ جو تکیہ یا لحاف وغیرہ مین بھری جائے

حشو کہلاتی ہے،

(۲) اونٹ نوجوان (۳) آدمی کم مایہ،

اہل عروض کے نزدیک حشو کہتے ہین مصرعہ کے

رکن اوسط کو یعنی اس حصہ کو جو صدر و عروض کے

درمیان ہو یا ابتدا و عجز کے وسط مین ہو،

اہل معانی کی اصطلاح مین ایسا کلمہ حشو کہلاتا ہے

جو اصل مراد سے زائد ہو، اہل عرب کے نزدیک حشو

ہمیشہ بے فائدہ ہوتا ہے لیکن بلغای فارس نے حشو کی

تین قسمین قرار دی ہین، یعنی (۱) **حشو قبیح** (۲)

حشو متوسط اور (۳) **حشو ملیح**، ان

مین سے (۱) **حشو قبیح** سے مراد ایسے زائد الفاظ

ہین، جو کچھ بھی فائدہ نہ دین اور (۲) **حشو متوسط**

عبارت ہے ایسے الفاظ سے جنکا ہونا یا نہ ہونا برابر ہو

اور (۳) **حشو ملیح** سے مراد وہ الفاظ ہین جن

سے معنی مین فساد پیدا نہین ہوتا بلکہ اُن سے حسن کلام

پیدا ہو جاتا ہے، (کشاف اصطلاحات الفنون و بعض رسائل)

حَشَوِیہ (ع) بفتحتین، فرقہ مرجیہ کی ایک شاخ

ہے، ان لوگون کا قول ہے کہ واجب، سنت اور نفل

کے درمیان کوئی فرق نہین،

مشبہ حشویہ اس بات کے قائل ہین کہ اللہ کے جسم
ہے اور وہ طول وعرض وعمق رکھتا ہے، اس کا گوشت
اور خون بھی ہے، اس کے اعضا بھی ہین مگر یہ سب
چیزین اسکی مخلوق سے جداگانہ ہین (مذاہب الاسلام)

جماعت صوفیہ مین وہ لوگ حشویہ کہلاتے ہین جو
قلندرون کے ساتھ چھوٹی مشابہت رکھتے ہین،
(تذکرۃ السلوک)

حَصَارہ (ع) بالفتح، سنگریزے، اس لفظ کا
واحد حصاۃ ہے،

اطبار کے نزدیک وہ حجری جوہر جو مثانہ مین پیدا
ہوجاتا ہے جسکو ہندی مین پتھری کہتے ہین حصار کہلاتا ہے
(ماخوذ از کشاف اصطلاحات الفنون)

حِصَار (ع) بالکسر، قلعہ، جنگ مین کسی کا
محاصرہ کرنا،

منجمون کے نزدیک کسی کوکب کا دو کواکب کے
درمیان مین ہونا خواہ ایک برج مین ہون یا دو ایسے
برجون مین جو آگے پیچھے ہون حصار کہلاتا ہے، اور حصار
شدہ کوکب کو **محصور** کہتے ہین، اگر محصور دو سعد
کے درمیان ہے تو نہایت سعید ہے اور اگر دو نحس کے
درمیان ہے تو سخت منحوس ہے (ماخوذ از کشاف اصطلاحات
الفنون)

حِصَان (ع) [illegible]
کو کہتے ہین، حصان کے لغوی معنی محفوظ رکھنے کے ہین اور
چونکہ اس قسم کا گھوڑا سوائے عمدہ گھوڑیون کے خراب
گھوڑی پر جست نہین کرتا اور خود کو محفوظ رکھتا ہے اسلئے
حصان کہلاتا ہے، علامہ طبری نے لکھا ہے کہ لشکر فرعون مین جب کہ
وہ حضرت موسی علیہ السلام کا تعقب کرتا ہوا دریائے نیل
مین غرق ہوا ایک لاکھ حصان ادہم (عمدہ سیاہ گھوڑے تھے)

حصبہ (ع) بالضم وبضمتین، ایک مرض کا نام
ہے جو انسان کے جسم پر نمودار ہوتا ہے اور بخار بھی لاتا ہے

اطبار کی اصطلاح مین ان چھوٹے چھوٹے جلن پیدا
کرنے والے دانون کو حصبہ کہتے ہین جو انسان کے جسم
پر نکل آئے ہین، یہ ایک قسم کی چیچک ہے مگر خوفناک نہین،
فارسی مین اس کو **سرخچہ** کہتے ہین اور اردو مین
خسرہ،

واضح رہے کہ خون صفراوی کے باعث حصبہ پیدا
ہوتا ہے جس مین پھنسیان پختہ نہین ہوتین، اور نہ
پیپ لاتی ہین، بلکہ اچھے ہونے کے وقت خشک ریشہ
اس مین پڑجاتا ہے حصبہ نکلنے سے پہلے بخار آنا لازم ہے
(اکسیر القلوب)

حَصر (ع) بالفتح، گھیرنا، احاطہ کرنا، اہل عرب
حصر کو قصر کے معنی بھی بولتے ہین، اور اس سے مراد ایک

مخصوص طریقہ سے کسی امر کو کسی امر کے ساتھ خاص کرنا ہے یا کسی امر کے لئے کوئی حکم ثابت کرنا اور اس کے ماسوا سے اس حکم کی نفی کرنا ہے (تفسیر اتقان نوع ۵۵)

حصر کی تین قسمین ہین (۱) حصر عقلی (۲) حصر قطعی (۳) حصر استقرائی، ان مین سے (۱) اگر جزم دائر (گرا ہوا) ہو اثبات و نفی مین تو حصر عقلی ہے (۲) اگر جزم حاصل کیا گیا ہو دلیل سے تو اسکا نام حصر قطعی ہے (۳) اگر جزم مستفاد ہو تتبع سے تو وہ استقرائی ہے (ماخوذ از حاشیہ شرح جامی)

حِصّہ (ع) بالکسر و تشدید صاد مہملہ ٹکڑا، حص کے معنی قطع کرنے کے ہین پس حصہ وہ ہے جو کل سے کاٹ دیا جائے،

کشاف اصطلاحات الفنون مین ہے کہ حصہ عبارت ہے مفہوم کل سے باعتبار اسکی خصوصیت کے پس حصہ فرد اعتباری ہے بخلاف اس فرد کے جس مین خصوصیت ذاتی ہو، اہل جفر کے نزدیک حصہ کہتے ہین اس اسم کو جو تکسیر کے ساتھ لکھا گیا ہو یعنی ان کے نزدیک حصہ کا اطلاق برج زمام اور اسم پر ہوتا ہے،

حصۃ البعد، ریاضیین کی اصطلاح مین حصۃ البعد عبارت ہے عرض الکوکب اور میل الثانی کے قوس سے حصۃ البعد دو طرح کا ہوتا ہے (۱) جہت المجموع اور (۲) جہت الفضل اگر (۱) عرض اور میل ثانی دونون جہت واحد مین ہون اس طور پر کہ دونون شمالین (جانب شمال) ہون یا جنوبین (جانب جنوب) تو اسکو جہت المجموع کہتے ہین اور اگر (۲) عرض اور میل ثانی مختلف ہون تو جہت الفضل کہلاتا ہے (کشاف اصطلاحات الفنون)

حصۃ العرض اہل ہیئت کی اصطلاح ہے اور وہ ایک قوس ہے منطقۃ الممثل سے توالی کے اوپر جو شروع ہو نقطۂ راس سے ایسے نقطہ تک جسکا تقاطع دائرہ عرض الکوکب الممثل تک ہو اور وہ شامل ہے حصہ عرض القمر وغیرہ پر، کبھی حصۃ العرض اس قوس کو کہتے ہین جو منطقۃ المائل سے توالی کے اوپر ہو درمیان راس اور موضع قمر کے (ماخوذ از کشاف اصطلاحات الفنون)

حصۃ الکوکب اہل ہیئت کے نزدیک حصۃ الکوکب عبارت ہے قطر الشمس کی اُس مقدار سے جو کوکب کو پوشیدہ کرے (کشاف اصطلاحات الفنون)

حِضانت (ع) بالکسر، عبارت ہے تربیت ولد یعنی بچون کی پرورش سے، حضانت کی شرائط یہ ہین کہ حاضنہ (وہ عورت جو بچہ کی پرورش کرے) حرہ، بالغہ اور امینہ ہو اور قادر ہو پرورش پر اور زوج اجنبی کے نکاح مین ہو، اگر پرورش کرنے والا مرد ہو تو اس مین

بھی یہی شرطین جو حاضنہ کے لئے بیان ہوئین ہونا چاہئین سوائے شرط آخر کے، پرورش کا حق نسبی مان کے لئے ثابت ہی اگرچہ کتابیہ یا مجوسیہ ہو اور شوہر سے جدائی بھی ہو گئی ہو، یا فاسقہ و زانیہ بن گئی ہو، یا لونڈی ہو گئی ہو یا ام الولد یا مدبرہ یا مکاتبہ ہو، البتہ یہ حق پرورش اس حالت مین ساقط ہو جاتا ہی جب کہ ولد کی مان، نصغیر کے غیر محرم کے ساتھ نکاح کر لیا یا ولد کی پرورش سے مان انکار کر دے (ترجمہ درمختار، کتاب الطلاق، باب حضانت)

حضانت کی مدت کے بارے مین فقہاء اہل تسنن متفق نہین، امام ابوحنیفہ کے نزدیک سات سال ہین لیکن امام شافعی و امام مالک کے نزدیک مدت حضانت سن بلوغیت تک ہی،

فقہاء امامیہ شیعہ نے اس مدت کو سات سال یا نو سال تک قرار دیا ہے ایک قول مین جبتک بالغ ہو کر نکاح نہ ہو جائے حضانت کی مدت بیان کی گئی ہی، مان زیادہ مستحق ہے ولد کی حضانت کی خواہ بیٹا ہو خواہ بیٹی لیکن بعد رضاع بیٹے کی نگہبانی کے لئے باپ زیادہ سزاوار ہے اور دختر کی پرورش کے لئے سات برس تک مان زیادہ سزاوار ہے، (بعض فقہاء ۹ برس اور بعض نکاح کے وقت تک مان کی حضانت کے قائل ہین) اس کے بعد باپ نگہبانی کا زیادہ سزاوار سمجھا گیا ہی،

(جامع الجعفری، کتاب النکاح، باب حضانت)

قرابت دارون کی حضانت کے متعلق چار فروعی مسئلے لکھے جاتے ہین (۱) جب دو بہنین جمع ہون ایک باپ کی طرف سے دوسری مان کی طرف سے تو بچہ کی حضانت کا حق باپ کی طرف والی بہن سے متعلق ہو گا (۲) اگر بچہ کی دادی ہو اور دادی کی بہن ہو تو حضانت کے لئے دادی اولیٰ ہے (۳) جب ولد کی خالہ و پھوپھی جمع ہون تو دونون حضانت مین برابر ہین (۴) جب کہ ولد کے لئے کئی عورتین ایسی موجود ہون جو میراث کے درجہ مین برابر ہون اور حضانت مین نزاع کرین تو قرعہ ڈالین گے (جامع الجعفری، کتاب النکاح، باب حضانت)

ولد الزنا کی حضانت تمام زمان اور اس کے رشتہ دارون سے متعلق ہوتی ہے (شرح محمدی مؤلفہ آنریبل امیر علی)

حضراۃ الخمس الٰہیہ صوفیہ کی اصطلاح مین پانچ چیزین ایسی ہین جنھین حضرات خمس الٰہیہ کہتے ہین اور ان مین سے ہر ایک چیز کے لئے ایک عالم بھی قرار دیا ہے یا دوسرے الفاظ مین یون کہنا چاہئے کہ خود ہر ایک حضرت کو ایک عالم فرض کر لیا ہے ان حضرات خمس الٰہیہ کی تفصیل یہ ہی (۱) حضرت غیب مطلق اس کا عالم اعیان ثابتہ کا عالم ہے اور وہ علم الٰہی

یمن ہی مطلب یہ ہی کہ حضرت غیب مطلق کا عالم اعیان ثابتہ کا عالم ہے (۲) حضرت شہادت مطلقہ، عالم اس حضرت کا عالم ملک ہی اور حضرت شہادت حضرت غیب مطلق کے مقابلہ مین ہے (۳) حضرت عالم ارواح اور وہ عالم ہے عقول اور نفوس مجردہ کا، (۴) حضرت عالم مثال، اور یہ عالم سایہ ہے عالم ارواح کا، یعنی جو کچھ عالم ارواح مین ہے وہ سب عالم مثال مین ہی،

(۵) حضرت الجامع جس سے وہ حضرت مراد ہے جسمین مندرجہ بالا چارون حضرات موجود ہین، عالم اس حضرت کا عالم انسان ہے (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

حَضَر (ع) بفتحتین ضد ہے سفر کی، اپنے گھر مین رہنا،

جس شخص سے کوئی نماز سفر مین قضا ہو گئی ہو اور اسکو حضر مین قضا پڑھے تو دو رکعت ادا کرے اور جس کی نماز حضر مین قضا ہوئی اور اسکو سفر مین قضا پڑھے تو چار رکعت پڑھے، (عین الہدایہ جلد اول، کتاب الصلوٰۃ ص ۶۳۶)

حضرت (ع) بالفتح، نزدیکی، حضور درگاہ،

حضرت کلمہ تعظیم کا ہے جو بزرگون کی شان مین استعمال کیا جاتا ہے، اسکی جمع حضرات آتی ہے،

اور ساحل بحر ہند پر واقع ہے قحطان کے جس نے یمن کو آباد کیا تھا بارہ بیٹے تھے، ان مین سے ایک کا نام حضر ماؤت تھا، چنانچہ یہ قطعہ ملک اُسی کے نام سے منسوب ہے، یہ ملک شادابی اور سرسبزی مین صنعاء سے کم نہین اور عود عاقلی کے لئے مشہور ہے

حُضُور (ع) بضمتین، مصدر ہے بمعنی حاضر ہونا، سامنے رہنا،

اصطلاح تصوف مین حضور اس حالت کو کہتے ہین کہ جب دل خلق سے غائب ہو کر اللہ کی طرف حاضر ہو مقام وحدت کا نام بھی حضور ہے (تذکرۃ السلوک، مصطلحات صوفیہ)

حُضُور دائمی سے مراد صوفیہ کے نزدیک آدمی کا تمام دنیوی خیالات کو دور کرکے اللہ کی یاد مین ایسا غرق ہو جانا ہے جیسے اللہ کو مشاہدہ کر رہا ہے،

حضیض (ع) بالفتح، پستی نشیب،

اہل ہیئت کے نزدیک حضیض ایک نقطہ ہے جو اوج کے مقابل مین ہی، نیمہ شمالی کا ہر مدار یعنی دورہ کہ مدار زمین سے بلند ہوتا ہے اوج کہلاتا ہے اور نیمہ جنوبی کہ نشیب مین رہتا ہی حضیض کے نام سے موسوم ہوتا ہے (ترجمہ مطلع العلوم)

ہوتی ہین ان پھنسیون سے پیپ نکلتی ہے لیکن زخم پیدا
نہین ہوتا (منتہی الارب)

حُطَمَہ (ع) بضم اول وفتح ثانی، بڑی تیز آگ،
حطمہ ماخوذ ہے حطم سے جس کے معنی توڑنے کے ہین، چونکہ
دوزخ ہر اُس چیز کو جو اسمین ڈالی جائے گی توڑ کر چورا
چورا کر دیگی اسلئے حطمہ سے مراد دوزخ لی جاتی ہے،
سورہ ہمزہ (پ ۳۰، ع اول آیت ۴) مین ہے
البتہ ڈالا جائیگا وہ حطمہ مین، حطمہ آگ ہے جسکو خدا نے
روشن کیا ہے اور وہ دلون مین شعلہ مارتی ہے (یعنی
سب اعضا مین پہنچتی ہے) تحقیق کہ وہ آگ ان (کافرون)
پر بند کی گئی ہے جیسے کہ دروازے ستونون سے بند کئے
جاتے ہین (انتہی) مفسرین اس آیت کی تفسیر مین لکھتے
ہین کہ حطمہ تیسرا طبقہ ہے طبقات جہنم مین سے اور یہ مقام
ہے یہودیون کا (تفسیر عمدۃ البیان)

حَطِیْم (ع) بروزن نسیم، شکستہ، حطیم مشتق
ہے حطم سے جس کے معنی ٹوٹے ہوئے کے ہین حطیم ایک
عمارت کا نام ہے جو خانہ کعبہ (واقع مکہ معظمہ) مین میزاب
رحمت کے سامنے ہے یہ عمارت محراب نما ہے جس کے
دونون کنارے خانہ کعبہ کے شمالی اور مغربی کونون
کی طرف جھکے ہوئے ہین، اس پر زحام منقوش کا غلاف
چڑھا ہوا ہے اور اس کے محیط کے بالائی حصہ مین،
[illegible] عمارت [illegible] ہے، اس حصہ کو حطیم
اسلئے کہتے ہین کہ وہ بڑے حصہ مین سے حطم کیا گیا، یعنی
توڑا گیا ہے،
ایام جاہلیت مین جب کسی معاہدہ کو قسمون سے
موکد کرنا منظور ہوتا تو حطیم مین بیٹھ کر قسم کھائی جاتی لیکن
اسلام نے حطیم کو طواف مین داخل کر دیا اور اس مقام
پر خشوع وخضوع سے دعا کی جاتی ہے،
حطیم کو **حِجر** (بکسر حائے مہملہ وسکون جیم و رائے مہملہ)
بھی کہتے ہین، اسلئے کہ وہ بیت اللہ سے محجور یعنی ممنوع
کیا گیا ہے، حضرت ابراہیم ؑ کے وقت مین حطیم بیت اللہ
کے اندر داخل تھا لیکن ایام جاہلیت مین جب کعبہ کی
عمارت بنائی گئی تو مصارف کی قلت کے باعث حطیم
کو بیت اللہ سے علیحدہ کر دیا، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے
جب ۶۴ھ (۶۸۳ء) مین تعمیر خانہ کعبہ کی تو اس حصہ کو بھی جو
چھ گز کا قطعہ تھا کعبہ مین شامل کر دیا لیکن حجاج ثقفی
نے ۷۴ھ (۶۹۳ء) مین خلیفہ عبدالملک اموی کے حکم سے اس
عمارت کو توڑ کر جاہلیت کی وضع پر کر دیا،

حَظَر (ع) بفتح حائے مہملہ وظائے معجمہ، لغوی معنی
حبس اور منع کے ہین لیکن اصطلاح شرع مین حظر وہ
ہے جس کا استعمال ممنوع ہو یا زیادہ صحت کے ساتھ یون
کہنا چاہئے کہ جسکا ممنوع ہونا دلیل قطعی ثابت ہو،

(ترجمہ درمختار، کتاب الحظر، والاباحہ)

حفصہ، آپ حضرت عمرؓ خلیفہ دوم کی صاحب
زادی تھین، بعثت نبوی سے پانچ سال قبل پیدا ہوئین،
آپ کا پہلا نکاح خنیس ابن حذافہ سے ہوا جو غزوۂ بدر
۲ھ ۶۲۳ء مین شہید ہوئے، بعدہٗ آپ کا نکاح آنحضرت
صلعم سے ۳ھ مین ہوا، حضرت حفصہؓ کی تاریخ وفات
مین اختلاف ہی جو قول زیادہ صحیح تسلیم کیا گیا ہے وہ یہ
کہ آپ نے ۴۵ھ ۶۶۵ء مین انتقال کیا، آپ نے کوئی اولاد
نہین چھوڑی (ماخوذ از سیر الصحابیات)

حفظان صحت جسکو انگریزی مین "ہائی
جین" کہتے ہین، ایسا علم ہے جس کے قوانین پر کاربند
ہونے سے صحت جسمانی برقرار اور محفوظ رہ سکتی ہے،
قران پاک نے انسانی صحت کی استواری کے
کے لیے حسب ذیل اصول پیش کیے ہین،

(۱) سویرے اٹھنا، چنانچہ سورہ ذاریات (پ۲۶،
ع اول آیت ۱۸) مین ہی کہ صبح کے وقت وہ (مومنین
نیکوکار) استغفار کرتے ہین،

(۲) بدن صاف رکھنا، چنانچہ سورہ مدثر (پ۲۹
ع اول آیت ۴) مین ہے کہ ناپاکی سے دور ہو جا،

(۳) کپڑون کو صاف رکھ، چنانچہ سورہ مدثر (پ۲۹
ع اول آیت ۴) مین ہے کہ خود کو طاہر رکھ،

(۴) کھانے پینے مین اعتدال رکھنا، چنانچہ سورہ
اعراف (پ۸، ع۳، آیت ۲۹) مین ہے کہ کھاؤ، پیو
لیکن اسراف نہ کرو،

(۵) خراب غذا سے احتراز کرنا، چنانچہ سورہ
اعراف (پ۹، ع۱۹، آیت ۱۵۶) مین ہے کہ حلال
کرتا ہے ان (متبعین رسول صلعم) کے واسطے پاکیزہ
چیزین اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزون کو،

(۶) سیر و سیاحت کرنا، چنانچہ سورہ انعام (پ۷،
ع اول آیت ۱۱) مین ہی کہ سیر کرو دنیا مین،

(۷) شراب و مفلس کرنے والے افعال سے پرہیز
کرنا، چنانچہ سورہ مائدہ (پ۷، ع۱۲، آیت ۹۵)
مین ہی کہ شراب اور جو افعال شیاطین ہین، ان
سے پرہیز کرو،

(۸) خراب گوشت سے اجتناب کرنا، چنانچہ سورہ
مائدہ (پ۶، ع اول، آیت ۳) مین ہے کہ تم پر مردار
جانور، لہو اور سور کا گوشت حرام ہوا،

(۹) صحت افزا غذا کا استعمال کرنا، چنانچہ سورۂ
بقر (پ۲، ع۲۱، آیت ۱۶۷) مین ہی کہ (اے مومنین)
کھاؤ پاکیزہ چیزون مین سے جو ہم نے تمکو دی ہین،
مسلمہ امر ہے کہ صحت جسمانی کے لیے بہترین شے
ورزش جسمانی ہے اور ظاہر ہے کہ نماز کے ادا کرنے کا

طریقہ اعلیٰ قسم کی ورزش ہے نماز مین قیام اور رکوع اور
سجود کی حرکات اعلیٰ حکمت عملی اور تدبر پر مبنی ہین،
غسل مین تمام جسم اور وضو مین ان اعضا کا پاک
وصاف کرنا ضروری ہے جو عام کاروبار اور چلنے پھرنے
مین کھلے رہتے ہین، موہنہ کو صاف کرنا، دانتون کو مسواک
کرنا، ناک کے اندرونی گرد وغبار کو دور کرنا یہ تمام
حفظ صحت کے لوازم ہین، ان واجبات کی بڑی شرط
آب روان کا استعمال ہے، جو فی الواقع جراثیم کے
وجود سے پاک ہوتا ہے،

اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے
تاکہ قوم نسل کے تنزل سے محفوظ رہے، یہ ایک ایسا
اصول ہے کہ اگر بوقت ضرورت اسکی پیروی کی جائے
تو اس سے سلسلہ توالد وتناسل مین خلل انداز ہونے
والے امراض پیدا نہین ہونے پاتے ہسٹر ہینگز لکھتے
ہین کہ علم قوائے انسانی اور علم طبیعات کے ماہرین نے بعض
وجوہات ایسے دریافت کئے ہین جو کثرت ازدواج
کے واسطے بطور ایک غذا کے متصور ہو سکتے ہین اور
ہم شمالی ملکون کے سرد خون والے مینڈک کے سے
مزاج کے جانورون سے متعلق نہین ہو سکتے بلکہ بنی اسمٰعیل
کو جو گرم ریگستان کے رہنے والے ہین مفید ہین (خطبات
احمدیہ خطبہ چہارم)

مضبوط بنا دیتی ہے اور جو شخص ان سختیون کو جو ان
اصول کی پابندی مین عاید ہوتی ہین برداشت کر لیتا
ہے وہ دوسرے دس آدمیون پر بھاری ہو جاتا ہے
جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تم مین سے بیس صبر
کرنے والے غالب آوین دوسو پر (سورہ انفال
پ ۱۰، ع ۹، آیت ۶۸)

زندگی کو خوشی اور آرام سے گذارنے کے لئے
سائنس والون نے سات بڑے بڑے اصول پیش
کئے ہین (۱) خوراک، پھل اور دودھ کثرت سے
استعمال کرو (۲) پانی، ہر روز چھ گلاس پانی کے پیو
(۳) ہوا، ہر کمرہ مین جس مین تم رہتے ہو ہوا کے آنے
جانے کا انتظام کرو (۴) ورزش، ہر روز اپنے پیٹ
اور انتڑیون کی ورزش کے لئے پندرہ منٹ صرف
کرو، (۵) اوسطاً آٹھ گھنٹے رات کو ضرور سوؤ (۶)
صفائی، صبح وشام دانتون کو صاف کرو، (۷)
پاخانہ وپیشاب، اس بات کا ضرور دھیان رکھو
کہ پاخانہ وپیشاب قبض سے نہ آوین،

حفظ العہد (ع) وعدہ کی پابندی، احکام
خداوندی مین حفظ العہد پر نہایت زور دیا گیا ہے اور ایفائے
عہد کو مسلمانون کا وصف تبلایا گیا ہے چنانچہ

(۱) سورہ بقر (پ ۲، ع ۲۲، آیت ۱۷۲) ایفار
کرتے ہین (مومنین) جب کہ عہد کرتے ہین،

(۲) سورہ مائدہ (پ ۶، ع اول، آیت اول)
اے مومنین اپنے عہدون کو پورا کرو،

(۳) سورہ توبہ (پ ۱۰، ع اول، آیت ۴) پس جن
مشرکون سے تمھارا عہد تھا اور انھون نے تمھارے
ساتھ بے وفائی نہین کی اور نہ تمھارے دشمنون کی
مدد کی تو جو عہد تم نے اُن سے کیا ہے اسکو پورا کرو،
اللہ کو احتیاط والے محبوب ہین،

(۴) سورہ لقمان (پ ۲۱، ع ۴، آیت ۳۱) اور
نہین انکار کرتا ہماری نشانیون سے مگر ہر ایک عہد
توڑنے والا،

(۵) سورہ فتح (پ ۲۶ ع اول آیت ۱۰) پس
جس شخص نے عہد توڑا، اس نے گویا اپنی جان کے
ساتھ بدعہدی کی اور جس نے ایفاء عہد کیا اللہ سے
پس اسکو اسکا ثواب جلد دیا جائے گا،

(۶) سورہ صف (پ ۲۸، ع اول، آیت ۲)
اے مومنین جو کرتے نہین وہ کیون کہتے ہو خدا کے
نزدیک بُری اور ناپسند بات ہو کہ جو کہو وہ نہ کرو،

المشکوٰۃ (کتاب الآداب، باب الوعد) مین متعدد
حدیثین ایفاء عہد کی تاکید مین درج ہین اور خود آنحضرت
صلعم کا ایفاء عہد اور پابندی معاہدہ مسلمانون کو عملی
درس دے رہا ہے، تاریخ کا ایک ایک ورق شاہد ہے
کہ عربون کی عظیم الشان فتوحات کے دوران مین
انھون نے کبھی بھی نقض عہد نہین کیا، بلکہ نہایت سختی
کے ساتھ ان وعدون اور عہدون کی پابندی کی جو
وہ مفتوح قومون سے کرتے تھے، لیکن "آن قدح بشکست و
آن ساقی نماند" عہد حاضرہ کے فن سیاست مین احتیال
اور حکمت عملی کو فضائل کمالات مین جگہ دی گئی ہے،

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا،

صوفیہ کے نزدیک حفظ العہد سے مراد ہے کہ خدا
تعالی نے جس حالت مین رکھا ہے اُس مین مضبوط
اور ثابت قدم رہنا،

حفیظ الدین احمد نسفی، آپ جلیل القدر
عالم اور صاحب تصانیف بزرگ ہین، علم تفسیر مین مدارک
التنزیل اور حقائق التاویل اور علم فقہ مین وافی اور اس
کی شرح کافی اور کنز الدقائق آپ کی یادگار ہین، آپ
کا انتقال سنہ ۷۱۰ھ مین ہوا،

حق (ح) بالفتح، اسکی جمع حقوق آتی ہے، لغوی
معنی حق کے ثابت، سزاوار، واجب اور راست کے ہین،
صاحب بیان القرآن امام راغب کے حوالہ سے
لکھتے ہین کہ حق کے اصل معنی مطابقت اور موافقت

کے ہین لیکن اسکا استعمال کئی وجوہ پر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کو
بھی "الحق" کہا گیا ہے اس وجہ سے کہ وہ چیزون کا مطابق
حکمت کے وجود مین لانے والا ہے، اور خدا کی پیدا
کی ہوئی اشیار کو اسوجہ سے بھی حق کہا جاتا ہے کہ وہ اقتضائے
حکمت کے مطابق وجود مین آئی ہین، ہر اُس فعل و
قول کو حق کہا جاتا ہے جو واجب کے مطابق ہو (انتہی
کلامہٗ) خلاصہ اس کلام کا یہ ہے کہ حق وہ ہے کہ جیسا ہونا
چاہیئے تھا ویسا ہی ہوا اور جتنا ہونا چاہیئے تھا اتنا ہی
ہوا اور جسوقت ہونا چاہیئے تھا اُسی وقت ہوا،

قرآن مجید مین حق متعدد معنون مین آیا ہے،

(۱) سچا ہونا، سورۂ یونس (پ ۱۱، ع ۶، آیت ۵۶) آگاہ
ہو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، (حق)

(۲) حصّہ، سورہ ذاریات (پ ۲۶، ع اول
آیت ۱۹) اور اُن کے مالون مین سائل اور محروم کا
بھی حصہ (حقٌ) تھا،

(۳) جسقدر لازم ہے، سورہ حج (پ ۱۷، ع ۱۰،
آیت ۷۳) انھون نے اللہ کی جسقدر تعظیم کرنا چاہیئے
تھا (حق) نہین کی،

(۴) انصاف، سورہ نسار (پ ۶، ع ۲۲ آیت ۱۵۴)
نبیون کو بغیر انصاف (حق) کے قتل کر دیتے تھے،

(۵) واجب الادا، یعنی قرضہ، سورہ بقر (پ ۳،
ع ۴۹، آیت ۲۸۱) اور لکھائے وہ جس پر قرضہ (الحق)
ہے اور چاہیئے کہ اللہ سے ڈرے،

(۶) نام باری تعالیٰ، سورہ مومنون (پ ۱۸،
ع ۴، آیت ۷۳) اور اگر حق (جل شانہٗ) انکی خواہشون
کی پیروی کرے،

(۷) دین اسلام، سورہ بنی اسرائیل (پ ۱۵،
ع ۹، آیت ۸۳) کہہ حق یعنی اسلام آیا اور باطل مٹ گیا،

(۸) حکمت و مصلحت، سورہ جاثیہ (پ ۲۵،
ع ۳، آیت ۲۱) اللہ نے آسمانون کو اور زمین کو
مصلحت کے ساتھ (بالحق) پیدا کیا،

(۹) قرآن، سورہ ق (پ ۲۶، ع اول، آیت ۵)
بلکہ انھون نے قرآن (بالحق) کو جھٹلایا، جب کہ وہ
اُن کے پاس آگیا، پس وہ لوگ ایک مضطرب حالت
مین ہین،

(۱۰) لازم، سورہ یونس (پ ۱۱، ع ۱۰، آیت ۱۰۳)
ہم پر لازم ہے (حقًا) کہ ایماندارون کو بچائین،

(۱۱) ثابت ہونا، سورہ سجدہ (پ ۲۱، ع ۲، آیت ۱۳)
میری طرف سے یہ بات ثابت ہو چکی (حق) کہ بیشک
ضرور مین جہنم کو جن اور انسان سے بھر دونگا،

(۱۲) کامل طور پر، سورہ واقعہ (پ ۲۷، ع ۳، آیت ۹۵)
بے شک ضرور یہ چیز کامل طور پر (حقُ) صحیح ہے (ماخوذ

لغوی اعتبار سے حق کے معنی ثابت کرنے کے ہین
لیکن عرف عام مین حق اسکو کہتے ہین جو اعتقاد کے مطابق
ہو یعنی از روی اعتقاد درست و راست ہو، علامہ تفتازانی
شرح العقائد مین لکھتے ہین کہ حق وہ حکم ہے جو واقعہ کے
مطابق ہوتا ہے اور اسکا اطلاق عقائد اور مذہب پر
کیا جاتا ہے اور وہ ضد ہوتا ہے باطل کی (انتہی) غرضیکہ
حق اور **باطل** کا استعمال معتقدات مین ہوتا ہے
اور **صواب وخطا** مستعمل ہوتے ہین مجتہدات مین،
حق کی دو قسمین ہین (۱) **حق تعین** (۲)
حق دائر، ان مین سے (۱) **حق تعین** اسکو کہتے
ہین کہ وہی حق ہو اُسکا غیر حق نہ ہو جیسے اصل نماز فرض،
(۲) **حق دائر** وہ ہے کہ خود بھی حق ہو اور اُس کا
غیر بھی حق ہو مثلاً روزہ اور افطار مسافر کے حق مین
کہ دونون حق ہین،

کتب فقہ مین حق کئی معنون مین مستعمل ہوا ہے،
مثلاً (۱) عقد بیع مین حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور
اور مبیع کے واسطے ضروری ہو (۲) کتاب الدعوی
مین حق سے مراد اپنی ذات کے لیئے اُس شے کا طلب
کرنا ہے جو اسکو حاصل ہونا چاہیئے تھی، بحر الرائق مین ہے
کہ مشروعات چار قسم پر ہین (۱) حق اللہ خالصہ (۲)
حق العباد خالصہ (۳) وہ جس مین دونون حقوق مجتمع
ہون، لیکن حق اللہ غالب رہے (۴) وہ جس مین دونون
حقوق مختلف ہون لیکن حق العباد غالب رہی، حق اللہ
اور حق العباد پر بحث آگے آتی ہے،

معتزلہ کے نزدیک جسطرح خالق کا حق مخلوق پر ہے
اُسی طرح مخلوق کا حق بھی خالق پر ہے لیکن اشعریہ اور
جہمیہ کے نزدیک مخلوق کا حق خالق پر کسی حال مین
نہین، ایک تیسری جماعت علمای اسلام کی اور بھی ہے
جس کی راہ ان دونون جماعتون کے بین بین ہے،
وہ کہتی ہے کہ خداے تعالے نے جس طرح اپنے
لیے ظلم حرام کرلیا ہے ٹھیک اُسی طرح اپنے اوپر رحمت
فرض کرلی ہے،

حق، **صدق** اور **صواب** قریب قریب
ہم معنی الفاظ ہین، اور ان مین نہایت باریک فرق
ہے چنانچہ (۱) **حق** وہ ہے جو خارج مین مافی الذہن
کے مطابق ہو اور (۲) **صدق** وہ ہے کہ جو کچھ ذہن
مین ہے وہ خارج کے مطابق ہو اور (۳) **صواب**
وہ ہے جو اس طرح ثابت ہو کہ اس سے انکار نہ ہو سکے

الحق، خدائے تعالی کے اسماء مبارکہ مین سے
ایک اسم ہے چنانچہ سورہ مومنون (پ ۱۸، ع ۴،
آیت ۷۳) مین ہے "اگر حق اُن کی خواہش کی پیروی کرے"

حقائق الاسمار، اصطلاح تصوف مین ذات کے نعتیات اور نسبتون کو کہتے ہین کیونکہ وہ صفات ہین جن کے ذریعہ سے انسان اُن مین سے بعض کو بعض سے تمیز کر سکتے ہین (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

حق العباد، حقوق بندگان، یعنی بندون کے وہ حقوق جو شریعت نے بندون ہی کے ذمہ قائم کئے ہین، حق العباد کو **حق الناس** بھی کہتے ہین، یہ حقوق مختلف قسم کے ہین، مثلاً حقِ والدین، حقِ فرزندان، حقِ شوہر، حقِ زوجہ، حقِ ہمسایہ، حقِ مساکین، حقِ یتامیٰ وغیرہ، المختصر وہ معاملات اور ایقاعات اور وہ احکام جنکا نفع یا نقصان تمام پر حیاتِ عبد سے وابستہ ہی، حقوق العباد کے اجزا ترکیبی ہین اور ان کی نگہداشت و ادائیگی نصوص الٰہی سے ثابت ہی، پس جو شخص ان حقوق کو دیانت داری اور معدلت گستری کے ساتھ ادا کرتا ہے وہ حقیقی انسان اور سچا مومن ہے، حقوق العباد کی اہمیت کے لئے صرف یہ بتلا دینا کافی ہے کہ وہ گناہ جنکا تعلق کسی بندے سے ہے صرف "توبہ" سے معاف نہین ہوتا جب تک اُس شخص کا حق ادا نہ کر دیا جائے یا اس سے معاف نہ کرا لیا جائے، جنکا قصور کیا ہے یا جسکو صدمہ پہنچایا ہے

اصولیین کے نزدیک **حق العبد** سے مراد وہ حق ہے جو بندے کے ساقط کرنے سے ساقط ہو جاتا ہی، جیسے قصاص بخلاف **حق اللہ** کے کہ وہ بندے کے ساقط کرنے سے ساقط نہین ہوتا مثلاً صوم و صلوٰۃ فقہاء کے نزدیک ترک "**حق العبد**" پر عدالتی کارروائی بدون دعوے کے نہین کی جائے گی، لیکن ترکِ **حق اللہ** کی کارروائی دعوی کی محتاج نہین،

واضح رہے کہ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہین، (۱) جواب سلام، (۲) چھینک کا جواب (۳) قبولِ دعوت (۴) عیادتِ مریض (۵) معیتِ جنازہ (۶) نصیحت کرنا جب کہ محتاجِ نصیحت ہو، (عین الہدایہ، کتاب ادب القاضی)

حق اللہ، خدا کا حق (بندے پر) حقوق الٰہی مشتمل ہین صلواۃ، صوم، زکواۃ اور حج پر، غرضیکہ خدا واحد کی عبادت کرنا، اور اُس کے اوامر و نواہی کے ماتحت افعال حسنہ کو عمل مین لانا، اور اعمال قبیحہ سے بچنا حق اللہ کہلاتے ہین،

اگر بنظر غامض دیکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ تمام حقوق اللہ حقوق العباد کے معاون ہین، نماز ہی کو لیجئے، یہ خالص حق اللہ ہے، اس لحاظ سے حق العباد بھی ہے کہ نمازی کے زیر اثر اُس کے متعلقین اُس سے متاثر ہوتے ہین،

اصولیین کے نزدیک حقوق اللہ بندے کے

ساقط کرنے سے ساقط نہین ہوتے (دیکھو حق العباد)

حق الیقین (ع) حقائق کا تمام وکمال مشاہدہ
حق الیقین کہلاتا ہے، یقین کے تین درجے ہین، علم الیقین،
عین الیقین اور حق الیقین، ان تینون درجون مین یقین
کی انتہائی منزل حق الیقین قرار دی گئی ہے، جس سے
مراد ہے کہ ایک چیز کا یقین اُس درجہ پر ہونا کہ گویا خود
وہ چیز بن گیا،

(۲) اصطلاحِ تصوف مین حق الیقین سے مراد
بندے کا حق تعالےٰ مین فانی ہو کر باقی رہنا اور یہ دونون
حالتین اسکو علم، شہود اور حال تینون کے ساتھ حاصل
ہون، بعض کہتے ہین کہ **علم الیقین** ظاہری شریعت
کو کہتے ہین اور **عین الیقین** شریعت مین اخلاص
پیدا کرنے کا نام ہے اور **حق الیقین** اُس مین
مشاہدہ پانے کو کہتے ہین، (کشاف اصطلاحات الفنون)

حُقنہ (ع) بالضم، اطبار کی اصطلاح مین
حُقنہ وہ عمل مخصوص ہے جس کے ذریعہ سے دوا کو امعا
مین پہنچا دین دبر کی راہ سے یا رحم مین پہنچا دین قبل
کی راہ سے، اس عمل کا نام **عمل طائر** بھی ہے،
جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بقراط نے ایک طائر کو دیکھا
کہ ثقل کے ازالہ کے واسطے دریا کے پانی سے اپنا
حقنہ کرتا ہے، ابتداءً یہ عمل نمک اور پانی سے کیا جاتا تھا
بعدہٗ حاجت کے موافق ادویۂ مسہلہ زیادہ کی گئین،
اور قوانین بھی تحریر کئے گئے (اکسیر القلوب)

حقنہ کرنے کے مختلف طریقے عمل مین لائے جارہے ہین جنکا
تذکرہ طب کی ہر ایک کتاب مین پایا جاتا ہے، ناظرین
ان کتابون کی طرف رجوع کرین،

حِقّہ (ع) بالکسر وتشدید قاف، وہ اونٹنی جسکو
چوتھا برس شروع ہوا ہو اور سواری کے لائق ہو،
اونٹون کا نصاب زکوٰۃ اگر ان کی تعداد
چھیالیس (۴۶) سے ساٹھ (۶۰) تک ہو تو ایک حقّہ ہے،

حقیقت (ع) بالفتح، ہر ایک شے کی اصلیت
جیسے انسان مین قوتِ نطق،
علمائے بیان کی اصطلاح مین وہ لفظ جو اپنے
وضع کردہ معنون مین مستعمل ہوتا ہے یعنی اپنے معنیٰ
موضوع لہٗ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے **حقیقی**
کہلاتا ہے، حقیقت کی چار قسمین ہین (۱) **حقیقت
لغوی** (۲) **حقیقت شرعی** (۳) **حقیقت
عرفی خاص** اور (۴) **حقیقت عرفی عام**
پس (۱) اگر کوئی لفظ لغت مین کسی معنیٰ کے واسطے
وضع کیا گیا ہو تو اسکو **حقیقت لغوی** کہتے ہین اور (۲)
اگر شرع مین وضع کیا گیا ہے تو اسکو **حقیقت
شرعی** کہتے ہین، (۳) اگر کسی خاص فرقہ کی اصطلاح

مین وضع کیا گیا ہے جیسے نحوی، یا صرفی یا منطقی تو اسکو **حقیقت عرفی خاص** کہتے ہین اور (۴) اگر کسی خاص فرقہ کی اصطلاح مین وضع نہین کیا گیا بلکہ عام اس لفظ سے وہ معنی سمجھتے ہین تو اسکو **حقیقت عرفی عام** کہتے ہین (ماخوذ از ترجمہ حدائق البلاغت)

فقہاء کے نزدیک (۱) جب تک حقیقت پر عمل ہو سکے مجاز کی طرف مرجع نہین (۲) جب حقیقت مستعمل اور مجاز متعارف ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک حقیقت اولی ہے اور صاحبین کے نزدیک مجاز متعارف اولے ہے (۳) جب حقیقت پر کسی وجہ سے عمل نہ ہو سکے تو مجاز متعین ہو جائے گا،

صوفیہ کے نزدیک حقیقت وہ راہ ہے جس پر اگر گامزن ہون تو مخلوقات کی اصلیت و ماہیت کا علم اور عینی مشاہدہ ہو جائے اور دیدۂ دل سے ہر ایک چیز کی حقیقت و اصلیت اور ماہیت کو دیکھ لین،

حقیقت تین طرح پر ہے (۱) **حقیقت مطلق الوجود** جو واجب الوجود ہے یعنی حقیقت سبحانہ تعالے (۲) **حقیقت مقید ہ و منفعلہ** اور یہی حقیقت عالم ہے (۳) **حقیقت احدیہ** جو فعل و انفعال، تاثیر و تاثر دونون حالتون کو جامع ہے،

حقیقت کی مختلف تعریفین جو صوفیۂ کرام سے منقول ہین اگر جمع کر لی جائین تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حقیقت کا تعلق صفات باری تعالے کی معرفت سے ہے اور سلوک کا یہ بلند مرتبہ اسوقت حاصل ہوتا ہے جب انسان قیود و موانعات مادی پر غالب آکر اپنی تخلیق کے حقیقی سبب اور غایت کو جان لے،

حقیقۃ الحقائق، اصطلاح تصوف مین حقیقت الحقائق سے مراد ذات احدیت ہے جو ساری حقائق کو جامع ہے، اسکو **حضرت جمع** اور **حضرت وجود** بھی کہتے ہین (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

حقیقۃ العبد اصطلاح تصوف مین عدم مطلق کو کہتے ہین، (کنوز اسرار القدم)

حقیقۃ المحمدیہ، صوفیہ کا قول ہے کہ اسمار و مظاہر مین عدل قائم کرنے کے لئے ایک حاکم کی ضرورت ہے تاکہ ہر ایک اپنے اپنے کمال کو پہنچ جائے اور عالم کا سلسلہ منتظم ہو جائے، وہ حاکم حقیقت محمدی ہے، بالفاظ دیگر حقیقت محمدی حق تعالی کی نیابت مین عالم کے ظاہر اور باطن کی مربی ہے اور محمد صلعم کو یہ پورا تصرف اپنی حقیقت کی وجہ سے ملا ہے اور بشریت کے لحاظ سے وہ بندہ محتاج ہین (تذکرۃ السلوک)

حقیقی (ع) اصلی بخلاف مجازی کے حقیقی کئی معنون مین آتا ہے (۱) شی کی ایسی صفت جو مقصود بالذات ہو،

خواہ وہ موجود ہو یا معدوم ہو اور وہ مقابل ہوتی ہے اضافی کے (۲) صفت الموجودہ جو مقابل ہے اعتباری کے (۳) قضیۂ شرطیہ منفصلہ (۴) قضیۂ خارجیہ محققہ و المقدرہ خواہ موجبہ ہو یا سالبہ خواہ کلیہ ہو یا جزیہ،

حِکَایَت (ع) بالکسر، بات، کہانی اس کی جمع حکایات آتی ہے،

علماء کے عرف مین واقعات ماضیہ کو ایسے پیرایہ مین پیش کرنا کہ باعث عبرت ہو حکایت کہلاتا ہے بسا اوقات ان حکایات سے اصل واقعہ مقصود نہین ہوتا بلکہ نتایج سے غرض ہوتی ہے،

حِکَّہ (ع) بالکسر و تشدید کاف، کھجلی جو کبھی کبھی آدمی کے جسم مین ہو جاتی ہے نہ وہ کھجلی جو مرض مشہور ہے، شرح قانونچہ مین حکہ اور جرب کا جو فرق بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ حکہ شدید کھجلی ہے لیکن اس مین پھنسیان نہین ہوتین برعکس جرب کے جسمین پھنسیان ہوا کرتی ہین جن سے مواد نکلتا ہے،

حَکَم (ع) بالفتحتین، نیک کو بد سے جدا کر دینے والا، پنچ جو کسی قضیہ کے فیصلہ کے لیے مقرر کیا جائے اُس کی جمع حکمین آتی ہے، سورہ نسار (پ ۵، ع ۸، آیت ۶۳) مین حکم مقرر کرنے کی اجازت ہے،

فقہار کے نزدیک حکم کے لئے ضروری ہے کہ (۱) حر، مسلم، بالغ، عاقل اور عادل ہو، اندھا، بہرا، گونگا اور محدود فی القذف نہ ہو (۲) اگر فریقین قبلہ صدور فیصلہ رجوع کرلین تو اُن کو اپنے حکم ہونے پر مجبور نہ کرے، اسلئے کہ پنچایت ایک امر اختیاری ہے جو بنائی اور توڑی جا سکتی ہے (۳) بدون رضاے مرد طلاق نہ دلوائے، (خلاصۃ التفاسیر) ذمیون مین ذمی کا پنچ ہونا صحیح ہے، (دیکھو تحکیم)

اہل لغت کے نزدیک **حَکَم** اور **حاکِم** مین یہ فرق ہے کہ **حَکَم** وہ کہلاتا ہے جسے متخاصمین اپنی رضامندی سے فیصلہ دینے کے لئے منتخب کرین اور **حاکم** کے لئے تراضی متخاصمین شرط نہین،

الحکم باری تعالیٰ کے اسمار مبارکہ مین سے ایک اسم ہے جسکے معنی ایسا حکم کرنے والا جس حکم کو کوئی بھی نہین پھیر سکتا (مظاہر حق)

حُکْم (ع) بالضم، فرمان اسکی جمع احکام آتی ہے،

قران مجید مین حکم کئی معنون مین آیا ہے، (۱) علم شریعت چنانچہ سورۂ آل عمران (پ ۳، ع ۸، آیت ۷۹) مین ہے کہ آدمی (یعنی حضرت عیسیٰ) کے واسطے سزاوار نہین ہے کہ اسکو خدا دیوے کتاب (انجیل) اور حکم (علم شریعت) اور پیغمبری اور پھر کہے وہ کہ تم عبادت کرو میری اور خدائے تعالےٰ کی بھی، (۲) امر چنانچہ

سورہ یوسف (پ ۱۲، ع ۵، آیت ۴۰) مین ہے کہ نہین حکم (امر) مگر خدا کے واسطے، حکم دیا ہے خدا نے یہ کہ نہ عبادت کرو مگر اس ذات واحد کی، (۳) حکمت، چنانچہ سورہ انبیاء (پ ۱۷، ع ۶، آیت ۷۹) مین ہے کہ ہم نے ہر ایک کو (یعنی حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو) حکم (حکمت اور علم امور دین کا دیا ہے،

اصطلاحِ منطق مین دو تصورون کے مقابلہ کا حاصل حکم کہلاتا ہے تصور اور حکم ملا کر جو خیال ذہن مین پیدا ہوتا ہے اسکو **تصدیق** کہتے ہین، یہ حکم دو طرح کے ہوتے ہین (۱) ایجابی اور (۲) سلبی، مثلاً انسان فانی ہے (ایجابی) اور کوئی انسان کامل نہین، (سلبی) منطق کی اصطلاح مین اس شے کو جس پر حکم لگایا جائے **محکوم علیہ** اور جس بات کا حکم لگایا جائے اسکو **محکوم بہ** اور دونون کی باہمی نسبت کو **نسبت حکمیہ** کہتے ہین (استدلال ومنطق استخراجی)

الحکم الشرع سے مراد نصوص الٰہی ہین جن کی اطاعت وتعمیل ہر بالغ وعاقل مسلم پر فرض ہے،

حِکمت (ع) بالکسر، لغوی معنیٰ لگام کے ہین جس سے چوپایہ کو قابو مین رکھتے ہین، اسی سے استعارہ کرکے اصطلاحی معنی حکمت کے علم یا عمل کے لئے گئے ہین جو انسان کو بیجا باتون ... ہین ...

قابو مین رکھتے ہین اور چیزون کے احوال سے جیسے کہ وہ نفس الامری مین ہین واقفیت بہم پہنچا کر نفس انسانی کو اس حدِ کمال پر پہنچا دیتے ہین جو فطرۃً اسکو مطلوب ہے، حکمت کی جمع حِکَم (بالکسر اول وفتح ثانی) آتی ہے،

اصطلاحِ قرآن مین حکمت سے مراد سچ بولنا اور نیک کام کرنا ہین جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ سے متبادر ہوتا ہے کہ جس شخص کو حکمت عطا کی اسکو خیر کثیر دی گئی (سورہ بقرپ ۳ ع ۷، ۳، آیت ۲۷۲) مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہین کہ قرآن کریم کی اصطلاح مین لفظ حکمت سے مقصود سنت و اسوۂ انبیا علیہم السلام ہین چنانچہ "اٰتینٰھم الکتاب والحکمۃ" (دی ہم نے ان کو کتاب اور حکمت) مین "کتاب" وحی متلو پر اور "حکمۃ" اس نبی کی منہاجِ عمل وسنت پر دلالت کرتے ہین (ماخوذ از تذکرہ)

علم حکمت کے اصل اصول تین ہین (۱) **علم طبعی** (۲) **علم ریاضی** (۳) **علم الٰہی**، ان مین سے (۱) **علم طبعی** سے مراد وہ علم ہے جس مین ان امور سے بحث ہوتی ہے جو تعقل اور وجود خارجی مین مادہ کے محتاج ہین، پس موضوع اس علم کا جسم طبعی ہے، اس حیثیت سے کہ مستعدِ حرکت وسکون ہو،

(۲) علم ریاضی وہ علم ہے کہ اس مین اُن اُمور سے بحث ہوتی ہے جو صرف وجود خارجی مین مادہ کے محتاج ہین جیسے مقدار وعدد خاص، اس علم کو علم اوسط بھی کہتے ہین کیونکہ وہ موجودات جن سے علم ریاضی مین بحث کی جاتی ہے، نہ تو مادہ سے بالکل مجرد ہوتے ہین اور نہ بالکل متعلق، (۳) علم الٰہی وہ علم ہے جس مین ایسے موجود سے بحث کی جائے، جو اپنے وجود مین محتاج مادہ کا کسی طور پر (یعنی خارج یا ذہن مین) نہ ہو اور اسکا وجود ازروئے عقل ثابت ہو جیسے باری تعالیٰ وعقول،

بعض اعتبارات سے علوم حکمیہ کو اولاً دو قسمون مین منقسم کیا گیا ہے، ایک علمی دوسرا عملی، (۱) حکمت علمی، مین حقائقِ موجودات کا تصور ہوتا ہے، اس کو حکمت نظری بھی کہتے ہین (۲) حکمت عملی سے مراد نوع انسان کے حرکات ارادی وافعال صناعی کی مصلحتون کا جاننا اس طرح پر کہ جس سے نوع انسان کے امور معاش ومعاد کا انتظام درست ہو سکے، قسم اول یعنی حکمت نظری کی پھر تین قسمین اور کی ہین، (۱) علم ما بعد الطبیعۃ (۲) علم ریاضی (۳) علم طبعی، ان مین (۱) علم ما بعد الطبیعۃ کے اصول دو علوم ہین (الف) علم الٰہی (ب) علم فلسفہ اور فروع کئی ہین مثل علم معرفت، علم نبوت، علم امامت، علم معاد وغیرہ (۲) علم ریاضی کے چار اصول ہین (الف) علم ہیئت (ب) علم ہندسہ (ج) علم عدد (د) علم موسیقی، اور فروع کئی ہین مثل علم مرایا وعلم جرِ اثقال وغیرہ (۳) علم طبعی کے اصول آٹھ علوم ہین، (الف) علم سماع طبعی (ب) علم السماء والعالم (ج) علم کون وفساد (د) علم آثار علوی (ر) علم معادن (س) علم نباتات (ص) علم حیوانات (ط) علم نفس اور فروع کئی ہین مثل علم طب، علم احکام نجوم وعلم فلاحت وغیرہ،

واضح رہے کہ علم منطق کو حکما، علومِ حکمت مین داخل نہین کرتے لیکن اس علم کو دیگر علوم کی تعلیم کے لئے آلہ تسلیم کرتے ہین اور اسکا تذکرہ حکمت نظری کے تحت مین کیا جاتا ہے، علم منطق کی تین قسمین ہین، (الف) علم تہذیب اخلاق (ب) علم تدبیر منازل (ج) علم سیاست مدن (ماخوذ از غیاث اللغات وفلسفہ اسلام جلد اول)

اصطلاحِ تصوف مین حکمت سے مراد ہے جاننا حقائقِ اشیاء کو اور ان کے اوصاف، خواص اور احکام کو جیسے کہ نفس الامر مین ہین اور جاننا ارتباطِ اسباب کا ساتھ مسببات کے اور عمل کرنا موافق اُسکے اور جاننا حقائق الٰہی اور علم عرفان کا ساتھ اصول ونکات کے شرح وبسط کے ساتھ بغیر لغزش کے (کنوز اسرار القدم)

حضرات صوفیہ کے نزدیک حکمت کی چار قسمین ہین (۱) **حکمت المنطقہ** یعنی وہ جہری اور علانیہ حکمت جو قرآن مجید یا سلوک تصوف مین بیان کی گئی ہے (۲) **حکمت المسکوتہ** یعنی وہ مخفی اور پوشیدہ حکمت جو صرف حضرات صوفیہ ہی کو معلوم ہے عام انسان اس سے بے بہرہ ہین (۳) **حکمت المجهولہ** یعنی وہ حکمت جسکا علم نہین دیا گیا یعنی خالق برحق کے وہ افعال جنکی مصلحت مخلوق پر ظاہر نہین کی گئی (۴) **حکمت الجمیع** یعنی حق کا علم اور باطل کا احساس (ماخوذ از ڈکشنری آف اسلام بحوالہ مصطلحات کاشی)

حکمیہ، ہشام بن کندی شیبانی کوفی کے اصحاب حکمیہ کہلاتے ہین، ہشام کا قول ہے کہ صانع اور مصنوعات کے درمیان کوئی مشابہت ضروری نہین، آپ کا یہ بھی قول ہے کہ ارادہ الٰہی ایک حرکت ہے جو نہ اسکی عین ہے نہ غیر، حکمیہ کو **ھشامیہ** بھی کہتے ہین (مذاہب الاسلام)

حکیم (ع) دانا، عقل مند، اسکی جمع حکماء آتی ہے، اصطلاح مین حکیم اسکو کہتے ہین جو اشیاء کی ماہیت اور نظام عالم کی نوعیت سے واقف ہو اور قوانین و افعال فطرت پر غور کرتا ہو اور صاحب حجت قطعیہ ہو پس ظاہر ہے کہ حکیم کی رائے فقط اس کی دماغی اختراع ہے، اگر یہی رائے علاوہ زبدۂ عقلیات ہونے کے موید بالنور الالٰہی بھی ہو تو وہ نبی کی رائے کہلاتی ہے اور ظاہر ہے کہ جو نتائج حسنہ نبی کی تعلیم سے پیدا ہو سکتے ہین حکیم کی تعلیم سے ان کا وجود محال ہے،

اشیاء کی ماہیت کو حکماء سلف دو طریقون سے معلوم کرتے تھے، ایک طریقہ تو یہ تھا کہ اشیاء کی حقیقت دلیل اور علامت کے توسط سے دریافت کی جاتی تھی اس طریقہ پر جو حکماء کاربند تھے **مشائین** کہلاتے تھے، حکماء مشائین کا سرخیل ارسطو یعنی ارسطاطالیس ہے، دوسرا طریقہ یہ تھا کہ روشنی باطن کے سبب سے جو مکاشفہ اور مراقبہ کے باعث حاصل ہوتی تھی حقیقت اشیاء کا علم معلوم کر لیا جاتا تھا، اس جماعت کے حکما کو **اشراقیون** یا **اشراقین** کہتے تھے، افلاطون حکمائے اشراقی کا خاتم ہے، چونکہ صوفیہ مین حکماء اشراقی کا انداز پایا جاتا تھا، اسی وجہ سے اُن کو ابتداء مین "سوفی" یعنی حکیم کہتے تھے، رفتہ رفتہ "سوفی" سے "صوفی" ہو گیا،

شرح اشراق الحکمت مین حکماء کے دس مراتب بیان کئے گئے ہین، ان مین سے مندرجۂ ذیل دو مراتب خاص کر قابل ذکر ہین،

(۱) حکماء الٰہی جنکو مکاشفات صوری و معنوی حاصل ہوتے ہین مثلاً انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ وغیرہم (۲) حکماء عقلیین جو دلائل سے کام لیتے ہین متقدمین سے مشائین کا یہ مذہب تھا اور

متاخرین مین سے فارابی، اور بوعلی سینا کا مذہب ہے جو حکماء مشائین کے متبعین مین سے ہین،

لغوی اعتبار سے حکیم کا اطلاق فلسفی پر ہونا چاہیے لیکن ہندوستان مین ان لوگون کا لقب حکیم ہو گیا ہے جو فن علاج کے ماہر ہون اور صحت انسانی کے محفوظ رکھنے اور بیماریون کے دفع کرنے کی تدبیر جانتے ہون،

صوفیہ کے نزدیک حکیم ان برگزیدہ ہستیون مین سے ہے جو اصلاح حال اور تہذیب نفس کے لئے منتخب کی جاتی ہین،

الحلیم باری تعالیٰ کے اسماء مبارکہ مین سے ایک اسم ہے، یہ اسم قرآن مجید مین متعدد مقامات پر آیا ہے مثلاً

(۱) سورہ بقر (پ اول، ع ۱۵، آیت ۱۲۳) تو سب چیزون پر غالب اور حکمت والا ہے،

(۲) سورہ آل عمران (پ ۳، ع ۶، آیت ۵۵) اور کسی کی بندگی نہین سوائے اللہ کے اور اللہ جو ہے زبردست حکمت والا،

حکیم بن حزام آپ کی کنیت ابو خالد ہے، ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے آپ بھتیجے ہین، واقعہ فیل سے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے، فتح مکہ کے وقت ایمان لائے، ایک سو بیس برس کی عمر پائی، جس مین سے ساٹھ سال کفر مین اور ساٹھ سال اسلام مین گذرے، سنہ ۵۴ھ ۶۷۴ء مین بمقام مدینہ وفات پائی،

حَلّ (ع) بالفتح و تشدید لام، حدود حرم یعنی بیت اللہ سے باہر جو مقام ہے اس کو حل کہتے ہین (دیکھو ح)

حَلّاج (ع) بالفتح و تشدید لام و جیم، روئی دھکنے والا،

حلاج لقب ہے حسین بن منصور کا، اس لقب کی وجہ تسمیہ غیاث اللغات مین یہ لکھی ہے کہ ایک دن منصور نے کسی روئی دھکنے والے کی روئی اپنی کرامت سے تھوڑی دیر مین دھنک دی تھی، چونکہ منصور نے انا الحق کا دعویٰ کیا تھا اس لئے سنہ ۳۰۹ھ ۹۲۱ء مین دار پر کھینچ دئے گئے، (منصور)

حَلّاجیہ فرقہ علاہ کی ایک شاخ حلاجیہ بھی ہے، شیخ ابن بابویہ اپنے رسالہ اعتقاد مین لکھتے ہین کہ حلاجیہ کا اعتقاد تو یہ ہے کہ خدا تعالے بندون پر بسبب عبادت کے تجلی فرماتا ہے لیکن عمل ان کا ترک نماز و روزہ اور جملہ فرائض ہے، ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ خدا تعالیٰ بندون مین حلول کرتا ہے، یہ فرقہ جداگانہ فرقہ ہے متبعین منصور حلاج سے (مذاہب الاسلام)

حلال (ع) مباح، جائز،

حلال ماخوذ ہے حلّ سے جس کے معنی گرہ کھولنے کے ہین، پس حلال کے معنی ہوئے وہ چیز جو کھول دی گئی یا آزاد کردی گئی، جو شخص حالت احرام سے باہر نکل آئے اُسے بھی **حلال محل** کہا جاتا ہے،

اصطلاح شریعت مین حلال وہ ہی جس سے شریعت نے روکا نہین ہے یعنی اسکی اجازت دی ہے، غرضکہ حلال ضد ہے حرام کی (دیکھو حرام)، ترجمہ درمختار مین بحوالہ بطلیموسی لکھا ہے کہ حلال کے اصول دس ہین، (۱) تجارت بشرط صدق و راست گوئی، (۲) امارۃ بشرط خیر خواہی ملک (۳) ہدیہ و تحفہ برادر متقی کا (۴) میراث اصل طیب سے یعنی وہ ترکہ جو اس مال سے چھوڑا گیا ہو جو حلال طریقہ سے حاصل کیا گیا ہے (۵) غلہ خود رو یعنی وہ غلہ جو حلال طریقہ سے حاصل کیا گیا ہو (۶) خمس غنیمت کا جب کہ عدل و انصاف سے اسکی قسمت ہوئی ہو، (۷) خشکی کا شکار (۸) دریا کا شکار (۹) سُوال کرنا سخت ضرورت کے وقت (۱۰) احیاء موات (ترجمہ درمختار، کتاب الحظر والاباحہ)

وہ شخص جو احرام سے باہر آگیا ہو **حلال** کہلاتا ہے، لغوی اعتبار سے ایسے شخص کو **حالّ** کہنا چاہئے تھا لیکن عرف مین حلال کہتے ہین،

و مباح ہو۔

حلف (ع) بفتح اول، بالکسر اول بھی صحیح ہے، سوگند، قسم، عہد،

حلف اصل مین اُس عہد کو کہتے ہین جو قوم کے درمیان ہوا اور چونکہ ایسا عہد قسم پر لیا جاتا ہے، اسلئے حلف ایسی قسم کو کہنے لگے جس پر عہد لیا جائے، پھر ہر ایک قسم پر یہ لفظ بولا گیا، ایک قول حلف بمعنی یمین کی وجہ تسمیہ مین یہ بھی آیا ہے کہ یمین کے معنی قوت کے ہین اور قسم کھانے والا بسبب قسم کے قوت حاصل کرتا ہی فعل یا ترک پر،

قسم کو موکد کرنے کا ایک قاعدہ زمانہ جاہلیت مین یہ بھی تھا کہ ایک پیالہ مین ہاتھ ڈبوتے جس مین کوئی رنگ یا خون بھرا ہوتا،

حلف الفضول، حرب فجار کے بعد مکہ معظمہ مین چند نیک لوگون نے ایک جماعت قائم کی، اور اسکا مقصد ظلم و ستم کی بیخ کنی رکھا، چونکہ اس قسم کی ایک جماعت بنی جرہم کے عہد مین بھی مظلومین کی حمایت کے لئے قائم ہوئی تھی، جس کے بانی تین آدمی تھے، اور تینون کا نام فضل ہونے کے باعث وہ جماعت فضول کہلاتی تھی پس اس اتحاد مقصد کی بنا پر اُس

جماعت کو بھی جو حرب فجار کے بعد قائم ہوئی حلف الفضول کہنے لگے، آنحضرت صلعم بھی جنکا سن شریف اس وقت بیس سال کا تھا اس جماعت کے رکن تھے، بعض مورخین کی تحقیق مین حلف الفضول کے بانی مبانی اولاد بنی ہاشم و بنی اسد و بنی تمیم مین سے چند نیک آدمی تھے، اور ان کا پہلا اجلاس عبداللہ ابن جدعان کے مکان پر ہوا تھا،

حلف نامہ، تحریری نوشتہ جو قسم کے ساتھ موکد ہو حلف نامہ کہلاتا ہے،

حلیف، قسم کھا کر عہد کرنے والا، ظہور اسلام سے قبل ملک عرب مین ہر طرف لوٹ مار اور کشت و خون کا بازار گرم رہتا تھا، اس لئے سیاسی ضروریات اس امر کی مقتضی تھین، کہ قبائل باہم دگر امداد اور کمک کے لئے دوست بنائے جائین یہی دوست بنانے کی رسم محالفہ سے پوری ہوتی تھی، یعنی دو قبیلون کے مرد باہم ملکر قسم کھاتے تھے کہ ہر امر مین ایک دوسرے کا ساتھ دین گے، اور ایک دوسرے کی پشت پناہی کرین گے، جن دو قبیلون مین اس طرح محالفہ ہو جاتا تھا وہ ایک دوسرے کے حلیف کہلاتے تھے،

حلق (ع) بالفتح اول وسکون ثانی، مونڈنا بالون کا،

ایام حج مین سر منڈانا افضل ہے بال کترانے سے امام مالک اور امام محمدؒ کہتے ہین کہ سارا سر منڈایا جائے لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک چوتھائی سر منڈانا بھی کافی ہے، عورت کو چاہیئے کہ بال کترائے اسکا سر منڈانا منع ہے، فقہاء امامیہ کے نزدیک کچھ بال منڈوانا واجب ہے عورتون کو سر منڈوانا جائز نہین،

حِلم (ع) بالکسر وسکون لام، آہستگی کرنا، غصہ کا پی جانا۔

حدیث مین ہے کہ دو خوبیان ہین جنکو خدا دوست رکھتا ہے، ایک خوبی غصہ کا پی جانا (حلم) اور دوسری خوبی امور مین تامل کرنا (مشارق الانوار)

حلم کی تعریف علمائے اخلاق نے ان الفاظ مین کی ہے کہ حلم نام ہے ایک کیفیت نفسانیت کا جس کا اقتضاء یہ ہے کہ نفس مطمئن رہے اور غضب کے ہیجان سے بے قابو نہ ہو جائے، ایک بزرگ کا قول ہے کہ **حلیم** وہ شخص ہے جو قدرت ستم رکھتا ہو اور نہ کرے،

الحلیم اسماء باری تعالے مین سے ایک اسم ہے جس سے مراد ہے بندون کو عذاب مین ڈھیل کرنے والا، سورہ آل عمران (پ ۴، ع ۶ آیت ۱۴۹) مین ہے کہ تحقیق معاف کیا اللہ نے ان کو، بے شک

اللہ بخشنے والا اور تحمل والا (حلیم) ہے،

حُلم (ع) بالضم، بفتحتین بھی صحیح ہے، خواب
اُس کی جمع احلام آتی ہے، حُلم کے معنی بلوغت کے
بھی آئے ہین،

خواب کی مختلف حالتون کے اعتبار سے جو
اصطلاحین مقرر کی گئی ہین وہ (۱) حلم، (۲)
منام اور (۳) رویاء ہین، ان مین سے، (۱)
حلم خواب بد کو (۲) منام معمولی خوابون کو
اور (۳) رویاء خواب نیک کو کہتے ہین، حلم
کی مزید تشریح احلام کے تحت مین بیان کی گئی ہے

حُلول (ع) بفتحتین، اترنا (۲) کسی چیز
کے وعدہ کا پہنچنا (۳) قربانی کا قربان گاہ پر پہنچنا،
(۴) واجب ہونا (۵) ایک چیز کا دوسری چیز
مین اسطرح گھس جانا کہ تمیز نہ ہو سکے (لغات کشوری)
جو حلول کرتا ہے اسکو حال کہتے ہین اور جس مین
حلول کرتا ہے وہ محل کہلاتا ہے (غیاث اللغات)
حلول کی دو قسمین ہین (۱) سریانی و (۲)
طریانی، ان مین سے (۱) حلول سریانی
وہ ہے کہ اجزائے حال (حلول کرنے والے اجزاء)
اجزائے محل (جائے حلول) مین آجاوین جیسے شکر
کا پانی مین گھل جانا اور (۲) حلول طریانی
وہ ہے کہ اجزائے حال اجزائے محل مین اوپر
بلکہ مجموع در مجموع رہین،

اسلام کے دو بڑے فرقے اہل تسنن و امامیہ اثنا
عشریہ کا اعتقاد ہے کہ ذات باری حلول سے منزہ
ہے، دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ حلول اگر بسبب احتیاج
کے ہے تو وہ (باری تعالیٰ) محتاج نہین، اور اگر
بلا احتیاج کے ہے تو فعل عبث ہے جو اسکی ذات کے
لئے قبیح ہے، علاوہ ازین حلول کے لئے مکان و جہت
کی بھی احتیاج ہوتی ہے اور یہ چیزین عوارض اجسام
مین سے ہین، اور ذات باری جسم سے پاک ہے،

حلول کے قائل دو قسم کے لوگ ہین، پہلی
قسم مین وہ لوگ داخل ہین، جو خدا تعالیٰ کو چند
مخصوص اور مقدس ہستیون مین حلول کیا ہوا
مانتے ہین مثلاً نصاریٰ جنکا اعتقاد ہے کہ خدا تعالیٰ
نے حضرت عیسیٰ مین حلول کیا ہے یا اہل ہنود جنکا
عقیدہ ہے کہ شری کرشن مین ذات باری نے حلول
کیا ہے، یا اسمٰعیلیہ شیعہ جو حضرت علی رضی مرتضیٰ اور دیگر
ائمہ جلیل القدر مین ذات باری کو حلول کئے ہوئے مانتے ہین،

دوسری قسم مین وہ لوگ ہین جو خدا تعالیٰ
کا اتحاد اور حلول صرف خاص خاص ہستیون مین
منحصر نہین سمجھتے بلکہ مخلوق مین حتیٰ کہ کتون اور

سورون مین اور ہر قسم کی بلند چیزون مین اس (ذات
باری تعالی) کو حلول کئے ہوئے تسلیم کرتے ہین جیسے
جہمیہ اور ان کے متبعین اتحادیہ،

اسلام مین سب سے پہلے حلول کا عقیدہ عبد اللہ
بن وہب بن سبا المعروف بہ ابن سبا نے پیدا کیا جو
جو حضرت علی مرتضےٰ مین خدا تعالےٰ کے حلول کا قائل
تھا جب آنجناب کو اسکو اس عقیدہ کی اطلاع ہوئی
تو آپ نے مدین کی طرف اسکو نکلوا دیا،

صوفیہ کے نزدیک حلول اور اتحاد مرادف
الفاظ ہین، جن سے مراد سالک کا حق سبحانہ تعالے
کی ہستی مین مستغرق ہو جانا ہے (دیکھو اتحاد)

حلیمہ، نام ہے آنحضرت صلعم کی دایہ کا
جو قبیلہ بنی سعد سے تھین، آپ ابو ذویب کی دختر اور
حارث بن عبد العزےٰ کی زوجہ تھین،

حضرت حلیمہ سعدیہ زمانہ نبوت مین آنحضرت صلعم
کے پاس تشریف لائین تو آپ کھڑے ہو گئے اور
اپنی مبارک چادر اُن کے بیٹھنے کے لئے بچھادی، غزوۂ
حنین (۸ھ ۶۲۹ع) کے قیدیون مین شیما حضرت حلیمہ کی
دختر اور آنحضرت صلعم کی رضاعی بہن بھی گرفتار ہو کر
آئین تو آپ ص نے اپنی چادر زمین پر بچھا کر ان کو نہایت
عزت سے بٹھایا اور اختیار دیا کہ خواہ وہ حضور کے
پاس ٹھہرین یا اپنی قوم مین واپس چلی جائین، شیما
نے وطن کی واپسی کی خواہش ظاہر کی اور حضور صلعم
نے نہایت عزت و احترام کے ساتھ ان کو
رخصت کیا،

حِمیٰ (ع) بالکسر نگاہ رکھی ہوئی چیز،
اصطلاح مین اس زمین کو کہتے ہین جس مین
گھانس جانورون کے لئے رد کی جائے یعنی
چراگاہ،

حمار (ع) بالکسر اول، گدہا، اس کی جمع حمیر آتی
ہے، کبھی کبھی مادہ پر بھی حمار کا اطلاق کر دیا جاتا ہے،
قران مجید مین بتلایا گیا ہے کہ
(۱) گدہا اُن حیوانات مین سے ہے جو انسان کے
آرام و آسایش کے لئے پیدا کئے گئے ہین (دیکھو
سورہ نحل (پ ۱۴، ع اول، آیت ۸)
(۲) گدہا نہایت ہی کریہ الصوت جانور ہے،
دیکھو سورہ لقمان (پ ۲۱، ع ۲، آیت ۱۸)
(۳) عالم بے عمل گدہے کی طرح ہے، جس پر کتابین
لدی ہوئی ہین دیکھو سورہ جمعہ (پ ۲۸، ع اول،
آیت ۵)

فقہاء کا اتفاق ہے کہ پالو گدہا حلال نہین لیکن
وحشی گدہا جس کو گور خر کہتے ہین حلال ہے، پالو گدہا

وحشی ہو جانے پر بھی حرام رہتا ہے، اور گورخر مانوس ہو جانے پر بھی حرام نہین ہوتا، (ترجمہ درمختار کتاب الذبائح) اہل تاریخ کا بیان ہے کہ غزوۂ خیبر (سنہ ۷ھ ۶۲۸ء) مین جن جانورون کے حرام ہونے کا اعلان کیا گیا تھا ان مین گدہا بھی شامل ہے، فقہائے امامیہ کے نزدیک گدہا مکروہ ہے، (تحفۃ العوام مطبوعہ یوسفی پریس)

ان ضرب المثلون مین سے جو عربون مین مشہور ہین ایک "عشر تعشیر الحمار" بھی ہے، علامہ جوہری لکھتے ہین کہ اس مثل کے معنی تو ہین ایک مرتبہ دس آواز دے" لیکن اس مثل کے وجود مین آنے کا سبب وہ رواج ہے جو عرب جاہلیت مین معمول بہ تھا یعنی جب کسی شہر کی وباے اندیشہ ہوتا تو اس شہر مین داخل ہونے سے قبل دس آوازین گدہے کی مانند دیتے تھے، باین عقیدہ کہ یہ عمل ان کو وبا کے ضرر سے محفوظ کر دے گا،

ترجمۂ حیوٰۃ الحیوان دمیری مین ہے کہ گدہے کو خواب مین دیکھنا ولد، غلام اور خیر پر دلالت کرتا ہے اور کبھی سفر پر، جس شخص نے اپنے گدہے کی دم بہت لمبی دیکھی تو اس کی دولت کو بقا حاصل ہوگا، اور اسکا جاہ و مرتبہ زیادہ ہوگا" اگر عورت خواب مین دیکھے کہ اسکا گدہا مر گیا ہی تو اسکا شوہر یا تو مر جائے گا، یا اس کو طلاق دیگا،

الحمار لقب ہی مروان کا جو بنی اُمیہ کا آخری خلیفہ تھا، اور جسکو ۱۳۲ھ ۷۴۹ء مین بمقام ذات السلاسل بنی عباس نے قتل کر دیا،

اس لقب کی وجہ تسمیہ مین تین قول مروی ہین، اول یہ کہ عرب کے نزدیک حمار (گدہا) تحمل شدائد و مقاسات مین ضرب المثل ہے چنانچہ یہ مثل کہ "فلان اصبر من الحمار" اس قول پر شاہد عادل ہے، چونکہ مروان کو اپنے عہد خلافت مین ہمیشہ مصائب پیش آتے رہے، جن کو وہ نہایت صبر وسکون سے برداشت کرتا رہا، لہذا حمار کے نام سے موسوم ہوا (کشف الحقائق) دوم یہ کہ مقام ذات السلاسل پر جب کہ عبد اللہ بن علی عباسی کے مقابل مین صفوف جنگ آراستہ تھیں مروان کو پیشاب کی حاجت ہوئی اور وہ رفع حاجت کے لئے گھوڑے سے اترا اس کا گھوڑا بھڑک کر لشکر کے اندر صفوف میں گھس گیا، لشکر مین باین خیال کہ مروان کو کوئی

حادثہ پیش آیا کھلبلی پڑ گئی، اور وہ بھاگ نکلے اور یہی باعث شکست کا ہوا، چنانچہ ایک ظریف نے یہ فقرہ چست کیا "ذَھَبَ الدولۃ ببولۃ" یعنی ایک پیشاب کرنے مین بادشاہت جاتی رہی، ممکن ہے کہ ایسی حماقتون کے باعث اسکو حمار (احمق) کہتے ہون (کشف الحقائق) سوم یہ کہ صاحب سنین اسلام لکھتے ہین کہ "حمار" زبان عرب مین ایک صدی کو کو کہتے ہین، چونکہ دمشق کے قبضہ سے مروان کے عہد تک حکومت بنی امیہ کو سو برس گذر گئے تھے اس لئے اسکا لقب حمار ہو گیا،

ذوالحمار گدہے کا مالک،

ذوالحمار لقب ہے اسود عنسی کا جو مدعیان نبوت مین سے تھا، اور ۱۱ھ ۶۳۲ع مین قتل ہوا (دیکھو اسود عنسی)

حُمالہ (ع) خون بہا، قتل نفس کا تاوان (منتہی الارب)

حُمّیٰ (ع) بالضم و تشدید میم تپ، بخار،

حُمّیٰ اصل مین وہ حرارت ہے جو گرم جوہر مثل آگ یا آفتاب سے پیدا ہوتی ہے، لیکن اُس حرارت پر بھی جو بدن مین قوت حارہ سے پیدا ہو حُمّیٰ کا اطلاق کیا جاتا ہے،

اطباء کے نزدیک حمی ایک گرمی ہے کہ اولاً دل مین پیدا ہوتی ہے اور اوردہ کی یعنی ان رگون کی راہ سے جو جگر مین اوگتی ہین بتوسط روح اور خون کے کل جسم مین منتشر ہو جاتی ہے، حمی کے اقسام بہت ہین، جن مین سے حُمّیٰ یوم یعنی تپ یک روزہ اور حمّیٰ خلطی اور دق زیادہ مشہور ہین، اگر حرارت کا تعلق دل اور روح کے ساتھ ہو تو وہ **حمّیٰ یوم** ہے اور اگر اخلاط کے ساتھ ہو تو وہ **حمّیٰ خلطی** ہے اور اگر جرم اعضاء کے ساتھ ہو تو **دق** ہے (ماخوذ از طب احسانی)

حمالۃ الحطب لغوی معنی لکڑیون کی اٹھانے والی کے ہین، محاورے مین چغلخور یعنی غماز کو کہتے ہین،

سورہ تبت (پ ۳۰) مین حمالۃ الحطب کے خطاب سے ابولہب کی بی بی کو مخاطب کیا گیا ہے، تفسیر الفرقان کے مقدمہ مین اس تخاطب کی تین وجہین لکھی ہین، ایک تو یہ کہ چغلی کے اعتبار سے اسکو حمالۃ الحطب کہا گیا، دوسرے یہ کہ وہ آنحضرت صلعم کی عبادت گاہ مین کانٹے بچھاتی تھی، سوم یہ کہ وہ ایک پریشان حال عورت تھی، تفسیر

عمدۃ البیان مین ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ وہ گناہون
کے بوجھ اٹھانے کے باعث دوزخ کا ایندھن اپنے سر
پر اٹھانے والی ہوگی،

حمام (ع) بفتح، کبوتر، یہ لفظ جمع اور واحد
دونون مین مستعمل ہے، اگر جمع بنانا ہی منظور ہو تو
حمائم ہوگی،

عرب بولتے ہین "امن من حمام الحرم
والف من حمام مکہ" یعنی وہ شخص زیادہ
مامون ہے حرم کے کبوترون سے اور زیادہ الفت رکھنے
والا ہے مکہ کے کبوترون سے' اگر ان کو کسی فعل قبیح
کی طرف اشارہ کرنا منظور ہوتا ہے تو کہتے ہین،
تقلد ھا طوق الحمامہ یعنی اس کی گردن
مین کبوتر کا سا طوق پڑ گیا کہ علٰحدہ نہین ہوتا،

ترجمہ حیوۃ الحیوان دمیری مین ہے کہ کبوتر
کو خواب مین دیکھنے کی تعبیر رسول امین یا صادق
دوست کے ملنے سے دیتے ہین، اور اکثر اوقات کبوتر
کا خواب مین دیکھنا دلالت کرتا ہے عورت مبارک
اور خوبصورت پر،

کبوتر عربون کا بلبل ہے، جو وقعت ہندوستان
مین کوئل اور پپیہے کو حاصل ہے وہی عرب مین کبوتر
کو حاصل ہے اور ان کے مذاق مین کبوتر عشق بازی
کی مجسم تصویر ہے،

قرون ماضیہ مین کبوتر سے خبر رسانی کا کام بھی
لیا گیا ہے، یونان اور روم وہ مملکتین ہین جن مین
اول اول کبوترون سے یہ خدمت لی گئی، عہد اسلام
مین خلفاے عباسیہ نے بھی کبوترون سے پیغام رسانی
کا کام لیا، علامہ مسعودی کی روایت سے ثابت
ہوتا ہے کہ جب خلیفہ معتصم باللہ (۲۱۸ھ ۸۳۳ء لغایت ۲۲۷ھ ۸۴۱ء)
نے مالک کے مقابلہ مین فتح پائی تو بغداد مین سب سے
پہلے یہ خبر کبوتر لایا تھا، اس واقعہ کے بعد سے یہ سلسلہ
برابر جاری رہا، یہان تک کہ نورالدین زنگی نے
۵۶۷ھ ۱۱۷۱ء مین اپنی وسیع قلمرو مین پیغام رسانی کا کام
کبوترون سے لیا، تمام ملک مین جا بجا چوکیان قائم
کی گئین، اور کبوترون کی غور و پرداخت اور ان
سے پیغام رسانی کا کام لینے کے لئے ایک وسیع
محکمہ قائم ہوا، چوکیون پر جو اخبار نویس مقرر تھے
ان کو حکم تھا کہ جب کوئی غنیم اس چوکی پر حملہ آور ہو
یا کوئی ضروری یا اہم واقعہ پیش آئے تو فوراً ایک
کاغذ کے پرزے پر اس خبر کو لکھے اور اگلی چوکی کے
کبوتر جو اسکے پاس رہتے ان مین سے ایک کے بازو
مین وہ کاغذ کا پرزہ باندھ کر چھوڑ دے، کبوتر نہایت
تیزی سے اُڑتا اور سیدھا اگلی چوکی پر پہنچ جاتا جو اس

کبوتر کا اصلی مقام ہوتا تھا، اس چوکی کا نگہبان اس کبوتر
کے بازو سے کاغذ کھولکر دوسرے کبوتر کے بازو مین
باندھ دیتا جو اُس سے اگلی چوکی کا ہوتا تھا اسی طرح منزل
بمنزل ایک کبوتر کا کاغذ کھولا جاتا اور دوسرے
کبوتر کے بازو مین باندھ دیا جاتا، اس طرح نورالدین
کے پاس نہایت سرعت سے خبر پہنچ جاتی اور عملی
کارروائی شروع ہو جاتی یہ کبوتر **مناسیب**
کہلاتے تھے،

خلفاء فاطمیہ مصریہ نے بھی مصر مین نامہ بر کبوترون
کی غور و پرداخت کا ایک مستقل محکمہ قائم کر رکھا تھا،
بہت سے دفتر تھے جن میں کبوترون کے نسب نامے
درج ہوتے تھے ناصر الدین اللہ نے بھی جو بغداد
کے اخیری خلفاء مین نامور رہوا ہے ۵۹۱ھ ۱۱۹۴ء مین نامہ بر
کبوترون کے لئے ایک وسیع محکمہ قائم کیا اور اپنے
قلمرو مین اخبار نویس پھیلا دئے اعلیٰ نسل کے کبوتر
نہایت تلاش اور تحقیق سے خرید کئے جاتے اور
کتابون مین ان کے نسب نامے نہایت غور اور
تفتیش سے لکھے جاتے، اعلیٰ نسل کا ایک کبوتر ہزار
دینار (پانچ ہزار روپیہ) تک قیمت پاتا،

قاضی محی الدین بن عبد الظاہر نے ایک مستقل
کتاب نامہ بر کبوترون کے حالات میں لکھی ہے،
جسکا نام تمائم الحمائم ہے، علامہ جلال الدین سیوطی
نے **حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر
والقاہرہ** مین نہایت دلچسپ باتین اس
کتاب سے نقل کی ہین، وہ لکھتے ہین کہ خبر جس کاغذ
پر لکھی جاتی اور جسکو کبوتر کے بازو سے باندھا جاتا
اُس کو **ورق الطیر** کہتے تھے جو ایک خاص
قسم کا کاغذ ہوتا تھا،

آئینِ سلطنت تھا کہ جب کبوتر آسمان سے
شاہی محل پر اُترتا تو فوراً خلیفہ کو خبر کی جاتی اور
خود خلیفہ خبر کے پڑھنے مین ایک ساعت بھی توقف
نہیں کرتا، المختصر یہ کہ کبوترون کی ڈاک مصر و
شام مین نورالدین زنگی کے وقت سے حاکم
بامر اللہ کے زمانہ تک یعنی دو سو برس تک برابر جاری
رہی (ماخوذ از نظام الملک طوسی)

حمّام (ع) بالفتح اول و تشدید الثانی، نہانے
کی جگہ جو گرم ہوتی ہے،

حمام کا رواج بہت قدیم ہے، خداے یونان
کے اساطیر مین اسکا ذکر ہے، ہرقل (یونانی ہیرو)
کی غیر معمولی قوت حمام کی عادت کا نتیجہ تھی،

تورات مین بھی اسکا ذکر ہے، مصریون اور اسیریون
مین بھی اسکا رواج تھا، رومی بھی اُسکے عادی تھے

رومی حماموں مین ڈیوکلین اور کار کلائے حمام
زیادہ مشہور تھے، مسلمانون مین بھی حمام کا رواج
تھا اور اس کثرت سے تھا کہ خلیفہ ہارون الرشید (المتوفی
۱۹۳ھ / ۸۰۹ء) کے عہد مین صرف بغداد مین ساٹھ ہزار
حمام تھے، ممالک اسلامیہ مین اب تک حمام کا
رواج پایا جاتا ہے اور اسکا شمار مختصات تمدن
اسلامی مین کیا جاتا ہے،

عین الہدایہ (کتاب الکراہت جلد چہارم) مین
ہے کہ (۱) بدون ازار کے حمام مین جانا حرام ہے،
اگر جائے گا تو عدالت ساقط ہو جائے گی حتی کہ
توبہ کرے (۲) تنہائی مین ننگے نہانا بعض کے
نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک نہین
(۳) حمام مین ہاتھ پاؤن کا بغیر ضرورت دبوانا
مکروہ ہے لیکن گھٹنے سے نیچے اور ناف سے اوپر
مین مضائقہ نہین ہے،

ترجمہ قانونچہ مین ہے کہ حمام وہی بہتر ہے
جو پرانا ہو اور جس کی جگہ کشادہ اور ہوا پاکیزہ
ہو اور حوضون مین شیرین پانی بھرا ہو، حمام
کا افراط سے گرم ہونا مناسب نہین ہے اس لئے
کہ زیادہ گرم حمام تحلیل کرتا ہے اور بدن کو
ڈھیلا کرتا ہے، لیکن حمام کو نیم گرم بھی نہ ہونا چاہیے
کہ پسینہ جذب نہین کرتا، اس سے حمام کا گرمی و
سردی مین معتدل ہونا انسب ہے، حمام کی ہوا
گرمی پیدا کرتی ہے اور اس کے پانی سے رطوبت
پیدا ہوتی ہے، پہلا درجہ حمام کا سردی اور تری
پیدا کرتا ہے، دوسرا درجہ گرمی اور تری اور تیسرا
درجہ گرمی اور خشکی پس ہر درجہ مین حمام کے ویسا
ہی پانی استعمال کیا جائے، جو مشابہ اور مناسب
اسکی ہوا کے ہو یعنی گرم درجہ مین سرد پانی اور
سرد درجہ مین گرم پانی کا استعمال نہ کرین، خالی
شکم اور نہار موہنہ نہانا بدن مین خشکی پیدا کرتا
ہے اور شکم سیر نہانا فربہی لاتا ہے اور سُدّے
ڈالتا ہے،

حَمائل (ع) بفتح اول وکسر ہمزہ، (۱)
تلوار کا پرتلہ (۲) جو شے بغل کے نیچے لٹکائین، اسی
سبب سے چھوٹی تقطیع کے قرآن شریف کو حمائل
کہتے ہین کہ وہ گلے مین لٹکانے کے قابل ہوتا ہے
(۳) ہار (۴) تعویذ (دیکھو تعویز)

حَمد (ع) بالفتح وسکون میم، تعریف،
اصطلاح مین خدائے تعالےٰ کی عظمت وجلال
کا بیان حمد کہلاتا ہے،
حمد ایک ایسا لفظ ہے جو ہر طرح کی تعریف

[illegible] تینوں مفہوم
شامل ہین، بعض علماء کے نزدیک (۱) حمد
(۲) مدح، اور (۳) شکر مین نہایت باریک
فرق ہے مثلاً (۱) حمد وہ تعریف ہے جو فضیلت
کی وجہ سے کی جاتی ہے یعنی اُن خوبیون کے باعث
جو دوسرے کو گرویدہ بنالین (۲) مدح
وسیع ہے کیونکہ مدح اختیار سے بھی کی جاتی ہے
اور گرویدگی سے بھی (۳) شکر کسی خاص نعمت
کے حصول پر ادا کیا جاتا ہے،

قرآن مجید کا افتتاح حمد اور دعا کے ساتھ ہی
اور متعدد ہین جن مین حمد کرنے کی تعلیم دی گئی ہی،
مثلاً (۱) سورہ بنی اسرائیل (پ ۱۵، ع ۱۲، آیت ۱۱)
اور کہہ دیجئے (اے محمد صلعم) کہ حمد کرتے ہین اللہ
کی جس کے کوئی اولاد نہین اور نہ اسکا کوئی
شریک ہے سلطنت مین، اور نہ کوئی مددگار ہے
جب کہ وہ ذلیل کرے، پس اسکی عظمت کر قابل
عظمت جان کر، (۲) سورہ طٰہٰ (پ ۱۶، ع ۸،
آیت ۱۳۰) اور پڑھتا رہ خوبیان اپنے رب کی
سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے، (۳)
سورہ تغابن (پ ۲۸، ع اول، آیت اول) اُسی
کا ملک ہے اور اُسی کو تعریف زیبا ہے اور وہی
ہر چیز پر قادر ہے،

صوفیہ کے نزدیک کمالات محمود کے اظہار
کا نام حمد ہے، حمد کی تین قسمین ہین (۱) قولی (۲)
فعلی (۳) حالی، ان مین سے قولی یہ ہے کہ زبان
باری تعالے کی تعریف وثنا مین مصروف ہو اور اُن
الفاظ مین اس کی تہلیل کرے جو اس نے انبیاء
مرسلین کے توسط سے بدون کو تعلیم فرمائے ہین،
(۲) فعلی یہ ہے کہ تمام اعضائے بدن پروردگار کی
طاعت وعبادت مین مشغول رکھے جائین (۳)
حالی یہ ہی کہ انسان اپنے دل اور روح کو علمی
وعملی کمالات سے آراستہ کرے امام غزالی فرماتے
ہین کہ حمد اور شکر اُن سات گھاٹیون مین سے دو
آخری گھاٹیان ہین جنکا عبور کرنا اہل سلوک
کے لئے لازمی ہے،

الحمد للہ، سب تعریف خدا کو سزاوار ہی،
الحمد مین "الف" "لام" استغراقی ہے کلام عرب
مین جب "الف" "لام" استغراقی کسی اسم پر آتا ہی تو اُس
سے اس اسم کے تمام افراد مراد ہوتے ہین پس
حمد پر "الف" "لام" کا آنا دلالت کرتا ہے حمد کی
تمام باتون پر، یہ کلمہ قرآن مجید کی پہلی سورت کی
ابتدا مین آیا ہے، اور کلمات تحمید مین سے ہے،

مقام شکر پر بھی الحمد للہ بولتے ہین،

حُمرا (ع) بالفتح، سرخ رنگ،
اصطلاح محدثین مین حمرا اس جامہ کو کہتے ہین کہ جس مین سرخ خطوط ہون، علی ہذا القیاس خضراء وصفراء سے مراد ان کی اصطلاح مین وہ کپڑے ہین جو سبز اور زرد خطوط رکھتے ہون، اکثر محدثین کے نزدیک خالص سرخ رنگ کا پارچہ پہننا ممنوع ہے لیکن فقہای مکہ سرخ رنگ والے لباس کے جواز کے قائل ہین اور زرد رنگ کو ممنوع جانتے ہین (ماخوذ از کشاف اصطلاحات الفنون)

حمراء الاسد ایک موضع کا نام ہے جہان قریش مکہ غزوہ احد (۳ھ ۶۲۴ء) سے واپسی پر ٹھہرے اور جس مقام پر ابوعزہ جسکا نام عمرو بن عبداللہ بن عمر بن وہب بن حذافہ تھا سوتا رہ گیا اور تعاقب کرنے والے مسلمانون نے اسکو پکڑ لیا تھا چونکہ وہ غزوۂ بدر مین بھی اسیر ہوا تھا اور بلا فدیہ رہا کر دیا گیا تھا اسلئے اس مرتبہ قتل کر دیا گیا،

حُمرہ (ع) بالفتح وسکون میم، سرخی،
اطبا کے نزدیک صفراوی ورم کو حُمرہ کہتے ہین، فارسی میں اس ورم کا نام سرخ بادہ ہے
(۲) رمل کی سولہ شکلون مین سے ایک شکل کا نام حمرہ بھی ہے، اس کی صورت یہ ہے
(جامع العلوم)

حَمزَہ (ع) بالفتح، (۱) شیر درندہ (۲) نام ہے آنحضرت صلعم کے چچا کا، آپ کی کنیت ابو یعلی ہے اور بعض لوگ ابوعمارہ بتلاتے ہین، آپ سابقین الاسلام مین سے تھے، آپ کو شکار اور سپاہ گری کا بہت شوق تھا، اور قریش مین بسبب خلیق اور متواضع ہونے کے آپ کی قدر و منزلت بہت تھی، آپنے غزوۂ بدر (۲ھ ۶۲۳ء) مین مشرکین سے خوب جنگ کی اور غزوۂ اُحد (۳ھ ۶۲۴ء) مین بھی آپ جماعت کفار مین گھس پڑے، اور جب آپ سباع بن عبد العزے سے قتال کر رہے تھے تو وحشی نے جو جبیر بن مطعم کا غلام تھا اچانک آپ پر نیزہ کا وار کیا جس کی ضرب سے آپ شہید ہوئے،
علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہین کہ جب حضرت حمزہ شہید ہوئے تو ہند زوجہ ابوسفیان و مادر امیر معاویہ اموی نے آپ کو مثلہ کیا اور آپ کا کلیجہ نکال کر کھانا چاہا مگر نگل نہ سکی تو چبا کر اگل دیا، آنحضرت صلعم نے حضرت حمزہ کو شکم بریدہ اور مثلہ پاکر فرط غیض مین فرمایا کہ اگر مجھ کو غلبہ حاصل ہوا

توحمزہ کے قصاص مین بہتر آدمیون کو مثلہ کرونگا
لیکن جب فتح مکہ (۸ھ ۶۲۹ء) سے وہ سعید موقع حاصل ہوا
تو رحمۃ للعالمین نے ہندہ جگرخوار کو معاف فرمادیا اور
کسی سے بھی کسی قسم کا قصاص نہین لیا،

حمزیہ، فرقۂ خوارج کی شاخ ہے متبعین حمزہ
بن ادرک شامی حمزیہ کہلاتے ہین، ان کا اعتقاد
ہے کہ اطفال مشرکین دوزخ مین ڈالے جائینگے
(مذاہب الاسلام)

حُمُق (ع) بالضم، وبالضمتین بھی صحیح ہے،
بے عقلی،

اصطلاح حکمار مین قوت فکریہ کا نقصان جو
ان چیزون مین ظاہر ہو جنکا تعلق تدبیر فی المنزل
ومدنیت ومعاش ومعاملات اور علوم نظریہ وعملیہ
سے ہے حمق کہلاتا ہے،

حمسق، حروف مقطعات مین (دیکھو مقطعات)
سورہ شوری (پ ۲۵) انھین حروف (حمسق)
سے شروع ہوتا ہے، ابن جبیر سے منقول ہے کہ حرف
"ح" رحمٰن مین سے اور "م" حمید مین سے اور "ع" عالم
مین سے اور "س" قدوس مین سے اور "ق" قاہر
مین سے لے کر اس کلمہ کو ترتیب دیا ہے، (تفسیر عمدۃ
البیان جلد سوم)

حَمَل (ع) بفتحتین، بکری یا بھیڑ کا بچہ،
منطقۃ البروج مین سے پہلا برج حمل کہلاتا
ہے ۱۳ ستارون کے جمع ہوجانے سے اس برج
کی شکل ایسے مینڈھے کی بن گئی ہے جسکا سر مشرق
کی طرف اور دم مغرب کی طرف ہے، اس مناسبت
سے اس برج کا نام حمل رکھا گیا، جس دن آفتاب
اس برج مین داخل ہوتا ہے وہی روز نوروز ہے
ان تیرہ ستارون مین سے دو ستارے قدر
سوم مین اور چار قدر چہارم مین اور چھ قدر پنجم
مین ہین اور ایک قدر ہشتم مین ہے، قدر پنجم کے
ستارون میں سے دو ستارے زیادہ روشن ہین
جنکو الحمل اور متقدم السرطین کہتے ہین، اور جو ستارہ
اسکے پیچھے واقع ہے اسکو موخر السرطین کہتے ہین، یہ دونون ستارے کبش کے سر پر ہین،

حِمْل (ع) بفتح اول وسکون ثانی، وہ بوجھ
جو گردن پر اٹھائین اور مطلق اٹھانا بھی آتا ہے
(۲) بار شکم یعنی وہ بچہ جو عورت کے پیٹ مین
ہوتا ہے، حمل (بمعنی اٹھانے) کا استعمال شے مادی
موجود فی الخارج کی نسبت بھی ہوتا ہے اور شئے
عقلی غیر مادی اور غیر موجود فی الخارج پر بھی ہوتا
ہے جیسے حافظان قرآن کو حاملان قران بھی
کہتے ہین (تفسیر القرآن جلد سوم ص [illegible] لسان العرب)

مین ہے کہ جب کوئی شخص اپنے سفر کو جاری نہ رکھ
سکے تو وہ دوسرے کے پاس جاتا ہے اور کہتا
ہے "اِحْمِلْنِی" جس سے اسکی یہ مراد ہوتی ہے کہ
سواری کا جانور دو، علماء کے عرف مین متغائرین
(ضدین) کا اتحاد جو ذہن مین ہو حمل کہلاتا ہی،
حمل کی دو قسمین ہین، (۱) **حمل الاشتقاق**
اور (۲) **حمل بالمواطاۃ** ان مین سے (۱)
حمل الاشتقاق یہ ہے کہ اس کے اوپر
حقیقت محمول نہ ہو بلکہ منسوب ہو مثلاً سفیدی جو
کہ منسوب ہے انسان کی طرف پس نہین کہا جائیگا
کہ انسان بیاض وسفید ہے بلکہ کہا جائے گا کہ ذو
بیاض (یعنی صاحب سفیدی کا ہے) اور (۲)
حمل بالمواطاۃ یہ ہے کہ محمول ہو موضوع
پر حقیقۃً یعنی بلا واسطہ جیسے انسان حیوان ہے،
حملۃ العرش، عرش کے اٹھانے والے
یعنی حاملان عرش،

جمہور مفسرین کے نزدیک عرش ایک تخت
موجود فی الخارج ہے اور آسمانون کے اوپر رکھا
ہوا ہے اور جسکو فرشتے اٹھائے ہوئے ہین ان
فرشتون کو حملۃ العرش یعنی حاملان عرش کہتے
ہین جن کی تعداد قبل قیامت تو چار بتائی جاتی ہے
اور روز قیامت آٹھ ہو جاوے گی، ان مفسرین نے
آیات مندرجۂ ذیل کے ظاہری معنی لے کر مندرجہ
بالا نتیجہ اخذ کیا ہے (۱) سورہ زمر (پ ۲۳، ع ۸،
آیت ۷۵) مین ہی کہ فرشتے عرش کے گرد کھڑے
ہین اور تسبیح و تحمید کر رہے ہین،

(۲) سورہ حاقہ (پ ۲۹، ع اول، آیت ۱۷)
قیامت کے دن اس تخت کو آٹھ فرشتے اٹھا
وین گے،

(۳) سورہ مومن (پ ۲۴، ع اول، آیت ۷)
اور وہ جو اٹھاتے ہین عرش کو اور وہ جو اس
کے گرد ہین اپنے پروردگار کو پاکیزگی سے یاد
کرتے ہین اور اس کی تحمید کرتے ہین اور اس
پر ایمان لاتے ہین اور معافی چاہتے ہین ان
لوگون کے لئے جو ایمان لائے ہین،

صاحب تفسیر القران نے عرش پر ایک طویل
بحث کی ہے جسکا اختصار اپنے موقع پر نقل کیا
جاوے گا، انشاء اللہ تعالے، ماحصل اس بحث
کا یہ ہے کہ عرش سے مراد بادشاہت اور مملکت
ہے اور فرشتون کے عرش کے گرد کھڑے رہنے
سے ایسی حالت مین کہ وہ پاکیزگی سے اپنے رب
[illegible]

جلال کا اپنے بندون کو سمجھانا مقصود ہے، ان کی تحقیق مین سورہ حاقہ کی مندرجۂ بالا آیت سے صرف اسقدر پایا جاتا ہے کہ اس موجودات کے فنا ہونے کے بعد بھی خدا کی بادشاہت بدستور قائم رہیگی، اور اس آیت مین ثمانیہ (آٹھ) کا لفظ محض فصاحت کلام کے لئے آیا ہے اس سے کوئی خاص عدد مقصود نہین، اور سورہ مومن والی آیت مین "الَّذِینَ" سے مراد اہل ایمان انسان ہین، پس اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ جو لوگ خدا کی سلطنت کو اٹھائے ہوئے ہین یعنی وہ جو "انعمت علیہم" مین داخل ہین، یعنی صلحا و خیارِ امت پاکیزگی سے اللہ کی تعریف کرتے ہین اور اس پر ایمان لاتے ہین اور معافی چاہتے ہین، ان لوگون کے لئے جو ایمان لائے ہین، (ماخوذ از تفسیر القرآن جلد سوم)

صاحب فلسفہ اسلام بحوالہ امام رضا علیہ السلام لکھتے ہین کہ عرش نام ہے علم و قدرت کا اور حاملانِ عرش سے مراد وہ مخلوق الہی ہے جو حاملانِ علم الہی ہین (فلسفۂ اسلام جلد چہارم)

حملیہ، اصطلاح منطق مین ایک قضیہ کا نام حملیہ بھی ہے یعنی وہ قضیہ جس کے موضوع کے متعلق بلا کسی رشتہ شرط کے کوئی امر تسلیم کیا گیا یا

انکار کیا گیا ہو حملیہ کہلاتا ہے مثلاً تمام انسان فانی ہین، قضیہ حملیہ کے مقابل قضیہ **شرطیہ** ہے اگر قضیہ حملیہ کا موضوع شخص ہے تو وہ شخصیہ اور مخصوصیہ ہے مثلاً زید انسان ہے اور اگر موضوع کلی ہے اور یہ بھی صراحت ہے کہ کسقدر افراد پر محمول ہے تو قضیہ **محصورہ** یا **مسورہ** ہے اگر صراحت نہین ہے تو **مہملہ** ہے،

حمول (ع) بفتحتین، اصطلاحِ طب مین دوا کا لتھڑا ہوا کپڑا جو بتی بنا کر دُبر یا فرج مین رکھتے ہین،

حمولہ (ع) بفتح اول و ضم ثانی و سکون ثالث، وہ اونٹ جس پر وزن لادا جاتا ہے علی ہذا اس گدھے کو بھی جس پر بوجھ لادین حمولہ کہتے ہین،

فقہا کے نزدیک اونٹ پر ۲۴۰ من شرعی اور گدھے پر ۱۵۰ من شرعی بوجھ لادا جائے اور خچر بوجھ لادنے کی حالت مین گدھے کی برابر ہے، واضح رہے کہ شرعی من چالیس استار کی برابر ہے اور ایک استار ساڑھے چھ درہم کا ہوتا ہے، پس ہندوستانی حساب سے شرعی من ستر تولہ کے برابر ہوا، اور ۲۴۰ من شرعی کے ۵ ۱/۴ من اور ۱۵۰

حمیل، اصطلاح مین حمیل اسکو کہتے ہین
جو لڑکپن مین اپنے شہر سے اٹھایا جاوے اور اسلام
مین پیرانہ ہو،

حمیر نام ہے ایک شاہی خاندان کا
جو یمن پر حکمران تھا،

ارض القرآن مین ہے کہ حمیر عربی مین حمر سے
مشتق ہوگا جس کے معنی سرخ کے ہین، اور محاورے
مین گورے رنگ کو احمر کہتے ہین، اسکا مقابل
اسود ہے، عرب سیاہ و سفید کی جگہ "الاسود و الاحمر"
بولتے ہین،

ملک یمن کے قطعہ مغربی پر جو ایک طرف بحر
عرب اور دوسری طرف بحر احمر کو چھوتا ہے، حمیر کی
مملکت تھی، حمیر حقیقت مین سبا کی ایک شاخ
ہے، زبان، مذہب، طریق، تمدن تمام چیزین ایک
ہین، صرف خاندان اور موضع حکومت کا فرق
ہے، حمیر کا زمانہ ۱۱۵ ق م سے شروع ہوتا ہے،
اس خاندان نے پانچسو برس حکومت کی ہے،
لیکن درمیان مین سلسلہ ٹوٹ گیا ہے، پہلی صدی
ق م سے تیسری صدی عیسوی کے اواخر تک
طبقہ اول فرمان روائی کرتا رہا، طبقہ ثانی
کی حکومت تیسری صدی عیسوی کے اواخر سے
شروع ہوتی ہے اور باستثنار چند سال اس طبقہ کی
حکومت ۵۲۵ عیسوی تک رہی، دور اول مین
حمیر کا رقبہ حکومت صرف یمن تک محدود تھا لیکن
دور ثانی مین حضرموت تک وسیع ہوگیا، ان طبقات
مین سے پہلا طبقہ ستارہ پرست ہے اور دوسرے
طبقہ مین سے بعض سلاطین عیسائی اور اکثر یہودی
المذہب ہین (ماخوذ از ارض القرآن)

حِنّاء (ع) بالکسر اول و تشدید نون،
مہندی کے پتے، فارسی مین بتخفیف نون مستعمل ہے
المشکواۃ (کتاب اللباس، باب الترجل) مین
حضرت ابن عباس رض سے ایک حدیث مروی ہے
کہ انحضرت صلعم اس خضاب کو جو مہندی سرخ یا
زرد سے کیا جائے، پسند فرماتے تھے، اسلیے علما
نے مہندی کے خضاب کو علامات دین مین سے قرار
دیا ہے، عورتون کیلیے بھی مہندی لگانا مسنون ہے،

حَنّانہ (ع) بالفتح اول و تشدید نون،
نوحہ کرنے والا، (۲) نام ہے ایک ستون چوبی کا
جس سے رسول مقبول صلعم تکیہ لگا کر خطبہ فرمایا
کرتے تھے، (۳) اس عورت کو بھی کہتے ہین، جو
پہلے شوہر سے اولاد رکھتی ہو، اور دوسرے شوہر
[illegible] لڑکون کی پرورش کرتی ہو،

(۴) اس کمان کو بھی کہتے ہین جو تیر لگاتے وقت
بہت کڑکتی ہو (لغات کشوری)

حنبلی متبعین امام احمد بن حنبل کو حنبلی کہتے
ہین، امام حنبل سنہ ۱۶۴ھ ۷۸۰ع مین بمقام بغداد پیدا ہوئے
اور سنہ ۲۶۱ھ ۸۵۵ع مین رحلت کر گئے، آپ امام شافعی کے
ارشد تلامذہ مین سے تھے،

مذہب حنبلی اُن مذاہب مین سے جن پر اہل
تسنن کا عمل ہے چوتھا مذہب ہے، علامہ ابن خلدون
لکھتے ہین کہ چوتھی صدی ہجری مین مذہب حنبلی
نے وہ جگہ لی جو اس سے قبل مذہب داؤد ظاہری
کو حاصل تھی، اور مذاہب اربعہ کا چوتھا رکن بن گیا،
امام احمد حنبل نے اپنی مستدل بہ اُن احادیث
کو قرار دیا ہے جو اصح اور صحیح ہین، اور احادیث
ضعیف مین سے ان حدیثون کو لیا ہے، جن کا
ضعف بہت کم درجہ کا ہے، یہی سبب ہے کہ حنابلہ
عموماً بہ نسبت پیروانِ مذاہب ثلاثہ کے روایات،
احادیث اور سنن نبوی کے زیادہ حافظ ہوتے
ہین، اور ان مین ائمہ حدیث کی تعداد بھی زیادہ ہے،

مذاہب اربعہ کے باہمی اتحادات و اختلافات
کے لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ مذہب حنبلی امام ابوحنیفہ
رکھتا ہے، اور امام شافعی کے مذہب سے اختلاف زیادہ
اور موافقت بہت کم، چنانچہ ایک سو پچیس مسئلے
اصول مسائل میں سے ایسے ہین کہ اُن مین امام
احمد موافق ہین امام ابوحنیفہ کے ساتھ اور مخالف
ہین امام شافعی کے ساتھ،

واضح رہے کہ اہل سنت کا اطلاق مذہب
حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی پر باعتبار فروع
کے ہے، اور باعتبار اصول کے یہ لفظ تین گروہ
کو شامل ہے جو **اشعری، ماتریدی**
اور **حنبلی** کہلاتے ہین، مسائل اختلافیہ مین
جنکی فہرست طویل ہے مالکی اور شافعی امام ابوالحسن
اشعری کے تابع ہین اور **اشعریہ** کہلاتے
ہین، احناف متبع ہین امام ابومنصور ماتریدی کے
اور **ماتریدیہ** کہلاتے ہین اور امام احمد
کے مقلد حنبلی یا حنابلہ کہلاتے ہین، چونکہ حنابلہ ان
صفات الٰہی کی تاویل کے معتقد نہین ہین، جنکے
معنی جسمیت پر دلالت کرتے ہین اس لئے اہل
تجسیم مین مذاہب اربعہ کے متبعین مین سے حنابلہ
کی تعداد زیادہ ہے،

مذہب حنبلی کی نشو ونما بغداد مین ہوئی، یہین

کہ یہ مذہب چوتھی صدی ہجری مین بصرہ، اقلیم
اقور، دیلم، رحاب اور اقلیم خوزستان مین موجود
تھا، اور بغداد مین اسکو اور مذہب اہل تشیع کو
غلبہ حاصل تھا، ساتوین صدی میں یہ مذہب مصر
میں پہونچا، گو کہ اس مذہب کی اشاعت تمام شہرون
مین ہوئی لیکن اس کے متبعین کی تعداد ہر زمانہ
مین کم رہی، فی زماننا حنابلہ فلسطین اور عراق مین
پائے جاتے ہین لیکن قلیل تعداد مین، البتہ حجاز مین
حنابلہ کی کثرت ہے اور بلادِ نجد مین ان کو غلبہ
حاصل ہے، عمان، قطر اور بحرین بھی حنابلہ سے خالی
نہیں ہین (ماخوذ از مذاہب الاسلام و رسالہ معارف
جلد ۱۸ نمبر ۲)

حنتم (ع) سبز ٹھلیا جس مین نبیذ رکھی
جاتی ہے،

آن حضرت صلعم نے حرمت شراب کے حکم کے ساتھ
ساتھ اُن چار برتنون کے استعمال سے بھی منع فرما دیا
تھا جن مین شراب رکھی جاتی تھی، ان مین سے
حنتم بھی تھا (المشکواۃ، کتاب الایمان، فصل اول)
لیکن ایک مدت گذرنے کے بعد ان برتنون کا استعمال
مباح کر دیا (مظاہر حق، کتاب الایمان)

حنث (ع) بالکسر، سوگند کی خلاف ورزی،
حق کو چھوڑ کر کوئی بات بھی کہی جائے، حنث مین
داخل ہے، اسی سے **تحنث** ہے جس کے معنی
ہین گناہ کا ازالہ کیا یعنی عبادت کی،

حنفی، مذاہب اربعہ اہل تسنن مین سے مذہب
حنفی سب سے قدیم ہے، اس مذہب کے بانی امام ابوحنیفہ
ہین جن کی ولادت ۸۰ھ ۶۹۹ء مین اور وفات ۱۵۰ھ ۷۶۷ء
مین ہوئی، یہ فقہ اگرچہ عام طور پر حنفی کہلاتا ہے،
لیکن درحقیقت چار اماموں یعنی امام ابوحنیفہ،
امام یوسف، امام احمد اور امام زفر کے اجتہادات
کا مجموعہ ہے، گو امام یوسف اور امام احمد نے بہت سے
مسائل مین امام ابوحنیفہ سے اختلاف کیا ہے لیکن
یہ اختلاف تقلیدی بتلایا جاتا ہے،

امام ابوحنیفہ نے احکامات تشریعی اور غیر
تشریعی مین اختیار قائم کرکے اُن مسائل مین جو
تبلیغ رسالت سے متعلق نہیں ہین قیاس کو دخل
دیا ہے اور اس کے حجت شرعی ہونے کے قائل
ہوئے ہین، احادیث کی صحت کے متعلق امام ابوحنیفہ
کی شرطین نہایت سخت ہین اور جب تک وہ شرطین
پائی نہ جائین امام صاحب حدیث کو قابل استدلال
نہیں سمجھتے، بلکہ قیاس پر عمل کرتے ہین، چونکہ امام
ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب قیاس پر شدت سے

عامل ہین اسلئے عام طور پر اہل الرای کہلاتے
ہین، آنریبل امیر علی مرحوم اپنی تالیف جامع الاحکام
فی فقہ الاسلام مین لکھتے ہین کہ امام ابو حنیفہ نے
مسائل شرعیہ مین قیاس کو اس درجہ دخل دیا ہے
کہ ان کے فتاوے مین فقہای خاندانِ رسالت اور
علمای اہل بیت کے اقوال کا عکس دکھائی دیتا ہے
اور یہ مشابہت اس شرف تلمذ کے باعث پیدا ہوئی
ہے جو امام ابو حنیفہ کو ائمہ اہل بیت سے حاصل تھا،
امام ابو حنیفہ نے قیاس پر شدت سے عمل
کیا اور اُن مسائل مین بھی جن کے لئے نص نبوی
موجود تھا قیاس کو ترجیح دی بدین وجہ علمای اسلام
کو امام صاحب سے سوءِ ظن پیدا ہو گیا حتیٰ کہ علامہ
خطیب بغدادی نے جو حدیث اور تاریخ کے
مستند امام تسلیم کئے گئے ہین، آپ کا (امام ابو حنیفہ
کا) تذکرہ نہایت نا ملائم الفاظ مین کیا ہے اور
آپ کو اسلام کا سب سے زیادہ ضرر رسان مولود
بتایا ہے (تاریخ بغداد)

فقہای احناف کے پیش نظر یہ اصول رہا ہے
کہ اسلام کے احکام و عبادات تکلیف مالا یطاق
بن جائین اسلئے حنفی فقہ کے احکام نہایت آسان

کا آسان ہونا اور اسکا تمدن و شایستگی کے ساتھ
مناسبت رکھنا اس کے حسنِ قبول کا سبب ہے (سیرۃ
النعمان) لیکن علامہ ابن حزم لکھتے ہین کہ دو مذہب
قوت اور جبروت کے ذریعہ سے دنیا مین پھیلے،
مشرق مین مذہب حنفی اور اندلس مین مذہب
مالکی، (انتہی کلامہ) ان مین سے اشاعتِ مذہب
حنفی کی تفصیل یہ ہے کہ جب خلیفہ ہارون الرشید
سنہ ۱۷۰ھ ۷۸۶ء مین تختِ خلافت پر بیٹھا تو اُس نے امام
ابو یوسف کو جو اصحابِ امام ابو حنیفہ اور ربانیانِ
مذہب حنفی مین سے ہین قاضی القضاۃ کا منصب
عطا کیا جس کی رو سے قاضیون کا تقرر امام ابو
یوسف کے قبضہ مین آگیا اور انھون نے کل
مملکت عباسیہ مین فقہای احناف ہی کو مسندِ قضات
پر مقرر کیا اور اس سبب سے مملکت محروسہ عباسیہ
کے تمام مسلمان باشندے احناف کے احکام
و فتاوے پر عمل کرنے پر مجبور ہو گئے، حکومت کے
سایہ عاطفت مین فقہای احناف نے اسقدر اقتدار
حاصل کر لیا تھا کہ سنہ ۳۹۳ھ ۱۰۰۲ء مین جب خلیفہ قادر باللہ
نے قاضی ابو محمد بن الکفانی کو معزول کر کے عہدہ
قضات ابو عباس احمد بن محمد مازری شافعی کو

ہو گئے اور بالاخر خلیفہ کو بازری کے بجائے اگفانی
کانفرد دوبارہ منظور کرنا پڑا،

علامہ مقدسی نے احسن التقاسیم مین ہر اقلیم کے
متعلق جدا جدا حالات لکھے ہین جن سے واضح ہوجاتا
ہے کہ مذہب حنفی کن کن ممالک اسلامیہ مین موجود
رہا ہے علامہ کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اکثر فقہاء
وقضاۃ عراق کا مذہب حنفی تھا، شام مین اسی
مذہب کو پورا تسلط حاصل تھا، مشرقی اقالیم یعنی
خراسان، سجستان اور ماوراء النہر مین مذہب حنفی
ہمہ گیر تھا، اقلیم دیلم کے بعض حصص کے باشندے
سب کے سب حنفی المذہب تھے، اقلیم رہاب مین سے
اہل دبیل اور اقلیم جبال مین سے رے مین اس مذہب
کو غلبہ حاصل تھا، اقلیم خوزستان مین بھی جسے پہلے
اہواز اور آج کل محمرہ کہتے ہین حنفی مذہب زیادہ
رائج تھا، ہندوستان مین بنگال کے تمام فرمان روا
حنفی المذہب تھے،

عہد حاضرہ مین ممالک مغرب اقصی مین سے
تونس کے شاہی خاندان کا مذہب حنفی ہے، بلاد
شام مین سینون مین سے نصف احناف ہین، عراق
مین احناف کو غلبہ حاصل ہے، اتراک عثمانیہ، البان
اور بلاد بلقان کے باشندے

حنفی المذہب ہے، مغربی ترکستان جس مین خیوہ اور
بخارا وغیرہ ہین حنفی ہین، بلاد ہند پر حنفی چھائے
ہوئے ہین (ماخوذ از معارف جلد ۸ نمبر ۳)

حنیف (ع) مشتق ہے حنف سے جس کے
معنی مڑنے اور جھکنے کے ہین، جمع حنفاء آتی ہے پس
حنیف وہ شخص ہے جو ایک طرف سے جھک اور
مڑ کر دوسری طرف جائے، لغوی اعتبار سے
یہ لفظ اچھے اور برے دونون معنون مین مستعمل
ہو سکتا ہے اس لئے حنیف کا صحیح مفہوم معلوم
کرنے کے لئے موقع استعمال اور حرف صلہ
کو خاص دخل ہے،

بیان القران مین ہے کہ حنیف مشتق ہے حیف
سے جس کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف
مائل ہونے کے ہین، اس کے خلاف خیف ہے
جسکے معنی استقامت سے گمراہی کی طرف جھکنا
ہے پس حنیف وہ ہے جو استقامت کی حالت پر
قائم رہے، نہ افراط کی طرف جھکے اور نہ تفریط
کی طرف،

قران مجید مین لفظ حنیف دس مقامات پر
آیا ہے ان مین سے (۱) چھ مقامات پر حنیف سے

کی گئی ہے، وہ مقامات یہ ہین (۱) سورہ بقر (پ اول
ع ۱۶، آیت ۱۲۹) و (۲) سورہ ال عمران (پ ۳،
ع ۷، آیت ۶۰) و (۳) سورہ آل عمران (پ ۴،
ع ۱۰، آیت ۸۹) و (۴) سورۂ انعام (پ ۸،
ع ۲۰، آیت ۱۶۲) و (۵) سورہ نحل (پ ۱۴،
ع ۱۶، آیت ۱۲۴) و (۶) سورۂ انعام (پ ۷،
ع ۹، آیت ۷۹)

(ب) چار مقامات پر حنیف سے مراد دین حق
ہے، وہ مقامات یہ ہین (۱) سورہ یونس (پ ۱۱،
ع ۱۱، آیت ۱۰۵) و (۲) سورہ حج (پ ۱۷، ع ۴،
آیت ۳۲) و (۳) سورہ بینہ (پ ۳۰، ع اول،
آیت ۴) اور (۴) سورہ روم (پ ۲۱، ع ۴،
آیت ۲۹)

حنیف سے مراد وہ متلاشیان حق بھی لئے
گئے ہین جنکو زمانہ جاہلیت مین بت پرستی سے نفرت
تھی، ان کا خیال تھا کہ قرب الٰہی کا حقیقی ذریعہ دین
ابراہیمی ہے، یہ پتھر جن مین نفع اور نقصان پہنچانے کی
مطلق قدرت نہین ہے کیونکر ہم کو اللہ تک پہنچا سکتے
ہین، تاریخ عرب مولفہ موسیو سدیو فرانسیسی مین لکھا
ہے کہ ورقہ بن نوفل، عثمان بن حویرث، عبید اور زید

کی کوشش کی اور حضرت ابراہیم کی شریعت اختیار
کرنے کی دعوت بھی دی اور مجدد دین بننے کا دعوی
بھی کیا لیکن جب انسے کام پورا نہ ہوا تو یہ کہہ کر
رہ گئے کہ اب جلد ایک رسول خدا کی طرف سے
آئیگا اور شیطان اور اس کے گروہ پر نصرت
پائے گا،

علماء اسلام کی ایک جماعت کا خیال ہے
کہ دین حنیف جو قانون قدرت کا مرادف ہے
اصل مین صابی مذہب کا حریف اور اُسی
کا مدمقابل ہے، صابی مذہب کی بنیاد کسب پر
ہے یعنی یہ کہ انسان صرف مجاہدہ، مراقبہ اور ریاضت
شاقہ کے ذریعہ سے وہ روحانی کمالات حاصل کرسکتا
ہے جو اس کو خدا تک پہنچاتے ہین لیکن دین حنیف
(دین قیم) نے اسکا ذریعہ صرف تکمیل فطرت
کو قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ عبد الکریم شہرستانی
(المتوفی ۵۴۸ھ ۱۱۵۳ع) ملل و نحل مین لکھتے ہین کہ صابئین
کے مذہب کا دار و مدار روحانیین کی حمایت
پر ہے، جیسا کہ حنفاء کا دار و مدار جسمانی اصولون
کی حمایت پر ہے، صابئیت کا دعوی ہے کہ ہمارا
مذہب کسب ہے اور حنفاء دعوی کرتے ہین کہ ہمارا

حنفیت اور فطرت دونون مرادف الفاظ بن
گئے ہین، یہی سبب ہے کہ اُن دس طہارتون کو جو
حضرت ابراہیم کی طرف منسوب ہین خصائل فطرت
کہا گیا ہے، وہ طہارتین یہ ہین (۱) مسواک کرنا،
(۲) ناک مین پانی ڈالنا، (۳) ناخن ترشوانا (۴)
ختنہ کرنا (۵) لبون کا کم کرنا (۶) جوڑون کی جگہ
دھونا (۷) بغل کے بالون کا دور کرنا (۸) بال زیر
ناف کا مونڈنا (۹) پانی کے ساتھ استنجا کرنا (۱۰)
کلی کرنا (المشکواۃ، کتاب الطہارۃ باب المسواک)
صحیحین مین ختنہ کرنے کے بجاے داڑھی کا بڑھانا
لکھا ہے،

حُنین (ع) بضم اول وفتح نون، ایک
وادی کا نام ہے جو مکہ معظمہ سے نو دس میل طائف
کی طرف عرفات کے نیچے واقع ہے، اس مقام پر
۸ھ مین قبیلہ ہوازن اور اہل اسلام کے مابین
ایک سخت خون ریز جنگ ہوئی، ابتداے جنگ
مین مسلمانون کے پاؤن اُکھڑ گئے، لیکن حضرت
عباسؓ نے جن کی آواز بہت بلند تھی مفرورین
کو پکارا تو یہ لوگ پلٹ پڑے اور ایسی بے
جگری سے دشمنون پر حملہ کیا کہ فتح نے قدم
چوم لیے، اور دشمنون کو شکست ہوئی، اس جنگ
مین مسلمانون کی تعداد بارہ ہزار اور کیل کانٹے
سے لیس تھی،

مسلمانون کے اس فرار کا تذکرہ سورہ توبہ
(پ ۱۰، ع ۴، آیت ۲۵) مین ان الفاظ مین بیان
کیا گیا ہے کہ حنین کے دن جب تمھاری کثرت تم
کو اچھی معلوم ہوئی تو وہ تمھارے کام نہ آئی اور
زمین باوجود اپنی فراخی کے تم پر تنگ ہوگئی، پھر
تم پیٹھ پھیر کر بھاگ اُٹھے، پھر خدا نے اپنے رسول
پر اور مومنین پر تسلی نازل کی، اور ایسا لشکر نازل
کیا جسکو تم نہین دیکھ سکے، ان لوگون کو جو کافر
ہوئے، خدا نے عذاب کیا"

تاریخ احمدی مین بحوالہ کنز العمال درج
ہے کہ ابن عساکر نے امام حسین بن علی علیہما السلام
سے روایت کی ہے کہ بروز حنین جو لوگ رسول
اللہ صلعم کے ساتھ ثابت قدم رہے ان کے اسماء
گرامی یہ ہین، (۱) حضرت عباسؓ (۲) حضرت علیؓ
مرتضےٰ (۳) ابوسفیان بن الحارثؓ (۴) عقیل بن
ابی طالبؓ (۵) عبداللہ بن زبیرؓ (۶) زبیر بن العوامؓ
(۷) اُسامہ بن زیدؓ لیکن علامہ حلبی نے سیرۃ حلبیہ مین
صرف چار ہی صحابہ کے نام لکھے ہین، جو میدان کارزار

(۳) ابوسفیان بن الحارث اور (۴) عبد اللہ بن مسعود ہین،

حنین، عبادان کا رہنے والا عیسائی مذہب کا حکیم تھا، چونکہ اس حکیم نے خلفاء عباسیہ کے زیر سایہ نشوونما پائی تھی، اور خلیفہ متوکل (المتوفی ۲۳۲ھ ۸۴۶ء) کے عہد مین سر رشتہ ترجمہ کا افسر اعلی تھا اس لئے حکمائے اسلام مین اسکا شمار کیا جاتا ہے،

حوّا، بالفتح اول و تشدید واو مفتوح، نام ہے حضرت آدم کی بی بی کا جو مادر گرامی ہین نوع انسان کی، توراۃ (کتاب پیدایش، باب ۲) مین حضرت حوا کی پیدایش کا ذکر ان الفاظ مین ہے کہ خداوند خدا نے آدم پر بھاری نیند بھیجی کہ وہ سو گیا اور اُس (خدائے تعالے) نے (آدم) کی پسلیون مین سے ایک پسلی نکالی اور اس کے بدلے گوشت بھر دیا (۲۱) خداوند خدا اس پسلی سے جو اُس نے آدم سے نکالی تھی ایک عورت بنا کر آدم کے پاس لایا (۲۲) اور آدم نے کہا اب یہ میری ہڈیون مین ہڈی اور میرے گوشت مین سے گوشت ہے، اس سبب سے وہ ناری کہلائیگی کیونکہ وہ نر سے نکلی ہے (۲۳)

قران مجید مین حضرت آدم کی بی بی کا نام مذکور نہین ہے، حضرت آدم کے قصہ مین ان کا ذکر اسطرح آیا ہے کہ "ہم نے کہا، اے آدم! تم اور تمھاری بی بی باغ مین رہو (سورہ بقر، پ اول، ع ۴، آیت ۳۳) ہم نے کہا اے آدم یہ تمھارا اور تمھاری بی بی کا دشمن ہے (سورہ طہ، پ ۱۶، ع ۷، آیت ۱۱۵) لیکن انسان کی پیدایش کا حال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اسی (نفس) سے اس (آدم) کا جوڑا پیدا کیا (سورہ روم پ ۲۱، ع ۲۱، آیت ۲۰)

توراۃ حضرت حوا کو درخت ممنوعہ کے پھل کھانے اور کھلانے کے جرم کا مرتکب قرار دیتی ہے اس بنا پر خدائے تعالیٰ کا عقاب صرف حضرت حوا ہی پر نازل نہین ہوتا، بلکہ عورت ذات ہمیشہ کے لئے مصیبت اور رنج کی آماج گاہ بنا دی جاتی ہے، اور مرد کے محکوم کر دی جاتی ہے، ہندو شاستر بھی عورت کو ایک کنیز سے زیادہ درجہ نہین دیتا لیکن قران مجید نے عورت کو مرد کے برابر حقوق دئے ہین (دیکھو نساء)

حوا، ایک وسیع مجمع ہے نجوم کا جو برج عقرب اور الجاثی علی رکبتیہ کے درمیان واقع ہے، اسکا سب سے بڑا روشن ستارہ راس الحوا

کہلاتا ہے اور اس ستارے کو جو داہنے کندھے پر
واقع ہے کلب الراعی کہتے ہین، یہ ستارہ
(حوا) دونون ہاتھون سے سانپ (حیۃ الحوا)
کو پکڑے ہوئے ہے اور عقرب کو پاؤن تلے کچل
رہا ہے (ماخوذ از ہیئت جدیدہ)

حَوارِیّ (ع) بالفتح و تشدید یاے تحتانی (۱)
دھوبی (۲) سفید چہرے والا (۳) مدد کرنے والا،
حواری مشتق ہے حور سے جس کے معنی ایک
چیز سے لوٹ آنا، یا ایک چیز کی طرف لوٹ جانا
ہین، حور سفیدی کو بھی کہتے ہین اور حُورہ اس عورت
کو کہا جاتا ہے، جسکی آنکھ مین سفیدی اعلی درجہ کی
سفید اور سیاہی شدت سے سیاہ ہو، حواری کی جمع
حوارئین یا حواریون آتی ہے،
علامہ ابن ابی حاتم نے ضحاک سے روایت
کی ہے کہ نبطی زبان مین حواریون کے معنی "غسل
دینے والے لوگ" (مردہ شو) ہین، اس لفظ کی
اصل ہواری تھی (اتقان نوع ۳۸)
سورہ ال عمران (پ ۳، ع ۵، آیت ۴۵)
اور سورہ صف (پ ۲۸، ع ۲، آیت ۱۴) مین
حواریون سے مراد اصحاب حضرت عیسے علیہ السلام
ہین، صاحب تفسیر [illegible]

کی ہین وجوہات ہین (۱) وہ لوگ سفید لباس
پہنتے تھے اور حواری یعنی سفید اور خالص ہین (۲)
وہ دھوبی تھے کہ کپڑون کو سفید کرتے تھے (۳)
وہ اپنے نفسون مین خالص تھے اور لوگون کو
گناہون کے چرک اور میل سے خالص کرتے تھے (انتہی کلام)
اناجیل لوقا (پ ۶، درس ۱۶، ۱۴) و مرقس
(باب اول درس ۱۹، ۱۶) مین حضرت عیسی علیہ السلام
کے حواریون کے حسب ذیل نام لکھے ہین، (۱)
شمعون جو پطرس کہلاتا ہے (۲) اندریاس (پطرس
کا بھائی) و (۳) یعقوب بن زبیدی (۴) یوحنا
برادر یعقوب (۵) فلپس (۶) برتلمائی (۷) لوقا
(۸) متی (۹) یعقوب بن حلفئی (۱۰) تدی (۱۱) شمعون
قنانی (۱۲) یہودا اسکریوطی جس نے حضرت عیسی
کو قید کرا دیا،

حواس (ع) جمع ہے حاسہ کی اور یہ
دس ہین، پانچ ظاہری اور پانچ باطنی (دیکھو حس)
قران مجید نے حواس کے استعمال کی تاکید
نہایت زوردار الفاظ مین کی ہے، مسلمانون کو
حکم دیا ہے کہ وہ تمام اشیار کو خود دیکھین، دنیا مین
چارون طرف پھرین اور جو کچھ ہو رہا ہے اسکا [illegible]
[illegible]

کے لئے بڑے بڑے اور مستقل فوائد کا وعدہ کیا گیا ہے،
اور جو ان (ہدایات) پر عمل پیرا نہ ہون ان کو نہایت
سختی سے مطعون کیا گیا ہے، چنانچہ (۱) سورہ فرقان
(پ ۱۹، ع ۶، آیت ۷۳) مین ہے "اور نیز وہ لوگ
کہ جب اُن کو اُن کے پروردگار کی آیتین سنا سنا کر
نصیحت کی جائے تو اندھے اور بہرے ہو کر اُن پر
نہ گرین (بلکہ ارادت مندانہ) سنین اور نصیحت
پکڑین،

(۲) سورہ اعراف (پ ۹، ع ۲۲، آیت ۱۷۹)
"اُن کے دل تو ہین مگر اُن سے سمجھنے کا کام نہین
لیتے، اور اُن کے آنکھین بھی ہین مگر اُن سے دیکھنے
کا کام نہین لیتے، غرض یہ لوگ چارپایون کی طرح
ہین بلکہ اُن سے بھی گئے گذرے ہوئے، یہی وہ
لوگ ہین، جو (دین سے بالکل) بے خبر ہین یعنی
حواس کو کام مین نہین لاتے،

(۳) سورۂ انفال (پ ۹، ع ۳، آیت ۲۲)
اللہ کے نزدیک بدترین حیوانات (یہ کافر ہین)
بہرے گونگے جو (کچھ) نہین سمجھتے،

تمام حکماء کے نزدیک ادراک کا ذریعہ
حواس ظاہری و باطنی ہین، لیکن ارباب تصوف

جسکو کشف کہتے ہین اور جو مجاہدہ و ریاضت و
مراقبہ اور تصفیۂ قلب سے پیدا ہوتا ہے،

حَوالت / حوالہ (ع) بفتح اول، لغت مین بمعنی نقل اور زوال ہے،
جمع اسکی حوالات آتی ہے، اصطلاحِ شریعت
مین حوالہ عبارت ہے، دَین کے نقل کرنے سے،
قرض کے حوالہ کرنے والے کو **محیل** اور جس کا
قرض حوالہ کیا جائے اسکو **محتال یا محتال لہ**
اور جس پر حوالہ کیا جائے اُس کو **محتال علیہ**
کہتے ہین مثلاً عمر کے سو روپیہ کا زید مدیون تھا،
لیکن زید نے بکر کے ذمہ دین منتقل کر دیا، تو زید
محیل ہوا، اور عمر محتال یا محتال لہ یا **محال و
محال لہ** اور بکر محتال علیہ یا **محال علیہ**
اور سو روپیہ **محال بہ** ہوئے،

حوالہ کا جواز حدیث سے ثابت ہے اور جب
محیل سے ایجاب اور محتال یا محتال علیہ سے
قبول ہو جائے تو عقد حوالہ تمام ہو جاتا ہے اور
محیل کو دین سے آزادی مل جاتی ہے، تیسیر الباری
(ترجمہ صحیح بخاری، کتاب الحوالات، پارہ نہم،
ص ۱۳۱، حاشیہ ۳) مین ہے کہ اگر محتال علیہ حوالہ

کرسکتا ہے لیکن امام شافعی کا یہ قول ہے کہ محتال
کسی حالت مین حوالہ کے بعد پھر محیل پر رجوع نہین
کرسکتا، حنفیہ کا یہ مذہب ہے کہ توی کی صورت مین
(یعنی محتال علیہ کے حوالہ ہی سے منکر ہونے کی حالت مین
یا افلاس کی موت مرنے مین) محتال لہ محال پر رجوع
کرسکتا ہے، امام احمد کہتے ہین کہ محتال محیل پر اس
وقت رجوع کرسکتا ہے کہ جب محتال علیہ کے تمول
کی شرط ہوئی ہو لیکن وہ مفلس نکلے، مالکیہ کہتے ہین
کہ رجوع صرف اس صورت مین جائز ہوگا جب
محیل نے دھوکا دیا ہو (انتہی کلامہ) فقہاء امامیہ کے
نزدیک اگر حوالہ ایسی حالت مین قبول کیا جائے
کہ محال علیہ کے حال سے واقفیت نہ ہو اور حوالہ
کے بعد ظاہر ہو کہ محال علیہ حوالہ کے وقت محتاج تھا
تو ایسا حوالہ فسخ ہوجاتا ہے اور محیل سے تقاضہ کیا
جاسکتا ہے، (جامع الجعفری، کتاب ضمان)

حوامیم (ع) جمع ہے حامیم کی جو حروف
مقطعات ہین، (دیکھو حامیم)

حُوت (ع) بالضم مچھلی، اسکی جمع احوات
حیتۃ، اور حیتان آتی ہے، سورہ اعراف (پ ۹،
ع ۲۱، آیت ۱۶۳) سبت کے روز مچھلیان (حیتانہم)
بکثرت آتی ہین، (انتہی) اصل مین حوت بڑی مچھلی

کو کہتے ہین اور مثال کے طور پر اشعار عرب مین
انسان پر بھی حوت کا اطلاق کردیا گیا ہے،
(۲) حوت نام ہے بارہوین برج کا جس کو سمکین
بھی کہتے ہین، یہ برج دو مچھلیون کی صورت کا ہے، یعنی
چونتیس ۳۴ ستارے ملکر دو ملی ہوئی مچھلیان معلوم ہوتے
ہین جن مین سے ایک مچھلی کا سر دوسری مچھلی کی
دم کی طرف ہے، ان ستارون مین سے دو ستارے
قدر سوم مین اور بائیس ۲۲ قدر چہارم مین اور تین
قدر پنجم مین اور سات قدر ششم مین ہین (ترجمہ
مطلع العلوم)
(۳) بنی حوت ایک قبیلہ کا نام ہے (لسان
العرب)

حُور (ع) بالضم بروزن نور بمعنی سفید
عورت، حور کا واحد حوراء (بالفتح) ہے، حور
اُن عورتون کو کہتے ہین، جنکا رنگ سفید ہو اور
آنکھ و بال نہایت سیاہ ہون، اسی وجہ سے
اعراب بادیہ نشین لوگ شہرون کی عورتون کو
حوریات کہتے تھے کیونکہ ان کے رنگ اعراب کے
مقابلہ مین اعلیٰ درجہ کے سفید تھے (لسان العرب)
حوران نعمای جنت مین سے ہین جو مومنون

مین خداوند تعالیٰ مرحمت فرمائے گا اگر نعماے جنت پر ایک غائر نظر ڈالی جائے، تو یہ امر منکشف ہوجاتا ہے کہ خداوند عالم نے بہشت مین اُن سب نعمتون کو جن سے انسانی حواس حظ حاصل کرسکتے ہین مہیا کردیا ہے اور چونکہ زوجیت کی خواہش انسانی روح کی ایک خاص کیفیت ہے، اسلئے اس خواہش کو حور کے ذریعہ سے پورا کیا گیا ہے،

قران مجید مین حورون کی سیرت اور صورت کا ان الفاظ مین بیان ہے کہ وہ نیک اور حسین ہون گی نیچی نگاہ والیان ہون گی، جنکو اُن (جنتیون) سے پہلے نہ انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ مس کیا ہوگا، گویا وہ (عورتین) یاقوت اور مونگا ہین (سورہ رحمٰن، پ ۲۷، ع ۳، آیات ۷۰، ۵۶، ۵۸)

حور العین (ع) عین جمع ہے عینا بمعنی فراخ چشم، پس حور العین سے مراد وہ عورتین سفید رنگ والی ہین، جن کی آنکھین بڑی بڑی ہون گی،

حوریہ، صوفیہ کی ایک جماعت حوریہ کہلاتی ہے جسکا مذہب مثل حلولیہ کے ہے، وہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہین کہ عالم بیہوشی مین حوران بہشتی اُن کے پاس آتی ہین، اور ان سے صحبت واقع ہوتی ہے، اسی لئے وہ لوگ بیدار ہوتے ہی غسل کرتے ہین، (کشاف اصطلاحات الفنون)

حَوض (ع) بالفتح، لغوی معنی پانی کے جمع ہونے اور اُس کے بہنے کے ہین، عرف مین حوض وہ جگہ ہے جہان پانی ہمیشہ ٹھہرا رہے،

حوض الکوثر، یہ لفظ مرکب ہے "حوض" اور "کوثر" سے حوض کے معنی چشمے کے، اور کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہین، پس حوض الکوثر کے معنی ہوئے خیر کثیر کا چشمہ، عرف مین حوض الکوثر سے مراد وہ نہر ہے، جو جنت مین ہے اور جو مخصوص ہے آنحضرت صلعم کے لئے (المشکوٰۃ، کتاب الفتن، باب الحوض والشافعیہ)

حوقل، آپ کی کنیت ابو القاسم وابن حوقل ہے، آپ مشہور تاجر اور سیاح ہین، ۳۳۱ھ ۹۴۲ء مین بغداد سے بغرض سیاحت روانہ ہوئے اور پورے اٹھائیس ۲۸ برس کے بعد ۳۵۹ھ ۹۶۹ء مین واپس آئے، بلاد بربر، اندلس، عراق، فارس وغیرہ کی سیر کی، بعدہٗ اپنا سفرنامہ موسومہ المسالک والممالک و المفاوز والمصالک مرتب کیا، جس کا ماخذ کتاب الاقالیم (مصنفہ اسحٰق اصطخری) ہے، آپ کی وفات کی صحیح تاریخ معلوم نہ ہوسکی لیکن ۳۶۶ھ

کے قریب مین انتقال کیا (ماخوذ از نظام الملک)

حَوْل (ع) بالفتح بازگشت (۲) قوت و
توانائی (۳) گرداگرد کسی چیز کا (۴) سال و برس،
حول کے اصلی معنی انقلاب کے ہین، چنانچہ
کہا کرتے ہین، حال الشئی، اے منقلب، سال کو
حول اسلئے کہتے ہین کہ وہ باربار آتا ہے، اس کی
جمع احوال، حوول اور حُول آتی ہے،

قرآن مجید مین حول دو معنی مین آیا ہے یعنی
(۱) سال و برس، سورہ بقر (پ ۲، ع ۳۱،
آیت ۲۴۱) اپنی بیبیون کے لئے سال بھر (الی الحول)
کا خرچ اور گھر سے نہ نکالنے کی وصیت (ورثہ)
سے کرجائین،
(۲) گرد، آس پاس، سورہ توبہ (پ ۱۱، ع ۱۳،
آیت ۱۰۲) اور وہ دیہاتی (اعراب) جو تمھارے
گرد ہین (حولکم)

قدیم الایام مین بنی آدم نے آفتاب کے طلوع
وغروب پر نظر کرکے وقت کا اندازہ قائم کرنیکے
لئے دن اور رات کو مقرر کیا، بعدہٗ چاند کے طلوع
وغروب نے مہینہ کا خیال دلایا، اور وہ مدت جسکو
چاند اپنی گردش مین ۲۹½ دن مین ختم کرتا ہے،
ایک ماہ کے نام سے موسوم ہوئی، رفتہ رفتہ
رُت کے بدلنے اور موسمون کے دورہ کرنے نے
سال کی طرف توجہ دلائی، چونکہ اس مدت مین چاند
بارہ مرتبہ طلوع ہوتا ہے، اسلئے ایک سال مین بارہ
مہینے قرار پائے، غرضکہ دنیا کے ابتدائی زمانہ مین چاند
کا حساب اور چاند کی تاریخ ہر ملک مین مروج تھی،
لیکن جب یہ بات محسوس ہوئی، کہ چاند سے وقت
دریافت کرنے کا اصول صحیح زمانہ یا سچی تاریخ جو گذر
چکی ہے نہین بتا سکتا تھا، تو رفتہ رفتہ وہ متروک
ہوچلا، اور شمسی سال کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ
یونان مین حکیم سولن نے چاند کو شمسی حساب سے
مطابق کرنے کا قاعدہ مقرر کیا اور روم مین بھی
جہان چاند کا حساب جاری تھا شمسی سال کے
مطابق کرنے کے لئے دونون کا اضافہ عمل مین آیا،
بعدہٗ دوسری قومون نے بھی قمری سال کو متروک
کردیا، اور اب دنیا مین صرف دو قومین ایسی
ہین، جو اپنے سال اور تاریخ کا حساب چاند
سے لگاتی ہین، یہ قومین یہودی اور عرب ہین،
اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے، اور اس کے بعض
اعمال وطاعات کا تعلق رویت قمر سے متعلق ہے،
مثلاً رمضان کا چاند دیکھ کر مسلمانون پر روزہ
رکھنا واجب ہوجاتا ہے، اسی طرح قربانی اور

بعض دیگر فرائض کا ادا کرنا چاند کی رویت اور
اسکی تاریخ کے شمار سے علاقہ رکھتا ہے، اگر اس
کے مذہبی امور شمسی سال سے وابستہ کردیے جاتے
تو بعض حصص کے مسلمانون کے لئے بے حد تکلیف
کے باعث اور بعض کے لئے راحت کا موجب بن
جاتے اور یہ وہ فرق ہوتا، جس کی اسلامی اصول
ہرگز اجازت نہین دیتے، مذہبی امور کو مستثنیٰ
کرکے جب ملکی اعتبار سے شمسی سال کی ضرورت
مسلمانون کو محسوس ہوئی، تو ملک شاہ سلجوقی
(المتوفی ۴۸۵ھ / ۱۰۹۲ء) نے شمسی سال کے تعین کے لئے
چند منجمین کو عمر خیام کی زیر صدارت مامور کیا، ان
علماء نے قمری سال کو شمسی سال سے تطابق دیکر
ایک سنہ شمسی مقرر کیا جو سنہ جلالی ملک شاہی
کہلاتا ہے (دیکھو سنہ)

فرضیت زکواۃ کی شرائط مین حول بھی ہے،
جس سے مراد ہے کہ مال کی واجب الزکوٰۃ مقدار
پورے بارہ مہینے قمری بغیر تغیر اور تبدل کے رہی
ہو، تو زکوٰۃ واجب ہوتی ہے (در مختار کتاب الزکوٰۃ)
اس مدت کو اصطلاح شرع مین **حول**
الحول یا **حولان الحول** کہتے ہین،
صاحب جامع الجعفری لکھتے ہین کہ مال تجارت
مین فقہاء امامیہ کے دو قول ہین، ایک وجوب کا
دوسرے استحباب کا، پس استحباب مین گیارہ مہینہ
گذر کر بارہوین مہینہ کا چاند دیکھتے ہی زکوٰۃ
مستحب ہو جاتی ہے، لیکن واجب مین پورے سال
(یعنی بارہ قمری مہینے) کا گذرنا معتبر ہے (جامع
الجعفری، کتاب الزکواۃ)

حَوَل (ع) بفتحتین، کج بین ہونا،
اطبا کے نزدیک حَوَل عبارت ہے آنکھ
کے میلان سے جو ایک جانب کو ہو، قاعدہ اسکا
یہ ہے کہ ایک چیز دو دکھائی دیتی ہے، (اکسیر القلوب)

حَیّ (ع) بالفتح، زندہ (۲) وہ ذات
جس کے لئے ہمیشہ کی زندگی ہے، یعنی نہ اسکے اول
کی ابتداء ہے اور نہ آخر کی انتہا، ان معنون مین
ذات باری تعالےٰ پر حی کا اطلاق ہوتا ہے (۳)
حیٔ ایک قبیلہ کا نام بھی ہے،

سورہ ال عمران (پ ۳، ع اول، آیت اول)
مین ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہین، وہ زندہ
(حیٔ) اور قائم رہنے والا (قیوم) ہے، اس آیت
مین مفسرین کے نزدیک حیٔ کے معنی ہین ایسی
صفت پر ہونا کہ لازم ہو اس کے سبب سے دریافت

صرف خدائے تعالیٰ ہی موصوف ہے کیونکہ وہ تمام مخلوقات کے ارادون کو جانتا ہے اسلئے وہ حیّ کہلاتا ہے،

حَیاء (ع) بفتح اول، و در آخر ہمزہ بمعنی شرم،

حیا کے اصل معنی بری باتون سے رُکنا اور اُن کا ترک کرنا ہین، اچھے کامون سے رکنا حیا کے مفہوم مین داخل نہین ہے، حقیقت مین حیاء ایک نفسانی کیفیت ہے جو انسان کو پوشیدہ چیز کے اظہار سے مانع آتی ہے، اصطلاح شرع مین حیاء سے مراد فعل معاصی سے اجتناب کرنا ہے، علامہ جرجانی لکھتے ہین کہ حیا سے مراد انقباض نفس ہے یعنی اس چیز کا ترک کرنا جو باعث ملامت ہو،

قران مجید مین تو لفظ حیاء نہین آیا ہے لیکن احادیث مین ہے کہ "اللہ الحیون" یعنی حیاء عین صفت حق تعالیٰ ہے، المشکوٰۃ (کتاب الآداب، باب الرفق والحیاء وحسن الخلق) مین ہو کہ (۱) حیاء ایمان کی شاخ ہے (۲) حیاء نہین لاتی مگر خیر، (۳) حیاء ایمان سے ہے اور ایمان حیاء سے، ممالک مشرقیہ مین حیاء کو نسوانی فضائل کا غازہ کہا جاتا ہے، چنانچہ صاحب اخلاق جلالی نے اولاد کی تربیت کے تحت مین لکھا ہے کہ لڑکی کی تعلیم یہی ہے کہ اس مین شرم و حیاء کی صفت بدرجۂ اتم پیدا کی جائے، نیچی نظر حیاء و عفت کی علامت ہے، چنانچہ خدائے تعالیٰ نے حورون کی صفت مین فرمایا ہے کہ وہ نیچی نگاہ والیان ہون گی (سورہ رحمٰن، پ ۲۷، ع، آیت ۵۶) بزرگان دین فرماتے ہین کہ حیاء عقل کی دلیل ہے اور جو لوگ حیاء کے لباس سے ملبوس ہین ان کے عیوب پر پردہ پڑا رہتا ہے، صاحب جواہر خمسہ لکھتے ہین، کہ اخلاق کی دس منزلون مین سے ایک منزل حیاء بھی ہے، جس سے مراد اوامر کو فروتنی کے ساتھ قبول کرنا اور بجا لانا ہے اور نواہی سے بچنا،

حَیات (ع) بالفتح، زندگی و بخشش،

قران مجید مین حیات چار معنون مین آیا ہے یعنی،

(۱) ترو تازہ کرنا، سورہ حدید (پ ۲۷، ع ۴، آیت ۱۶) یقین کرلو کہ زمین کو اُس کے مردہ ہوجانے کے بعد ترو تازہ کرتا ہے (یحیی)

(۲) ہدایت، سورہ انفال (پ ۹، ع ۳،

آیت ۲۴) جب رسول تمھین ایسے کام کے لئے بلائے جو تمھاری ہدایت کا سبب ہو (یحییکم)

(۳) جان ڈالنا، سورہ جاثیہ (پ ۲۵، ع ۳، آیت ۲۵) کہدیجئے (اے محمد صلعم) کہ اللہ ہی تمھین جلاتا ہے (یحییکم) پھر (وہی) تمھین موت دیگا،

(۴) آباد کرنا، سورہ بقر (پ ۳، ع ۳۵، آیت ۲۶) کہنے لگے اس قصبہ کی ویرانی کے بعد کسطرح اللہ آباد کرے گا (یحیی) (ماخوز از رسالہ فیض الرحمٰن)

حکماء کے نزدیک شرط حیات کی یہ ہے کہ جسم مرکب ہو عناصر سے ایسی وجہ پر کہ جس سے ایک مزاج حاصل ہو، مادیئین کہتے ہین کہ مادہ نہایت باریک ذرات کی صورت مین جو خود ناقابل تجزی ہین تمام فضاء مین منتشر ہے، یہ ذرات مختلف تعدادون مین مختلف ترتیب کے ساتھ باہم ملتے ہین، تو اس کیفیت کو حیات کہتے ہین اور جب یہ ترکیب پراگندہ ہوجاتی ہے تو اس کو موت سے تعبیر کرتے ہین،

صوفیہ کے نزدیک حیات عبارت ہی تجلی نفس سے یعنی نفس کے انوار الٰہیہ سے منور ہونے سے، صاحب جواہر خمسہ لکھتے ہین کہ حقائق کی دس منزلون مین سے ایک منزل کا نام حیات ہے جس سے مراد ہے صفات کا باعیانہا و صافہا ظاہر ہونا، اس طرح کہ کوئی صفت عین سے پوشیدہ نہ رہے،

فقہاء کے نزدیک حیات دو قسم پر ہے (۱) حیات حقیقی اور (۲) حیات تقدیری یعنی عمل،

اطباء کی اصطلاح مین حیات کہتے ہین کیچوے کو جو خلو معدہ کے وقت بے قراری پیدا کرتی ہین (طب احسانی)

(ii) امہات الصفات باری تعالیٰ مین سے ایک صفت حیات بھی ہے، (دیکھو اللہ) اور اقنوم ثلاثہ مین سے بھی ایک اقنوم حیات کہلاتا ہے،

(iii) مسائل میراث مین سے ایک مخصوص مسئلہ مذہب امامیہ اثنا عشریہ کا حیاۃ بھی ہے، جامع عباسی مین ہے کہ حیات کے معنی بخشش کے ہین اور شرع مین مراد ہے کہ میت کی انگشتری و شمشیر اور مصحف اور لباس یہ سب چیزین فرزند اکبر کا حق ہین، لباس کا لفظ حدیث مین بصیغہ جمع وارد ہوا ہے لیکن اسکے یہ معنی نہین ہین کہ یہ چیزین اگر کئی کئی ہون تو سب فرزند اکبر سے متعلق ہون گی،

حیاۃ کی چھ شرطین ہین، (۱) بڑا بیٹا موجود ہو، اگر بڑا بیٹا نہ ہوگا تو حیاۃ نہین، اگر بڑے بیٹے کئی ہون یعنی توام ہون یا دو زوجہ سے تولد ہوئے ہون تو مجتہدین مین اختلاف ہے، اقرب یہ ہے کہ وہ

سب باہم تقسیم کرلین (۲) فرزند اکبر فاسد العقل نہ ہو اور بعض کے نزدیک سفیہ اور کم عقل بھی نہ ہو (۳) بعضے علماء کے نزدیک بلوغیت کو پہنچا ہوا ہو (۴) حیوۃ کے سوا اور بھی کچھ ترکہ چھوڑا ہو، اگر اور کچھ ترکہ نہ چھوڑا تو حیوۃ نہ ملے گا (۵) میت ایسی مقروض نہ ہو کہ تمام ترکہ قرضہ مین آجائے ورنہ حیواۃ نہ ہوگا (۶) باپ کی نماز اور اس کے روزی قضا دے اگر قضا ادا نہ کرے تو بعض علماء کے نزدیک حیاۃ نہ پاوے گا، حیات دینا واجب ہے یا سنت اس مین بھی اختلاف ہے،

حیوٰۃ الدنیا، اصطلاحِ قرآن مین وہ چیزین مراد ہین جو انسان کو عبادتِ معبود سے روکتی ہین اور حیاتِ ابدی کے حصول مین مانع آتی ہین، ان چیزون کا مجمل تذکرہ جو یادِ خدا سے غافل کردیتی ہین سورہ ال عمران (پ ۳، ع ۲، آیت ۱۱) مین ہے اور وہ (۱) بی بی بچون سے اندھی محبت (۲) سونے چاندی کو کھالون اور بدرون مین جمع کرنے کی دھن (۳) شاندار و تیز و چالاک گھوڑون کا بیحد شوق (۴) اُن جانورون کا جو زراعت کے کام مین آتے ہین بے انتہا شغف ہین جو انسان کو عموماً خدا سے جدا کردیتے ہین،

سورہ بقر (پ اول، ع ۱۰، آیت ۸۰) مین ہی کہ جنھون نے حیوٰۃ الدنیا کو آخرت کے بدلہ مین خریدا ہے ان سے عذاب ہلکا نہین کیا جائیگا اور نہ اُن کی نصرت کی جاویگی،

حَیدر (ع) بفتح اول و سکون ثانی، شیر درندہ،

حضرت علی مرتضیٰ کا لقب حیدر ہے، جسکی وجہ تسمیہ مین حیوٰۃ الحیوان دمیری مین تین اقوال لکھے ہین (۱) حضرت علیؓ کا نام کتب سابقہ مین اسد ہے اور اسد و حیدر مرادف الفاظ ہین (۲) جب حضرت علی مرتضیٰ پیدا ہوئے تو حضرت کے نانا اسد موجود نہ تھے، پس آپ کی والدہ نے اپنے باپ کے نام پر کہ اسد تھا حضرت علیؓ کا نام حیدر رکھا (۳) حیدر پر گوشت اور شکم سیر ہوتا ہے، اور آپ بھی ایسے ہی تھے،

غزوۂ خیبر (۷ھ ۶۲۹ع) مین جب آپ کو آنحضرت صلعم نے لواے اسلام عطا فرمایا تو آپ جنگ کے لئے میدان کارزار مین تشریف لائے اور مرحب پہلوان یہودی کو اپنا نام حیدر بتایا، چونکہ مرحب خواب مین دیکھ چکا تھا کہ اسکو کسی شیر نے پھاڑ ڈالا ہے، پس وہ یہ نام سنکر کانپ گیا، اور بالآخر حضرت علی مرتضیٰؓ کے ہاتھون قتل ہوا،

حَیرَت (ع) بالفتح، بھوچکاپن (۲) بسبب تعجب
کے ایک ہی حال پر رہ جانا،

اصطلاحِ تصوف مین حیرت کہتے ہین مرتبہ احدیت
مین محو ہونے اور عارف کا دیدۂ دل سے تجلی اسم "ہو"
کے مشاہدہ کرنے کو (کنوز اسرار القدم)

حَیض (ع) بالفتح، لغوی معنیٰ بہنے
کے ہین،

شرع مین حیض سے مراد وہ نجس خون ہے جو
عورت کے رحم یعنی بچہ دان سے جاری ہوتا ہے،
بغیر کسی قسم کی بیماری اور جنے کے، اگر وہ خون بسبب
کسی بیماری کے آئے تو اس کو **استحاضہ** اور
اگر جنے کے بعد جاری ہو تو اس کو **نفاس**
کہتے ہین، عام طور پر حیض کی مدت کم سے کم تین دن
اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہین، تیسیر الباری
(ترجمہ صحیح بخاری، کتاب الحیض ص ۱۶ حاشیہ) مین
علامہ عینی کا ایک قول لکھا ہے، جس کی رو سے
حیض کی مدت ان کے نزدیک کم سے کم ایک دن
رات اور زیادہ سے زیادہ پندرہ روز ہین (انتہیٰ
کلامہٗ)

حیض کی مدت کا شمار ساعت فلکی سے ہوگا نہ
کہ ساعت زمانی ولغوی و شرعی سے، یعنی ایک دن
رات کے چوبیس گھنٹے شمار ہون گے، اس حساب سے
تین دن کے جو کمتر مدت حیض کی ہے ۷۲ گھنٹے ہوتے
ہین، اس مدت مین اگر پاؤ گھنٹے کی بھی کمی ہوگی، تو
وہ حیض نہ ہوگا،

چونکہ حیض مانع طہارت ہے اسلئے حائضہ کو
حکم ہے کہ روزہ و نماز ترک کرے، بعد منقطع ہونے
حیض کے روزہ کی قضا بجالائے لیکن نماز کی نہین
(دیکھو حائضہ و حائض)

حِیَل (ع) بکسر اول و فتح ثانی، جمع ہے
حیلہ کی جس کے معنیٰ بہانہ بازی کے ہین، حیلہ کے لغوی
معنیٰ باریک اور مضبوط تدبیر کے آتے ہین چونکہ
بہانہ بازی مین نہایت باریک اور خوب غور کی
ہوئی چالین چلی جاتی ہین، اسلئے حیلہ کے معنیٰ بہانہ بازی
کے ہوئے،

فقہائے اہل تسنن نے کتب فقہ مین ایک باب
"کتاب الحیل" کے نام سے بھی باندھا ہے، عین الہدایہ
(کتاب الحیل، جلد چہارم ص ۸۵۵) مین ہے کہ ہر وہ
حیلہ جس سے آدمی دوسرے کا حق مٹائے یا اس مین
شبہہ ڈالے یا امر باطل کو مشتبہ کردے تو وہ مکروہ
تحریمی ہے لیکن ہر وہ حیلہ جس کے ذریعہ سے انسان
اپنے آپ کو حرام سے چھڑا دے یا اس وسیلہ سے حلال

تک پہنچ جاوے، تو وہ امر نیک ہے (انتہی کلامہ) بعض علماء کا خیال ہے کہ علم فقہ مین حیلہ کی بنیاد امام ابویوسف نے ڈالی اور حیلون پر ایک خاص کتاب بھی لکھی ہے (تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری کتاب الحیل پارہ ۲۸، حاشیہ اول) انھون نے خلیفہ ہارون الرشید (المتوفی ۱۹۳ھ ۸۰۹ء) کی بعض خواہشات کو جو بظاہر ناجائز معلوم ہوتی تھین ان ہی حیلون کی بدولت جائز بنا دیا اور اس طرح اپنی ذکاوت اور جودت طبع کا خلیفہ موصوف پر سکہ بٹھا دیا جس نے بالآخر آپ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ تفویض کر دیا،

عین الہدایہ (کتاب الحیل فصل سوم) مین مسائل الزکوٰۃ کے تحت مین لکھا ہے کہ ایک شخص کے پاس دو سو درہم ہین اور وہ چاہتا ہے کہ زکوٰۃ واجب نہ ہو تو حیلہ یہ ہے کہ سال تمام ہونے سے ایک روز بیشتر اُن مین سے ایک درم صدقہ کر دے یا پسر صغیر کو ہبہ کر دے خواہ ایک درم یا کل مال تو تمامی سال پر نصاب ناقص ہو جائے گا اور زکوٰۃ واجب نہ ہوگی (انتہی کلامہ) اسی طرح کتاب الحیل میں مختلف مسائل کی مختلف صورتین بیان کی گئی ہین جو حیلہ سے جائز ہو جاتی ہین، مولانا ابو الکلام لکھتے ہین کہ اگرچہ ٹھیک نہین کہا جا سکتا کہ احبار یہود اور اصحاب السبت کے بعد امۃ اسلامیہ مین سب سے پہلے کن "یہود ھذہ الامۃ" نے ان حیلون کی بنیاد ڈالی اور شریعت الٰہی کو نفس و شیطان کا بازیچۂ لہو و لعب بنایا مگر یہ معلوم ہے کہ دوسری صدی کے اوائل مین بعض فقہای دنیا و عبید السلاطین نے حیلہ تراشیان شروع کین، اور تیسری صدی مین اس امت کے صدوقیون اور فریسیون نے کتاب الحیل کو بھی منجملہ ابواب فقہ کے قرار دیدیا (ماخوذ از تذکرہ ص ۶۴) فقہاء امامیہ اثنا عشریہ نے اپنے فقہ کے ابواب مین "کتاب الحیل" کے نام سے کوئی باب نہین باندھا ہے اور نہ اس قسم کے حیلون کو جائز قرار دیا ہے،

علم حیل سیاسانیہ سے مراد وہ طریقہ ہے جو دولت حاصل کرنے کے لئے اختیار کیا جاوے، اس طریقہ مین انواع و اقسام کی فریب دہی بھی داخل ہے، بعض علماء نے اس علم کو علم سحر کی ایک شاخ قرار دیا ہے (ماخوذ از فلسفۂ اسلام جلد اول)

حَیَوَان (ع) بفتحات، مصدر ہے بمعنی زندہ رہنا (۲) زندگی (۳) عرف مین حیوان سے مراد جاندار متحرک بالارادہ ہے، اُس کی جمع

حیوانات آتی ہے،

حیوان کے تحت مین دو نوعین داخل ہین (۱) **حیوان ناطق** (یعنی انسان) (۲) **حیوان غیر ناطق** (جانور) اس امر مین علماء کا اتفاق ہے کہ حیوان ناطق اور غیر ناطق بحیثیت جسم کے مشترک ہین لیکن قوائے عقل کا جو فرق ان مین پایا جاتا ہے، وہ نوعی ہے یا رتبی، ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے علمائے الٰہیات کے نزدیک یہ اختلاف نوعی ہے لیکن علمائے علم حیوان والانسان کہتے ہین کہ انسان اور دیگر حیوان مین قوائے عقل متحد ہین، صرف مراتب کا فرق ہے،

امتیازی خصوصیات کی بنا پر حیوان مطلق کو چار قسمون مین منقسم کیا گیا ہے (۱) **ماشی** جو پیرون سے چلے (۲) **طائر** جو پرون سے اڑے (۳) **زاحف** جو پیٹ کے بل گھسکر چلے (۴) **سائح** جو پانی مین تیرے، اُن مین سے ہر حیوان کی طبیعت مین قدرت نے اسقدر عقل و علم رکھ دیا ہے جو اسکی ضروریات زندگی کے لئے ضروری ہے یہ عقل و ادراک فطری ہے نہ کہ اکتسابی، اللہ جل شانہٗ نے اس عقل حیوانی کو لفظ "وحی" سے تعبیر فرمایا ہے دیکھو سورہ نحل، (پ ۱۴، ع ۹، ایت ۷۰،)

اس امر مین کہ آیا حیوانات مطلق بھی شریعت کی راہ سے مکلف ہین یا غیر مکلف، حکما، و متکلمین اور علماء مجتہدین مین سخت اختلاف ہے، حکما کہتے ہین کہ نفس ناطقہ جو مدار تکلیف ہے وہ مخصوص ہے انسان کے لئے، اس مین شک نہین کہ حیوانات مطلق مین بھی عقل پائی جاتی ہے لیکن وہ صرف امور جزیہ کا ادراک کر سکتے ہین، برخلاف اس کے انسان امور کلیہ کا ادراک کرتا ہے، متکلمین مین سے اکثر نے حیوانات مین اس عقل و شعور کی نفی کی ہے جو مدار تکلیف ہے، اور ان آیات قرآنی اور احادیث نبوی کی جن کے ظاہری معنی جانورون کے مکلف ہونے پر دلالت کرتے ہین تاویل کی ہے، صاحب بحار لکھتے ہین کہ کوئی دلیل قاطع اس بات پر نہین کہ حیوانات کو عقل و شعور اور تکلیف شرعی مطلقاً کچھ بھی نہین، البتہ اس درجہ پر نہین جیسا کہ انسان کے لئے ہے جو ادراک معانی دقیقہ و امور کلیہ کا بوجہ اتم و اکمل کر سکتا ہے جس کے باعث دنیا مین مستحق تکالیف عظیمہ مثل روزہ و نماز وغیرہ کے ہوا اور آخرت مین مستحق عذاب و ثواب کا، علماء کی اس جماعت کے جو حیوانات مطلقہ کے مکلف ہونے کی قائل ہے دلائل عقلیہ و نقلیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) اکثر حیوانات سے ایسے افعال غریبہ اور امور عجیبہ صادر ہوتے ہین، جو بڑے بڑے عقلائے انسان

سے بھی نہین ہو سکتے، اس سے معلوم ہوا کہ حیوانات بھی مدرک کلیات ہین (۲) سورہ تکویر (پ ۳۰ ع اول آیت ۴) مین ہے کہ جس وقت وحوش اکٹھا کئے جائینگے (واسطے بدلہ لینے ایک جانور کا دوسرے جانور سے) اور ظاہر ہے کہ محشور وہی ہون گے جو مکلف ہین (لواعج الاحزان حصہ دوم)

جانورون کے سلوک کے متعلق ارشادات نبوی یہ ہین،

(۱) لڑائی کے لئے جانورون کو نہ بھڑکایا جائے اور نہ اُکسایا جائے (ترمذی، ابوداؤد)

(۲) آنحضرت صلعم چند آدمیون کے پاس سے گذرے جو ایک مینڈھے کو باندھ کر اس پر تیر چلا رہے تھے، آپنے نفرت کا اظہار فرمایا، اور جانورونکے اعضاء کاٹنے سے منع فرمایا (نسائی)

(۳) جانورون کو باندھ کر قتل نہ کیا جائے (مسلم)

حیوان مطلقہ کے خواص وعادات کا مطالعہ بھی عقل انسانی کی افزونی کا باعث ہوتا ہے اور قدرت کے بہت سے راز سربستہ منکشف ہو جاتے ہین، یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ مین انسان کو حیوانات کی پرورش کے ساتھ ایک خاص شغف رہا ہے،

حتی کہ موجودہ دور تمدن مین تو حیوانات کی غور وپرداخت نے ایک مستقل علم کی صورت اختیار کرلی ہے جو علم الحیوان کہلاتا ہے، مسلمانون نے بھی اپنے عہد ترقی مین حیوانات کی پرورش مین وافر حصہ لیا ہے چنانچہ زمانہ سابق مین شاہان اسلام نے مختلف قسم کے جانور از قسم حشرات الارض وحیوان درندہ وغیرہ پرورش کئے، چونکہ سلطنتین شخصی تھین اور سلاطین اپنے ذاتی شوق کی خاطر ان جانورون کی نگہداشت کیا کرتے تھے، اسلئے عام لوگون کی دسترس سے باہر تھا کہ ان عجیب وغریب حیوانات کے خواص اور عادات کا مشاہدہ و مُطالعہ کرسکین، ان شاہی جانور خانون کا قیام کئی اغراض پر مبنی تھا، بعض سلاطین وامراء تو بیکاری کے اوقات ان کے ساتھ لہو ولعب مین کاٹتے یا ان کے کھیل تماشے اور ان کی حرکات وخصوصیات کے مشاہدے مین صرف کرتے، بعض سلاطین مشغلہ شکار کو زیادہ دلچسپ بنانے کے لئے بعض خاص جانورون کو تعلیم دلاتے اور بعض سیاسی اغراض سے جانورخانون کو قائم کرتے اور اس سے اپنی سطوت وجبروت کا اظہار مقصود ہوتا،

اسلامی تاریخ مین جانورون کی پرورش کا شوق خلفائے بنی اُمیہ سے شروع ہوتا ہے اور یزید (المتوفی ۶۴ھ / ۶۸۳ء) پہلا بادشاہ ہے جس نے اپنے مشغلۂ شکار کو دلچسپ بنانے کے لئے شکاری کتے اور شکاری پرند پالے، ولید اموی نے ایک بندر بھی پالا تھا جس کی کنیت ابوقلیس تھی اور جو بیش قیمت اور فاخرہ لباس مین ملبوس رہتا تھا (مروج الذہب للمسعودی)

خلفائے بنی عباس مین سے منصور دوانیقی (المتوفی ۱۵۸ھ / ۷۷۵ء) پہلا خلیفہ ہے جس نے اپنا رعب ووقار قائم کرنے کے لئے ہاتھیون کو خاص اہتمام سے جمع کیا تھا،

مامون الرشید (المتوفی ۱۹۳ھ / ۸۰۹ء) کا عہد جو علمی تصانیف کے لحاظ سے "زرین عہد" کہا جاتا ہے جانورخانون کے قیام مین بھی پیچھے نہین رہا، چنانچہ خود خلیفہ کے بہت سے قفس تھے جس میں سانپ، چیتے، شیر، بندر وغیرہ رہتے تھے، (عقد الفرید جلد اول) گو خلیفہ المہدی (المتوفی ۲۵۶ھ / ۸۶۹ء) نے جو ایک زاہد مرتاض بادشاہ تھا، گویون کو دارالسلطنت سامرہ سے نکال دیا تھا، اور نیز ان درندون کو

کتون کو نکالنے کا حکم دیدیا تھا (تاریخ ابن اثیر) لیکن یہ بندش زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہی، اور خلفاء و امراء کو سیاسی نقطۂ نظر سے ان جانورخانون کو پھر قائم کرنا پڑا، ابن طباطبا لکھتے ہین کہ بادشاہ قیام ہیبت اور حفاظت مملکت کے لئے اژدہون، چیتون اور ہاتھیون کو باندھ کر جنگل اور نقارے بجوا کر گشت کرایا کرتے تھے، (الآداب السلطانیہ و الدول الاسلامیہ) چنانچہ عضد الدولہ بن بویہ (المتوفی ۳۷۲ھ / ۹۸۲ء) نے جب وہ تخت فارس پر بیٹھا ہے تو ان جانورون کا مظاہرہ محض رعب وہیبت قائم کرنے کے لئے کیا تھا، تاکہ رعیت مطیع اور فرمان بردار بنی رہے،

اس سلسلہ مین عجیب حالات وہ ہین جو علامہ مقریزی نے "دارالسباع" واقع مصر کے متعلق قلم بند کئے ہین، یہ "دارالسباع" خمارویہ بن طولون (المتوفی ۲۳۳ھ / ۸۴۷ء) نے اپنے عہد حکومت مین تعمیر کرایا تھا جس مین درندہ جانورون مین سے ہر ایک کے لئے ایک ایک جداگانہ مکان تھا، جس مین نر اور مادہ دونون رہتے تھے، ان مکانون مین تین دروازے ہوتے تھے، جو اوپر سے حرکت دینے پر کھل جاتے تھے،

خدمت گار کی آمد و رفت کے لئے مخصوص تھی، ہر
مکان مین ایک جانب سنگ مرمر کا حوض تھا جس
مین ایک تانبے کے نل سے پانی آتا تھا، مکانات
کے بالائی حصّہ سے خوراک دی جاتی تھی، حمارویہ
کو جانورون کے ساتھ اسقدر شغف تھا کہ اُس نے
ایک جانور کو خود سے اس قدر مانوس بنالیا
تھا کہ رات کے وقت جب حمارویہ سو جاتا تو یہ
جانور اسکی حفاظت کیا کرتا تھا، چونکہ یہ جانور ازرق
(بتقدیم زاے معجمہ) چشم تھا اسلئے اسکا نام "زریق" رکھا
گیا تھا، (المقریزی جلد اول)

شاہان سلجوقیہ کو شکاری کتون کی پرورش کا
بہت شوق تھا، سلطان مسعود سلجوقی (۵۴۷ھ ۱۱۵۲ء)
توان کو اطلس کی جھولین اُڑھاتا، اور طلائی طوق
پہناتا تھا،

جانورون کی پرورش کا شوق صرف شاہان
دمشق، بغداد، مصر، اور فارس تک ہی محدود نہ
تھا، بلکہ شاہان اندلس (ہسپانیہ) بھی جانور خانون
کے قیام مین خاص دلچسپی کا اظہار کیا کرتے تھے،
چنانچہ خلیفہ ناصر اموی (المتوفی ۳۵۰ھ ۹۶۱ء) نے جب
شہر "الزہرا" آباد کیا تو اس مین جانوران وحشی
کے لئے مکانات بڑے بڑے گرداؤ کے بنوائے،

ہندوستان کے سلاطین مغلیہ مین سے اکبر
اور جہانگیر کو حیوانات کا بہت شوق تھا، جب
شہنشاہ اکبر کا انتقال ۱۰۱۴ھ ۱۶۰۵ء مین ہوا تو اُس نے
پانچ ہزار سے زیادہ ہاتھی اور بارہ ہزار سے زیادہ
گھوڑے اور ہزار چیتے، متروکات مین چھوڑے،
(ماخوذ از رسالہ معارف)

علامہ دمیری نے حیوانات مطلقہ کے حالات
مین ایک قابل قدر تصنیف "حیوۃ الحیوان" چھوڑی
ہے، جس مین ان جانورون کے حالات بترتیب
حروف تہجی درج کئے گئے ہین،

جانورون کی عمرون کے متعلق ایک دلچسپ
نوٹ رسالہ معارف (جلد ۲۰ نمبر ۱) مین شائع
ہوا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ "بلی کی عمر ۲۴ سال سے
۳۰ سال تک ہوتی ہے، کتون کی عمر بھی تقریباً
بلی ہی کے برابر ہوتی ہے اور یہی حال بھیڑونکا
بھی ہے گھوڑون اور خچرون کی عمر ۴۰ اور ۵۰
سال کے درمیان ہوتی ہے، بعض مضبوط قسم کے
ٹٹوون کی عمر ۵۵ اور ۶۰ سال کے درمیان ہوتی
ہے، گائین اور سور مشکل سے ۳۰ سال تک زندہ
رہتے ہین، شمالی امریکہ کے گھڑیال سو برس تک
زندہ رہتے ہین، اور بعض بڑے بڑے کچھوے

تین سو سال تک، مرغون کی عمر ۲۰ سال تک
اور بعض توتے سو سال تک زندہ رہتے ہین،
کہا جاتا ہے کہ حیوانون مین لومڑی سب سے
زیادہ دنون تک بے آب و دانہ رہ سکتی ہے،
چنانچہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ لومڑی کی فاقہ
کشی کی انتہائی مدت دو سال ہے، اسی طرح مینڈک
کو ۱۶ مہینے تک غذا نہ دیجائے تو زندہ رہ سکتا ہے،
اسی طرح کچھوا بھی چند ہفتون تک غذا سے بے نیاز
رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے،

حَیَّۃ (ع) بالفتح و تشدید تحتانی، سانپ، اس
کی جمع حَیَّات اور حَیَوَات آتی ہے، حیۃ مشتق ہو
لفظ حیات سے جس کے معنی زندگی کے ہین، اور
سانپ کو بوجہ اس کی طویل زندگی کے حیۃ کہتے
ہین، اور یہ لفظ مذکر اور مونث دونون پر بولا جاتا ہے،
قران مجید مین ایک مقام پر لفظ حیۃ آیا ہے،
یعنی سورہ طٰہٰ (پ ۱۶، ع اول، آیت ۲۱) مین
جبکہ (حضرت) موسیٰ ذاس لاٹھی کو ڈال دیا تو وہ یکایک
اژدہا (حیۃ) تھی اور چلتی تھی" اس آیت کی تفسیر
مین جمہور مفسرین لکھتے ہین کہ لکڑی کا سانپ بن
جانا اُن معجزات مین سے ایک معجزہ تھا جو حضرت موسیٰ
کو بارگاہ احدیت سے عطا کئے گئے تھے، لیکن صاحب

تفسیر القران لکھتے ہین کہ حضرت موسیٰ مین از روے
فطرت و جبلت قوت نفس نہایت قوی تھی، انھون
نے اس خیال سے کہ لکڑی سانپ ہی، اپنی لاٹھی
پھینکی اور وہ اُن کو سانپ یا اژدہا دکھائی دی،
یہ خود ان کا تصرف اپنے خیال مین تھا ورنہ وہ لکڑی
لکڑی تھی، اس مین فی الحقیقت کوئی تبدیلی نہین
ہوئی تھی،

قران مجید مین ایک دوسرا لفظ ثعبان
بھی اسی معنی مین مستعمل ہوا ہے، اور سورہ اعراف
(پ ۹، ع ۱۳، آیت ۱۰۴) مین آیا ہے (دیکھو
ثعبان)

سانپ کو خواب مین دیکھنے کی تعبیر دشمن، دوست،
حیات سہیل، لڑکا اور عورت سے دیجاتی ہے،
یعنی خواب مین سانپ کا مختلف حالتون مین
دکھلائی دینا ان مختلف تعبیرات کا باعث ہوا
کرتا ہے،

ایام جاہلیت مین ایک سانپ کا نام "اکلۃ
الشیطان" تھا، جس کی نسبت عوام کا عقیدہ
تھا کہ وہ ہر سال خانہ کعبہ کے حج کو آتا تھا، اور اپنے
جسم کا کوڑا جس جگہ مار دیتا تھا، وہ جگہ اُس شخص
کے لیے جو وہان سے گذرتا موت کا باعث ہوجاتا

کرتی تھی،

حیۃ الحوا: مجامع النجوم مین سے ایک مجموعہ ستارون کا سانپ کی شکل کا ہے جو حوا ستارے کی دونون طرف واقع ہے، اسکا سر الفکہ کے نیچے ہے، اس کا ایک ستارہ جسکو عنق الحیہ کہتے ہین سانپ کی گردن پر واقع ہے، اسکا جسم حوا کے بائین بازو اور ٹانگ پر لپٹا ہوا ہے اور دم برجِ عقرب کی طرف ہے (ہیئت جدیدہ)

حیرہ، ایک چھوٹا سا ملک بابلستان کے پچھم مین شام کے ریگستان کے کنارہ پر واقع ہے جو قبل بعثت نبوی شاہان مناذرہ کا دار السلطنت تھا، شاہان مناذرہ قبیلہ بنی لخم کے افراد مین سے تھے جو سیل عرم کے بعد یمن سے ہجرت کرکے ملک عراق مین فرات کے کنارے آباد ہو گئے تھے،

تیسری صدی عیسوی میں اکثر یعقوبی اور نصرانی قومین جو مشرقی گرجون سے نکال دی گئی تھین حیرہ مین آکر پناہ گزین ہوئین، ان قومون کی تبلیغی جد وجہد کا نتیجہ یہ ہوا کہ باشندگانِ حیرہ دین عیسویت کی طرف مائل ہونے لگے اور پیدائش نبی صلعم سے کچھ سال قبل شاہِ حیرہ معہ کل رعایا عیسائی ہو گیا،

حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت یعنی سنہ ۱۳ھ ۶۳۴ء مین حضرت خالد بن ولیدؓ نے حیرہ کو فتح کرکے اسلامی مقبوضات مین داخل کر دیا، اور جب عہدِ حضرت عمرؓ مین کوفہ آباد ہوا تو اُس کی شہرت کو کوفہ نے دبا دیا،

فصل خاے معجمہ

خَاتَم (ع) بفتح تاۓ فوقانی، انگوٹھی، مہر، اُس کی جمع خواتم اور خواتیم آتی ہے،

مردون اور عورتون کے لۓ انگشتری پہننا سنت موکدہ ہے، انگوٹھی دائین ہاتھ مین پہنی جاۓ یا بائین ہاتھ مین ایک مختلف فیہ امر ہے، لیکن قول اظہر یہ ہے کہ دائین ہاتھ مین پہنین، امام نودی لکھتے ہین کہ اجماع ہوچکاہے کہ انگوٹھیان دائین ہاتھون مین پہنی جائین، علماۓ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک بھی دائین ہاتھ مین انگوٹھی پہننا سنت ہے،

المشکوٰۃ (کتاب اللباس، باب خاتم) مین متعدد حدیثین ہین جو دلالت کرتی ہین کہ انگشتری پہنا سنت موکدہ ہے مثلاً (۱) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے سونے کی انگشتری بنوائی، اور دست راست مین پہنا، پھر اس کو پھینک دیا، اور چاندی کی انگشتری بنوائی، جس پر محمد رسول اللہ منقوش کرایا، اور ہدایت فرمائی کہ کوئی دوسرا شخص اس نقش کو کندہ نہ کراۓ، اور جب آپ انگشتری پہنتے تو نگینہ اس کا ہتیلی کی طرف ہوتا تھا (۲) حضرت علی مرتضےٰؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے آپ کو منع فرمایا (i) سونے کی انگشتری پہننے سے اور (ii) قسی (ریشمی کپڑا) کے استعمال سے اور (iii) قران مجید کو رکوع مین پڑھنے سے اور (iv) کسم کے رنگ مین رنگی ہوئی چیز کے استعمال سے (۳) حضرت علی مرتضےٰؓ سے ایک دوسری روایت مین آیاہے کہ آنحضرت صلعم نے انگشتری کو درمیانی اور شہادت کی انگلی مین انگشتری پہننے سے منع فرمایاہے،

تحفۃ العوام مین ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے استفسار کے جواب مین کہ انگشتری کس نگینہ

کی ہو آن حضرت صلعم نے فرمایا کہ سرخ عقیق کی (المشکوٰۃ
(کتاب اللباس، باب خاتم) مین حضرت انس رض سے مروی
ہے کہ آن حضرت صلعم کی چاندی کی انگشتری کا نگینہ
عقیق کا تھا،

امام محمد نے مؤطا مین تحریر کیا ہے کہ مرد کو سونے
کی انگشتری پہننا جائز نہین اور نہ لوہے کی اور نہ
کاسے کی، البتہ عورتون کو جائز ہے کہ سونے کی
انگوٹھی پہنین، اور نیز یہ بھی جائز ہے کہ چھلے سب انگلیون
مین پہنین (ماخوذ از مظاہر حق، کتاب اللباس)

آنحضرت صلعم نے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ایک
مُہر بنوائی، جس کا نقش "محمد رسول اللہ" تھا، ۶ھ ۶۲۸ء
مین جو مکتوبات نبوی سلاطین زمانہ کو تحریر کیے
گئے ان پر یہی مُہر ثبت کی گئی تھی مقوقس شاہِ مصر
کے نام جو فرمان رسالت گیا تھا، اسکا عکس ملا
ہے اس مین یہ نقش اس صورت مین ثبت ہے
محمد رسول اللہ، نقش کی یہ صورت بعینہ اس بیان کے مطابق
ہے جو احادیث مین آیا ہے،

امام بخاری لکھتے ہین کہ حضرت ابوبکر رض و عمر و
عثمان نے بھی اس مُہرِ رسالت کو مکتوبات مین
استعمال کیا ہے، حضرت عثمان رض کے ہاتھ سے یہ مہر
اریس کے جو مدینہ کا مشہور باغ تھا، کنوے مین
گر پڑی اور پھر نہ ملی،

امیر معاویہ (المتوفی سنہ ۶۰ھ) نے اس جعل
سازی کی روک تھام کے لئے جو صدورِ فرامین
شاہی کے بے ضابطگی کے باعث رواج پا رہی
تھی، ایک محکمہ دیوان الخاتم قائم کیا، اور
یہ التزام کیا کہ جو مکتوب و فرامین جاری ہون
وہ تہ کرکے لفافہ مین بند کر دیئے جائین، اور
مہر لگا دیجائے، یہ محکمہ عہد عباسیہ مین بھی ایک
عرصہ تک قایم رہا، بنی عباس کے زمانہ مین ایک
سرخ مٹی سے مہر لگاتے تھے، جو طین الختم کہلاتی
تھی، فرامین اس عہد مین وزراء کے دستخطون
یا مہرون سے نافذ ہوتے تھے، لیکن مغربی
سلطنتون (ہسپانیہ وغیرہ) مین یہ کام مخصصات
سلطانی مین شامل تھا (مقدمہ ابن خلدون)

خاتم النبوۃ، یہ لفظ مرکب ہے خاتم (بفتح تائے
فوقانی) یعنی مہر اور نبوت سے، آنحضرت صلعم کے
دونون شانون کے درمیان مثل مسون کے گوشت
ابھرا ہوا تھا جو کبوتر کے انڈے کی برابر تھا اس
ابھرے ہوے گوشت کو اصطلاح مین خاتم النبوۃ
کہتے ہین،

خاتم (ر ع) بکسر تائے فوقانی، ختم کرنے والا

اصطلاح تصوف مین اُس شخص کو خاتم کہتے ہین جن نے مقامات کو طے کر لیا ہو، او انتہائے کمال تک پہنچ گیا ہو، (کشاف اصطلاحات الفنون)

خاتم النبیین: خاتم اگر بکسر تائے فوقانی ہو تو خاتم النبیین کے معنی انبیون کے ختم کرنے والے ہوئے، اور اگر بفتح تائے فوقانی ہے تو معنی ہوئے نبیون کی مہر" عام طور پر خاتم (بکسر تائے فوقانی) پڑھا جاتا ہے،

سورہ احزاب (پ ۲۲، ع ۵، آیت ۴۰) مین ہے کہ" وہ (یعنی آنحضرت صلعم) خدا کا پیغمبر اور خاتم النبیین ہے"،

انبیا و مرسلین مین سے یہ فخر آنحضرت صلعم ہی کو حاصل ہے کہ خاتم النبیین کا معزز لقب بارگاہ احدیت سے ملتا ہے، اس لقب کی عطائگی کے جو اسباب ہین ان مین سب سے بڑا سبب یہ ہے، کہ آپ نے اللہ جل شانہ، کی وحدانیت کی ایسے اعلی درجہ پر توضیح کی جو کسی نبی نے نہیں کی تھی اور نہ آیندہ کے لئے اس (توضیح) مین کسی قسم کی گنجایش باقی رکھی، آپ نے وحدۃ فی الذات، و وحدۃ فی الصفات اور وحدۃ فی العبادۃ کی تعلیم دے کر

نہین بلکہ اخلاق کے ان اصولون کی بھی جس کی تلقین حضرت عیسیٰ نے کی تھی تکمیل فرمائی (خطبات احمدیہ) غرضیکہ آپ کی اصلاح دوسرے مصلحین کی طرح ادھوری وجزوی اصلاح نہ تھی، بلکہ انسانی زندگی کے ہر ضروری اور فطری پہلو کو، اس کے تمام ظاہر اور مخفی شعبون کو من کل الوجوہ دنیا کے سامنے نمایان کر دینا آپ کا پہلا اور سب سے اخیری کام تھا، آپ نے محض اوراق اور سطور ہی کی صورت مین ان تعلیمات کو پیش نہین کیا بلکہ آپ کی ذات اقدس آپ کی تعلیم کا عملی نمونہ اور زندہ تصویر تھی، آپ خود عملی پیکر تھے ان رحیمانہ اخلاق اور کریمانہ افعال کے جو آپ دوسرون کو تعلیم فرمایا کرتے تھے، چونکہ آپ کی ذات بابرکات سے حیات طیبہ کے اصولی اور عملی پہلو بہ حسن وجوہ نمایان ہوئے، اس لئے آپ کو خلعت خاتم النبیین سے سرفراز کیا گیا، تاکہ آپ کی شریعت جو ہر لحاظ سے مکمل ہے تا قیام قیامت نافذ ہے،

خادِم (ع) خدمت کرنے والا،

جماعت صوفیہ مین خادم وہ لوگ کہلاتے ہین جو فقرا، اور طالبان حق کی خدمت کرتے ہین

مہیا کرتے ہین، خادم اور شیخ مین یہ فرق ہے کہ
خادم ابرار کے مقام مین ہے اور شیخ مقربون کے،
(۲) عرف مین علم منطق کو خادم العلوم کہتے
ہین، باین وجہ کہ اس علم کا نفع تمام علوم مین
پہنچتا ہے،

خارج (ع) بالکسر رائے مہملہ، باہر،
نکلا ہوا،

کتب فقہ مین خارج کا استعمال بمقابل
ذی الید کیا گیا ہے، **ذی الید** اُس شخص
کو کہتے ہین جو شے پر قابض ہو، اور عین المال
سے فائدہ اٹھا رہا ہو، اور خارج سے مراد وہ
ہے جبکا شے پر قبضہ نہ ہو، بالفاظ دیگر قابض کو
ذی الید اور غیر قابض کو خارج کہتے ہین (عین
الہدایہ، کتاب الدعوی)

محاسبین کی اصطلاح مین ایک عدد کو دوسرے
عدد پر تقسیم کرنے سے جو عدد حاصل ہوتا ہے اسکو
خارج قسمت کہتے ہین،

علم رمل کی سولہ شکلون مین سے ایک
شکل کا نام خارج بھی ہے، اس شکل کے اول
مین فرد اور اس کے اخیر مین زوج ہوتا ہے،

اور ایک زوج بیچ سے بنی ہو تو اسکو قبض الخارج
کہتے ہین،

علم ہیئت مین **خارج المرکز** سے مراد
افلاک کے وہ محیط طبقے ہین، جن کا مرکز عالم
نہین ہے،

خارج اول، اصطلاح تصوف مین عالم
ارواح کو کہتے ہین،

خارجی (ع) وہ شخص جو مذہب خوارج
کا پابند ہو، اسلام کے بڑے فرقون مین سے ایک فرقہ
خوارج کا بھی ہے، اس فرقہ کی بنیاد جنگ صفین
(۳۶ھ / ۶۵۷ء) کے دوران مین پڑی اور لشکریان علی
مرتضےٰ مین سے وہ لوگ جو حکمین کے تقرر پر ناراضی
کا اظہار کرکے اور "لاحکم الا للہ" کہتے
ہوئے لشکر مرتضوی سے خارج ہو گئے، خوارج
کہلائے، خوارج کی وجہ تسمیہ مین ایک اور قول بھی
پایا جاتا ہے، اور وہ یہ کہ قران شریف کی متعدد آیات
مین خروج فی سبیل اللہ کو مستحسن فعل بتلایا گیا ہے،
اسلئے وہ لوگ جنھون نے فی سبیل اللہ خروج کیا،
خوارج کہلائے،

مورخین متفق ہین کہ سیاسی انقلابات نے فرقہ

کے خلاف شورش برپا کرتا تھا، اس فرقہ کی تمام تحریکات کا مقصد واحد لا امارۃ تھا اس لئے خوارج کسی کی حکومت کو تسلیم کرنا نہین چاہتے تھے بلکہ ہر ایک اُن مین سے خود کو سردار اور بہتر سمجھتا تھا، اس فرقہ کی پیدایش اور اسکی ابتدائی نشو ونما مین امیر معاویہ بانیِ دولتِ امویہ کی زرفشانی نے زبردست امداد بہم پہنچائی، لیکن آگے چلکر یہی فرقہ اُن کے جانشینون کے لئے خارِ مغیلان ثابت ہوا،

خوارج کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر اور مستوجب جہنم ہے، یہی وہ اعتقاد ہے جو اُن کو اسلام کے دوسرے فرقون سے ممیز کر دیتا ہے، خوارج کی کئی شاخین ہین، اشعۃ اللمعات مین بیس، غنیۃ الطالبین مین پندرہ ۱۵ اور تذکرۃ المذاہب مین بارہ ۱۲ اور کشاف اصطلاحات الفنون مین سات شاخون کا ذکر ہے، صاحب کشاف نے ان کے نام (۱) محکمیہ، (۲) بہیشتیہ (۳) ازارقہ (۴) نجدات (۵) صفریہ (۶) اباضیہ (۷) عجاردہ لکھے ہین، ان فرقون کی تشریح حروفِ تہجی کی ترتیب سے بیان کی گئی ہے اور آیندہ ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ،

خارش (ف) کھجلی، اطباء کے نزدیک مادہ سوداوی یا صفراوی

کرتی ہے (طب احسانی)

خارق العادۃ (ع) عادت کا پھاڑنا یعنی تبدیل فطرت کرنا، کسی چیز کا بغیر اسباب وعلل کے وجود مین آنا یا یہ کہ باوجود علت کے وجود معلول کا نہ پایا جانا خرق العادۃ کہلاتا ہے،

علماءِ اسلام مین "خارق العادۃ" ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے بعض اس بات کے قائل ہین کہ فطرت تبدیل ہو جاتی ہے اور بعض کے نزدیک فطرت کا تبدیل ہونا ناممکن ہے، امام رازی نے اس سلسلہ مین تین قول نقل کئے ہین،

(۱) اشاعرہ کے نزدیک ہر قسم کی خرق عادت عموماً ممکن ہے، یہان تک کہ یہ بھی ممکن ہے کہ جزء لایتجزی دفعۃً عالم اور عاقل بن جائے، یا یہ کہ ایک اندھا اُندلس مین بیٹھا ہوا چین کے کسی گاؤن کو دیکھ لے،

(۲) حکماءِ طبیعین کے نزدیک خرقِ عادت ناممکن ہے،

(۳) معتزلہ کے نزدیک بعض مخصوص صورتون کو مستثنیٰ کر کے خرق عادت ناممکن ہے،

حکماء اور معتزلہ کا اختلاف حقیقۃً نزاع لفظی ہے،

معلول کا وجود بغیر علت کے ہو سکتا ہے البتہ خرق عادت
کا استعمال ان معنون مین کہ عادۂ جاریہ کے خلاف کوئی فعل
وقوع مین آیا حکما اور معتزلہ کی کتابون مین ہوا ہے،
چنانچہ شیخ الرئیس نے اشارات مین ان واقعات یا
عادات کو جو اسباب طبعی کے ماتحت عام عادات
جاریہ کے خلاف وقوع پذیر ہو جاتے ہین خرق عادت
سے تعبیر کیا ہے، مختصر یہ کہ حکما، کی اصطلاح مین خرق
عادۃ کا اطلاق اس واقعہ کے وقوع پذیر ہونے
پر بھی ہوتا ہے، جس کی علت و معلول کا مخفی سلسلہ
موجود تو ہے لیکن عام لوگ اسکا پتہ نہین لگا سکتے،
شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اسی خیال کا اعادہ اپنی
تفہیمات الٰہیہ مین کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہین کہ "معجزات
وکرامات امور اسبابی ہین لیکن اُن پر کمال غالب
ہو گیا ہے اور اسی وجہ سے دیگر امور اسبابی سے ممتاز
ہین" (انتہی کلامہٗ) غرضیکہ کلی طور پر اس مسئلہ مین اشاعرہ
کے سوا باقی تمام اسلامی فرقے متفق ہین کہ کوئی چیز
اصول قدرت کے خلاف وجود مین نہین آ سکتی،
اسلئے جب کوئی فرقہ یا کوئی شخص (اشاعرہ کو مستثنیٰ
کرکے) کسی خرق عادت کا قائل ہو، تو اُس کی مراد
صرف یہ ہوگی کہ وہ واقعہ عام عادت جاریہ کے خلاف
وقوع مین آیا ہے نہ یہ کہ حقیقتاً اصول قدرت کے

خلاف ہے (ماخوذ از الکلام حصہ دوم)

کتب دینیات مین خوارق العادۃ امورات
کے لئے آٹھ الفاظ استعمال ہوئے ہین،

(۱) آیت (جمع آیات) بمعنی نشانی قرآن
مجید کی سورہ رعد (پ ۱۳، ع ۴، آیت ۲۷) اور
سورہ عنکبوت (پ ۲۱، ع ۵، آیت ۴۹) اور
سورۂ قمر (پ ۲۷، ع اول آیت ۲) مین آیت کے
معنی خرق عادت کے لئے گئے ہین،

(۲) معجزہ (جمع معجزات) یعنی وہ خارق
العادۃ امر جو کسی نبی سے سرزد ہو،

(۳) ارہاص (جمع ارہاصات) لغوی
معنی ارہاص کے بنیاد رکھنا ہین اور اصطلاح مین
وہ فعل جو کسی نبی سے عہدۂ نبوت پر فائز ہونے
سے پیشتر ظاہر ہو،

(۴) علامت (جمع علامات) قیامت کے
آنیکی نشانیان،

(۵) کرامت (جمع کرامات) وہ خرق عادت
بات جو کسی ولی سے صادر ہو،

(۶) معونہ (جمع معونات) لغوی معنی
معونہ کے مدد کرنا ہین اور اصطلاح مین نبی کے

(۷) **استدراج**، وہ خرق عادت جو کسی کافر سے ظاہر ہو،

(۸) **اھانت** (جمع اہانات) لغوی معنیٰ نفرت کرنا، اصطلاحًا وہ کام جو شیاطین اور ارواح خبیثہ کی مدد سے کئے جائین اور فاعل کے لئے موجب ذلت ہون (دیکھو اعجاز و معجزہ)

خاص (ع) نج، ذاتی،

اصولیین کے نزدیک وہ لفظ جو اپنے مدلول پر قطعی ہو، اور بیان تفسیر سے بے نیاز جیسے اللہ الصمد خاص کہلاتا ہے،

منطقیین کے نزدیک وہ اسم جو ایک ہی معنیٰ مین بہت سی اشیا پر دلالت کرے خاص کہلاتا ہو اسی کا دوسرا نام **طرف کلی** بھی ہے،

خاصگی (ف) بادشاہ یا امیر کے مصاحب

(۲) وہ لونڈی جو مالک کی مدخولہ ہو (۳) ہر چیز نفیس اور مرغوب،

خاصّہ (ع) بتشدید صاد مہملہ، وہ صفت

جو کسی سے خاص ہو، اسکی جمع خواص آتی ہے، اہل فارس خاصہ (بغیر تشدید صاد مہملہ) سے مراد بہتر چیز جو خاص لوگون اور امیرون کے لائق ہو لیتے ہین، اسی وجہ سے امیرون وغیرہ کے کھانے کو

مجازاً خاصہ کہتے ہین،

منطقیین کے نزدیک خاصہ ایسی صفت ہی جو ایک جنس یا نوع کے تمام افراد مین لازمی طور پر پائی جاتی ہے، مثلاً مثلث کا یہ خاصہ ہے کہ اس کے تینون اندرونی زاوئے دو قائمون کے برابر ہوتے ہین، اگرچہ یہ بات مثلث کی تعریف مین داخل نہیں ہے، لیکن کوئی مثلث اس خاصہ سے خالی نہین ہوسکتا، غرض خاصہ ایسا لفظ ہے جو کسی طرف کی دلالت وصفی کا حصہ تو نہین ہے لیکن اس سے ظاہر ہوتا ہے، میزان المنطق مین ہی کہ خاصہ دو طرح پر ہے (۱) **لازم** اور (۲) **مفارق**، (۱) **خاصہ لازم** وہ ہے جو اپنے موصوف مین ہر وقت پایا جائے جیسے ضحک یعنی ہنسا جو خاصہ انسان ہے،

(۲) **خاصہ مفارق** وہ ہے جو اپنے موصوف سے جدا ہو کر دوسری ذات مین پایا جائے مثلاً ماشی (پاؤن سے چلنے والا) شیخ الرئیس شفار مین تحریر کرتے ہین کہ کلیات خمسہ مین سے ایک خاصہ بھی ہے، کلیات خمسہ یہ ہین (۱) نوع (۲) جنس (۳) فصل (۴) عرض اور (۵) خاصہ،

اہل ہیئت کے نزدیک (۱) خاصۂ الوسطیہ کے معنیٰ قوس معینہ اور حرکت فی القوس کے آتے ہین

اسی طرح (۲) خاصہ المرئیہ کے معنی بھی قوس معینہ اور حرکت فی القوس لیے جاتے ہین،

عام طور پر خاصہ کی جمع خاصیت تبلائی جاتی ہے لیکن یہ غلط ہے، اسکی جمع خواص آتی ہے، البتہ خاصیت کی جمع خاصات صحیح ہے اور **خاصیت** کا استعمال ایسے موضع پر ہوتا ہے جس مین سبب مخفی ہو،

ذوخاصیت سے مراد اطبار کے نزدیک وہ دوا ہے جس کی تاثیر صرف صورت سے ہو اور موافق طبیعت کے ہو،

خاطِر (ع) بکسر طاے مہملہ، (۱) جو چیز دل مین گذرے (۲) دل ،

تذکرۃ السلوک مین ہے کہ جو بات دل پر آئے عام اس سے کہ اچھی ہو یا بری، مگر دل پر قائم نہ رہے خاطر کہلاتی ہے،

کبھی خاطر اسکو بھی کہتے ہین کہ ایک بات ناگہانی پیدا ہو جائے اور پہلے سے اسکا منصوبہ نہ ہو، مظاہر حق مین ہی کہ وہ وسوسہ جو بے اختیار دل مین آجائے **ھاجس** کہلاتا ہے لیکن جب قیام کرے اور باعث خلجان ہو تو خاطر کہلاتا ہے،

خطیر الربانی یعنی دل کی بیداری جو منجانب اللہ ہو، (۲) **خطیر الملکی** یعنی وہ بیداری جو منجانب ملائکہ ہو اور جو موجب ہو عبادات و خیرات کا اور سبب ہو معاصی سے احتراز کا (۳) **خطیر النفسانی** یعنی وہ بیداری جو نفس کے سبب سے ہو، (۴) **خطیر الشیطانی**، یعنی وہ وسوسہ جو شیطان پیدا کرے، اور جس مین معاصی اور تباہی کی ترغیب ہو (ماخوذ از کشاف اصطلاحات الفنون)

خاقان (ع) بادشاہ، ابتدا مین یہ لقب شاہان چین اور ترکستان کا تھا، لیکن اب یہ لقب عام ہو گیا ہے، اور ہر بادشاہ کو خاقان کہتے ہین.

خال (ع) سیاہ نقطہ جو جسم پر ہوتا ہے، جسکو ہندی مین تل کہتے ہین،

اصطلاح تصوف مین خال کہتے ہین نقطہ ذات تجلی کو کہ عبارت ہی ذات بحت اور ہستی مطلق سے، خال نقطہ وحدت کو بھی کہتے ہین، شیخ جمال کہتے ہین کہ خال سے مراد نقطہ روح انسانی ہے (کنوز اسرار القدم و تذکرۃ السلوک)

شجاع سپہ سالارون مین سے ہین، غزوۂ احد (۳ھ ۶۲۵ء)
مین جو کامیابی اہل مکہ کو مسلمانون کے خلاف ہوئی
وہ خالد ہی کی مرہون منت ہے، آپ اسوقت کفار
کی طرف سے لڑ رہے تھے، ۸ھ ۶۲۸ء مین مشرف
باسلام ہوئے، حضرت میمونہ رض ام المومنین جو ۸ھ
مین آنحضرت صلعم کے حبالۂ نکاح مین آچکی تھین
وہ آپ کی پھوپھی تھیں،

حضرت خالد رض ایک جری اور بہادر شخص تھے،
اور سوائے غزوۂ حنین کے جو ۸ھ ۶۲۹ء کا واقعہ ہے
آپ ہر میدان مین ثابت قدم رہے، اور نہایت
کامیابی کے ساتھ آپنے خدمات جنگ انجام دین،
خصوصاً ملک شام کی فتوحات تو زیادہ تر آپ
ہی کی دلیرانہ کوششون کا نتیجہ تھین،

چونکہ آپ فطرۃً فوجی آدمی تھے اسلئے اکثر
ان مقامات پر جہان تدبر کی ضرورت تھی آپ سے
لغزشین سرزد ہوگئین اور آنحضرت صلعم کو آپ کی
کارروائیون سے برات کا اظہار کرنا پڑا، اور بنو جذیمہ
کے قتل پر یہان تک کہ کتنون کا خون بہا ادا
کیا گیا،

حضرت خالد رض کو ان جانبازانہ خدمات کے صلہ

ابوبکر رض نے "سیف اللہ" کا خطاب عطا فرمایا،
آپ کا انتقال ۱۸ھ ۶۳۹ء مین عمواص کی وبا
مین ہوا،

خالدون

(ع) جمع ہے خالد کی جس کے
لغوی معنی "طول عہد" اور اسی مناسبت سے وہ
ہمیشگی کے معنون مین بولا جاتا ہے،

خالدون مشتق ہے خلود سے اور خلود کے
معنی مین علماء کا اختلاف ہے، امام رازی اور قاضی
بیضاوی کی تحقیق مین خلود کے معنی دیر تک قائم
رہنے کے ہین، علامہ حسین اور جلالین کے نزدیک
بقای دوام کے، نظام نیشاپوری لکھتے ہین کہ معتزلہ
کی تحقیق مین خلد اور خلود کے معنی دوام ابدی
بلاانقطاع کے ہین لیکن اشاعرہ اہل سنت کا اتفاق
ہے کہ اس لفظ سے مراد ایسا دوام ہے جو مدت
درازتک رہے،

قران مجید مین خالدون عذاب و ثواب
کی مدت کے اظہار کے لئے کئی مقامات پر آیا ہے،
مثلاً سورہ ہود (پ ۱۲، ع ۹، آیت ۱۰۹ و ۱۱۱)
مین ہے کہ (گناہ کرنے والے) ہمیشہ رہنے والے ہین
اُس مین (آتش دوزخ مین) جب تک کہ ہین

ہمیشہ رہنے والے ہین جنت مین جب تک کہ ہین زمین
وآسمان، ان آیات شریفہ مین خالدون سے مراد
عذاب وثواب کا دائم (یعنی بلا انقطاع) ہونا ہی
یا ایک مدت دراز تک موجود رہنا ایک اختلافی
مسئلہ ہے،

خالدون یعنی عبدالرحمن بن محمد بن خالدون
ملقب بہ الحضرمی شہر حلب کے قاضی تھے امیر تیمور نے
جب حلب پر قبضہ کیا تو ان کو غلام بنا کر سمرقند مین
لے گیا جہان انھون نے ۸۰۸ھ مین انتقال کیا،

خالصہ (ع) خاصہ، خالص،
اصطلاح مین وہ زمین شاہی جو کسی کی جاگیر
مین نہو،

خام (ع) کچا، اطبا کے نزدیک خام کا
اطلاق تین معنون پر ہوتا ہے،
(۱) بلغم طبعی جس کے اجزا مختلف ہون رقت اور
غلظت مین،
(۲) اجزاے قارورہ جو رقیق اور بدبودار نہون
(۳) خام شے جس مین طبخ (جوش) کامل نہ پایا جاے
یعنی مخالف ہو مطبوخ کی،

خاموشی (ع) چپ رہنا،

کے لئے ازبس ضروری ہین خاموشی بھی ہے چنانچہ
ارشاد نبوی ہے کہ جو چپ رہا اس نے نجات پائی،
(اکسیر ہدایت تیسرا رکن تیسری اصل)

امام غزالی فرماتے ہین کہ بات جو کہنے کے
لائق ہوتی ہے وہ چار قسم پر ہے ایک تو یہ ہے کہ
بالکل نقصان ہی ہو، دوسری وہ ہے کہ اس
مین نفع اور نقصان دونون ہون، تیسری وہ
ہے کہ جس مین نہ نفع ہو اور نہ نقصان، چوتھی وہ
ہے کہ محض منفعت ہو، پس ان مین سے تین ربع
نہ کہنے کے لائق ہے اور ایک ربع کہنے کے لائق،
لہذا معلوم ہوا کہ خاموشی ہی مین خیر و خوبی ہے نہ کہ
زیادہ تکلم مین، اور یہی وہ نکتہ ہے جو ارشاد نبوی سے
ثابت ہوتا ہے، اور جسکا اشارہ سورہ نساء (پ ۵،
ع ۱۷، آیت ۱۱۴) مین بھی موجود ہے (اکسیر
ہدایت)

ایک بزرگ کا قول ہے کہ خاموشی سے کوئی
پشیمان نہیں ہوتا، البتہ بہت کہنے سے ندامت
اٹھانی پڑتی ہے، فضول بات کہنے سے خاموشی
بہتر ہے، کہا جاتا ہے کہ کسی ذکر مین بجز ذکر خدا اور
کسی خاموشی مین بجز فکر جزا خوبی نہیں، عوام کی خاموشی

خاموشی یہ ہے کہ دل خاموش رہے اور دوستون
کی خاموشی یہ ہے کہ دلون کے بھید نہ کھولین،

خان (ت) سابق مین یہ لقب ترکستان اور
خطا کے بادشاہون کا تھا، اب ہر رئیس اور امیر
کو کہتے ہین، (۲) فارسی مین خان مخفف ہو خانہ بمعنی
گھر کا (۳) عربی مین خان بمعنی کاروان سرائے آتا ہے،
آج کل مصر مین ہوٹل و سرائے کے لئے لفظ "خان"
مستعمل ہو رہا ہے،

خان خانان، امیر الامراء، لقب تھا بیرام
خان کا جو مغلیہ دربار کا نہایت ممتاز سردار تھا،
شہنشاہ اکبر جلال الدین فرمان روائے ہندوستان
کی تخت نشینی کے وقت یہ خطاب بیرام خان کو عطا
کیا گیا اور اس کی وفات پر اسکا فرزند عبد الرحیم بھی
اسی خطاب سے ممتاز و سرفراز کیا گیا،

خانقاہ (ع) بفتح نون، فقیرون اور درویشون
کے رہنے کا مکان، وہ مکان جو صوفیہ کے ذکر و شغل
کے واسطے بنائے جائین،

دوسری صدی ہجری کے درمیانی زمانہ
مین سب سے پہلی خانقاہ ملک شام مین بمقام رملہ تیار
ہوئی

خیالات کرین (نفحات الانس) لیکن جب طریقہ
صوفیہ کی باقاعدہ تدوین عمل مین آئی تو تیسری صدی
ہجری کے خاتمہ پر متعدد خانقاہین تعمیر ہوئیں، جن
مین پیری مریدی ہونے لگی اور درویشی کے اصولون
کا درس دیا جانے لگا، اسوۂ صحابہ (جلد دوم ص ۳۲۵)
مین ہے کہ امام معمر بن زیاد نے اخبار الصوفیہ مین بیان
کیا ہے، کہ صوفیہ کی پہلی خانقاہ بصرہ مین تعمیر کیگئی

صاحب تذکرۃ الکرام لکھتے ہین کہ صفہ (مسجد نبوی)
خانقاہ کی اصل ہے جہان اصحاب صفہ پڑے رہتے
تھے، اور جنکا کام یاد الہی اور جہاد اسلام تھا اور
جن کا کھانا کپڑا آنحضرت صلعم سے متعلق تھا،

صاحب مصباح الہدایت نے ان فوائد
پر روشنی ڈالی ہے جو فقیرون کے خانقاہ مین
رہنے کے باعث مترتب ہوتے ہین، مثلاً (۱) خانقاہ
ایسی جماعت کے بود و باش کا ذریعہ بن جاتی ہی
جسکا نہ گھر ہے نہ بار (۲) تبادلۂ خیالات بحسن و خوبی
انجام پاتے ہین، (۳) خانقاہ مین رہنا عبادت
اور ذکر الہی مین مستعدی پیدا کرنے کا سبب
بن جایا کرتا ہے،

(۱) اہل خدمت (ii) اہل محبت (iii) اہل خلوت

آداب خانقاہ مین سے ہے کہ کسی مسافر کو جو خانقاہ مین ٹھہرنے کی اہلیت نہین رکھتا، شیرین کلامی کے ساتھ رخصت کر دیا جائے، اہل خانقاہ کو چاہئیے کہ جسطرح عبادت الٰہی سے بہرہ یاب ہون، اُسی طرح خدمت گذاری کا بھی درجہ حاصل کرین اور ایک دوسرے کی امداد و معاونت کیلئے مستعد رہین (تذکرۃ السلوک)

شیخ ابن بطوطہ طنجی (المتوفی ۷۷۹ھ) نے اپنے سفرنامہ مین مصر کی خانقاہون کے معاشرتی حالات قلمبند کئے ہین، وہ لکھتے ہین کہ "خادم خانقاہ حاضرین خانقاہ کے پاس آکر ہر شخص سے کھانے کی بابت دریافت کرتا ہے اور حسب فرمایش کھانا دیا جاتا ہے، جب کھانے کا وقت آتا ہے تو سب لوگ کھانے کے کمرہ مین حاضر ہو جاتے ہین، اور ہر شخص کا کھانا علیحدہ علیحدہ برتنوں مین اُس کے سامنے چن دیا جاتا ہے، ایک کے کھانے مین دوسرا شریک نہیں ہوتا، دن مین دو بار کھانا ملتا ہے، کھانے کے علاوہ درویشون کو جاڑے اور گرمی کے موسم کے کپڑے بھی خانقاہ ہی سے دئے جاتے ہین اور

لیکر بیس روپیہ تک ماہواری نقد بھی دیا جاتا ہے، ہر پنجشنبہ کو میٹھے کھانے کے واسطے ایک رقم علیحدہ ملتی ہے، صابون، دھوبی، حجام اور روشنی کے مصارف بھی خانقاہ برداشت کرتی ہے، صوفی اور درویش عموماً غریب الوطن اور ارباب تجرد مین سے ہوتے ہین، لیکن جو درویش اہل و عیال والے ہین، انکی سکونت کے واسطے بھی خانقاہ مین جداگانہ مکانات بنے ہوئے ہین"

"ساکنان خانقاہ کو چند امور کی پابندی لازمی ہے، اُن مین سے (۱) پنج وقتہ نماز باجماعت (۲) شب کا قیام حدود خانقاہ ہی مین ہونا، (۳) قبہ مین جمع ہونا نہایت ضروری ہین"

"روزمرہ کا طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ہی خاص سجادہ پر بیٹھا رہتا ہے، اور صبح کی نماز پڑھنے کے بعد سورہ فتح (پ ۲۶) و سورہ ملک (پ ۲۹) اور سورہ آل عمران (پ ۴، ۳) کا وظیفہ پڑھتا رہتا ہے، قران شریف کے پارے پارے کی جلدین علیحدہ لائی جاتی ہین اور ہر شخص ایک ایک پارہ پڑھتا ہے اُس کے بعد اذکار اور اشغال مین مصروف ہو جاتے ہین، پھر قاری لوگ اہل مشرق

کی نماز کے بعد بھی روزانہ ہوتا ہے"

"جب کوئی نیا درویش کسی خانقاہ مین آتا ہو تو صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ کمربستہ، داہین ہاتھ مین اپنی جریب جس مین لمبی شام نوکدار لگی ہوتی ہے اور بائین ہاتھ مین لوٹا، کندھے پر جاے نماز. خانقاہ کے دروازہ پر پہونچا، دربانون نے مہتمم خانقاہ کو فوراً اطلاع دی کہ نیا درویش فلان دروازہ پر آیا ہے مہتمم اطلاع پاتے ہی باہر آتا ہے اور بعد استفسار حال درویش کو خانقاہ کے اندر لے جاتا ہے، اور مناسب جگہ پر اس کے واسطے سجادہ بچھا دیتا ہے، اور مصفا جگہ اسکو دی جاتی ہے، وہ نووارد درویش خانقاہ مین داخل ہونے ہونے کے بعد از سر نو وضو کرتا ہے اور اپنے سجادہ پر آکر اول دوگانہ نفل ادا کرتا ہے، بعد اس کے شیخ خانقاہ اور جملہ حاضرین سے مصافحہ کرتا ہے اور اُن سب کے زمرہ مین بیٹھتا ہے (ماخوذ از سفرنامہ بلاد اسلامیہ)

خبر (ع) بفتح الخاء والباء، آگاہی، پیام، اسکی جمع اخبار آتی ہے،

بعض محدثین کے نزدیک خبر اور حدیث ہم

اسمیہ کا وہ جز جو مسند ہوتا ہے خبر کہلاتا ہے منطقیین کی اصطلاح مین خبر کو محکوم بہ اور محمول کہتے ہین اور مبتدا کو محکوم اور موضوع،

علمائے اہل بیان و اصولیین و منطقیین و متکلمین کے نزدیک کلام کا انحصار انشاء اور خبر پر ہے، لیکن خبر کی تعریف مین مختلف اقوال پائے جاتے ہین مثلاً (۱) قاضی ابوبکر اور معتزلہ کہتے ہین کہ خبر وہ کلام ہے جس مین صدق و کذب داخل ہوتا ہے، (۲) امام ابوالحسن بصری کا قول ہے کہ جو کلام خود ہی کسی نسبت کا فائدہ دے وہ خبر ہے (۳) جو قول اپنے صریح (یعنی اور لفظ) کے ذریعہ سے نفی یا اثبات کے ساتھ ایک معلوم کی نسبت دوسرے معلوم کی طرف کرنا چاہے وہ خبر ہے (۴) بعض متاخرین کہتے ہین کہ انشاء وہ کلام ہے جسکا مدلول کلام کے ساتھ خارج مین حاصل ہوتا ہو اور خبر وہ کلام ہے جو اسکے خلاف ہو (تفسیر اتقان نوع ۵۰)

خبر کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ مخاطب کو بات کا فائدہ پہنچایا جائے یعنی اسکو کسی بات کا علم دلایا جائے، بعض اوقات خبر "امر" کے معنی مین بھی

اور نہی کے معنی مین بھی مثلاً لا یمسہ الا المطہرون
اور دعا کے معنی مین بھی جیسے وایاک نستعین
صحیح ترین قول کے اعتبار پر تعجب خبر کی ایک قسم
ہے اور وعد اور وعید بھی اقسام خبر سے ہین، نفی
بھی خبر کی ایک قسم بلکہ وہ پورے کلام کا ایک
حصہ ہوتا ہے (ماخوذ از تفسیر اتقان نوع ۵۷)

خبر واحد، اصطلاح محدثین مین خبر واحد
اس حدیث کو کہتے ہین، جسکا راوی ایک ہی شخص
ہو، اور ایک ہی سلسلہ سے روایت بھی لگئی ہو
(دیکھو احاد)

فقہاے اسلام اس امر مین کہ خبر واحد پر کوئی
عقیدہ مبنی ہو سکتا ہے مختلف الرائے ہین، معتزلہ
کہتے ہین کہ بالکل نہین ہو سکتا، ان کے مقابلہ مین
بعض محدثین نے یہ شدت کی کہ خبر واحد کو قطعی کردیا
صرف شرط یہ لگادی کہ رواۃ ثقہ ہون، امام
ابو حنیفہ خبر احاد کو قطعی نہین سمجھتے لیکن شوافع
کے نزدیک خبر واحد سے زیادت کتاب اللہ پر جائز
ہے تیسیر الباری مین ہے کہ امام ابن قیم فرماتے
ہین کہ خبر واحد تین قسم پر ہے ایک یہ کہ قران کے موافق
ہو دوسری یہ کہ اس مین قران کی تفصیل ہو تیسری
یہ کہ اس مین ایک نیا حکم ہو جو قران مین نہین ہے،
ہر حال مین خبر واحد کا اتباع واجب ہے (تیسیر الباری
ترجمہ صحیح بخاری کتاب اخبار الاحاد پارہ بست نہم
ص ۴ و حاشیہ اول)

خبر متواتر، اصطلاح محدثین مین وہ حدیثین
خبر متواتر کہلاتی ہین جنکو آنحضرت صلعم کے زمانہ سے
لیکر جملہ صحابہ کبار اور علماے دین نے ہر ایک زمانہ
مین بالاتفاق صحیح اور مستند تسلیم کر لیا ہو، خبر متواتر
کے راوی ہر زمانہ مین بکثرت ہون کہ احتمال
کذب کا انکی طرف عقلاً محال ہو،

صاحب خطبات احمدیہ لکھتے ہین کہ تمام علماے
امت کا اتفاق ہے کہ بجز قران مجید کے اور کوئی
متواتر حدیث موجود نہین لیکن بعض علما کے نزدیک
پانچ حدیثین اور بھی ہین جو خبر متواتر کا حکم
رکھتی ہین،

خِبرۃ (ع) بالکسر، دانشمندی، آزمایش،
اہل خبرہ سے مراد وہ لوگ ہین جو نفس مضمون
کا ذاتی علم رکھتے ہین،

خَبل (ع) بالفتح، لغوی معنی قطع
ید کے ہین،
کن کن صورتون مین فقہا کے نزدیک
قطع ید لازم آتا ہے، لفظ "قطع" کے تحت مین بیان

ی جاوین گی انشاء اللہ تعالی،

اہل عروض کی اصطلاح مین "خبن" اور "طے" کے اجتماع کو خبل کہتے ہین، پس مستفعلن کا فَعِلَتن (اول کے چار حروف متحرک اور آخری حرف ساکن) ہوجاتا ہے، صاحب منتخب لکھتے ہین کہ خبل سے مراد "س" اور "ف" کا بحر بسیط مین مستفعلن سے دور ہوجانا ہی (کشاف اصطلاحات الفنون)

خبن (ع)، بالفتح لغوی معنی پنہان کرنے کے ہین اور بعضون کے نزدیک جامہ کے دامن کا چڑھا لینا یا سی لینا ہے تاکہ کوتاہ ہوجاوے،

اہل عروض کے نزدیک رکن کے اول مین سبب خفیف ہو تو اسکا دوسرا حرف گرانا خبن کہلاتا ہی جیسے فاعلن سے فعلن رہا یا فاعلاتن سے فعلاتن (بکسر عین) رہا، جس رکن مین یہ عمل کیا جائے، اس کو **مخبون** کہتے ہین، (ماخوذ از کشاف اصطلاحات الفنون) واضح رہے کہ وہ بحر جس مین رکن پانچ سے کم ہون، مخبون نہین ہوتی، (غیاث اللغات)

خبیب بن عدی، آپ ذی مرتبت صحابی اور اصحاب بدر مین سے ہین، ۶۲۵ھ مین عضل

سیکھنے کے لئے دس معلمین حضور صلعم سے طلب کئے مگر بمقام رجیع بدعہدی کرکے آٹھ کو قتل کرڈالا اور باقی ماندہ دو حضرات یعنی خبیب بن عدی اور زید کو مکہ مین جاکر قریش کے ہاتھون بیچ ڈالا جنھون نے اُن حضرات کو بڑے عذابون سے شہید کرڈالا،

حضرت خبیب بن عدی رضہ کو عامر کی اولاد نے **تنعیم** (ایک مقام ہے حرم مکہ سے خارج) مین سولی پر چڑھا کر شہید کیا، آپ پہلے بزرگ ہین جو اسلام مین سولی دئے گئے،

خبیث (ع) پلید اور خاموش، اس کی جمع خبثون اور خبثین آتی ہے، اصل مین خبیث وہ چیز ہے جس سے کراہت کی جائے بوجہ اس کے ردی اور خسیس ہونے کے خواہ محسوس ہو خواہ معقول، اس مین باطل اعتقاد اور جھوٹ باتین، بُرے اعمال سب شامل ہو جاتے ہین، مظاہر حق (کتاب البیوع) مین ہے کہ خبیث وہ ہی جس کی اصل مکروہ ہو لیکن استعمال حرام نہ ہو، سورہ بقر (پ ۳، ع ۳۷، آیت ۲۶۹) مین ہے کہ اے مومنو خبیث (بگڑے ہوئے) مال پر نیت مت رکھو، سورہ مائدہ (پ ۷، ع ۱۳، آیت ۱۰۰) مین ہے

نہین دین،

ختام (ع) بالکسر اول، موم یا لاکھ جسکو کسی چیز پر لگا کر مہر کرین،

صوفیون کے نزدیک نام ہے ایک مقام کا جو عالم برزخ مین ہے (کشاف اصطلاحات الفنون)

ختان (ع) بالکسر، ختنہ کرنا، عضو تناسل کے آگے کی کھال کاٹنا، مرد مین وہ چمڑا جو کاٹا جاتا ہے سر ذکر پر ہوتا ہے، اور عورت مین ایک گوشت ہوتا ہے بلند مانند تاج مرغ کے، ختنان، ختنہ، ختانہ سب مرادف الفاظ ہین (دیکھو ختنہ)

ختنہ کے متعلق کوئی صریح حکم قران مجید مین تو نہین ہے لیکن کتب احادیث سے پایا جاتا ہے کہ ختنہ ان دس طہارتون مین سے ہے جو حضرت ابراہیم کی طرف منسوب ہین اور جنکو خصائل فطرت کہتے ہین (دیکھو حنیف) پس مسلمانون مین ختنہ کا رواج سنت ابراہیمی کی یادگار ہے، بعض فقہای اسلام نے لڑکے کی ختنہ واجب اور دختر کی ختنہ سنت لکھا ہے، عمان میں اب بھی عورتون کی ختنہ کرتے ہین، صاحب درمختار لکھتے ہین کہ ختنہ کرنا ہم حنفیون کے نزدیک سنت ہے فرض نہین (درمختار جلد چہارم کتاب الخنثیٰ) اہل حدیث اور شافعیہ کے نزدیک ختنہ کرنا واجب ہے، فقہاء امامیہ کے نزدیک ساتوین دن ختنہ کرنا سنت موکدہ ہے اور اسوقت ممکن نہ ہو تو تا حد بلوغ بھی سنت ہے اور بعد بلوغ خود اس پر واجب ہے (تحفۃ العوام)

عین الہدایہ مین ہے کہ وقت مستحب ختنہ کے لیے سات برس سے بارہ برس تک ہے، اگر کسی قوم نے ختنہ کرنا چھوڑ دیا اور ختنہ نہ کرنے پر اصرار کرتی ہے تو امام اس سے قتال کر سکتا ہے، بعض فقہاء لکھتے ہین کہ ولادت سے ساتوین روز سے جواز شروع ہو جاتا ہے، بوڑھا اگر ختنہ کی طاقت نہین رکھتا تو ترک ختنہ کیا جا سکتا ہے، جس طرح باپ اپنے پسر کا ختنہ وحجامت (پچھنے دلوانا) اور علاج کرنے کا مجاز ہے اسی طرح باپ کا وصی بھی ان خدمات کو سر انجام دے سکتا ہے لیکن مان وماموں اور چچا کے وصی کو یہ اختیار نہین، اگر ان مین سے کسی نے لڑکے کی ختنہ کرائی یا ناخن کچھوائین یا علاج کرایا اور وہ مرگیا تو استحساناً اس وصی پر ضمان نہین (کتاب الکراہت، جلد چہارم)

علامہ جلال الدین سیوطی نے ان انبیاء علیہم السلام

کے اسماء گرامی جو مختون پیدا ہوئے ایک نظم مین جمع
کردئے ہین اُن کے اسماء گرامی یہ ہین،
(۱) حضرت آدم، (۲) حضرت شیث، (۳)
حضرت ادریس، (۴) حضرت نوح، (۵) حضرت
سام (۶) حضرت ہود، (۷) حضرت صالح (۸) حضرت
لوط (۹) حضرت یوسف (۱۰) حضرت شعیب (۱۱)
حضرت موسیٰ (۱۲) حضرت حنظلہ (۱۳) حضرت سلیمان
(۱۴) حضرت زکریا (۱۵) حضرت یحییٰ (۱۶) حضرت
عیسیٰ، (۱۷) حضرت محمد صلوٰت اللہ علیہم
اجمعین،

ختم (ع) بفتحتین، تمام کرنا کسی کام کا،
جمع خواتم،

کلام کے وہ مقامات جو آخر مین گوش زد ہوا
کرتے ہین خواتم کہلاتے ہین، سورہ ہاے قرانی
کے خاتمے دعاؤن (سورہ بقر) نصیحتون (آل عمران)
فرائض (سورہ نساء) وعدہ و وعید (سورہ انعام)
جہاد وصلہ رحم (سورہ انفال) اور تہلیل (سورہ
براۃ) وغیرہ امورین سے کسی امر پر ہوتا ہے، سورہ
فاتحہ کے خاتمہ مین بتلایا گیا ہے کہ اعلیٰ درجہ کی مطلوب
شے قلبی ایمان ہے جو کہ خدا کا غضب نازل کرنے

تفسیر اتقان (نوع ۶۱) مین ہے کہ خاتمہ سورت کی
واضح ترین علامت سورہ ابراہیم کا خاتمہ ہے،
(ھذا بلاغ الناس الی الایہ) اسی طرح
سورہ احقاف کا خاتمہ یا سورہ حجر کا خاتمہ (واعبد
ربك حتی یاتیك الیقین یعنی بندگی کر رب
کی جب تک پہنچے تجھے یقین یعنی موت) حد درجہ کی
بلاغت ہی،

ختن (ع) بفتحتین، داماد، محرم نسبی
کے زوج کو ختن کہتے ہین، چنانچہ لڑکی، بھتیجی،
بھانجی، نواسی، اور پوتی کا زوج ختن
کہلاتا ہے،

امام ابو حنیفہ کے نزدیک اہل سنت والجماعت
کی خصائص مین سے ہے کہ (۱) شیخین کو فضیلت
دین (۲) ختنین کو دوست رکھین اور (۳) خفین پر
مسح کرین، اس قول مین شیخین سے مراد حضرت
ابو بکر و حضرت عمر ہین اور ختنین سے مراد حضرت عثمان
وحضرت علی مرتضیٰ،

ختنہ (ع) عضو تناسل کے آگے کی
کھال کاٹنا، ختنہ سے غرض انکشاف حشفہ
ہے تاکہ طہارت صحیحہ ادا ہوسکے، (ختان)

اس صورت مین یہ لفظ مرکب ہے کلمہ خود اور کلمہ آ
سے اور چونکہ حق تعالیٰ اپنے ظہور مین کسی کا محتاج
نہین ہو، اسلئے خدا کہلاتا ہے، جب یہ لفظ مطلق بولا جاتا
ہے تو سواے ذات باری تعالیٰ کے دوسرے پر
اطلاق نہین کرتے مگر مضاف ہونے کی صورت
مین یہ تخصیص جاتی رہتی ہے اور اس کے معنی مین
عمومیت پیدا ہو جاتی ہے، مثلاً کدخدا،
چند مثالین ان مرکبات کی درج کی جاتی
ہین جو لفظ "خدا" سے ترکیب پاتے ہین،

(۱) **خدا پرست**، خدا کی عبادت
کرنے والا،

(۲) **خدا ترس**، خدا سے خوف
کرنے والا،

(۳) **خُدا شناس** خدا کو
پہچاننے والا،

(۴) **خدا فروش**، مکار،

(۵) **خدا بردارد** / **خدا جواب دہد** } یعنی خدا موت
دے، یہ کلمات بد دعا ہین،

(۶) **خدا خدا کردن**، ڈرتے
ڈرتے کام کرنا، خدا کی طرف پناہ لے جانا،

(۷) **خداوند**، صاحب، مالک، یہ
لفظ مرکب ہی، اس لفظ کے ترکیبی معنی "صاحب کے
مانند" ہوتے ہین، اسلئے کہ لفظ "وند" اس مقام پر
بمعنی مانند ہے، کبھی وند بمعنی نسبت بھی آتا ہے لیکن
اس صورت مین لفظ "خُداوند" کا اطلاق خداے تعالیٰ
پر کرنا سوء ادب ہے، صاحب بہار عجم لکھتے ہین کہ
بعض مقامات پر لفظ "وند" محض زائد ہوتا ہے،
جیسے "خداوند" مین "وند" (غیاث اللغات)

خَدَرُ

(ع) بفتحتین، خوابیدگی (۲)
اندام کا سست ہو جانا، یعنی عضو کا سُن پڑ جانا اور
بے حس ہو جانا،
شیخ الرئیس کے نزدیک حس لمس کا باطل ہو جانا
خدر کہلاتا ہے، لیکن متاخرین کے نزدیک
خدر مخصوص ہے حس کے نقصان سے انسان
کے عضو کا سُن ہو جانا اور اس مین چیونٹی چلنا (یعنی
عضو کی ایسی حَرَکت جو چیونٹی کی رفتار کے مشابہ
ہے پیدا ہونا) خدر کے معنی مین داخل ہے،

خَدَش

(ع) بالفتح، خراش،
اطبا کے نزدیک وہ تفرق اتصال جو
صرف کھال کے چھلنے تک محدود ہو خدش کہلاتا
ہے، صاحب واقعہ لکھتے ہین کہ جو خراش کھال

سے نیچے نہ پہونچے سحج یا خدش کہلاتی ہے،
اگر وہ خراش گوشت کے اندر تک پہنچ جائے تو
جراحت کے نام سے موسوم ہوتی ہے شرح
قانونچہ مین ہے کہ جلد کی خراش اگر دقیق ہے تو
خدش کہلاتی ہے، اور اگر مُنبسط (کشادہ ہونیوالی)
ہے تو سحج،

خِدمت (ع) بالکسر اول وسکون

دال، چاکری کرنا، کام کرنا، استعمال فارسی مین
بمعنی تحفہ وسلام وکورنش کے بھی آتا ہے،
اطباء کے نزدیک خدمت دو طرح پر ہے،
(۱) خدمت مُہیّیہ (۲) خدمت مودیہ، ان مین سے
(۱) خدمت مہیہ کی یہ غایت ہے کہ ایسا مادہ مہیا کرے
جسکو مخدوم قبول کرلے، اس خدمت کا فعل
مقدم ہوتا ہے فعل رئیس پر جیسے فعل ریہ کا قلب کے
لیے (۲) خدمت مودیہ کی غایت یہ ہے کہ مخدوم
کے فعل کو دوسرے اعضاء قابل تک پہنچا دے
مثلاً خون کا شرائین کے ذریعہ سے قلب کو پہنچانا
(ماخوذ از کشاف اصطلاحات الفنون)

خَدیجۃ الکبریٰ (ع) بفتح اول و

کسر دال، آنحضرت صلعم کی پہلی بی بی اور حضرت
فاطمۃ الزہرا ...

تمام علماء کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے جو شخص آنحضرت
صلعم پر ایمان لایا وہ آپ تھین،
آپ ۵۵۵ء مین پیدا ہوئین، آپکے والد کا
نام خویلد ہے، جو عرب کے مشہور ملک التجار اور
قصی کی اولاد مین تھے، آپ کی والدہ فاطمہ قریش
کی ایک معزز خاتون تھین، جنکا شجرہ لوی سے
ملتا ہے، غرضیکہ نجیب الطرفین ہونے کے علاوہ
آپ اس خاندان محترم سے تھین جس سے آنحضرت
صلعم کو نسباً تعلق تھا، آپ کی پہلی شادی نباش
ابن زرارہ تمیمی سے ہوئی، نباش سے حضرت خدیجہ رض
کے دو لڑکے ہوئے ایک کا نام ہالہ تھا جو زمانہ جاہلیت
مین مرگیا، اور دوسرے کا نام ہند تھا، جنھون
نے زمانہ نبوت پایا اور اصحاب آنحضرت صلعم مین
داخل ہوئے، اور جنگ جمل (۳۶ھ ۶۵۶ء) مین حضرت
علی مرتضےٰ کی طرف سے لڑے اور شہید ہوئے،
نباش کے انتقال پر حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی
دوسری شادی عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوئی
اور اس سے ایک لڑکی تولد ہوئی جسکا نام بھی ہند
رکھا گیا، حضرت محمد مخزومی انھین ہند کے
صاحبزادے ہین جو جلیل القدر صحابی اور مقدس

حضرت خدیجہؓ کا تیسرا نکاح آنحضرت صلعم سے ہوا جب کہ آپؓ کی عمر چالیس برس کی اور آنحضرت صلعم کی پچیس برس کی تھی، آپ نے پینسٹھ برس کی عمر مین ۲۰ رمضان المبارک سنہ ۱۰ نبوی مین رحلت فرمائی اور مکہ معظمہ کے قبرستان حجول مین دفن ہوئین،

آپکے فضائل بے شمار ہین، صحیح بخاری مین حضرت علی مرتضےٰ رضؓ سے روایت ہے کہ سب سے بہتر اس امت کی عورتون مین حضرت خدیجہؓ ہین اور گذشتہ امت مین حضرت مریم (۲) حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ چار عورتین جنت کی تمام عورتون سے بہتر ہین (اول) خدیجہ بنت خویلد (دوم) فاطمہ بنت محمد صلعم (سوم) مریم بنت عمران (چہارم) آسیہ زوجۂ فرعون،

قول مشہور کے مطابق حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے خدائے تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کو چھ لڑکے لڑکیان عطا کئے، سب سے بڑے لڑکے قاسم ہین جنکا انتقال ۴ برس کی عمر مین ہوا، پھر حضرت زینبؓ اُن کے بعد عبداللہ جو بعمر دو سال رحلت کر گئے، پھر حضرت رقیہؓ، پھر حضرت ام کلثومؓ، پھر حضرت فاطمۃ الزہراؓ، علماء امامیہ اثنا عشریہ کی تحقیق مین حضرت زینب ورقیہ وام کلثوم حضرت حضرت خدیجہؓ کی بہن کی لڑکیان تھین لیکن ان کی پرورش حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور آنحضرت صلعم نے کی تھی، اس لئے انھین بزرگوارون کی اولاد مشہور ہوگئین ورنہ حقیقت مین ربیبہ تھین،

خِذلان (ع) بالکسر اول معنی چھوڑ دینا مدد نہ کرنا، بے نصیب ہونا،

خذلان کا مادہ خذل (خ، ذ، ل) ہے، اس مادہ سے تین مشتقات کا استعمال قرآن مجید مین ہوا ہے، یعنی یخذ لکم، خذ ولاً و مخذ ولاً، مثلاً سورہ آل عمران (پ ۴ ع ۱) آیت ۴ ۱۵) مین ہے کہ اگر اللہ تمھاری مدد کریگا توکوئی تم پر غلبہ نہ پا وے گا، اور اگر تمکو چھوڑ دیگا (یخذ لکم) تو پھر کون ہے جو اس کے خلاف تمھاری نصرت کرے گا،

علمائے متکلمین مین سے اشاعرہ کے نزدیک خذلان سے مراد ہے کہ بندہ مین معصیت کی قوت پیدا کردینا، لیکن علماء معتزلہ کے نزدیک لطف و کرم کو روک لینا، خذلان کہلاتا ہے (کشاف اصطلاحات الفنون)

خرابات (ف) شراب خانہ،

اصطلاحِ تصوف مین صفات بشریہ کے خراب ہو جانے اور جسمانی وروحانی وجود کے فنا ہو جانے کو "خرابات" کہتے ہین،

صاحب کشف اللغات لکھتے ہین کہ خرابات عبارت ہے مظہر جلالی سے یعنی سالک تجلی قہار سے محو وفانی ہو جاتا ہے، بعض نے اسکا مطلب عزلت خانہ مرشد بتایا ہے اور بعض نے مقامِ وحدت (کشاف اصطلاحات الفنون)

خراباتی، صوفیہ کے نزدیک خراباتی سے مراد وہ مرد کامل ہوتا ہے کہ جس سے معارف الہیہ بے اختیار صادر ہون،

خُراج (ع) بفتح اول، محصول زمین کا، اس کی جمع خراجات آتی ہے،

صاحب کشاف اصطلاحات الفنون نے خراج کو بالکسر اول لکھا ہے، لیکن صاحب غیاث اللغات کی تحقیق مین بالکسر غلط ہے، دیگر لغویین (مثلاً صراح وخان آرزو) لکھتے ہین کہ صحیح لفظ تو خراج (بالفتح اول) ہے لیکن فارسیون مین خراج (بالکسر اول) شہرت رکھتا ہے،

معنی خرچ کے ہین جو ضد ہے دخل کی، اس لئے خراج وہ ہے جو اپنے قبضہ سے نکال کر دوسرے کو دیا جاتا ہے، بعض کہتے ہین کہ خرج وہ ہے جو کسی شخص کو بخوشی دیڈالا جاوے اور خراج وہ ہے جسکا دینا لازم کر دیا گیا ہو غرضیکہ وہ محصول زمین کا جو حاکم کی طرف سے مقرر ہو خراج کہلاتا ہے اور وہ زمین جس پر خراج نہین لگایا جاتا **لاخراج** کہلاتی ہے،

غیر مسلم کاشتکارون سے حق مالکانہ کے معاوضہ مین زمین کی پیداوار کا جو حصہ باہمی مصالحت سے طے ہو جاتا تھا خراج کہلایا، زمین کا محصول تو مسلم اور غیر مسلم دونون سے لیا جاتا تھا، لیکن مسلم کے ہر قول وفعل مین عبادت کا پہلو مدنظر رکھا گیا ہے اس لئے جو محصول زمین کا اس سے لیا جاتا وہ **عشر** اور جو لگان غیر مسلم سے لیا جاتا وہ **خراج** کے نام سے موسوم ہوتا تھا، اسی طرح اموال تجارت پر جو محصول مسلمانون سے لیا جاتا تھا اس کو **زکوۃ** اور جو غیر مسلم سے لیا جاتا اسکو **جزیہ** کہتے تھے، لیکن یہ تخصیص زیادہ مدت تک قائم نہ رہی، چنانچہ علامہ ابن

کے عہد سے خراج وصدقات وزکوٰۃ کا فرق جاتا
رہا اور تمام محصولات جبایہ کہلانے لگے، (دیکھو
جبایہ)

فقہار نے خراجی زمین کی نوعیت پر مدلل
بحث کی ہے اور خراج کی کئی قسمین بتلائی ہین،
لیکن اصولاً خراج کی دو ہی قسمین قرار دی جاسکتی
ہین (۱) خراج مقاسمہ یعنی ایک معین مقدار مثلاً چوتھائی
یا تہائی وغیرہ پر امام مصالحت کرلے (۲) **خراج
الوظیفہ** یعنی زمین مالکان اراضی کے قبضہ
مین رہنے دی جائے اور خراج مقرر کرلیا جائے
جیسا کہ حضرت عمرؓ نے سواد عراق کے علاقہ کے
ساتھ کیا کہ اسکی پیمایش کراکر فی جریب خراج مقرر
فرمایا جسکا ذکر آگے آتا ہے،

محصلین خراج اکثر اپنی ذاتی اغراض کے لئے
رعایا پر سختیان کیا کرتے ہین لیکن اسلام نے ان اغراض
کا ابتدا ہی سے قلع قمع کردیا اور وہ اس طرح
پر کہ عمال کو ہدیہ قبول کرنے سے منع کردیا گیا ہے،
چنانچہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین ایک شخص صدقہ
کا مال لے کر آیا، اور کہا کہ یہ مسلمانون کا حق ہے اور
یہ مجھے ہدیہ ملا ہے، یہ کلام سن کر آنحضرت صلعم سخت برہم

کہ ہدیہ آتا ہے یا نہین،

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت (۱۳ھ ۶۳۴ء لغایت
۲۳ھ ۶۴۴ء) مین سواد عراق کی پیمایش کی گئی، اور
حضرت علی مرتضےٰؓ کے مشورہ سے مالگذاری کا ایک
نیا قاعدہ مدون ہوا جو خراج الوظیفہ کے نام
سے موسوم ہے اور جس کی رو سے شرح لگان
حسب ذیل قرار پائی،

گندم فی جریب یعنی پون بیگہ پختہ	۴ درہم یعنی عہ/ کلدار سالانہ
جو " " " " "	۲ " " ۸/ " "
کھجور " " " " "	۸ " " ۶ " "
ایسے باغون پر جس کی زمین کاشت نہ ہوئی ہو	" " " " ۶ " " عہ/ " "
دیگر سبز میوے اور ترکاری پر	" " " " " " " " " "

گھانس اور ایسی چیزون پر جو جلد خراب ہوجائین
خراج نہین لگا گیا، کاشت کردہ غلہ جات وغیرہ
پر خراج اُس وقت قائم کیا جاتا جبکہ زمین کی پیداوار
کم از کم ۸ ارسیر ہو، اگر زمین قابل کاشت نہین
ہے تو مالک زمین خراج ادا نہ کرتا، اگر نہرون

خراجی زمین کی پیداوار پر عشر نہین لیا جاتا اور خراج کافی سمجھا جاتا تھا، لیکن امام شافعی کے نزدیک خراج اور عشر دونون لینے چاہئین، اگر سال مین دوبار پیداوار ہو تو عشر بھی دوبار لیا جائیگا لیکن خراج دوبار نہین لیا جاسکتا، لیکن اگر خراج از قسم مقاسمہ ہو یعنی ربع یا ثلث پیداوار کا مقرر ہوا ہو تو دوبارہ پیداوار پر وہ بھی مکرر لیا جائیگا (نور الہدایہ جلد دوم)

اوائل اسلام مین بھی سلطنت کے محاصل کا حساب رکھنے کے لئے ایک محکمہ قائم کیا گیا، جو **دیوان الخراج** کے نام سے موسوم ہوا لیکن بعد مین اس محکمہ کے فرائض مین مالگذاری آبپاشی، جزیہ، صدقات، معدنیات جنگلات بحری محصول، چنگی، ٹکسال کی آمدنی کا حساب کتاب رکھنا بھی داخل کردیا گیا، اور اس محکمہ کا وہ حصہ جو فوجی اور ملکی اخراجات سے متعلق تھا **دیوان الزمام** کہلایا، جو اسلامی ریاستون مین آج بھی بخشی گیری کے خطاب سے ممتاز ہے،

ہم ذیل مین وہ جدول نقل کرتے ہین، جو

عروج کے زمانہ کی ترتیب دی ہے اور جو رسالہ معارف جلد ۶ نمبر ۱ مین شائع ہو چکی ہے، صاحب ممدوح نے تمام سلطنت کے خراج صوبہ وار درج کئے ہین، اس سے اُس زمانہ کے تمول اور اسکی خوشحالی کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے،

(۱) سواد، (۱۳۰۲۰۰۰۰۰) درہم
(۲) اہواز، (۲۳۰۰۰۰۰۰) درہم
(۳) فارس (۲۴۰۰۰۰۰۰) درہم
(۴) کرمان (۶۰۰۰۰۰۰) "
(۵) مکران (۱۰۰۰۰۰۰) "
(۶) اصبہان (۱۰۵۰۰۰۰۰) "
(۷) سجستان (۱۰۰۰۰۰۰) "
(۸) خراسان (۳۷۰۰۰۰۰۰) "
(۹) حلوان (۹۰۰۰۰۰۰) "
(۱۰) ماہ الکوفہ (۵۰۰۰۰۰۰) "
(۱۱) ماہ البصرہ (۴۸۰۰۰۰۰) "
(۱۲) ہمدان (۱۷۰۰۰۰۰) "
(۱۳) ماسبذان (۱۲۰۰۰۰۰) "
(۱۴) مہرجان قذق (۱۱۰۰۰۰۰) "
(۱۵) الایغارس (۳۸۰۰۰۰۰) "
(۱۶) قم وقاسان (۳۰۰۰۰۰۰) "

(۱۸) رے و دماوند (۲۰۰۸۰۰۰) درہم

(۱۹) قزوین وزنجان وابہر (۱۸۲۸۰۰۰) ″

(۲۰) قومس (۱۱۵۰۰۰۰) ″

(۲۱) جرجان (۴۰۰۰۰۰۰) ″

(۲۲) طبرستان (۴۲۸۰۷۰۰) ″

(۲۳) تکریت وطیرہان وسن والبوازیج (۹۰۰۰۰۰) ″

(۲۴) شہرزور الصامغان (۲۷۵۰۰۰۰) ″

(۲۵) موصل (۶۳۰۰۰۰۰) ″

(۲۶) قردی وبزمدی (۳۲۰۰۰۰۰) ″

(۲۷) دیار ربیعہ (۹۶۳۵۰۰۰) ″

(۲۸) ارزن ومیّا فارقین (۴۲۰۰۰۰۰) ″

(۲۹) طرون (۱۰۰۰۰۰) ″

(۳۰) ارمینیہ (۴۰۰۰۰۰۰) ″

(۳۱) آمد (۲۰۰۰۰۰۰) ″

(۳۲) دیار مصر (۶۰۰۰۰۰۰) ″

(۳۳) اعمال طریق القران (۲۹۰۰۰۰۰) ″

(۳۴) قنسرین والعواصم (۳۶۰۰۰۰) ″

(۳۵) حمص (۲۱۸۰۰۰) ″

(۳۶) دمشق (۱۱۰۰۰۰) ″

(۳۷) اردون (۱۰۹۰۰۰) ″

(۳۸) فلسطین (۲۵۹۰۰۰) ″

(۳۹) مصر والاسکندریہ (۲۵۰۰۰۰۰) ″

(۴۰) حرمین (۱۰۰۰۰۰) ″

(۴۱) یمن (۶۰۰۰۰۰) ″

(۴۲) یمامہ والبحرین (۵۱۰۰۰۰) ″

(۴۳) عمان (۳۰۰۰۰۰) ″

میزان ۱۴۳۲۰۸۹۷۰۰ درہم یعنی ۳۵۸۰۲۴۹۲۳ کلدار تخمیناً سالانہ

خُراج (ع) بالضم پھوڑا جو جسم پر نکلتا ہے،

اطباء کے نزدیک وہ فرق اتصال جو جلد میں ہو جائے خُراج کہلاتا ہے (اکسیر القلوب ص ۱۶۱) اصل میں خُراج اس بڑے ورم کو کہتے ہیں جو پختہ ہو جاتا ہے،

خُرافات (ع) بالضم بیہودہ باتیں جمع ہے خرافہ کی،

خرافہ بنی عذرا میں سے ایک شخص تھا جو

تک اجنہ مین رہ کر واپس آیا تھا، وہ لوگون سے
ایسی عجیب وغریب باتین بیان کیا کرتا تھا، کہ جو
سنتا گھبرا اٹھتا، بالآخر اس کی لغو بیانی مشہور
ہوگئی، اردو مین جو خرافات بکنے کا محاورہ ہے
وہ انھین بزرگ کی یادگار معلوم ہوتا ہے،

خَرِب (ع) بالفتح خائے معجمہ وکسر
رائے مہملہ وسکون بائے موحدہ، ویران ہونا،
اہل عروض کے نزدیک ایک زحاف کا
نام ہے جو مفاعیلن مین اجماع ثرم اور کف سے
حاصل ہوتا ہے یعنی بعد گرانے حرف اول اور
ہفتم کے فاعیل (بفتح لام) باقی رہتا ہے، اور
اس کی جگہ مفعول (بضم لام) رکھتے ہین، یہ زحاف
مضارع اور ہزج مین واقع ہوتا ہے (غیاث
اللغات) اس بحر یا رکن کو جس مین خرب واقع
ہو اخرب کہتے ہین،

خِرس (ع) بالکسر، ریچھ،
بھالو،

علم ہیئت مین ان دو شکلون کو جو فلک
پر جانب شمال ہین خرس کہتے ہین ان مین
سے ایک شکل دب الاصغر کہلاتی
بھی ہے، اور دوسری شکل کو دب الاکبر
کہتے ہین، جس کا دوسرا نام نبات النعش
کبریٰ ہے، دب الاصغر سات ستارون
پر مشتمل ہے جن کا مجموعہ چھوٹے ریچھ کی صورت
بناتا ہے اور دب الاکبر مین ستائیس ستارے
ہین جن سے ایک بڑے ریچھ کی شکل بن جاتی ہے،

خَرص (ع) بالفتح اول وسکون ثانی، اندازہ
کرنا میوے کا درخت پر اور کھیتی کا کھیت مین (۲)
مجازاً جھوٹ بولنا،

جب انگور یا کھجور یا اور کوئی میوہ درخت پر
پختہ ہوجائے تو بادشاہ یا حاکم کسی تجربہ کار شخص
کو بھیجتا ہے اور وہ جا کر اندازہ کرتا ہے کہ اس
مین اسقدر میوہ اترے گا، پھر اسکا دسوان حصہ
زکوٰۃ کے طور پر لیا جاتا ہے، اس اندازہ کو خرص
کہتے ہین،

عہدِ رسالت مین یہ قاعدہ جاری تھا، اور
خلفائے راشدین کے عہدِ خلافت مین بھی اس
قاعدہ پر عمل جاری رہا، امام شافعی، امام احمد
اور اہل حدیث خرص کو جائز کہتے ہین لیکن
احناف نے اس قسم کے اندازہ کو ناجائز قرار

خرق عادت (ع) جو چیز کہ خلافِ عادت مجریہ واقع ہو، (دیکھو خارق العادۃ)

خِرقہ (ع) بالکسر، پرانا جامہ، گدڑی، صاحب غیاث اللغات لکھتے ہین کہ خرق کے معنی چاک ہونے کے ہین اور چونکہ فقرار کا جامہ اکثر گریبان کے سامنے چاک ہوتا ہے اس لئے اسکو خرقہ کہتے ہین،

صوفیہ کے نزدیک خرقہ وہ لباس ہے جو صوفی فقرار پہنتے ہین، خرقہ تین قسم کا ہوتا ہے،

(۱) **خرقۂ ارادت** اور اس سے مراد ہے کہ جب شیخ نورِ بصیرت اور حسنِ فراست سے مرید مین یہ بات معلوم کرلے کہ اسکا طلبِ حق مین سچا ارادہ ہے تو وہ اسکو خرقہ پہنا دیتا ہے تاکہ دل اس کا روشن ہوجائے،

(۲) **خرقۂ تبرک** یعنی کسی شخص کو خرقہ، مشائخ سے عقیدت ہو اور تبرکاً وہ خرقہ طلب کرے تو اُسے دیدیا جاتا ہے، اس ہدایت کے ساتھ کہ وہ احکام شرع کا پابند رہے اور اہلِ حقیقت سے محبت رکھے۔

(۳) **خرقۂ ولایت**، اور وہ اسوقت عطا کیا جاتا ہے کہ جب مریدین ولایت کے آثار پائے جاتے ہین،

اس امر مین کہ فقرار و صوفیہ مین رسمِ خرقہ کب سے جاری ہوئی، علمائے اسلام متفق نہین، شیخ مجد الدین بغدادی اپنی کتاب تحفۃ البررۃ مین لکھتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے جناب علی مرتضیٰؓ کو خرقہ پہنایا، صاحب مواہب لدنیہ لکھتے ہین کہ پہلا خرقہ حضرت علی مرتضیٰ (المتوفی ۴۰ھ) نے حضرت حسن بصری کو پہنایا لیکن حضرت محدث دہلوی قرۃ العینین مین لکھتے ہین کہ وہ روایات جو حضرت علی مرتضیٰ کے حضرت حسن بصری کو خرقہ پہنانے پر دلالت کرتی ہین موضوع ہین، بقول حافظ ابن حجر آن حضرت صلعم کا اس خرقہ کا جو صوفیہ مین متعارف ہے کسی صحابی کو پہنانا کسی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف سے پایۂ ثبوت کو نہین پہنچتا، اور نہ اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے کسی صحابی کو ہدایت فرمائی ہو کہ تم اس طرح خرقہ پہنانا، اس لئے جو کچھ مرویات اس ضمن مین پائی جاتی ہین وہ موضوع ہین،

تذکرۃ السلوک مین ہے کہ خرقہ اور بیعت کی کچھ نہ کچھ اصلیت سنت نبوی سے متحقق ضرور ہوتی ہے

لیکن طریقہ متعارفہ مین اور اس طریق مین سخت اختلاف ہے مثلاً آنحضرت صلعم نے حضرت معاذؓ کو جب یمن کی طرف ایک لشکر پر سردار کر کے بھیجا تو اُن کے سر پر عمامہ باندھا، پس آنحضرت صلعم کے اس فعل سے خرقہ پہنانے پر روشنی پڑتی ہے اور بیعت تو آنحضرت صلعم سے بخوبی ثابت ہے صاحب تذکرۃ السلوک کی تحقیق مین خرقہ متعارفہ کی ابتدا سید الطائفہ جنید بغدادی (المتوفی ۲۹۷ھ؁) سے ہوتی ہے،

حدیث نبوی سے سفید کپڑے کی فضیلت ثابت ہے لیکن خرقہ عموماً رنگین ہوتا ہے، وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ رات دن عبادت الٰہی مین مستغرق رہتے ہین اُن کے لئے کپڑے کا ہمیشہ سفید رکھنا اشغال و اذکار مین خلل کا باعث ہوتا ہے اسلئے رنگین خرقہ مروج ہوگیا، لیکن سیاہ رنگ سے بایں سبب اجتناب کیا گیا ہے کہ وہ ظلمات کی نشانی ہے (تذکرۃ السلوک)

خرقہ بدست کسے تازہ کردن سے مراد صوفیہ کے نزدیک شیخ کا اپنے مرید سے از سر نو بیعت لینا ہے،

خرقہ از کسے پوشیدن ...

مُرید ہونا ہے،

خرُم (ع) بفتح خائے معجمہ و سکون رائے مہملہ ناک کے نتھنے کا پھاڑنا،

اہل عروض کے نزدیک ایک زحاف کا نام خرم بھی ہے اور اس سے مراد مفاعیلن مین سے میم دور کرنا ہے جس کے بعد فاعیلن رہ جاتا ہے، اس کی جگہ مفعولن لاتے ہین، جس رکن مین خرم واقع ہو، اس کو اخرم کہتے ہین، یہ زحاف اکثر صدر او ابتدا مین واقع ہوتا ہے، اگر تنہا مفاعیل مین ہو تو خرم کہلاتا ہے لیکن دوسرے مواضع مین اس زحاف کے نام مختلف ہو جاتے ہین، مثلاً اگر فعولن کو خرم کرین گے تو اسکا نام **اثلم** ہوگا اور قبض کرین گے تو اثرم کہلاوے گا، اور اگر اسی رکن مین خرم اور عصب کو جمع کرین یعنی میم بسبب خرم کے گرا دین اور لام کو بسبب عصب کے ساکن کرین تو اسکو **اقصم** کہین گے اسی طرح مواضع کے اعتبار سے اس زحاف کے اور بھی کئی نام ہو جاتے ہین،

خزان (ف) بالفتح، پت جھڑ کا موسم،

برہان، جہانگیری اور سراج اللغات وغیرہ

مین ہے کہ خزان کہتے ہین آفتاب کے بروج میزان
دعقرب و قوس مین رہنے کی مدت کو اور صاحب
زمان کہتے ہین کہ خزان کا اطلاق صحیح طور پر ماہ
شہریور کی ۱۶ تاریخ پر ہوتا ہے، لیکن صاحب
غیاث اللغات لکھتے ہین کہ خزان (بالفتح) مرکب
ہے خز بمعنی چھلنے اور "الف و نون" نسبت سے یا خزان
مرکب ہے خز (بالفتح) سے جو کہ ایک قسم کا ریشمی کپڑا
ہے اور الف نون نسبت سے، صورت اول مین
خزان کے معنی ہوئے منسوب طرف چھلنے کے،
یعنی وہ موسم جو کہ منسوب ہے مکانات گرم کے چھلنے
سے، اور صورت ثانی مین خزان کے معنی ہوئے
منسوب طرف خز کے پہننے کے،

خَزرَج (ع) بالفتح، عرب کا قبیلہ جو
سیل عرم کے بعد یمن سے ہجرت کرکے یثرب مین جو
بعدہٗ مدینۃ النبی یا مدینہ کہلایا آباد ہوا، جب اسلام
کی تبلیغ مکہ معظمہ سے شروع ہوئی تو رجب سلہ
نبوی مین قبیلہ خزرج کے چند لوگ بمقام عقبہ
جہان اب مسجد العقبہ ہے مشرف باسلام ہوئے
اور جب آنحضرت صلعم مدینہ منورہ مین تشریف
فرما ہوئے تو اس قبیلہ نے حمایت اسلام مین جان

خزرج کا نسب کیا تھا، آیا وہ قحطانی الاصل
تھے یا اسمعیلی؟ ان سوالات کا حل لفظ "انصار" کے
تحت مین درج کیا جا چکا ہے، اس مقام پر خزرج
کی اولاد اور ان کی متعدد شاخون کا اجمالی تذکرہ
کیا جاتا ہے،

(۱) جشم بن خزرج - بنو تزید، بنو سلمہ،
بنو بیاضہ،

(۲) عوف بن خزرج - بنو الجبلی (قبیلہ عبداللہ
بن ابی بن سلول راس المنافقین)، بنو نوافل،
بنو سالم،

(۳) حارث بن خزرج،

(۴) عمرو بن خزرج - بنو نجار (آنحضرت صلعم کا
ننہالی خاندان)

(۵) کعب بن خزرج - بنو ساعدہ جن کا
سقیفہ تاریخ خلافت کا ایک مشہور واقعہ ہے
اور حضرت سعد بن عبادہؓ اسی قبیلہ کے رئیس تھے

ماخوذ از ارض القران،

خَزل (ع)، بالفتح خائے معجمہ و سکون زائے
معجمہ، قطع ہونا،
اہل عروض کے نزدیک اجتماع "اضمار و طے"

ہین، یہ زحاف اسی رکن سے مخصوص ہے، اور یہ رکن بحر کامل کا خاص رکن ہے (غیاث اللغات)

خزم (ع) بفتح خائے معجمہ وسکون زائے معجمہ شتر وغیرہ کی ناک مین حلقہ ڈالنا،

اہل عروض کے نزدیک ایک زحاف کا نام ہے، ایسے حرف یا حروف کا خواہ ایک ہو یا دو ہون یا تین ہون یا چار ہون زیادہ کرنا خزم کہلاتا ہے، جنکا شمار تقطیع مین نہین کیا جاتا یہ زحاف اشعار عرب سے مخصوص ہے، فارسی مین قدمائے ایک حرف کے ساتھ استعمال کیا ہے لیکن متاخرین نے ترک کر دیا ہے (غیاث اللغات)

خزاعہ نام ہے عربی قبیلہ کا جو یمنی قبائل کے خروج پر حجاز مین آکر آباد ہوا، اس قبیلہ کی ایک شاخ **بنی مصطلق** بھی ہے جو اپنی ان کوششون کے باعث جو اسلام کے نیست و نابود کرنے مین کین، مشہور ہے جب آنحضرت صلعم کو معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ بنی مصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریان نہایت سرگرمی سے کر رہا ہے تو آپنے مریسیع پر پہنچکر ۵ھ مین دشمن کو شکست دی اور ان کے منصوبون کو خاک مین ملا دیا،

خسرو پرویز، ایران کا مشہور لیکن بدقسمت بادشاہ خاندان ساسانیہ سے تھا، ۵۹۱ء مین تخت پر بیٹھا، اور ۶۲۸ء مین مقتول ہوا، تیس سال تک کامیابی کے ساتھ حکومت کی اور سلطنت روما کے بہت سے مقبوضات پر قبضہ کر لیا حتی کہ فلسطین اور بیت المقدس پر ایرانیون کا جھنڈا لہرایا، لیکن اخیر زمانہ مین بادشاہ روم نے فارس پر سخت حملہ کیا اور خسرو پرویز کو شکست کا مونہہ دیکھنا پڑا، اس شکست نے نئی نئی سازشون کا دروازہ کھول دیا جو بالآخر خسرو پرویز کے قتل پر منتہی ہوئین،

آنحضرت صلعم نے جب ۶ھ مین مکتوبات شاہان ارض کے نام ارسال کئے تو ایک خط خسرو پرویز کو بھی تحریر فرمایا اور حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی کے ہاتھ روانہ کیا لیکن خسرو پرویز نے اس نامۂ مبارک کو پرزہ پرزہ کر ڈالا جب آنحضرت صلعم کو اس کی اس گستاخانہ حرکت کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ اُسکا اور اس کی سلطنت کا بھی یہی حال ہوگا، واقعات تاریخ شاہد ہین کہ ارشاد نبوی کا ایک ایک حرف صحیح

خسُوف (ع) بضمتین، زمین مین دھس
جانا، (۲) چاند کو گہن لگ جانا اگر سورج کو گہن
لگ جائے تو عرف عام مین اسکو کسوف کہتے
ہین لیکن کسوف اور خسوف کا یہ فرق احادیث سے
ثابت نہین ہوتا، اور ان کی رو سے کسوف اور
خسوف دونون کا اطلاق سورج گہن پر ہوتا
ہے (دیکھو المشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب کسوف
وخسوف)

علماء علم ہیئت کہتے ہین کہ جب آفتاب اور
ماہتاب کے درمیان زمین حائل ہو جاتی ہے تو چاند
پر زمین کا سایہ پڑتا ہے، جس کی وجہ سے وہ حجاب
مین پڑجاتا ہے، اس کیفیت کو چاند گہن کہتے ہین
ہر چودھوین تاریخ کو اس کیفیت کے واقع ہونے
کا موقع آتا ہے لیکن چاند اور زمین کا ایک سطح
مین حرکت نہ کرنے کے باعث کبھی تو ماہ کامل
منطقۃ البروج سے جس مین زمین حرکت کرتی ہے
ذرا سا اوپر یا کبھی اُس سے ذرا سا نیچے رہ جاتا ہے
اور اس وجہ سے زمین کے سایہ سے بچتا ہوا
نکل جاتا ہے،

ان علماء کے نزدیک چاند گہن کے واقع
ہونے کے دو اسباب ہین، اور جب تک یہ دونون
اسباب مجتمع نہ ہون یعنی جب تک (۱) چاند
ماہ کامل نہ ہو اور (۲) اس وقت وہ نقطہ راس
یا ذنب سے ہو کر نہ گذرے چاند گہن ہرگز نہین ہو
سکتا، ان مین سے سبب اول کا منشا، یہ ہے کہ
آفتاب اور ماہتاب کے درمیان زمین حائل
ہو اور سبب دوم کا مطلب یہ ہے کہ آفتاب، زمین
اور ماہتاب ایک ہی خط مستقیم اور ایک ہی
سطح مین آجائین (ماخوذ از رسالہ قمر) اگر سارا
چاند سایہ مین آجائے تو اس کو **خسوف
کلی** اور اگر اسکا کچھ حصہ سایہ مین ہو تو اُسے
خسوف جزوی کہتے ہین، کہا جاتا ہے
کہ حکیم طالیس ملطی (المتولد سنہ ۶۴۰ق م) پہلا حکیم
ہے جس نے کسوف وخسوف کی کیفیت سے دنیا
کو آگاہ کیا اور یہی وہ حکیم ہے جس نے علم
ہیئت کو بھی دریافت کیا،

زمانہ قدیم مین کسوف اور خسوف سے
لوگ بہت خوف کھاتے تھے اور اُنکو مصائب
کا پیش خیمہ سمجھتے تھے، ہندوستان مین ابتک
مین بھی بعض جہلا کا یہی عقیدہ ہے شریعت
اسلام اس خیال باطل کی تکذیب کرتی ہے
چنانچہ مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے نماز کسوف

کے بعد خطبہ فرمایا اور بعد حمد و ثناے خداے عزوجل
ارشاد کیا کہ آفتاب و ماہتاب نشانیان ہین
خدا کی نشانیون مین سے پس انکا گہن لگنا کسی کے
مرنے یا پیدا ہونے کے سبب سے نہیں ہے (المشکوٰۃ
کتاب الصلوٰۃ باب خسوف)

فقہاے اسلام کی بڑی جماعت کے نزدیک
نماز کسوف و خسوف سنت ہے، اور ایک ضعیف
قول وجوب کا بھی پایا جاتا ہے، نماز عید و نماز
کسوف و خسوف اور نماز استسقاء تینون نمازین
بغیر اذان و اقامت کے ادا کی جاتی ہین، امام
ابو حنیفہ کے نزدیک نماز خسوف مین جماعت
نہین ہے لیکن امام شافعی اور امام احمد کے
نزدیک سنت ہے (عین الہدایہ جلد اول کتاب
الصلوٰۃ) نماز خسوف دو رکعت ہے، امام ابو حنیفہ
کے نزدیک ہر رکعت مین ایک رکوع کرے اور
امام شافعی کے نزدیک دو رکوع کرے اور
بعد اس کے دعا مانگے یہان تک کہ چاند روشن
ہو جائے (نور الہدایہ، کتاب الصلوٰۃ) فقہاے
امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک جون ہی ماہتاب
کو گہن لگے اُسی وقت نماز پڑھنا واجب ہے
اور احتیاطاً [illegible]

کہ نماز کو بجا لائے، ان فقہاء کے نزدیک بھی
نماز خسوف دو رکعتی نماز ہے لیکن ہر رکعت
پانچ رکوع پر مشتمل ہے (جامع الجعفری کتاب
الصلوٰۃ)

زمانہ سلف کے خسوف کے متعلق مندرجہ
ذیل بیانات ہیئت جدیدہ (جلد اول) سے
نقل کیے جاتے ہین،

صاحب ہیئت جدیدہ لکھتے ہین کہ "سب سے پہلا
ذکر خسوف کلی کا ہمین بابل کی تاریخ مین ملتا
ہے، یہ خسوف ۱۹ ر مارچ سنہ ۷۲۱ ق م کو دیکھا گیا، اس
کے بعد وہ خسوف کلی ہے جو سنہ ۴۲۵ ق م مین واقع ہوا
اور جسکا ذکر ارسطافنس نے اپنے ڈراما "سحاب"
مین کیا ہے، یہ خسوف ایتھنز مین دیکھا گیا،

بلومارک بیان کرتا ہے کہ سنہ ۴۱۳ ق م مین
خسوف ہوا، اس سے ایتھنز والون کا سپہ
سالار نائیس جو سسلی مین جنگ کر رہا تھا، اس
قدر خائف ہوا کہ اُسے سیراکوز سے پیچھے
ہٹنے مین دیر لگ گئی، جس کی وجہ سے اس
کی تمام فوج تباہ ہو گئی، جو سیطس نے ایک
مشہور خسوف کا ذکر کیا ہے جو ہیرود اعظم کی
[illegible]

گیا ہے کہ یہ خسوف ۱۵ ستمبر ۵ ق م کو ہوا ہوگا
اور مغربی ایشیا مین دیکھا گیا ہوگا اس سے ہم حضرت
مسیح کی پیدایش کی تاریخ مقرر کر سکتے ہین کیونکہ
ہمین یہ معلوم ہے کہ سال پیدایش کے اگلے سال
کے شروع مین ہیرود فوت ہوا تھا، یکم مارچ ۱۵۰۴ء
کو بھی خسوف ہوا، اس خسوف سے کولمبس نے نہایت
فائدہ اٹھایا، خوراک کی کمی کی وجہ سے اس کا
بیڑا بڑے خطرے مین تھا، اور جمیکا کے لوگ
خوراک دینے سے انکار کرتے تھے، اُس نے انکو
دھمکایا کہ چاند کی روشنی منقطع کرتا ہون، پہلے
تو دھمکی کا کچھ اثر نہ ہوا لیکن جب خسوف واقعی
شروع ہو گیا تو لوگ ڈر گئے اور انھون نے
بیڑے کے لئے فوراً رسد پہنچانی شروع
کردی،

خسیس (ع) بالفتح، فرومایہ (صراح)
بعض کتب لغات مین خسیس کے معنی زبون تر
بمقابل اشرف کے آئے ہین اور بعض مین اس
لفظ کے معنی دنی اور کمینہ کے بھی لکھے ہین، عین
الہدایہ (کتاب النکاح فصل فی الکفاءۃ) مین
خسیس سے مراد وہ مرد کمینہ ہے جس کی فراش
بننے سے شریف عورت انکار کرے (کتاب البیوع
عین الہدایہ) مین خسیس سے مراد کم قیمت کی چیزین
مثل بیاگ وانار وگوشت وغیرہ ہین،

خشم (ع) بالفتح، غصہ، اصطلاح تصوف
مین ظہور صفات قہریہ کو خشم کہتے ہین (کشاف اصطلاحات
الفنون)

خشوع (ع) بضمتین، وعین مہملہ، عجز،
فروتنی، خوف،
خشوع کی تعریف علماء کرام نے اپنے اپنے
انداز مین کئی طریق پر کی ہے، مثلاً (۱) حضرت
ابن عباسؓ خشوع کی تفسیر خوف وسکون کے ساتھ
کرتے ہین (۲) حضرت مجاہد وحضرت قتادہ و
حضرت حسن بصری وغیرہ حضرت علیؓ مرتضیٰ سے
روایت کرتے ہین کہ خشوع سے مراد دلکا خوف
ہے (۳) حضرت ابراہیم نخعی کا قول ہے کہ خشوع
کسی چیز کے ٹھہرنے کو کہتے ہین خواہ وہ سکون بالارادہ
ہو یا بلا ارادہ،
شریعت مین خشوع سے مراد ہے اعضاء
ظاہری اور قلب کے بلا ارادہ سکون سے، اس عبارت
مین (۱) اعضاء ظاہری کو حرکت نہ دینے سے مراد
ہے کہ ان کو بلا حکم شرعی اِدھر اُدھر جنبش نہ دے
[illegible]

کہ از خود کوئی ایسی بات نہ سوچ جو خلاف شرع ہو اور دل کو کسی طرف بلا حکم شرعی مائل نہ کرے پس نماز کا خشوع یہ ہے کہ ظاہر و باطن کے آداب بجالائے،

مصباح المذاہب مین ہے کہ خشوع کا محل دل ہے، بعض صوفیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا خشوع ہے (تذکرۃ السلوک)

صاحب جواہر خمسہ لکھتے ہین کہ ابواب کی دس منزلون مین سے ایک منزل خشوع کی بھی ہے جس سے مراد نفس کو ذلیل سمجھ کر وعید وغیرہ پر زاری کرنا ہے، امام قشیری اپنے رسالہ مین لکھتے ہین کہ خشوع کہتے ہین حق بات کی فرمانبرداری کو،

خشونت (ع) بضمتین، درشتی (غیاث اللغات)

صاحب کشاف اصطلاحات الفنون نے خشونت کو بالفتح اول وضم الشین معجمہ لکھا ہے، متکلمین اور حکما خشونت کا استعمال **ملابست** کے بالمقابل کرتے ہین، متکلمین کے نزدیک **ملابست** کہتے ہین جسم ظاہر مین اجزا، کی ترتیب اور ہمواری کو پس ناہمواری اور کھڑا پن خشونت کہلاتا ہے لیکن [illegible]

کا استعمال سختی اور درشتی کے لئے ہوتا ہے جو کہ نرمی اور صفائی (ملابست) کی ضد ہین (ماخوذ از کشاف اصطلاحات الفنون) اکسیر القلوب (ص ۲۵۳) مین ہو کہ اسباب خشونت کے (ا) کبھی تو بدن کے اندر سے ظاہر ہوتے ہین مانند مادہ تیز کے کہ شدید الجلا ہون اور (اا) کبھی بدن کے خارج سے ہویدا ہوتے ہین مثل دھوئین اور گرد کے کہ اعضا پر جمع ہو کر خشونت پیدا کرتے ہین،

خشیت (ع) بالفتح، ڈر، مفردات راغب مین ہے کہ خشیت اصل مین وہ خوف ہے جس کے ساتھ تعظیم ملی ہوئی ہو، قران مجید مین خشیت اللہ (یعنی خدا کا خوف) کئی مقامات پر آیا ہے مثلاً

(۱) سورہ بقر (پ اول، ع ۹، آیت ۶۹) مین ہے کہ بعض اُن مین سے وہ شخص ہے جو اللہ کے ڈر سے (خشیۃ اللہ) گرتا ہے،

(۲) سورہ نسا، (پ ۵، ع ۱۱، آیت ۷۹) ان مین (ایک جماعت) ڈرتی ہے مشرکین کے ساتھ لڑنے سے جیسا کہ ڈرنا چاہیے اللہ سے (خشیۃ اللہ) یا اس سے بھی زیادہ خوف کرتی ہے،

خصوص [illegible]

(دیکھو خاص)

اصولئین کے نزدیک خصوص سے مراد ہے لفظ
واحد کا موضوع ہونا فرد واحد کے لئے یا کثیر محصور
کے لئے اس عبارت مین (۱) واحد سے مراد واحد
شخصی ہے جسکو خصوص عین کہتے ہین مثلاً
زید (۲) کثیر محصور سے مراد وہ ہے جو افراد کثیرہ پر
صادق آوے اور جسکو جنس کہتے ہین مثلاً انسان
جو صادق آتا ہے عمر، زید، بکر وغیرہ پر، علم منطق مین
خصوص عین کو جزئی اور جنس کو
نوع کہتے ہین،

منطقیین کے نزدیک اطراف کلی مین چار طرح
کی نسبت ہوتی ہے اُن مین سے ایک نسبت کو خصوص
بھی کہتے ہین یعنی جب دو کلیون مین سے ایک کے
تمام افراد دوسرے کے بعض افراد ہون تو ان
مین سے ایک کو کلی عام (عموم) اور دوسرے
کو کلی خاص (خصوص مطلق) کہتے
ہین، لہذا جاندار کلی عام اور انسان کلی خاص ہے،
اسلئے کہ انسان کے تمام افراد جاندار کے بعض
افراد ہین اور جن جن اجسام پر انسان کا لفظ صادق
آتا ہے جاندار کا لفظ بھی صادق آتا ہے لیکن اسکا

خاص صادق آتی ہے کلی عام بھی صادق
آتی ہے،

خصی (ع)، بالفتح اول وکسر ثانی، جس
جانور کے خصیے نکال ڈالین،

شرح وقایہ مین ہے کہ خصی جانور کی قربانی
صحیح ہے اور دلیل مین ابن ماجہ کی وہ روایت
پیش کی ہے جسکو حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ
سے انھون نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم
نے قربانی فرمائی دو مینڈھون نمکین رنگ کی،
اور دونون خصی تھے (انتہی کلامہٗ) فقہا امامیہ
اثنا عشریہ کے نزدیک خصی کی قربانی اسوقت
جائز ہے جب غیر خصی جانور دستیاب نہ ہو
(تحفۃ العوام)

جانور کے علاوہ مرد بھی خصی کئے جاتے
ہین، مردون کے خصی کرنے کا رواج یونان
سے شروع ہوا، اور انھون نے خواجہ سراؤن
کی تجارت کا سلسلہ قائم کیا، ان خواجہ سراؤن
کے فرائض مین عورتون کی عصمت کی حفاظت
خاص طور پر داخل تھی، عہد نبوت مین بعض صحابہ
نے جو مجرد تھے باین خوف کہ تجرد موجب ارتکاب

آنحضرت صلعم نے ان لوگون کو اس فعل قبیح سے باز رکھا
اور خصی کرنے اور خصی ہونے والے کی نسبت سخت وعید
بیان فرمائی، چنانچہ المشکوٰۃ (کتاب الصلوٰۃ باب
المساجد و مواضع الصلوٰۃ) مین ہے کہ عثمان بن مظعون
نے آنحضرت صلعم سے اجازت چاہی خصی ہونے کی تاکہ
ارتکاب زنا سے نجات حاصل ہوجائے، آنحضرت صلعم
سخت برہم ہوئے اور فرمایا کہ وہ شخص جو کسی کو خصی
کرے یا خود خصی ہو میرے طریق پر نہین ہے شہوت
پر غالب آنے کا طریقہ میری امت کیلئے یہ ہے کہ وہ
روزہ رکھین (انتہی کلامہٗ) پس انسان کا خصی کرنا
بالاجماع حرام ہے، اسی طرح خصی کرنا ہر حیوان
غیر ماکول کا حرام ہے اور جو جانور کھایا جاتا ہے
اسی کا خصی کرنا چھوٹی عمر مین درست اور بڑی عمر
مین حرام ہے (مظاہر حق، کتاب النکاح جلد سوم)
گھوڑے کے متعلق شمس الائمہ سرخسی نے لکھا ہے کہ
خصی کرنے مین مضائقہ نہین، اور شیخ الاسلام نے
لکھا ہے کہ حرام ہے، دیگر بہائم مین اگر منفعت ہو
تو مضائقہ نہین ہے اگر نفع یا دفع ضرر نہ ہو تو
حرام ہے اور یہی حکم ہے بلّے کے خصی کرنے مین (عین
الہدایہ کتاب الکراہت جلد چہارم ص ۲۹۸)

انڈا،
خصیہ مرکب ہے گوشت سفید چربی اور رگون
اور شرائین سے، پس گوشت خصیہ کا کاغذی
اور نرم اور صاحب سوراخ مانند گوشت پستان
کے ہے اور اس کی رگون کے شعبے بہت ہین، خصیے
مردون میں بھی ہوتے ہین اور عورتون مین بھی
عورتون کے خصیے چھوٹے اور چوڑے ہوتے ہین،
جو فرج کے دونون کنارون مین چھپے ہوئے ہین،
خصیون کی منفعت یہ ہے کہ وہ منی کے مادہ کو پختہ
کرتے ہین (ماخوذ از اکسیر القلوب) جس جانور کے
خصیے نکال دئے جائین اس کو خصی کہتے ہین،
(دیکھو خصی)

خصر (ع) بفتح اول و سکون ثانی، میان
مردم یعنی کمر (۲) پاؤن کے تلوے کا درمیانی حصہ
جو زمین سے نہین لگتا، اصطلاح مین پہلو پر ہاتھ
رکھنا، المشکوٰۃ (کتاب الصلوٰۃ باب لایجوز من
العمل فی الصلوٰۃ وما یباح منہ) مین حضرت
ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آن حضرت صلعم نے منع
فرمایا ہے خصر یعنی پہلو پر ہاتھ رکھنے سے نماز مین،

خضاب (ع) بالکسر، ہر رنگ کا عموماً

بالون کو رنگ دینا خضاب کہلاتا ہے، غایۃ الاوطار (کتاب الحظر والاباحۃ) مین ہے مرد کو اپنے بالون اور داڑھی مین خضاب کرنا مستحب ہے اگرچہ جہاد کی غرض سے نہ ہو پھر لکھا ہے کہ قول اصح مین صحیح تر قول یہ ہے کہ آنحضرت نے خضاب نہین کیا اکثر مشائخ کا قول ہے کہ سیاہی کا خضاب مکروہ ہے لیکن حنا اور کتم (بفتحتین) کا خضاب بالاتفاق درست اور مسنون ہے، کتم کی تشریح میں علماء کا اختلاف ہے، بعض اس کو وسمہ کہتے ہین اور بعض کوئی اور گھانس بتاتے ہین، سیاہی کا خضاب اکثر مشائخ کے نزدیک مکروہ ہے لیکن وسمہ کا خضاب جائز ہے، اور اس جواز پر صحیح بخاری کی اس روایت سے دلیل لائی گئی ہے جس مین مروی ہے کہ شہادت کے بعد جب امام حسینؑ کا سر مبارک شام کو لیجایا گیا تو ریش مبارک مین وسمہ کا خضاب تھا، مختصر یہ کہ احناف کے نزدیک خضاب کے لئے حنا اور وسمہ کا رنگ خوب ہے اور شوافع کا مذہب استحباب خضاب کا ہے ساتھ زرد اور سرخ رنگ کے اور اصح قول مین سیاہ خضاب حرام ہے (غایۃ الاوطار جلد چہارم، مسائل شتی)

صاحب نظام الملک طوسی لکھتے ہین کہ سیاہ خضاب کا موجد ہامان وزیر فرعون ہے حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ خدا پر ایمان لے آئے تو اسکا شباب لوٹ آئے گا، جب ہامان نے سنا تو کہا کہ یہ تو مین بھی کر سکتا ہون، اور خضاب لگا کر سفید بالون کو سیاہ کر دیا،

خِضر (ع)، بالکسر، نام ہے ایک پیغمبر کا، غیاث اللغات مین ہے کہ خَضِر (بفتح اول و بکسر ثانی) شاخ سبز کو کہتے ہین اور کنایہ حضرت خضر پیغمبر کو باین وجہ

(۱) جس جگہ آپ بیٹھتے ہین سبزہ پیدا ہو جاتا ہے،

(۲) آپ سبزہ زار ہی مین سیر کرتے رہتے ہین

(۳) آپکے قدمون کی برکت سے زمین سبز و خرم ہو جاتی ہے،

حضرت خضر کا اصلی نام بلکان اور کنیت ابو العباس ہے، آپ شیراز کے علاقہ مین پیدا ہوئے آپکے دادا حضرت الیاس بن سام بن نوح کے بھتیجے ہین بعض علماء آپ کو نبی جانتے ہین اور بعض ولی، شیخ محی الدین عربی نے فتوحات مین کئی مقامات پر اس بات کو بیان کیا ہے کہ حضرت خضر و الیاس جسد عنصری کے ساتھ سلامت ہین، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت خضر و حضرت الیاس

لیاہے اس لئے ہمیشہ زندہ رہین گے، ان مین سے
خشکی کی خدمت حضرت خضر کے سپرد ہے اور
تری کی خدمت حضرت الیاس کے متعلق ہے،
علامہ قسطلانی اور مشائخ صوفیہ وجمہور علماء کے
نزدیک حضرت خضر زندہ ہین لیکن امام بخاری
وابن المبارک وابن جوزی وغیرہم نے ان کی
زندگی سے انکار کیا ہے،
محققین اسلام کی تحقیق مین وہ احادیث جن
مین حضرت خضر کا نام اور آب حیات کا ذکر آیا
ہے، درایۃً موضوع ثابت ہوتی ہین، مسلمانون
مین جو قصے حضرت خضر کے متعلق رواج پا گئے
ہین اُن کا ماخذ روایاتِ یہود ہین، علاوہ ازین
کلام مجید مین بھی حضرت خضر کا یا آب حیات کا تذکرہ
موجود نہین ہے بعض مفسرین نے سورہ کہف (پ ۱۵
ع ۹ و ۸) کی تفسیر مین بعض اُن روایات کو داخل
کر دیا ہے جو اسرائیلیات سے ماخوذ ہین اور اسی
وجہ سے ساقط الاعتبار ہین، قرآن مجید سے صرف
اس قدر پایا جاتا ہے کہ جب حضرت موسی لوٹ کر
پھر مجمع البحرین پر آئے تو وہان ان کو ایک اور
شخص ملا، جسکا تذکرہ قرآن مجید مین "صاحب موسی"

کی روایات پر اعتماد کرکے "صاحب موسیٰ" کو خضر
پیغمبر لکھ دیا ہے اور نیز یہ بھی تحریر کر دیا ہے کہ وہ
اب تک زندہ ہین اور زندہ رہین گے مگر لوگون
کو دکھائی نہین دیتے، کبھی بھولے بسرے کو راہ
بتا دیتے ہین، اور کبھی کسی کو علم لدنی سکھا دیتے ہین،
چونکہ اِن روایات کی صحت پر آیات قرآنی دلالت
نہین کرتین، اس لئے مستند تسلیم نہین کی جا سکتین،
(ماخوذ از تفسیر القرآن)
تیسیر الباری (ترجمہ صحیح بخاری، کتاب بدء
الخلق، پارہ سیزدہم ص ۹ حاشیہ ۲) مین ہے کہ
حضرت خضر کا نام بلیا بتلایا ہے جو ملکان بن قانع
بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح کے
بیٹے کہے جاتے ہین،
(۲) اصطلاحِ تصوف مین خضر سے مراد
حالتِ بسط ہے اور الیاس عبارت ہے
حالتِ قبض سے (تذکرۃ السلوک مصطلحاتِ
صوفیہ)

خُضْرا (ع) بالفتح، ہری گھانس،
اصطلاحِ محدثین مین خضرا، اس جامہ
کو کہتے ہین جس مین سبز خط ہون (کشاف

خطّ (ع) بالفتح والتشدید طاے مہملہ، لغوی
معنی لکھنا،

صوفیہ کے نزدیک خط سے حقیقت محمدی کی
طرف اشارہ کیا جاتا ہے اور بعض صوفیہ خط سے عالم
ارواح مراد لیتے ہین جو موجودات مین باعتبار
تجرد کے زیادہ اقرب ہے، غیبت ہوئت سے بعض
صوفیہ عالم غیب کو خط کہتے ہین اور **خط سبزہ**
سے مراد عالم برزخ لیتے ہین،

ہندسین کی اصطلاح میں خط ایک طول
ہے بغیر عرض کے اور **انتہای خط** سے مراد
نقطہ ہے،

عملیات مین خط سے مراد وہ دائرہ ہے جس کو
زمین پر کھینچ کر اور اُس کے اندر بیٹھ کر عامل
وظیفہ وغیرہ پڑھتا ہے، فارسی مین اس خط کو
مندال کہتے ہین،

تفسیر اتقان (نوع ۷۶) مین ہے کہ ابن فارس
کے نزدیک خط کا علم توفیقی ہے یعنی منجانب اللہ
بتلایا گیا ہے اور سورہ علق (پ ۳۰، ع اول
آیت ۴) اور سورہ ن (پ ۲۹، ع اول آیت ۱)
سے اس قول پر استدلال لایا جاتا ہے اور یہ بھی

کی تعلیم خداے تعالی نے حضرت آدم کو کی تھی
اور جسکا ذکر سورہ بقر (پ اول، ع ۴، آیت ۲۹)
مین ہے (انتہی کلامہ) عہد حاضرہ کے محققین کا خیال
ہے کہ فن تحریر کسی واحد بشر کی جولانئ طبع یا دماغ
سوزی کا نتیجہ نہین ہے اور نیز یہ کہ دور بربریت ہی
مین تحریر کا ہیولیٰ یا نقش اول قائم ہو چکا تھا اور
وہ تصویر کشی کی شکل مین تھا، بعد ازان عہد بعہد
اس کی ہیئت بدلتی رہی اور اس مین ترقی ہوتی
گئی، یہان تک کہ ارتقا کا زینہ آج کل کے سہل
النقش طرز تحریر تک پہنچ گیا (دیکھو کتابت)

عربی خط اور اس کی تاریخ کے متعلق مندرجۂ
ذیل روایات پائی جاتی ہین،

(۱) حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے کہ عربی
خط کے پہلے موجد حضرت اسمٰعیل بن حضرت ابراہیم
(المتولد ۱۹۱۰ ق م پیدایش) تھے، انھون نے تحریر کی بنیاد
تلفظ کرنے اور بولنے کے انداز پر ڈالی اور بعد مین
اس کو ایک مسلسل خط کی صورت مین منتقل کر دیا
یعنی تمام عبارت زنجیرہ نما خط مین لکھی جاتی تھی
یہانتک کہ حضرت اسمٰعیل کے بیٹون نے اس طرز
تحریر مین تفرق پیدا کیا اور حروف کی شکلون مین

(۲) کہا جاتا ہے کہ ملک عرب مین بھی دیگر حصص
زمین کی طرح جانورون اور دوسری چیزون
کی ناقص تصویرین استعمال کی جاتی تھین، چنانچہ
خیال کیا جاتا ہے کہ حرف نون کی جگہ پر مچھلی کی
تصویر کام مین لائی جاتی تھی، کیونکہ حرف ن
کی کشش مچھلی کے ڈھانچے سے ملتی جلتی ہے، بعدہٗ عرب
مین خط معقلی کا رواج ہوا جس کو حضرت ادریس
کی ایجاد بتلایا جاتا ہے، اُس کے بعد خط کوفی ایجاد
کیا گیا، اس خط مین بالکل سطح ہی سطح ہے یعنی سیدھی
کشش ہے دائرہ (یعنی حرفون کی گولائی) کا
نام بھی نہین،

(۳) یمن کے قدیم بیت الحکومت مارب اور
صنعا کے کھنڈرون مین چند کتبے ملے ہین، جنکو
حبشی، اسطرانجیلی فنیقی اور عبرانی خطوط سے مقابلہ
کرکے پڑھنے پر معلوم ہوا کہ یہ تحریرین حمیر بن سبا
کے وقت کی ہین جس کا زمانہ حضرت مسیح سے ۲۱۴۶
سال قبل کا ہے، ان کتبون سے اس امر کا پتہ لگتا
ہے کہ عرب مین تحریر کا رواج حضرت مسیح سے بہت
مدت قبل رواج پا چکا تھا،

(۴) علامہ ابن خلدون اپنے مقدمہ تاریخ
مین لکھتے ہین ...

۵۶ء) مین حمیری خط خوب ترقی پر تھا اور اصول
وضوابط کی پابندی بھی ہوتی تھی، اس سلطنت
کے خاتمہ پر حمیری خط کا رواج حیرہ مین ہوا لیکن
سلاطین حیرہ (یعنی آل منذر) کے عہد مین
خط وکتابت کو وہ عروج حاصل نہ ہوا جو تبابعہ کے
زمانہ مین ہو چکا تھا، بہرحال حیرہ سے کتابت
اہل طائف اور قریش نے سیکھی، حمیر کا طریقہ کتابت
مسند کہلاتا تھا، جس مین ایک ایک حرف
جداگانہ لکھا جاتا تھا،

(۵) علامہ ابن خلکان نے ایک روایت کی
سند پر لکھا ہے کہ عربی کتابت کی ابتدا انبار مین ہوئی
اور وہان سے حیرہ مین آئی، کچھ زمانہ بعد یعنی ۵۶۰ء
مین حرب یعنی ابوسفیان کے والد نے مکہ مین لوگون کو
لکھنا سکھلایا لیکن بعض ایسے شواہد موجود ہین جو ابن خلکان
کی اس روایت کی تکذیب کر رہے ہین اور جن سے پتہ
لگتا ہے کہ اہل حجاز کو ۵۶۰ء سے قبل لکھنا معلوم
تھا مثلاً

(ا) عبدالمطلب کا اپنے زمانہ خوردسالی مین یعنی
قریباً ۵۰۰ء مین مکہ سے اپنے ننہالی رشتہ دارون کو
جو مدینہ مین رہتے تھے خط لکھنا،

مین ایک تحریری طلبی اپنے بھائی کو جو عربستان
مین رہتا تھا بھیجا (کتاب الواقدی وطبری)

(۶) ایک یہ روایت بھی مشہور ہے کہ پہلے پہل خط حیری
کو حجاز مین بشیر بن عبد الملک نے رواج دیا، یہ
شخص کیدر بن عبد الملک فرمان روائے دومۃ الجندل
کا بھائی تھا اور خط حیری کو جانتا تھا، جب یہ مکہ مین گیا
اور صفیان بن اُمیہ کی بہن صہبار سے اس کا نکاح
ہوا تو اُس نے اہل مکہ کو یہ خط سکھلایا (ماخوذ از علوم عرب)

گو یمن مین تحریر کا رواج حضرت مسیح سے بہت
مدت قبل رواج پا چکا تھا لیکن اہل حجاز اور قبیلہ مضر
پر بدویت غالب رہنے کے باعث ان لوگون نے کتابت
کی طرف کوئی خاص توجہ ایک مدت تک نہین کی،
لیکن جب ان کی تمدنی حالت مین انقلاب پیدا ہوا
اور اُن کے تجارتی تعلقات عراق و شام سے قائم ہوئے
تو بعض لوگون نے قبل ظہور اسلام کتابت سیکھی اور
عربی کو نبطی، عبرانی یا سریانی خط مین لکھنے لگے، اسلامی
فتوحات کے بعد نبطی اور سریانی خط متروک ہو گئے،
اور ان کے بجائے نسخ اور خط کوفی کا رواج ہوا،
خط کوفی کا ابتدائی نام خط حیری تھا جو فتوحات اسلامی
کے قبل حیرہ (عراق عرب کا مشہور شہر) مین رواج
پا چکا تھا لیکن جب حیرہ کے قریب مسلمانون نے
۱۷ھ ۶۳۸ء مین کوفہ آباد کیا گیا جو حیرہ سے اس خط کی نسبت
کو کوفہ کی طرف کر دیا اور خط کوفی نام رکھا،

الغرض اہل حجاز مین خط نبطی اور خط حیری
(کوفی) رائج تھے کہ اسلام آیا، غالباً حروف تہجی
کی موجودہ ترتیب اسلام سے قبل تکمیل ہو چکی تھی جو
اس خیال پر مبنی معلوم ہوتی ہے کہ یکسان حروف
کو ایک ساتھ لکھا جائے، لیکن اس اصول پر بھی
پورے طور سے عمل نہین ہوا، موجودہ ترتیب مین
حرف "ی"، کو "ب" و "ت" و "ث" کے ساتھ نہین بلکہ
سب سے اخیر مین لکھا جاتا ہے اور شاید اسی خیال کے
ماتحت اس کی شکل بالکل بدل دی گئی ہے (ی)
علاوہ ازین قدیم خط مین "ف" اور "ق" کے آخری
حصے باہم مشابہ نہین ہین، بااین ہمہ ان دونون کو
ساتھ ساتھ لکھا گیا، اعداد کے اعتبار سے عربی رسم
الخط کی موجودہ ترتیب قدیم ترتیب سے بالکل مختلف
ہے نبطی حروف تہجی مین ت = ۴۰۰ کے ہے اور یہ
سب سے آخری حرف ہے، لیکن موجودہ عربی رسم
الخط مین حروف ث = ۵۰۰ و خ = ۶۰۰ و ذ = ۷۰۰
و ض = ۸۰۰ و ظ ۹۰۰ اور غ = ۱۰۰۰ کا اضافہ ہوا، یہ
حروف نبطی خط مین موجود نہین،

ابتدائی عہد مین مسلمانون نے قرآن مجید

اور کتب دینیات کی کتابت کے لئے خط کوفی کو مخصوص کرلیا اور روزمرہ کی کاروباری مراسلات خط نبطی مین لکھی جانے لگین، مغربی (افریقی) خط جسکا آغاز دوسری صدی ہجری مین ہوا باعتبار ترتیب ایک حد تک نبطی خط کا پابند ہے، الغرض جب عربون نے دنیا کا بڑا حصہ فتح کرلیا اور افریقہ و اَندُلس تک ان کے زیرنگین آگئے اور بنو عباس نے بغداد بسایا جو تھوڑے ہی عرصہ مین عربی سلطنت کا مرکز بن گیا تو عربی خط کو خوب ترقی ہوئی یہان تک کہ افریقہ مین قدیم رسم الخط مٹ کر بغدادی رسم الخط کا رواج ہوا، اَندُلُس مین اموی ملوک وخلفاء نے اپنے یہان کا خط ان تمام خطوط سے ممتاز رکھا جو دولت عباسیہ مین مروج تھے لیکن جب اَندُلس کا شیرازۂ جمعیت پراگندہ ہوا اور عیسائی غالب آگئے تو اَندُلسی خط افریقہ مین رائج ہوگیا، اسی طرح جب سلطنت عباسیہ کو زوال ہوا اور خلافت کے ساتھ بغداد کے آثار علمیہ مٹنے لگے تو خط وکتابت بلکہ تمام علوم وفنون بغداد سے منتقل ہوکر مصر مین آگئے،

عہد حاضرہ مین چند قدیم ترین نمونے عربی رسم الخط کے جن کا تعلق اسلامی عہد سے ہے اور جو (i) متعدد سکے جن کا زمانہ سنہ ۲۱ھ / ۶۴۲ء عیسوی ہے، (ii) بعض کتبے مثلاً قبۃ الصخرہ کا کتبہ جو سنہ ۷۲ھ / ۶۹۱ء کی یادگار ہے (iii) عبدالملک کے تین سنگ ہاے میل جن پر کوئی تاریخ نہین دی گئی، (iv) قصر حرانی کا کتبہ جو سنہ ۹۲ھ / ۷۱۰ء کی تحریر ہے (v) متعدد دستاویزین جو قرطاس (پیپرس) پر لکھی گئی ہین، اور جنکا زائد حصہ ساتوین صدی عیسوی کے اخیر زمانے سے تعلق رکھتا ہے،

اہل عرب نے جب عربی خط کو سُریانیون اور نبطیون سے لیا، اسوقت یہ نقطون سے خالی تھا اور قران مجید کے مدون ہوجانے کے بعد بھی نصف صدی تک کلام اللہ بلا نقطے اور بلا حرکات کے رہا لیکن بعد مین اسکی ضرورت محسوس ہوئی اور پہلے پہل جس شخص نے حرکات ایجاد کین وہ حضرت ابوالاسود الدّولی (المتوفی سنہ ۶۹ھ / ۶۸۸ء) ہین، جو عربی علم نحو کے موجد اور کبار تابعین سے ہین، انھون نے خلیفہ عبدالملک اموی (المتوفی سنہ ۸۶ھ / ۷۰۵ء) کے حکم سے مصحف مین نقطے لگائے یہ نقطے اسم، فعل اور حرف کی تمیز کے لئے مقرر کئے گئے تھے، ایک روایت مین نقطون کی ایجاد کو امام حسن بصری (المتوفی سنہ ۱۱۰ھ / ۷۲۸ء) کی طرف اور دوسری

منسوب کیا گیا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے یہ کام نصر بن عاصم (المتوفی سنہ ۱۲۷ھ/۷۴۴ء) نے انجام دیا لیکن ان تمام اقوال مین وہ قول جو حضرت ابو الاسود الدؤلی کو نقطون کا موجد قرار دے رہا ہے زیادہ مستند اور اصح تسلیم کیا گیا ہے،

عربی خط مین انواع و اقسام کی اختراع و ایجاد علوم و فنون کی ترقیون کے ساتھ ساتھ عمل مین آتی رہین اور رفتہ رفتہ خطاطی اور خوشنویسی بھی درجۂ تکمیل کو پہنچ گئی، سب سے پہلے جن بزرگوار نے اس فن مین قابل قدر اضافہ کیا ان کا نام وزیر محمد ابن علی ابن مقلہ (المتوفی سنہ ۳۲۸ھ/۹۳۹ء) ہے انھون نے خط کوفی وغیرہ سے استنباط کرکے چھ خط ایجاد کئے، جو ثلث، ریحان، توقیع، نسخ، محقق، اور رقاع کے نام سے موسوم ہین، ان خطوط کی خطاطی اور خوش نویسی کو یاقوت (المتوفی ۶۹۸ھ/۱۲۹۸ء) نے درجۂ کمال پر پہنچایا بعد ازان توقیع اور رقاع سے استنباط کرکے خط تعلیق ایجاد کیا گیا اور اس طرح سات خطوط عالم وجود مین آگئے، اور وہ خطاط جو ان ساتون خطوط مین مہارت تام رکھتا "منشی ہفت قلم" کے لقب سے ممتاز کیا جاتا، زمانہ مابعد مین خواجہ امیر علی تبریزی نے "نسخ" اور "تعلیق"

سے ایک خط موسومہ نستعلیق وضع کیا (ترجمہ مجمع الفنون)

ہندوستان مین اول اول خط نستعلیق مروج ہوا لیکن جلال الدین اکبر (المتوفی سنہ ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء) کے عہد مین خط تعلیق نے رواج پایا، بعدہٗ خوش نویسون نے تعلیق اور نستعلیق کی آمیزش سے خط شکستہ ایجاد کیا جسکو خط دیوانی بھی کہتے ہین، بعدہٗ شکستہ سے ملتا جلتا ایک اور خط جسکو خطِ شفیعہ کہتے ہین، ایجاد ہوا، خط نسخ چونکہ خوبصورت خط ہے اس لئے اسکا استعمال ہندوستان مین کتابتِ قرآن مجید کے لئے مخصوص کر دیا گیا، اور عربی کی کتابین بھی اسی خط مین لکھی گئیں، قدیم عالیشان عمارتون کے اکثر کتبے خط ثلث اور خط کوفی مین پائے جاتے ہین،

خطوط مندرجۂ بالا کے علاوہ چند خطوط آرائش مکان اور زیبایشِ مناظر و تکلف کے موقعون پر استعمال کئے جاتے ہین، جن کے نام خط گلزار، خط غبار، خط ماہی، خط طوار، خط توامان اور خط ناخن ہین،

جن خطوط مین عملیات و طلسمات اور دیگر رموز و کنایہ کی کتابین لکھی جاتی ہین، ان کو خط مرموز کہتے ہین، (ماخوذ از علی گڑھ منتھلی جلد ۳ نمبر ۷ د

سامان ترقیم کا اجمالی تذکرہ "کتابت" کے تحت مین آئے گا، انشاء اللہ تعالےٰ! اس لئے سلسلہ قائم رکھنے کے لئے ناظرین بلفظ "کتابت" کا مطالعہ بھی کرین،

خطِ استواء، (ع) استواء، بالکسر و تائے فوقانی مکسور بمعنی برابر،

اہل ہیئت کے نزدیک ایک دائرہ کلان ہے جو زمین کو دو برابر حصون مین شمالاً و جنوباً تقسیم کرتا ہے، یہ خط فرضی ہے اور کوئی وجود نہین رکھتا، جسوقت آفتاب خط استواء پر پہنچتا ہے تو دن اور رات تمام عالم مین برابر اور یکسان رہتے ہین (ترجمہ مطلع العلوم)

خطاطی (ع) خوشنویسی،

جب اسلام نے سرزمین عرب سے باہر قدم رکھا اور دنیا کے مختلف ممالک عربون کے زیرنگین آگئے تو جہان دیگر علوم و فنون نے بے نظیر ترقیان کین، وہان صنعت خطاطی بھی عربون کے فیض سے محروم نہ رہی اور مندرجۂ ذیل صاحبان کمال نے فن خطاطی کو معراج کمال پر پہنچا دیا،

(۲) علی ابن ہلال المخاطب بہ ابن ایوب (المتوفی ۴۲۳ھ ۱۰۳۱ء) اور (۳) یاقوت (المتوفی ۶۹۸ھ ۱۲۹۸ء) اعلیٰ درجہ کے خطاط اور خوشنویس کو "یاقوت رقم" کے القاب سے تخاطب کرنا یاقوت کے کمال کا اعتراف ہے، جو اُس نے فن خطاطی مین حاصل کیا تھا،

ان بزرگوارون کے علاوہ اور بھی اُستادِ زمان گذرے ہین، اور خود یاقوت کے تلامذہ مین سے چھ حضرات یگانۂ وقت تھے، اُن کے نام یہ ہین، (۱) شیخ احمد (جو شیخ زادہ سہروردی کے نام سے مشہور ہین) (۲) شیخ ارغون (۳) مولانا سیف الدین (۴) مولانا مبارک شاہ (زرین رقم) و (۵) سید حیدر (۶) میر یحییٰ،

ان کے علاوہ خواجہ میر علی تبریزی نے خط نستعلیق مین نام پیدا کیا، میر علی کے شاگرد رشید مولانا جعفر تبریزی اور مولانا اظہر دونون خط نستعلیق مین استاذ کامل تھے، لیکن مولانا سلطان علی مشہدی نے اس زمین کو آسمان بنا دیا، اُن کے تلامذہ مین سے چھ حضرات صاحبِ کمال ہوئے، ان کے نام یہ ہین سلطان محمد خندان،

نیشاپوری، محمد قاسم، شادی شاہ، ان بزرگوارون
کے بعد میر علی ہروی نے خطِ نستعلیق مین کمال حاصل
کیا، اُن کے بعد مندرجۂ ذیل حضرات استاد کامل
اور ماہرِ بے بدل ہوئے،

محمد حسین تبریزی، سید احمد مشہدی، مولانا
شاہ محمد نیشاپوری اور محمد ابراہیم اصفہانی،

ہندوستان مین بھی عہد شاہجہانی مین چند
بزرگون نے خطِ شکستہ مین جو تعلیق و نستعلیق کی
آمیزش سے ایجاد کیا گیا تھا، خاص شہرت حاصل
کی (۱) چندربھان برہمن منشی شاہجہانی محمد جعفر المخاطب
بہ کفایت خان، اور شیخ احمد سرہندی، اس
عہد آخر مین سید امیر پنجہ کش دہلوی اور اُن کے
شاگرد آغا مرزا اس خط کے کامل استادون
مین سے تھے،

فن خطاطی کا انحصار قلم کی عمدگی اور اسکی
تراش پر سمجھا جاتا ہے، اس لئے سطورِ ذیل مین
ان امور پر روشنی ڈالی جاتی ہے،

واضح رہے کہ قلم بہت سخت ہو کہ جلدی نہ
گھس جائے، واسطی قلم عمدہ ہوتا ہے، قلم کا ریشہ
ٹیڑھا نہ ہو تاکہ شگاف درست آئے، دہانِ قلم کا
و نرمی مین دہانِ قلم معتدل چاہئے، اور اُس کے
(دہانِ قلم کے) حواشی کو ریشون سے پاک کیا جائے
انسی یعنی قلم کی داہنی زبان کو وحشی یعنی
قلم کی بائین زبان کے مقابلہ مین نرم رکھنا چاہئے
اور قط قلم مین کسی قدر محرف ہو یعنی انسی کی نوک زبان
وحشی کی نوک زبان سے قدرے زیادہ ہو، قلم تراش
بہت تیز و بران ہو تاکہ قلم صاف تراشا جا سکے،
سیاہی بہت صاف و شفاف اور روشن ہو اور ساتھ
ہی ساتھ روان بھی تاکہ ایک ہی ڈوبے مین مرکز اور
مد اور دائرہ آسانی سے کھنچ جائے، قلم کو تین انگلیون
مین اسطرح پکڑین کہ ابہام (انگوٹھا) اور سبابہ (انگوٹھے
کے پاس والی پہلی انگلی) قلم سے اوپر اور انگشت
واسطی (منجھولی انگلی) قلم سے نیچے ہووئے (ماخوذ
از مجمع الفنون و علی گڈھ منتھلی نمبر ۷ جلد ۳)

عہد جمہوریہ ترکیہ سے قبل قسطنطنیہ مین ایک
مدرسہ موسوم بہ مدرسۃ الخطاطین اس غرض سے قائم
تھا کہ طلبہ کو خوش نویسی سکھلائی جائے، اسی مدرسہ
کے زیر اہتمام وہان خوش نویسی کی ایک سالانہ
نمائش ماہ رمضان مین ہوتی تھی، جس مین وہ تمام
نفیس اور نادر اشیاء جمع کی جاتی تھین جنھین ایک

تیار کرتے تھے، ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء مین جو نمایش ہوئی اس میں
تقریباً دوسو قطعات پیش ہوئے تھے، ان مین سے
ایک بدیع قطعہ استاد کامل آفندی کا تھا جس مین خطِ
ثلث مین قرآن مجید کی سورہ نور (پ ۱۸) لکھی ہوئی
تھی، اس قطعہ مین رنگ کی آمیزش اسمٰعیل خفی بک نے
کی تھی، ایک دوسرا قطعہ خطِ تعلیق مین تھا، جس مین
"یامالک الملک" لکھا ہوا تھا، اس قطعہ کو استاد خلوصی
آفندی نے لکھا تھا، لیکن اب قسطنطنیہ سے قدیم
عربی فنِ خطاطی رخصت ہو گیا اور سیٹے کے قلم اور
قدیم مشرقی سیاہ روشنائی کے بجائے یورپ کی
بنی ہوئی نب اور روشنائی استعمال ہو رہی ہے اور
عربی تہجی کے بجائے لاطینی تہجی سے کام لیا جارہا ہے،

خطاء (ع) بفتحتین، جھونٹ کہ ضد ہے صواب کی

خطاء کبھی مد کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور کبھی بغیر
مد کے، خطاء کے لغوی معنی ٹھیک سمت سے ایک طرف
کو ہو جانے کے ہین،

خطا (بالفتح) کے معنی اُس گناہ کے ہین جو بغیر
ارادہ کے سرزد ہو جیسا کہ سورہ نساء (پ ۵ ع ۱۳،
آیت ۹۴) مین ہے کہ جو کوئی مومن کو قتل کرے نادانستہ
(خطاء) اور خطا (بالکسر) کے معنی گناہ بالقصد یعنی
اثم کے آتے ہین

ع ۴ آیت ۳۳) مین ہے کہ اوران کا قتل کرنا بڑی
خطاء (گناہ دانستہ) ہے،

فتح المبین شرح الاربعین مین لکھا ہے کہ خطا
کا اطلاق تین معنون پر ہوتا ہے (۱) اثم (یعنی گناہ
بالارادہ و (۲) گناہ نادانستہ (یعنی ضد عمد کی) اور
(۳) غیر درست (ضد صواب کی) المشکوٰۃ (باب
ثواب ہذہ الامۃ) مین ہے کہ ان اللہ تجاوز
عن امتی الخطاء یعنی اللہ تعالیٰ نے (اے
محمد صلعم) آپ کی امت سے خطا کو معاف کیا، اس
حدیث مین خطا سے مراد وہ خطا ہے جو مقابل عمد کے
ہے جیسے کہ شکار کو تیر مارنا چاہا اور وہ تیر اتفاقاً
آدمی کو لگ گیا اور وہ مر گیا، پس یہ قتل انسان
بخطا ہے،

بعض علماء کے نزدیک وہ غلطی جو قصداً
کی جائے، خطاء کہلاتی ہے، او جو سہواً ہو جائے
اسکو خُطَاءَ کہتے ہین، قصداً اور سہو کے فرق کا لحاظ
رکھتے ہوئے کہا گیا ہے کہ مخطی وہ شخص ہے
کہ قصد ثواب کا رکھے اور اچانک اور بغیر
قصد کے اس سے خطا سرزد ہو جائے، اور
خاطی وہ شخص ہے جو قصداً اپنے ارادہ سے
خطا کرے (مظاہر حق)

خِطاب

(ع) بالکسر و تخفیف طاء مہملہ، توجہ کرنا غیر کے کلام کو سمجھانے کے لئے، خطاب کبھی تخاطب کے معنی مین بھی آتا ہے، خطاب کی دو قسمین ہین (۱) **تکلیفی** اور (۲) **وضعی**، ان مین سے (۱) تکلیفی کا تعلق افعالِ مکلفین سے ہے اور (۲) وضعی وہ ہے جس مین ایک شے دوسری شے کے ساتھ خاص کی جاتی ہے،

علامہ ابن جوزی کتاب النفس مین بیان کرتے ہین کہ قران مجید مین خطاب پندرہ وجوہ پر آیا ہے، ایک دوسرے عالم نے تینتیس سے زیادہ وجوہِ خطاب بتلائے ہین، ان وجوہ کا تفصیلی تذکرہ تفسیر اتقان (نوع ۵۱) مین درج ہے ہم اس مقام پر چند وجوہ کو بیان کرتے ہین (۱) خطاب عام اور اُس سے عموم مراد ہے مثلاً اللّٰہ الذی خلقکم (۲) خطاب خاص اور اُس سے خصوص مراد ہوتا ہے مثلاً یا ایہا الرسول بلغ (۳) خطاب عام جس سے خصوص مراد ہوتا ہے مثلاً یا ایہا الناس اتقوا ربکم اس مین بچے اور دیوانہ لوگ داخل نہین (۴) خطاب خاص جس سے عموم مراد ہوتا ہے مثلاً یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء، اس مین افتتاح خطاب نبی صلعم کے ساتھ ہوا ہے اور مراد تمام وہ لوگ ہین جو کہ طلاق کے مالک ہون (۵) خطاب جنس مثلاً یا ایہا النبی (۶) خطاب نوع مثلاً یا بنی اسرائیل، (۷) خطاب عین مثلاً یا آدم اسکن (۸) خطاب مدح مثلاً یا ایہا الذین آمنوا (۹) خطاب الذم مثلاً قل یا ایہا الکافرون (۱۰) خطاب کرامت مثلاً یا ایہا الرسول (۱۱) خطاب اہانت مثلاً انک رجیم (۱۲) خطاب تہکم، ذق انک انت العزیز الحکیم:-

(۲) وہ نام جو بادشاہ یا سرکار دربار سے اعزازی طور پر ملتا ہے خطاب کہلاتا ہے جیسے اقبال الدولہ، عماد الملک،

خطابت

(ع) تقریر کرنا، اصطلاح مین کتابت اس قوت محرکہ کو کہتے ہین جو الفاظ کے ذریعہ سے ظاہر ہو کر سامعین پر کوئی خاص اثر ڈال سکے، علم الخطابت انسان کا طبعی اور فطری علم ہے جو تاثیر، انفعال، کیفیت اور وجدان سے بہت زیادہ تعلق رکھتا ہے،

چونکہ خطابت احساسات وجذبات کا اظہار کرتی ہے، اس لئے اسکا تعلق شاعری، موسیقی اور افسانہ سے قدرۃً پیدا ہو جاتا ہے خصوصاً شاعری سے اسکا تعلق نہایت گہرا ہے، باین ہمہ

دونون مین خاص خاص امتیازات بھی ہین، مثلاً یہ
کہ (۱) خطبہ (یعنی تقریر) بالقصد ہوتا ہے اور شعر کی
صدا کان مین اتفاقیہ پہنچ جاتی ہے (۲) خطابت
ہمیشہ دوسرون کے لئے ہوتی ہے اور شاعری کی
خصوصیت یہ ہی کہ اس کے سامعین کو اُس کی موجودگی
کا علم تک نہین ہوتا (۳) شاعر کے دل مین جو احساسات
پیدا ہوتے ہین ان کی تصویر الفاظ کے ذریعہ کھینچ
کردہ خلوت مین تن تنہا اپنے نفس کو مخاطب کر کے
دکھانا چاہتا ہے، برخلاف اس کے خطیب کو ہمیشہ
دوسرون کی ہمدردی حاصل کرنا، اُن کے معتقدات
پر اثر ڈالنا، اُن کے جذبات کو برانگیختہ کرنا، ان
کے قوائے عمل کو متحرک بنانا، غرض کسی نہ کسی
صورت مین دوسرون کو متاثر کرنا ہوتا ہے (۴)
شاعر کو اس سے بحث نہین کہ اس کے کلام کا دنیا
کے تمدن، اخلاق، مذہب اور سیاست پر انفرادی
یا اجتماعی حیثیت سے کیا اثر پیدا ہوتا ہے، وہ تو بیخود
ہو کر جذبات کی تصویر کھینچتا ہے، اس لئے اپنے الفاظ
کا ذمہ وار نہین رہتا، برعکس اس کے خطیب ایک
ایک حرف کا ذمہ وار ہوتا ہے، اُس کے جذبات
محکوم رہتے ہین اُس کی قوت ارادی کے اور

کو متاثر کرنے کے لئے ضروری یا مناسب ہو،
کہا جاتا ہے کہ عربون مین خطابت کا عروج
رہین منت ہے ان تعلقات اور تبادلۂ خیالات
کا جو عہد جاہلیت مین مابین اہل عرب اور
اہل فارس قائم اور جاری ہو چکے تھے، اس
عہد مین خطۂ یمن کے خطیب خاص طور پر شہرت
رکھتے تھے، اور تاریخ شاہد ہے کہ یمن کا تمدن
ایرانی تمدن کے اثرات سے بہت حد تک متاثر
ہو چکا تھا، باین ہمہ زبان عربی کی قدرتی ساخت
کے باعث عربون نے اس فن مین خاص تفوق
حاصل کر لیا، امام جاحظ کا بیان ہے کہ آنحضرت
صلعم کی پیدایش کے زمانہ مین شاعری اور خطابت
مین عرب سے بڑھ کر کوئی دوسری قوم نہ تھی، اُن
کی زبان محکم ترین زبان تھی، جس مین الفاظ کا
بہت وافر خزانہ تھا، گو زمانۂ جاہلیت مین شاعر
کی عزت بمقابلہ خطیب کے زیادہ تھی، لیکن خطابت
کا شمار فنون شریفہ مین کیا جاتا تھا، جاہلیت کے
مشہور خطیبون مین ایک خطیب کا نام قس بن
ساعدہ ہے جس کو آنحضرت صلعم نے سوق عکاظ
مین سرخ اُونٹ پر سوار ہو کر خطبہ دیتے ہوئے

جسکی فصاحت نہ صرف عرب بلکہ دنیا مین مشہور ہے
ان کے علاوہ خاندان حمیر مین سے ورید اور زبیر
نامور خطیب ہوئے اور دیگر قبائل نے حارث، قیس،
ربیعہ، اکثم، ابن صیفی، عمرو بن کلثوم وغیرہ خطیب
پیدا کئے (ماخوذ از علوم العرب)

واضح رہے کہ خطابت اور تقریر نبوت کا
نہایت ضروری عنصر ہے، یہی وجہ ہے کہ جب خدا
تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو فرعون مصر کے پاس
پیغمبر بنا کر بھیجا تو آپ کو یہ دعا مانگنی پڑی کہ خداوندا!
میری زبان کی گرہ کھول کہ لوگ میری بات کو
سمجھین (سورہ طہٰ پ ۱۶، ع ۲، آیات ۲۶،۲۹)
لیکن آنحضرت صلعم کو خود بارگاہِ الہی سے یہ وصف
کامل عطا کیا گیا تھا، چنانچہ آپ نے شکرِ نعمت کے
طور پر فرمایا کہ مین (۱) فصیح ترین عرب ہون (۲)
مین کلماتِ جامعہ لے کر مبعوث ہوا ہون،
(المشکوٰۃ، کتاب الفتن، باب فضائل سید
المرسلین صلعم)

عام نصائح اور پند کی باتین گو آنحضرت صلعم
اخباری فقرون مین بیان فرماتے لیکن جب
کلام کو خاص طور پر موثر بنانا ہوتا، تو خطبہ کو عموماً

حنین (۸ھ ۶۲۹ء) مین آپ نے انصار کے سامنے
جو خطبہ دیا وہ اول سے اخیر تک سوال وجواب
ہے، خطبہ حجۃ الوداع اور بعض دیگر خطبات مین
بھی یہ خصوصیت نمایان ہے، جوشِ بیان کا یہ حال
تھا کہ آنکھین سرخ اور آواز نہایت بلند ہوجاتی
تھی، انگلیان اُٹھتی جاتی تھین، گویا یہ معلوم ہوتا تھا
کہ آپ کسی قوم کو جنگ کے لئے اُبھار رہے ہین،
جوشِ بیان مین جسدِ مبارک جھوم جھوم جاتا تھا،
ہاتھون کو حرکت دینے سے ہتھون کے چٹخنے
کی آواز آتی تھی، کبھی مٹھی بند کر لیتے تھے، کبھی کھول
دیتے تھے، چونکہ آپ داعیِ مذہب تھے، فاتح تھے، واعظ
تھے، امیر الجیش تھے، قاضی تھے، پیغمبر تھے، اسلئے
آپ کی خطابت اور زورِ بیان مین ان مختلف حیثیتون
کے لحاظ سے اختلاف بھی ہوا کرتا تھا، آپ کا
سب سے مہتم بالشان خطبہ وہ ہے جو آپ نے حجۃ الوداع
مین دیا تھا، یہ خطبہ صرف احکام کا ایک سادہ
مجموعہ ہے، جسکو قدرۃً خشک اور پھیکا ہونا چاہئے
تھا، تاہم سلاست، روانی، اور شستگی الفاظ کے
لحاظ سے یہ خطبہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے،
(ماخوذ از سیرۃ النبی)

سے ہین، اور ان کی نشو ونما ظہورِ اسلام سے قبل ہی
پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی تھی، لیکن اسلام نے ان کو بھی
خوب رونق دی اور فتوحات و غزوات مین بھی
اہلِ اسلام نے خطابت سے معتدبہ فائدہ اُٹھایا،
علاوہ ازین عہدِ اسلام کی خطابت کو یہ خصوصیت
بھی حاصل تھی کہ اس مین حکمت کی باتین اور قرآن
شریف کی فصیح و بلیغ آیتین اضافہ ہوئین، جن کی وجہ
سے اُس کی تاثیر بہت بلند درجہ پر پہنچ گئی، بعض
خطیب تو اپنے پورے خطبہ کو قرآن مجید ہی سے
اقتباس کرتے تھے جیسا کہ مصعب بن زبیرؓ نے کیا،
جب وہ عراق مین اپنے بھائی حضرت عبد اللہ
بن زبیرؓ (المتوفی ۷۳ھ ۶۹۲ء) کی اطاعت پر لوگون
کو اُبھارنے کیلئے گئے تھے،

مورخین بیان کرتے ہین کہ ڈیموستنیس کے جو
یونان کے مقررون مین سب سے اعلیٰ پایہ کا مقرر خیال
کیا جاتا ہے خطبون کا مجموعہ اکسٹھ (۶۱) آتا ہے، جسمین
نصف الحاقی بتلائے جاتے ہین، لیکن صرف امام
رضا علیہ السلام (المتوفی ۲۰۲ھ ۸۱۷ء) کے خطبون کی
تعداد دیکھی جائے تو سیکڑون سے بڑھ
جاتی ہے،

مہارت رکھتے تھے، لیکن ان مین بالاتفاق حضرت
علی مرتضیٰؑ سب سے بڑھ کر خطیب تھے، نہج البلاغت جو
جو خطبات مرتضوی کا مجموعہ ہی، اس بیان پر
شاہد عادل ہے، یہ خطبات ہر قسم کے اقوال و امثال
سے مملو ہین، اور جناب امیرؑ کے غیر معمولی ذہنی ارتقاء
کا بین ثبوت پیش کر رہے ہین،

لشکرون کے جمع کرنے اور لوگون کو جہاد
پر شوق دلانے، اور بغاوت و مخالفت کو فرد
کرنے مین بھی خطابت کے معجز نما اثرات دیکھے
گئے ہین، اور ایسا کئی دفعہ ہوا ہے کہ اسلامی فوج
جو مغلوب ہوتی جا رہی تھی تقریرون کے جادو
سے فتحیاب ہو گئی، یرموک مین حضرت خالد بن
ولیدؓ کا خطبۂ قادسیہ مین مغیرہ کی تقریر اور فارس
مین خلید بن المنذر کا اور اندلس مین طارق کا
خطبہ اُن سیاسی انقلابات کا باعث ہوا ہے،
جنھون نے مسلمانون کی عظمت اور شہرت
مین چار چاند لگا دئے ہین (ماخوذ از علوم
العرب)

خطابیہ، بالفتح، فرقہ غلاۃ کی شاخ ہے،
اصحاب ابی خطاب الاسدی خطابیہ کہلاتے ہین،

بن علی بن عبداللہ بن عباس سے جنگ کی اور امام جعفر صادق کی اطاعت کی طرف لوگون کو دعوت دی اور یہ بھی لوگون کو تبلایا کہ حضرت علی مرتضےٰ خدائے اکبر اور امام جعفر صادق خدائے اصغر ہین، جب حضرت امام جعفر صادق کو اس غلو کا حال معلوم ہوا تو آپنے اسکو اپنی مجلس سے نکال دیا، خطابیہ کا عقیدہ ہے کہ ائمۂ اہل بیت زمرۂ انبیاء مین داخل ہین، (ماخوذ از مذاہب اسلام)

خُطبہ (ع) بالضم، وہ کلام جس کے ساتھ خطاب کیا جائے، اصطلاحِ شرع مین خطبہ اس کلام کو کہتے ہین جسمین حمدِ خدا و نعتِ رسول اور پند و نصیحت ہو،

لغوی اعتبار سے خطبہ کی غرض و غایت وعظ و تذکیر قرار دی جاسکتی ہے اس لئے خطبہ ہر اس زبان مین پڑھا جاسکتا ہے جسکو اس کے مخاطبین جانتے اور سمجھتے ہون، لیکن علمائے اسلام کی ایک جماعت کے نزدیک خطبہ کے معنی صرف ذکر کے ہین اس لئے اسکو زبان عربی ہی میں پڑھنا چاہیے۔

نماز جمعہ مین خطبہ شرطا اور فرض ہے، شافعیہ کے نزدیک خطبۂ جمعہ کے شروط مین قیام بھی داخل

(تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری کتاب الجمعہ ص ۳۲ حاشیہ ۶) فقہاء امامیہ کے نزدیک خطیب کا خطبہ کے وقت کھڑا ہونا واجب ہے، (جامع عباسی) علاوہ ازین شافعیہ کے نزدیک خطبہ کے وقت کلام کرنا مکروہ ہے، اور حنفیہ کے نزدیک خطبے کے وقت نماز اور کلام دونون منع ہین، امام شوکانی اہلِ حدیث کا مذہب یہ لکھا ہے کہ خطبہ کے وقت خاموشی اختیار کی جائے (تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری کتاب جمعہ ص ۳۶ حاشیہ اول) فقہاء امامیہ کے نزدیک سنت ہے، کہ نمازی خطبہ کے وقت خاموش رہین (جامع عباسی) خطبہ کی اُس مقدار مین جو فرض ہے، امام ابوحنیفہ اور صاحبین مین اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک ادنیٰ مقدار سبحان اللہ یا الحمد للہ یا لا الہ الا اللہ ہے لیکن صاحبین کے نزدیک طویل ذکر کا نام خطبہ ہے، جسکا کمتر بقدر التحیات للہ تا آخر عبدہٗ و رسولہٗ تک ہے، (عین الہدایہ کتاب الصلوٰۃ، جلد اول ص ۸۴۶)

شاہ ولی اللہ لکھتے ہین کہ تنقیح آن (یعنی خطبہ جمعہ) بر چند چیز است (۱) حمد (۲) شہادتین (۳) صلوٰۃ بر آنحضرت صلعم (۴) امر بہ تقوی (۵) تلاوت آیہ

(ماخوذ از رسالہ قاسم) صاحب رکن دین لکھتے ہین کہ وہ خطبے جن کا شروع الحمد سے ہوتا ہے تین ہین یعنی (۱) خطبۂ جمعہ (۲) خطبۂ طلب باران (۳) خطبۂ نکاح اور وہ خطبے جو اللہ اکبر سے شروع ہوتے ہین پانچ ہین یعنی دو خطبے عیدین کے اور تین خطبے حج کے،

آنحضرت صلعم عموماً نماز عیدین کے بعد خطبہ دیتے تھے اور یہ سنت خلفاء راشدین کے عہد تک جاری رہی لیکن خلفاء بنی اُمیہ کے خطبے لوگ نہیں سنتے تھے اور بسبب اس عام ناراضی کے جو ان کی (خلفائے بنی امیہ کی) جانب سے لوگون مین پھیلی ہوئی تھی، لوگ نماز پڑھتے ہی اُٹھ جاتے تھے، اسلئے مروان بن الحکم (المتوفی ۶۵ھ) نے نماز سے پہلے خطبہ دینا شروع کیا تاکہ عرب کی اس سب سے بڑی سیاسی طاقت یعنی خطابت سے پورا فائدہ اٹھایا جائے، علاوہ ازین مروان نے عیدگاہ مین منبر پر خطبہ دینے کی بھی ابتدا کی، خلفائے راشدینؓ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے لیکن امیر معاویہ بیٹھ کر خطبہ دینے لگے (الندوۃ جلد ۸ نمبر ۱۲) تاریخ الخلفاء سیوطی مین تقدیم خطبہ بروز عید کا موجد بھی امیر معاویہ کو لکھا ہے، آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین کے عہد مین کسی صحابی کا

دولت امویہ نے خطبہ مین حضرت علیؓ مرتضیٰ پر لعن وطعن کرنا شروع کیا، اس بدعت کو عمر بن عبدالعزیز (۹۹ھ) نے بند کیا، اور بجائے کلمات لعن کے خطبہ مین عشرہ مبشرہ اور امہات المومنین کا نام داخل کر کے اس کے ساتھ رضی اللہ عنہ کا اضافہ کر دیا، جو آج تک اہل سنن کا معمول بہ بنا ہوا ہے،

خطبۃ الوقفہ، وہ خطبہ جو نوین ذوالحجہ کو عرفات مین دیا جاتا ہے، خطبہ الوقفہ کہلاتا ہے،

واضح رہے کہ دوران حج مین تین خطبے ہوتے ہین، پہلا خطبہ ساتوین ذوالحجہ کو مسجد حرام مین اور دوسرا خطبہ نوین ذوالحجہ کو عرفات مین اور تیسرا خطبہ منیٰ مین، گیارہوین ذوالحجہ کو مسجد الخیف مین دئے جاتے ہین جو مناسک حج کی تعلیم اور تمدن و معاشرت کی اصلاح پر مشتمل ہوتے ہین، ان مین عرفات کا خطبہ یعنی خطبہ الوقفہ بعد زوال اور قبل نماز ظہر ہوتا ہے اور باقی دو خطبے نماز ظہر کے بعد پڑھے جاتے ہین، ان سب خطبون مین اول تکبیر، پھر تلبیہ، پھر تحمید واجب ہے، (ترجمہ درمختار کتاب الحج)

اُس کے ولی سے نکاح کرنے کی خواہش کرنا،
اسلام نے تو خطبہ (بالکسر) کے وقت کسی خاص
رسم کا تعین نہین کیا ہے البتہ انتخاب مین اُس
شخص کو فضیلت دینے کی ہدایت کی ہے، جو
دینداری اور خوش خلقی مین زیادہ معروف ہو،
(صحیح بخاری) لیکن زمانہ جاہلیت مین جو منگنی
کا طریقہ مروج تھا، اس کا مختصر بیان حوالہ قلم
کیا جاتا ہے، یعنی

جب مرد کسی عورت کو پسند کر لیتا تو وہ
اپنی اور عورت کی حیثیت کے لحاظ سے زرِ مہر مہیا
کر کے اپنے کسی ذی عزت اور تجربہ کار رشتہ دار
کی ہمراہ لڑکی والون کے پاس جاتا اور یہ رشتہ دار
لطیف پیرایہ مین اپنے مقصود کا اظہار کرتا، (اگر
اُن کو (لڑکی والون کو) رشتہ منظور ہوتا، تو
کہتے بسر و چشم، بخوشی، وہ ہمارا کفو ہے اور نہایت
عالی خاندان ہے، اگر منگنی کرنا منظور نہ ہوتا تو بلطائف الحیل
ٹال دیتا، اگر منگنی منظور ہو جاتی تو زرِ مہر عورت کے سامنے
پیش کیا جاتا جس کی تعداد عموماً دس ہزار دینار
یعنی پچاس ہزار کلدار سے دس درہم یعنی دو روپیہ
آٹھ آنہ تک ہوتی تھی، کبھی نقد کی بجائے غلام، لونڈی

مین بھی مہر ادا کیا جاتا تھا لڑکی کا باپ یا اُس کا
ولی مہر کا مالک ہوتا تھا، لیکن تعلیم قرآنی کی رو
سے مہر کی مالک عورت ہی قرار دی گئی ہے،
(ماخوذ از الندوہ جلد ۱۱ نمبر ۶)

خُطرہ (ع) بالفتح اول وسکون الطاء مہملہ،
کسی چیز کا دل مین آنا اور فوراً ہی نکل جانا (مجمع
السلوک) وہ اندیشہ جو دل مین آوے (صراح)
اصطلاح صوفیہ مین خطرہ عبارت ہے اُس
خواہش سے جو بندہ کو رب کی طرف بلا دے اور
بندہ اُسکو دفع کرنے پر قادر نہ ہو، (تذکرۃ السلوک)
خطرہ چار طرح کا ہوتا ہے (۱) خطرہ رحمانی (الخطیر
الربانی) و (۲) خطرہ ملکی (الخطیر الملکی) و (۳) خطرہ
نفسانی (الخطیر النفسانی) و (۴) خطرہ شیطانی،
(الخطیر الشیطانی) جنکی مختصر توضیح لفظ خاطر کے تحت
مین بیان کر دی گئی ہے،

خطیب (ع) خطبہ پڑھنے والا،
اُن مقررین کے لئے جو اپنے مخاطبین کو اصلاح
نفس کی طرف متوجہ کرتے ہین کتب دینیات
مین چار الفاظ استعمال کئے گئے ہین،
(۱) **خطیب**، لغوی اعتبار سے ہر وہ

جذبات کو اُبھارے، خطیب کہلاتا ہے (دیکھو خطابت)
لیکن عرفاً اس عہدہ دار کو خطیب کہتے ہین، جو
جمعہ کے روز خطبہ دے، خواجہ نظام الملک طوسی
اپنے سیاست نامہ یعنی سیر الملوک مین لکھتے ہین کہ
مثل قاضی کے خطیب جامع مسجد کا بھی انتخاب ہونا
چاہیے، اور وہ شخص اس عہدہ پر منتخب کیا جائے جو پارسا
اور مفسر ہو، کیونکہ امامت کا مسئلہ نازک ہے، اور مقتدیون کا تعلق
امام سے وابستہ ہی جب امام کی نماز مین خلل ہو تو مقتدیون کا خدا
حافظ (نظام الملک طوسی ص ۲۳۴)

(iii) مُذکر یعنی یاد دلانے والا بالفاظ
دیگر وعدہ وعید کو یاد دلانے والا،

(iiii) واعظ یعنی وہ شخص جو سامعین کے
دلون کو عذاب کا خوف دلا کر نرم بنا دے،
اور ثواب اخروی کا امیدوار کرے،

(۱۷) ناصح یعنی نصیحت کرنے والا، اور
بُرے افعال کے ارتکاب سے منع کرنے والا،

خطیب بغدادی، آپ کا نام ابوبکر
احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی معروف بہ
خطیب بغدادی ہے، آپ ایک بڑے عالم اور
علم حدیث کے حافظ تھے، آپ کی تالیفات ایک
سو سے زیادہ ہین، اور شہرت عام رکھتی ہین، اون
مین سے ایک تالیف یعنی تاریخ بغداد دس جلدون
مین ہے، تاریخ دمشق بھی آپ کی مشہور تصنیف ہے،
آپکا سال پیدایش ۳۹۲ھ ۱۰۰۱ء اور سال وفات
۴۶۳ھ ۱۰۷۱ء ہے،

خُفّ

خُفّ (ع) بالضم وتشدید فاء، موزہ
اس کی جمع خفاف آتی ہے، اصل مین خف وہ ہے
جو ٹخنے کو چھپالے،

اصطلاح شرع مین خف اُس چیز کو کہتے ہین،
جو دونون ٹخنون کو ڈھانک لے اور اس سے
سفر ممکن ہو (محیط) اگر ٹخنہ کھلا رہے تو اُس کھلنے
کی مقدار پاؤن کی تین چھوٹی انگلیون سے کم ہو،
جو چیز موزون پر پہنی جاتی ہے اس غرض سے کہ
کیچڑ وغیرہ سے حفاظت ہو سکے، اسکو جُرموق
(بضم جیم عربی) کہتے ہین، اس کی ساق
موزے سے کمتر ہوتی ہے (کشاف اصطلاحات
الفنون)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک موزون پر مسح
کرنا خصوصیات اہل تسنن سے ہے، یہ مسح سفر اور
حضر دونون حالتون مین درست ہی، مگر تعین مدت
مین فرق ہے، یعنی یہ کہ وقت حدث سے مقیم کی مدت

دن رات ہین، اب اس عرصہ مین جب حدث ہو تمام وضو کرے مگر پیر کو نہ دھوئے، بلکہ اس پر مسح کرتا رہے، یہ حکم بے وضو کے لئے ہے، جنابت والے کے لیے نہین ہے، وہ موزے جن پر مسح درست ہے چمڑے یا بانات وغیرہ کے ہون تاکہ اُن مین پانی اثر نہ کرے اور ان کو پہن کر سفر طے ہو، اگر لوہے یا لکڑی کے ہون گے تو مسح درست نہین، اسلئے کہ اُن کو پہنکر آدمی عادت کے موافق بے تکلّف چل نہین سکتا، سوت کے جرابون پر مسح ہرگز درست نہین، کیونکہ ان مین پانی سرایت کرتا ہے، موزے کی مقدار جو مسح کے لیے چاہئے اتنی ہو کہ دونون ٹخنے چھپ جائین مسح کرنیکا مسنون طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیان مع ہتیلی کے داہنے موزے کے اگلے حصہ پر رکھین اور بائیں ہاتھ کی انگلیان مع ہتیلی کے بائین پاؤن کے موزے کے اگلے حصہ پر رکھین، اور انگلیون کو کھولے ہوئے پنڈلی کی طرف ٹخنون سے اوپر تک کھینچین (رکن دین)

مواہبِ لدنیہ مین ہے کہ علما، اختلاف رکھتے ہین اس امر مین کہ مسح کرنا موزہ پر افضل ہے یا اُسکو اتار کر پاؤن دھونا، مختار مذہب امام احمد کا یہ ہے کہ مسح کرنا افضل ہے، امام نووی کہتے ہین کہ علماء شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ پاؤن کا

دھونا افضل ہے (ماخوذ از مظاہر حق) فقہار امامیہ کے نزدیک موزون پر مسح جائز نہین، البتہ مسحِ پا کے جواز کے قائل ہین (جامع الجعفری)

خِفّ (ع) بالکسر، ہلکا، ضد ہے ثقل کی، خف اور ثقل دونون لامسہ سے متعلق ہین، (دیکھو خفیف)

خفاءُ الخفا، اصطلاحِ تصوف مین مرتبۂ سلبِ صفات اور ذات بحت اور احدیت کو کہتے ہین (کنوز اسرار القدم)

خَفَش (ع) بفتحتین، ضعیف ہونا، اطباء کی اصطلاح مین ضعفِ بصر جو از روے خلقت ہو، خفش کہلاتا ہے، جس کے باعث پلکین گرنے لگتی ہین، اور آفتاب وغیرہ کی روشنی مین نظر خیرگی کرتی ہے، لیکن رات کے وقت بہتر دیکھتا ہے (طب احسانی) چونکہ خفاش یعنی چمگادڑ دن کو نہین دیکھتا اس لئے وہ مرض جس کے باعث روشنی مین نظر خیرگی کرنے لگتی ہے، خفش کہلاتا ہے،

خَفَقان، (ع) بفتحاتِ ثلاثہ، دل کا دھڑکنا اور بے قرار ہونا،

صاحب قانونچہ لکھتے ہین کہ اگر یہ مرض

حرارت کے دلائل رکھتا ہو تو اسکا علاج فصد باسلیق ہے، اور اگر دل کی دھڑکن کے ہمراہ دلائل برودت ہون تو اسکا علاج مفرح چیزون سے کرنا چاہئے اور اگر دھڑکن کسی مرض کے بعد یا استفراغ قوی کے بعد لاحق ہوئی ہو تو مریض کے واسطے غذاے لطیف ہی کی تجویز کافی ہے،

خفی (ع) بالفتح، پوشیدہ، چھپا ہوا خفی ماخوذ ہے اخفاء سے اور اخفاء کے معنی سوال مین الحاح اور اصرار کرنے کے ہین، جب کوئی کثرت سے پوچھ پاچھ کرتا ہے اور کسی چیز کی ٹوہ مین لگ جاتا ہے تو **اخفا عنہ** سے تعبیر کیا جاتا ہے،

الفاظ اضداد مین سے خفی بھی ہے اور اس کے معنی چھپانا اور ظاہر کرنا دونون آتے ہین،

علم الاصول مین خفی سے مراد وہ لفظ ہے جس کے صیغہ مین خفا نہ ہو مگر کسی دوسری وجہ سے خفا عارض وطاری ہو جائے جیسے لفظ سرقہ ہے جس کے معنی چوری کے ہین یعنی کسی شخص کا مال مملوک محرز کو لیجانا، کھلے طور پر لیجانے والے کو سارق کہتے ہین مگر نباش یعنی کفن دزد اور طرار یعنی جیب

اب خفا لاحق ہوا اور فیصلہ یون ہے کہ (۱) جس مین صفت سرقہ قوی ہو، وہ اس حکم سارق مین داخل ہے جیسے طرار جو آنکھون کے سامنے مال مملوک کو کمال تیرہ دستی سے لے لیتا ہے اور (۲) جس مین صفت سرقہ ضعیف ہو وہ خارج ہے جیسے نباش جو مال غیر مملوک اور غیر محرز کو لے جاتا ہے، پس سورہ مائدہ (پ ۶، ع ۷، آیت ۴۲) مین جو لفظ سارق آیا ہے اس مین جیب کترنے والا داخل ہے اور کفن دزد داخل نہین،

اصطلاح تصوف مین خفی نام ہے ایک لطیفۂ ربانی کا جو روح مین بالقوہ موجود ہے اور صرف اُسوقت بالفعل حاصل ہوتا ہے جب واردات ربانی کا غلبہ ہو جائے، تاکہ روح مین اور حضرت حق مین ذریعہ اور واسطہ بن جائے، اور روح اس ذریعہ سے صفات ربوبیت کی تجلی اور فیض الٰہی حاصل کرے (تذکرۃ السلوک، مصطلحات صوفیہ)

خفیف (ع) بالفتح، ہلکا، اسکی جمع اخفاف واخفاء آتی ہے،

علم طبیعات مین خفیف ضد ہے ثقل کی، اور اس سے (خفیف سے) مراد وہ عنصر ہے جو اپنی طبیعت سے

پس آتش (آگ) و باد (ہوا) خفیف ہین،

اہل عروض کے نزدیک خفیف سبک ترین بحر ہے، عربی مین مسدس اسی بحر مین ہوتا ہے، اور اسکا وزن فاعلاتن مستفعلن، فاعلاتن ہے، جامع الصنائع مین بحر خفیف کے دو وزن لکھے ہین (۱) تام اور (۲) مجرد ان مین سے (۱) تام مین سب اجزا اپنی اصل پر رہتے ہین جیسے فعلاتن، مفاعلن، فعلاتن، مفاعلن اور (۲) مجرد مین دو جزو اصل پر رہتے ہین، اور ایک محذوف جیسے فعلاتن، مفاعلن، فعلن، (کشاف اصطلاحات الفنون)

خلاص

(ع) بالفتح، رہائی، چھٹکارا، شرع مین درک کو کہتے ہین یعنی مستحق کا مبیع کو چھوڑ دینا اور مشتری کے سپرد کر دینا خلاص کہلاتا ہے (کشاف اصطلاحات الفنون)

خلاف

(ع) بالکسر، ناموافقت کرنا، اصل مین خلاف کے معنی "واپس استادہ شدن است" کے ہین، مجازاً ناسازگاری (غیاث اللغات)

علم خلاف وہ علم ہے جس سے کیفیت وارد کرنی اجتہاے شرعیہ کی کی جاتی ہے، تاکہ شبہات دفع ہون اور ادلۂ مخالف بواسطہ براہین قاطعہ مجروح ومقدوح ہوجائین، گو کہ اس علم کو منطق کی بحث جدل سے لیا ہے، مگر اسکا استعمال مخصوص علوم دینیہ مین کیا جاتا ہے (فلسفۂ اسلام جلد اول)

رسالۂ فیض الرحمن مین ہے کہ قرآن مجید مین خلاف کے دو معنی آئے ہین (۱) پیچھے سورہ بنی اسرائیل (پ ۱۵، ع ۸، آیت ۷۸) اور اسوقت وہ بھی تمھارے پیچھے (خلافک) بہت کم رہتے ہین (۲) مقابل سورہ طہ (پ ۱۶، ع ۳، آیت ۷۴) پس ضرور بالضرور مین تمھارے ہاتھ اور تھارے پیر مقابل کے یعنی اگر داہنا ہاتھ تو بایان پیر (خلاف) کاٹ ڈالونگا،

خلافت

(ع) بالکسر، جانشینی،

آیات قرانی سے متبادر ہوتا ہے کہ خلاق عالم نے انسان کو کرۂ ارض پر اپنا خلیفہ یعنی اپنی طرف سے جانشین بنایا ہے، اس خلافت کی ابتدا حضرت آدم سے ہوئی ہے، جنکی تخلیق کی غرض وغایت ہی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ سطح خاکی پر خلیفہ نامزد ہون (سورۂ بقر پ اول ع ۴، آیت ۲۸) پس وہی انسان حقیقی معنون مین خلیفۃ اللہ کہا جاسکتا ہے جو خیر وسعادت اور صفات وکمالات مین درجہ انتہا کو پہنچا ہوا اور "انسان کامل" کے معزز لقب سے سرفراز ہوا ہو، مسلمانون کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام صحیح معنون

مین اس خلافت الٰہیہ کے وارث ہین اور اس سلسلہ کی پہلی کڑی حضرت آدم اور آخری کڑی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہین جو جامع کمالات انسانی اور خاتم النبیین تھے،

آنحضرت صلعم کے وصال کے بعد خلافت نبوی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، چنانچہ **خُلفاء** اصطلاح مین اُن بادشاہون کو کہتے ہین جو رسول صلعم کے بعد یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے رہے ہین، ان کو **امام** بھی کہتے ہین، اور یہی **حاکم شرع** بھی کہلاتے ہین (دیکھو خلیفہ)

اس قوم کو جو صالح اور نیک لوگون پر مشتمل ہو بشارت دی گئی ہے حکومت دنیوی کی اور طمانیت و سکینت قلبی کی، چنانچہ سورۂ نور (پ ۱۸ ع ۷، آیت ۵۴) مین خدائے تعالیٰ نے ان لوگون سے جو ایمان لائے اور عمل صالح پر کاربند رہے، وعدہ کیا ہے کہ اُن کو اگلون کی طرح زمین کی حکومت دیگا، اور اُنکے اس دین کو جسے اُس نے پسند کیا ہے، قائم و مستحکم کردیگا، اور اُن کے خوف کو امن سے بدل دیگا، وہ صرف اسکی عبادت کیا کرین گے، اور کسی کو اُسکا شریک نہ بنائین گے پھر جس نے اُس کے بعد انکار و اعراض کیا، وہ بے شک فاسق ہی،

دنیا مین ارتقاء انسانی کی تیسری اور آخری منزل ہی اور نائب حق خلیفۃ اللہ علی الارض ہے، یہ کامل ترین "انا" ہے جو نوع انسانی کا نصب العین اور زندگی کی روحانی و جسمانی معراج ہے،

مشائخین اور صوفیۂ کرام نے خلافت کی دو قسمین قرار دی ہین، ایک خلافت صغریٰ جس سے مراد امامت اور ریاست ظاہری لیتے ہین، اور دوسری خلافت کُبریٰ جس سے مراد امامت اور ریاست باطنی لیتے ہین، اور جس کی مثال مین حضرت علی مُرتضےٰؓ کی خلافت کو پیش کرتے ہین (کشاف اصطلاحات الفنون) لیکن آجکل مشائخین مین متعدد قسم کی "خلافتون" کا رواج ہو گیا ہے جن مین سے بعض جائز اور بعض ناجائز ہین، اُن اقسام کی مجمل تشریح یہ ہی کہ

(۱) **خلافت اصالتاً**:- اس خلافت کو خلافت الٰہی بھی کہتے ہین،

(۲) **خلافت اجازتاً**، یعنی شیخ اپنے وارث یا اپنے مرید کو (جس سے عزیزداری ہو) اہل و قابل دیکھ کر خلافت عطا کرے، اس خلافت کو **خلافت رضائی** بھی کہتے ہین، یہ جمہور مشائخ

(۳) خلافت اجماعاً، یعنی شیخ کا انتقال ہوگیا درانحالیکہ اُس نے اپنی زندگی مین کسی مرید یا عزیز یا وارث کو خلیفہ نہین کیا، لیکن قوم یا خاندان نے بعد انتقال کے کسی وارث یا مرید کو اُس کی جگہ پر بٹھا دیا، یہ خلافت صوفیہ کے نزدیک بالکل ناجائز ہے، اسی لئے اُس خلافت کو خلافت اختیار بھی کہتے ہین،

(۴) خلافت ورثتاً، یعنی شیخ نے رحلت کی اور اُس نے اپنی حیات مین صلبی فرزند یا کسی وارث شرعی کو جانشین نہین کیا مگر اس کی وفات کے بعد سجادہ بچھا کر وہ وارث خود بخود اجلاس کرنے لگا، یہ خلافت بھی صوفیہ کے نزدیک ناجائز اور بے کار ہے،

(۵) خلافت حکماً یعنی شیخ نے اپنی حین حیات مین کسی کو نہ تو خلیفہ کیا اور نہ مسندِ خلافت دی لیکن شیخ کی آنکھ بند ہوتے ہی اس کی اولاد اور مریدون مین ہشت مشت ہونے لگی اور بالآخر حکام وقت کو اس خلافت کا فیصلہ کرنا پڑا، ظاہر ہے کہ اس خلافت کو باطن سے کیا تعلق ہو سکتا ہے،

(۶) خلافت تکلیفاً یعنی شیخ کسی زبردست دباؤ اور لحاظ سے کسی کو خلافت دیدے حالانکہ وہ بالکل نااہل اور بے تمیز ہو، اس خلافت کی بے اعتباری بھی عیان ہے،

(۷) خلافت اویسیاً اس کے یہ معنی ہین کہ درویش کسی زندہ بزرگ کی روحانیت سے بغیر ملاقات ظاہری کے یا کسی بزرگ فوت شدہ کی روح طیبہ سے تربیت حاصل کر کے خلافت اور اجازت حاصل کرے، مثال کے طور پر حضرت اویس قرنی اور جناب رسالت مآب صلعم کا معاملہ لیجئے جو مسلمانون مین آفتاب عالم تاب کی طرح روشن ہے،

(ماخوذ از رسائل تصوف)

خَلا (ع) بالفتح، خالی جگہ، خالی ہونا، خلا، حاصل مصدر ہے خلو کا اور خلو کا مقابل "ملا" (بھرنا) ہے، ظاہر ہے کہ بھرنے کے لئے کسی بھرنیوالی شے کا وجود ضروری ہے، اور اُس کا معکوس پہلو اس شے کا نہ ہونا ہے بایں دلیل خلو کی حقیقت پُر کنندہ شے کی نیستی یا عدم ہوگی، پس خلا، بھی عدم ہی کا نام ہوگا،

عربی طبعیات کی کتابون مین حکمای یونان و متکلمین اسلام کے بیانات کی بنا پر خلا کی دو قسمین کی گئی ہین،

(۱) جو فلک الافلاک سے باہر ہو:-

(۱۱) جو مرکزِ عالم (زمین) سے لیکر نہایتِ عالم (فلک الافلاک) تک پایا جائے، اُن مین قسم اول عدم محض ہے، اسکی تعریف یہ ہے کہ موجودات کی ہر دو قسم جسمانی وروحانی مین سے کوئی قسم نہ ہو، قسم دوم کی تعریف کا ماحصل یہ ہے کہ دو جسم اسطرح پائے جائین کہ نہ وہ خود ایک دوسرے سے ملتے ہون اور نہ کوئی دوسرا ایسا جسم ان دونون کے بیچ مین ہو جو ان دونون سے ملتا ہو، پس خلا دو طرح کا ہوا (۱) اندرونِ عالم (۲) بیرونِ عالم، ان مین سے قسم دوم (بیرونِ عالم) کے وجود سے کسی کو انکار نہین، قسم اول مین ائمہ متکلمین بلکہ خود حکما مختلف الرائے ہین، ایک جماعت کے نزدیک خلا محال ہے اور دوسری جماعت اسکے امکان کی قائل ہے،

خلاء کے محال ہونے پر حکماء نے تین دلائل قائم کیے ہین،

(۱) ایک لکڑی جو حجم مین برابر ہو ایک شیشی کے مونہہ پر اس طرح رکھین کہ بالکل برابر آجائے، اور اسکو شیشی مین داخل کرین تو شیشی فوراً ٹوٹ جائیگی، اسکی وجہ خلاء کا استحالہ ہے،

(۲) اگر پچکاری سے پانی کو کھینچین تو وہ اوپر کو

پس معلوم ہوا کہ پچکاری کے اندر خلا نہین ہے بلکہ ہوا بھری ہے،

(۳) اگر تنگ مونہہ کے ظرف کو پانی سے بھرین اور اس کے نیچے کی جانب سوراخ کرکے اوپر کے مونہہ کو بند کردین تو پانی اُن سوراخون سے نہین گرے گا، اور جب مونہہ کھول دین گے تو پانی گر جائیگا، وجہ یہ کہ اس حالت مین جب ظرف کا مونہہ بند تھا، اگر پانی گرجاتا تو اس کے اندر خلا ہوجاتا کیونکہ ہوا جانے کی کوئی راہ نہ تھی، اور جب مونہہ کھولا تو ہوا اوپر سے اندر آئی اور پانی اپنے میلانِ طبعی سے نیچے گر گیا،

وہ ائمۂ متکلمین جو امکانِ خلاء کے قائل ہین، چند دلیلین اور مشاہدات اس دعوی کے ثبوت مین بیان کرتے ہین، اُن کے دلائل یہ ہین کہ

(۱) دو ایسے جسم فرض کیے جائین، جنکا ایک رخ بالکل برابر ہو، یہ دونون جسم اپنے برابر رخون کی طرف سے ملا دیے جائین، جب یہ دونون جسم مل جاوینگے تو درمیان کی ہوا نکل جاویگی، اب ایک دم سے ایک جسم کو دوسرے جسم سے علحدہ کرلو تو اس صورت مین ہوا پہلے جسم کے کنارون مین بھر آئے گی، پھر وہان سے ہوتی ہوئی بیچ مین آئیگی لہذا وقت کا وہ حصہ جو کنارون

مین خلار ہوگا، وہو المراد،

(۲) اگر خلا، ناممکن ہو تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ دنیا مین ایک مچھر بھی حرکت نہ کر سکے گا، مثلاً فرض کیجے کہ ایک مچھر اڑا اور اُس نے اپنے پاس والی ہوا کو ہٹا کر اس کی جگہ لے لی اور ہوا کسی اور دوسری جسم کو ہٹا کر اس کے جسم مین آگئی، اس طرح سارے عالم مین ایک حرکت پیدا ہو جائیگی، اور ہر جسم اپنے قریب کے جسم کو ہٹاتا ہوا چلا جاویگا، بالآخر اسکی انتہا کسی ایسے جسم پر ہوگی جس کی جگہ پر اُس سے پہلے کے جسم کا قبضہ ہو جائیگا، اور اسکو کہین جگہ نہ ملے گی،

ظاہر ہے کہ متکلمین کے دلائل ضعیف ہین اور کہا جا سکتا ہے کہ حکمار کا ترکی بترکی جواب ہین لیکن جس نتیجہ پر متکلمین پہونچے ہین کہ خلار ممکن ہے اس نتیجہ کی تصدیق علوم جدیدہ بھی کر رہے ہین، لیکن اُن کے دلائل متکلمین کے پیش کردہ دلائل سے جداگانہ ہین، تحقیقات جدیدہ نے اپنے دعوی کی بنیاد صرف مشاہدات پر رکھی ہے، اور ان مشاہدات کو پیش کرتے وقت ان قوانین فطرت کو نظر انداز نہین کیا ہے، جن کی زنجیرین سارے موجودات عالم کو جکڑے ہوئے ہین، اسلئے اُن کے دلائل قوی اور زبردست ہین، ان کے مباحث کا نتیجہ یہ ہے کہ خلا گو عقلاً ممکن ہے لیکن فعلاً انسان کے اختیار مین اُس کا پیدا کرنا نہین ہے، اور یہی وہ نتیجہ ہے جس پر متکلمین اسلام بھی پہنچے ہین،

خُلّت (ع) بالضم اول و فتح لام مشدد بمعنی دوستی و خُلت (بالضم و سکون لام تخفیف) بمعنی نیک خصلت، اسکی جمع خلال آتی ہے،

واضح رہے کہ دو چیزون کی درمیانی کشادگی کو خلل کہتے ہین اور چونکہ محبت دل کے وسط مین ہوتی ہے اسلئے خلت کے معنی محبت کے آتے ہین، ایک وجہ محبت کو خلت کہنے کی یہ بھی ہے کہ وہ دل کے اندر گھس جاتی ہے (مفردات راغب)

خُلّت (بالضم والتشدید) اس محبت کو کہتے ہین، جو خالص اور اثرات غیر سے قطعی خالی ہو (المشکوٰۃ، کتاب الفتن، باب مناقب ابی بکر) مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر مین خلیل بناتا سوائے خدا، تبارک و تعالی کے کسی اور کو تو خلیل بناتا ابو بکر کو، یہ حدیث نہایت لطیف پیرایہ مین اس محبت خالص کی طرف اشارہ کر رہی ہے جو سوائے محبوب کے باقی سب چیزون سے تخلیہ کرا دیتی ہے،

اس امر مین کہ درجہ خلت ارفع ہے یا درجہ محبوبیت علما، کا اختلاف ہے، علما، کی بڑی جماعت کے نزدیک حبیب کا درجہ [illegible] خلیل [illegible] ان کا قول ہے

کہ حبیب وہ دوست ہوتا ہے جو مقام محبوبیت مین پہونچا ہوا ہو، اور خلیل کا اطلاق دوست مطلق پر ہوتا ہے،

ملا علی لکھتے ہین کہ خلیل عبارت ہے اس دوست سے جو اپنی حاجت کے لیئے دوستی کرے اور حبیب سے مراد وہ دوست ہے جو بلا غرض دوستی کرتا ہو (مظاہر حق۔ کتاب الفتن، باب لفضائل سید المرسلین صلعم)

صوفیہ کی اصطلاح مین خلت عبارت ہے تحقیق عہد سے بلحاظ اس حیثیت کے کہ حق اس مین تجلی کرتا ہے (غیاث اللغات)

خلط

(ع) خلط (بالفتح وسکون لام) بمعنی ملنا اور خلط (بالکسر وسکون لام) بمعنی ملی ہوئی شے، اخلاط جمع آتی ہے،

اطبا کے نزدیک خلط ایک جسم تر اور سیال ہے جسکی طرف غذا پہلے استحالہ مین مستحیل ہوتی ہے، یعنی ماکول شے جو معدہ مین وارد ہوتی ہے اپنی صورت نوعیہ کو چھوڑ کر وہ پہلی صورت جو وہ اختیار کرتی ہے وہی صورت خلطی ہے، اسی کو کیموس یا رطوبت اولیہ بھی کہتے ہین،

خلط کی چار قسمین ہین (۱) خون اور اسکا مزاج گرم تر ہے (۲) صفرا جو گرم خشک ہے (۳) بلغم

قیام انھین چارون خلطون سے ہے، ان اخلاط ار بعہ مین سے خون تو اصل ہے اور باقی تینون اخلاط بطریق مصالح کے ہین (طب احسانی وقانونچہ)

واضح رہے کہ ایک اعتبار سے خلط دو طرح پر ہے (۱) **طبعی** (۲) **غیر طبعی**، ان مین سے (۱) خلط طبعی اسکو کہتے ہین کہ کبد مین پیدا ہو اور بدن کو نفع دے، (۲) خلط غیر طبعی اس کو کہتے ہین، جو کبد مین تو پیدا ہو لیکن بدن کو اس سے نفع نہ ہو، وہ خلط بھی جو دوسرے عضو مین پیدا ہو غیر طبعی کہلاتا ہے (اکسیر القلوب ص ۲۶)

خلع

(ع) بالفتح (۱) کسی جگہ سے نکلنا (۲) بدن سے کپڑا اتارنا (۳) خلعت دینا،

خلع ایک خاص قسم کا لباس تھا جسکو علما پہنا کرتے تھے، انگریزی یونیورسٹیون مین جو گون گریجوایٹون کی دی جاتی ہین، وہ اب تک اسی طرز کی ہین،

اطبا کے نزدیک کسی عضو کا اپنے جوڑ سے نکل جانا اس طرح پر کہ ہڈی حفرہ (گڈھے) سے نکل گئی ہو، خلع کہلاتا ہے،

اہل عروض کی اصطلاح مین اجتماع خبن وقطع کو خلع کہتے ہین، یعنی جب مستفعلن کو خبن کرین مفاعلن

رہجاتا ہے اور جب فاعلن مین یہ دونون عمل کرین، تو فعل رہ جاتا ہے (غیاث اللغات)

خُلع (ع) بالضم لغت مین کھولنے اور چھوڑنے کو کہتے ہین، اصطلاح شرع مین عورت کا اپنے شوہر سے مہر بخش کر یا کچھ مال دے کر طلاق لینا خُلع کہلاتا ہے، علما، کا اختلاف ہو کہ خُلع طلاق ہے یا فسخ نکاح، مثلاً شوہر نے بیوی سے کہا کہ مین نے تجھ سے اتنے مال کی عوض مین خلع کیا اور بیوی نے اسکو قبول کر لیا، تو مذہب ابو حنیفہ اور مالک اور صحیح تر قول شافعی کا یہ ہو کہ وہ طلاق بائن ہے اور مذہب امام احمد اور ایک قول شافعی کا یہ ہے کہ وہ فسخ ہے (مظاہر حق، کتاب النکاح، باب خلع) علماء امامیہ اثنا عشریہ مین سے سید مرتضےٰ کے نزدیک خُلع طلاق ہے اور شیخ نجم الدین صاحب شرائع الاسلام کے نزدیک فسخ نکاح ہے، (جامع الجعفری باب خلع)

جواز خُلع نص قرانی سے ثابت ہے، چنانچہ سورہ بقر (پ ۲، ع ۲۹، آیت ۲۲۹) مین ہو کہ "پس اگر خوف کرو تم کہ قائم نہ رکھ سکین وہ دونون حدود خدا کو پس اُن دونون (زوجہ و شوہر) پر کچھ گناہ نہین، اس چیز مین کہ عورت دے (عقد سے رہائی حاصل کرنے مین)

خُلع کی صورت صحیحہ یہ ہے کہ میان بی بی مین باہم رنجش اور تکرار ہو، اور عورت کل مہر یا جز و مہر وغیرہ دیکر شوہر کو راضی کرلے، کہ وہ طلاق دے، پس اگر آزادگی کی خواہش عورت کی طرف سے ہو تو خلع ہے اور اگر دونوئی طرف سے ہو تو مُبارات، خلع تین طرح کا ہوتا ہے (۱) حرام (۲) سنت اور (۳) مباح، خُلع حرام کی تشکل یہ ہے کہ مرد جبراً عورت کو خلع پر اُبھارے یا اس کے بعض حقوق مین کمی کرے، کہ وہ مجبوراً خلع لینے پر آمادہ ہو (۲) خلع سنت کی صورت یہ ہے کہ عورت خاوند سے کہے کہ مین ایسا شخص ڈھونڈونگی جس سے تجھے رنج پہنچے یعنی بدفعلی کی دھمکی دے، اور بعض مجتہد اس صورت مین خلع ہونے کو واجب جانتے ہین (۳) خلع مباح اس حالت مین ہوتا ہے کہ عورت مرد سے آزردہ ہو اور وہ کچھ لے کر طلاق لے (جامع عباسی)

خُلع کی شرائط خاص علاوہ اُن شرطون کے جو طلاق سے متعلق ہین، حسب ذیل ہین (۱) ایجاب (۲) قبول یعنی عورت کا قبول کرنا بے فاصلہ خواہ ایجاب سے قبل ہو یا بعد، (۳) عورت کا شوہر سے ناراض ہونا (۴) معاوضہ طلاق کا ایسی چیز ہو جسکا مسلمان مالک ہو سکتا ہے، پس اگر شراب پر خلع ہو تو درست نہین،

اور عوض کی کوئی مقدار شرع مین مقرر نہین (۵) خلع کسی شرط پر معلق نہ ہو، ہان وہ شرط جو خلع کے مضمون کو لازم و ملزم ہے درست ہے (جامع عباسی)

خُلع کا رواج اہل عرب مین اسلام سے پیشتر بھی تھا، چنانچہ ایام جاہلیت مین اکثر عورتین نکاح کے فسخ و بقا کو اپنے ہاتھ مین رکھتی تھین، نکاح کرکے ہم بستر ہوتین اور صبح کو چاہتین تعلق قائم رکھتین، اور چاہتین فسخ کر دیتین، اُن عورتون مین سے عمرہ بنت سعد کی نسبت جو ام خارجہ کے نام سے مشہور تھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ راہ چلتے باتون باتون مین نکاح کرتی اور پھر اُسکو طلاق دیدیتی، اُس کے بعد دوسرے سے نکاح کرتی اور اسکو بھی طلاق دیدیتی، اسطرح اُس نے مختلف قبیلون مین چالیس سے زائد مردون سے نکاح کیا، اور ہر قبیلہ کو اُس کے بطن سے جیتی جاگتی یادگارین ملین، اس قسم کی عورتون مین ماریہ بنت جعید، عاتکہ بنت مُرّہ، فاطمہ بنت خرشب ہوا، النغربہ اور سلمیٰ بنتِ عمرو عاص خاص طور پر مشہور تھین، ان عورتونکا معمول تھا کہ جس سے نکاح رکھنا ہوتا اُسے صبح کو لیجا کر ناشتہ کھلاتین ورنہ بے پروائی سے نکلوا دیتین (ایام عرب) اسلام نے خلع کو باقی رکھا لیکن اسمین اصلاح کرکے صورت بدل دی،

تیسیر الباری (ترجمہ صحیح بخاری پارہ بست و دوم، ص ۸ا حاشیہ) مین ہے کہ بزار کی روایت کے بموجب حبیبہ بنت سہل کا پہلا خلع تھا جو اسلام مین واقع ہوا اور ابن درید نے امالی مین نقل کیا ہے کہ پہلا خلع عامر بن حارث بن طرب کی بی بی کا تھا،

خِلعت (ع) بالکسر، لباس، یہ لفظ بالفتح اول غلط ہے، اس لفظ کا مادہ خلع (بفتح اول) ہے، جس کے معنی بدن سے کپڑے اتارنے کے ہین، اور چونکہ خِلعت اصل مین وہ جامہ ہوتا ہے جو اپنے تن سے اتار کر دوسری کو دیتے ہین اس لئے اسکو خلعت (بالکسر) کہتے ہین، عرف عام مین وہ پوشاک جو امیر یا بادشاہ کی طرف سے کسی کو عنایت ہو اور تین پارچون سے کم نہ ہو خلعت کہلاتی ہے،

خلفاء عباسیہ کے عہد مین خلعت پوشی کی رسم نہایت دھوم دھام اور شان و شوکت سے ادا کیجاتی، ان خلعتون مین علاوہ مرصع عمامہ وغیرہ کے چند تلوارین بھی باندھی جاتی تھین، خلعت بھی خطابات کے لحاظ سے مختلف قسم کے ہوتے تھے، خلعت پوشی کے بعد صاحب خلعت خلیفہ کے ہاتھ کا بوسہ لیتا تھا (ماخوذ از تاریخ اسلام از آنربیل سید امیر علی)

خلف (ع) بالفتح و سکون لام پیچھے آنیوالے

اُس کی جمع اخلاف آتی ہے، عام طور پر خَلَف (بفتحتین) وخلف (بسکون لام) دونون کے معنی ایک لئے جاتی ہین یعنی دونون کا استعمال کبھی خیر مین اور کبھی شر مین یکسان ہوتا ہے، مگر بعض علماء ادب عربیہ کہتے ہین کہ خلف (بسکون لام) ذم کے ساتھ مخصوص ہے اور خلف (بفتحتین) مدح کے ساتھ،

رسالہ فیض الرحمٰن مین ہے کہ خُلف (بسکون لام) کا استعمال قران مجید مین دو معنون مین آیا ہے،

(۱) پیچھے، سورہ احقاف (پ ۲۶، ع ۳، آیت ۲۱) اُن کے آگے بھی ہوئے، اور اُن کے بعد بھی (خلفہ) بھی ہوئے۔"

(۲) جانشین، سورہ اعراف (پ ۹، ع ۲۱، آیت ۲۸) پھر اُن کے بعد کچھ ناخلف اُن کے جانشین (خلف) ہوئے،

منطقیین کے نزدیک قیاس کی ایک قسم خلف بھی ہے، جس مین مطلوب کا اثبات نقیض مطلوب کے ابطال سے کیا جاتا ہے، قیاس خلف ہمیشہ کم از کم دو بسیط قیاسون سے بنتا ہے (۱) اقترانی شرطی (۲) استثنائی متصل مثلاً (الف) اگر کمرہ روشن نہ ہوگا تو تاریک ہوگا (ب) اگر کمرہ تاریک ہوگا تو خوفناک ہوگا (ج) جب کمرہ روشن نہ ہوگا تو خوفناک ہوگا،

خلف (ع) بفتحتین، فرزند نیک،

اصطلاح شرع مین خلف (بفتحتین) سے مراد وہ لوگ ہین، جو تابعین کے بعد نیک اور پرہیزگار گذرے ہین،

خلفیہ فرقہ خوارج کی ایک شاخ ہے، متبعین خلف کو خلفیہ کہتے ہین، انکا عقیدہ ہے کہ جو کچھ قران و حدیث مین نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کا ذکر ہے یہ سب چیزین معانی لغوی پر محمول ہین یعنی جو کچھ اُن کے معنی لغت سے متبادر ہوتے ہین وہی شارع کی مراد ہین، یہ لوگ قیامت، بہشت اور دوزخ کے منکر ہین (ماخوذ از مذاہب الاسلام)

خلق (ع) بالفتح وسکون لام، پیدا کرنا، پیدائش، پیدا کئے ہوئے یعنی دنیا کے لوگ (دیکھو خلقت) خلق کے لغوی معنی صحیح اندازہ کے ہین، اور اُسکا استعمال دو طرح پر آتا ہے یعنی (۱) ایک چیز کا بالکل نئے وجود مین لانا، (۲) ایک چیز سے دوسری چیز کا وجود مین لانا،

رسالہ فیض الرحمٰن مین ہے کہ لفظ خلق قران مجید پانچ مختلف معنون مین آیا ہے،

(۱) پیدائش، سورہ ق (پ ۲۶، ع اول، آیت ۱۴) بلکہ وہ نئی پیدائش (خلق) کی طرف سے

شک میں ہیں،

(۲) جسم و بدن سورہ اعراف (پ ۸، ع ۹، آیت ۶۷) اور تمھارے جسم میں (الخلق) قوت زیادہ کی،

(۳) صورت، سورہ طٰہٰ (پ ۱۶ ع ۲، آیت ۵۲) کیا ہمارا خدا وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی (مناسب) صورت (خلقہ) عطا کی،

(۴) جسمانی قوا، سورہ یٰسین (پ ۲۳، ع ۵، آیت ۶۸) جسے ہم ضعیف کرتے ہیں اس کے جسمانی قوا (فی الخلق) کمزور کر دیتے ہیں،

(۵) مخلوقات، سورہ فاطر (پ ۲۲، ع اول، آیت اول) جس کی خلقت میں (فی الخلق) جو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے،

حکما، کا قول ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کی وہ عقل ہی، احادیث نبوی میں سے ایک حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جو چیز پہلے پیدا ہوئی، وہ قلم ہے لیکن دوسری حدیث اس امر کو بتلاتی ہے کہ نور محمدی سب سے پہلے پیدا ہوا، بعض علمای اسلام نے ان تینوں اقوال میں اسطرح توفیق دی ہے کہ جو چیز سب سے پہلے پیدا ہوئی، وہ اس حیثیت سے کہ مجرد ہے

اس وجہ سے کہ وہ تمام عالم کے پیدا ہونے اور علوم کے نقوش و حروف بننے میں واسطہ ہے قلم کہلاتی ہی اور اس حیثیت سے کہ وہ انوار نبوت کے حاصل ہونے کے لئے وسیلہ واقع ہوئی ہے، نور محمدی کے نام سے موسوم ہوئی ہے (ماخوذ از تذکرۃ السلوک)

اصطلاح تصوف میں خلق ایک عالم ہے جو مادہ کے ذریعہ سے موجود ہو، مثلاً افلاک و عناصر و موالید ثلاثہ

اس عالم کو عالم شہادت اور عالم ملک بھی کہتے ہیں، (تذکرۃ السلوک، مصطلحات صوفیہ)

خلق کی دو صورتیں ہیں، ایک خلق تقدیری اور دوسری خلق تکوینی، (۱) خلق تقدیری سے مراد ہے کہ اللہ نے بندوں کو پیدا کیا، اور اچھے اور برے کاموں کی قوت انھیں عطا فرمائی، اب بندے اس قوت سے جو کچھ کرتے ہیں خدا کو سب معلوم ہے،

(۲) خلق تکوینی سے مراد ہے کہ خدا افعال کو بندوں میں خود پیدا کر دے، یعنی اُن کے اعضا پر جاری کر دے

واضح رہے کہ افعال بندگان کے متعلق قدریہ کا عقیدہ خلق تقدیری پر اور جبریہ کا عقیدہ خلق تکوینی پر مبنی ہی،

خلق اور انشاء دونوں کے معنی پیدا کرنے

تک بڑھانا، اور اُس مین نشو ونما پیدا کرنا، اور خلق کہتے ہین کسی چیز کو ابتدائً پیدا کرنا، یہی وجہ ہی کہ انتشار کا استعمال اکثر نباتات مین ہوتا ہے، اور خلق کا حیوانات مین،

خُلق (ع) بالضم و بالضمتین، خو، عادت، مروّت، جمع اسکی اخلاق آتی ہے،

واضح رہے کہ خلق (بالفتح اول) یعنی ظاہری پیدایش کے ہین اور خُلق (بالضم) سے مراد باطنی پیدایش ہی، اور چونکہ باطنی پیدایش اخلاق سے ہی کمال کو پہنچتی ہے اسلئے اخلاق پر یہ لفظ بولا گیا ہے، یہ سمجھنا کہ خلق صرف حلیمی، نرمی، وانکساری کا نام ہے غلطی ہے بلکہ جو کچھ بمقابلہ ظاہری اعضاء کے باطن مین انسانی کمالات کی کیفیتین رکھی گئی ہین، ان سب کیفیتون کا نام خُلق ہی، حقیقت مین خلق نام ہے ایک ملکہ کا جو نفس انسانی مین ودیعت کیا گیا ہے اور جس کے باعث صدور افعال بغیر فکر و اندیشہ کے سہل طریق پر ہوتا ہے، پس اگر وہ افعال عقلاً و شرعاً پسندیدہ ہین تو انکو **اخلاقِ حسنہ** کہتے ہین، اور اگر پسندیدہ عقل و شرع نہین ہین تو **اخلاقِ سیئہ** کہلاتے ہین،

اخلاق ناصری مین ہے کہ خُلق کی حقیقت اور ماہیت ملکہ ہے، جو بطی الزوال ہوتا ہے، اُس ملکہ سے نفس انسانی مین طبیعت اور عادت پیدا ہو جاتی ہین یعنی مزاج شخصی (طبیعت) بن جاتا ہے، اور تکرارِ فعل (عادت) کے باعث صدورِ افعال بآسانی ہو جایا کرتا ہے،

اس امر مین کہ آیا اخلاق زوال پذیر ہین یا نہین، علماء مختلف الخیال ہین، ایک جماعت کے نزدیک چونکہ اخلاق طبعی ہین لہذا مستحکم اور استوار ہین، دوسری جماعت اخلاق کو زوال پذیر کہتی ہے باین سبب کہ وہ عادات ہین اور عادات تبدیل ہوتے رہتے ہین، تیسری جماعت کا خیال ہے کہ خلق نہ طبیعت کی خواہش سے ہے اور نہ اُسکی مخالفت سے بلکہ نفس انسانی مین پیدائشی تضاد پایا جاتا ہے، اس لئے وہ (نفس انسانی) موافق شئے کو بآسانی قبول کر لیتا ہے، اور مخالف چیز سے بدشواری اثر پذیر ہوتا ہے، بعض علماء کا خیال ہے کہ انسان فطری طور پر تو نیک اور خوشخو ہے لیکن ہوا و حرص اور شہوت پرستی اس کو شریر اور بدخو بنا دیتے ہین، بعض کہتے ہین کہ نفس انسانی اپنی ذات مین ایک نور ہے، لیکن تاریکی سے ملا ہوا، لہذا اس کی طینت مین شر لگا ہوا ہے، حکماء متاخرین کا مذہب ہے کہ بعض اخلاق ناقابلِ زوال اور بعض قابلِ زوال ہین، ان کی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہر خلق کو ناقابل

زوال تسلیم کرلیا جائے تو انسان مین امتیاز و فکر کی استعداد، سیاست و تادیب کے فوائد، اور شریعت کی تعلیم عبث اور لایعنی چیزین بن جاتی ہین، اور اگر ہر خُلق کو قابل زوال تسلیم کرلیا جائے، تو مشاہدہ اور تجربہ اُس کے ابطال پر دلیل قاطع اور براہین واضح ہین، مثلاً اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض خُلق کے بعض اشخاص اس درجہ خوگر ہوتے ہین کہ وہ اُسے ترک نہین کرسکتے، پس یہ کہنا کہ خلق طبعی بھی ہے اور عادتی بھی، ایک درمیانی شاہراہ کا اختیار کرنا ہے جو خیر سے مملو ہے (ماخوذ از اخلاق جلالی) علامہ ابن مسکویہ نے تہذیب الاخلاق مین ارسطو کا یہ مذہب نقل کیا ہے کہ خوش اخلاقی یا بداخلاقی انسان کی طبعی اور جبلی شے نہین ہے بلکہ جو کچھ ہے تعلیم و تربیت کا اثر ہے، البتہ تعلیم و تربیت کے مدارج مختلف ہین، امام غزالی نے بھی ارسطو کی اس رائے کو اختیار کیا ہے،

علمائے نفسیات کہتے ہین کہ نفس انسانی مین جدا جدا قوتین ہین، جن سے مختلف افعال سرزد ہوتے ہین، جب ان مین سے کوئی ایک قوت غالب آجاتی ہے تو دوسری قوتین مغلوب یا معدوم ہوجاتی ہین، ان قوتون مین سے ایک قوت کا نام **قوت** [illegible]

بھی کہتے ہین جو حقائق اشیاء مین غور و فکر کرنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے، دوسری قوت غضبی ہے، اس کو **نفس سبعی** اور **نفس لوامہ** بھی کہتے ہین، غضب، دلیری، اور پرخطر کامون پر اقدام، اسی قوت کے کارنامے ہین، تیسری قوت شہوی ہے، اسکو **نفس بہیمی** اور **نفس امارہ** بھی کہتے ہین، اس قوت کا فعل نفس انسانی کو لذت و آسایش کا خوگر کرنا ہے، چونکہ ان تینون قوتون کو اعتدال کے ساتھ برتنے سے حکمت، شجاعت اور عفت پیدا ہوتی ہین، اس لئے علماء نے انھیں کو ارکان ثلاثہ (حکمت شجاعت اور عفت) کو خلق کی بیخ و بن قرار دیا ہے (ماخوذ از اخلاق جلالی)

اب ہم چند آیات قرانی کا ترجمہ لکھ کر اس امر کو تبلانا چاہتے ہین کہ اسلام اپنے متبعین مین کس قسم کا خلق پیدا کرنا چاہتا ہے،

(۱) سورہ بقر (پ ۲، ع ۳۱، آیت ۲۳۸)

اور یہ کہ معاف کردو تم (اور معاف کرنا) نزدیک تر ہی واسطے پرہیزگاری کے،

(۲) سورہ ال عمران (پ ۴، ع ۱۴، آیت ۱۲۹)

ٹالتے ہین غصہ کو اور معاف کرتے ہین لوگون کو اور

(۳) سورہ مائدہ (پ ۶، ع ۳، آیت ۱۶) پس معاف کر اور درگذر کر، اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والون کو،

(۴) سورہ اعراف (پ ۹، ع ۱۴، آیت ۱۹۹) معاف کرنا عادت بنا اور نیک کام کی تعلیم کر اور جاہلون سے الگ رہ، حضرت امام جعفر صادق رضؓ سے منقول ہے کہ قرآن مجید مین کوئی آیت اس آیت کی طرح جامع اخلاق نہین،

(۵) سورہ نور (پ ۱۸، ع ۳، آیت ۲۲) چاہیئے کہ معاف کرین اور درگذر کرین کیا تم نہین چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کردے،

(۶) سورہ لقمان (پ ۲۱، ع ۲، آیت ۱۶) جو کچھ تجھ پر پڑے اس کو برداشت کر، بےشک یہ ہمت کے کام ہین،

(۷) حم سجدہ (پ ۲۴، ع ۵ آیت ۳۵) جواب مین تو اُن سے نیک بات کہہ، پھر تو تجھکو معلوم ہوجاویگا کہ وہ شخص جو تیرا دشمن ہے، دوست دار اور قرابتی بن گیا ہے،

(۸) سورہ شورے (پ ۲۵، ع ۴، آیت ۴۱) البتہ جس نے صبر کیا، اور معاف کیا بےشک یہ ہمت کے کام ہین،

(۹) سورہ حجرات (پ ۲۶، ع ۲، آیت ۱۲) پرہیز کر بہت بدگمانی سے کیونکہ بعض گمان گناہ ہین اور نہ (عیبون کو) ڈھونڈھ اور نہ غیبت کر (آپس مین) بعض کی بعض سے،

حکماء نے خلق (خوش خوئی) کی دس نشانیان بتلائی ہین، (۱) کار نیک مین مخالفت نہ کرنا (۲) اپنے نفس کا منصف ہونا (۳) کسی کی عیب جوئی نہ کرنا، (۴) کسی سے بدی سرزد ہوجائے تو اسکا بدلہ نیکی کے ساتھ دینا (۵) خطاکارون کے عذر قبول کرلینا، (۶) محتاجون کی حاجت کو رفع کرنا، (۷) ہر ایک شخص کے کام مین جد و جہد کرنا، (۸) اپنے نفس کا عیب دیکھنا، (۹) خندان اور شگفتہ رہنا، (۱۰) نرمی اور شیرینی کلام سے باتین کرنا (ماخوذ از ترجمہ مطلع العلوم) دیکھو اخلاق،

جواہر خمسہ (اردو) مین لکھا ہے کہ اخلاق کی دس منزلون مین سے ایک منزل کا نام خلق بھی ہے، جس سے مراد ہے انسان کا مکارم اخلاق سے متصف ہونا،

خلق العظیم، بڑا خلق، حسن الخلق،

صوفیہ کی اصطلاح مین دنیا سے اعراض کرکے اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کرنا خلق العظیم کہلاتا ہے،

کتانی نے لکھا ہے کہ تصوف صرف حسن الخلق (خلق العظیم) کا نام ہے، کرمانی کہتے ہین کہ خلق عظیم (حسن الخلق) کی علامت یہ ہے کہ دوسرون کو ایذا نہ دے اور خود ایذا برداشت کرے (تذکرۃ السلوک)

سورہ قلم (پ ۲۹، ع اول، آیت ۴) مین ہے، کہ "(اے محمد صلعم) تم اخلاق کے بڑے درجہ (خلق العظیم) پر فائز ہو" پس ظاہر ہی کہ آنحضرت صلعم کی مقدس زندگی ہمہ تن اخلاق تھی، حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کا خلق عظیم قران تھا یعنی قران مجید کی تعلیم عملی رنگ مین آپ کی روزمرہ کی زندگی مین جلوہ نما تھی (کشاف اصطلاحات الفنون)

خلقت، (ع) بالکسر، پیدایش، خلق کہتے ہین کسی مادہ سے کسی چیز کو پیدا کرنا، جیسے کہ حضرت آدم کی تخلیق مادہ سے ہوئی، ابداع کہتے ہین عدم محض سے کسی چیز کو وجود مین لانا یعنی بغیر مادہ کے کسی چیز کو پیدا کرنا،

خلقت کائنات و موجودات کے متعلق توریت مقدس (کتاب پیدایش) مین لکھا ہے کہ چھ دن مین اتمام کو پہنچی اور ساتوین دن خدائے تعالیٰ نے آرام کیا، قران مجید مین بھی ان ہی اعتقادات کو کچھ فرق [illegible]

روشنی ڈالنے سے قبل کہ ایا یہ بیان نقلاً ہے یا حقیقۃً ہم چند آیات قرانی کا ترجمہ حوالۂ قلم کرتے ہین کہ تفہیم مطلب مین آسانی ہو جائے،

(۱) سورہ ق (پ ۲۶، ع ۲، آیت ۳۷) تحقیق ہم نے آسمانون اور زمین کو اور جو کچھ ان دونون مین ہے، (سب کو) چھ دن میں پیدا کیا اور ہمکو ذرا ماندگی محسوس نہین ہوئی،

(۲) حم السجدہ (پ ۲۴، ع ۲، آیت ۸) کہہ دیجئے (اے محمد صلعم) کہ تحقیق کفر کرتے ہو تم اس ذات کے ساتھ جس نے زمین کو دو دن مین پیدا کیا، اور مقرر کرتے ہو تم اُس کے واسطے شریک جو پروردگار عالم کا ہے، اور جس نے پیدا کئے اُس زمین پر بلند پہاڑ، اور زمین کو برکت دی اور اندازہ کیا اس کی پیداوار کا چار دن مین پوچھنے والون کے لئے، پھر قصد کیا (واسطے پیدا کرنے کے) آسمان کی طرف اور وُہ دھوان تھا، پھر کہا آسمان و زمین سے کہ تم دونون فرمانبرداری کرو خواہ رغبت سے، خواہ کراہت سے، ان دونون نے کہا کہ ہم فرمانبردار ہو کر آئے، پس بنائے سات آسمان دو دن مین اور ہر ایک آسمان کی طرف اس کا حکم بھیجا (یعنی

نیچے کے آسمان کو اور نگہبانی کی، یہ ہی تدبیر خدا زبردست دانا کی،

(۳) سورہ رعد (پ ۱۳، ع اول، آیت ۲)

خدا وہ ہے جس نے بنائے اونچے آسمان بن ستون کے جن کو تم دیکھتے ہو، پھر قائم ہوا عرش پر اور کام پر لگایا سورج اور چاند کو، ہر ایک چلتا ہے ایک مدت معین تک، خدا وہ ہے جو مدبر الامر اور مفصل الآیات ہے، شاید تم اپنے رب سے ملنے کا یقین کرو، (خدا وہی ہے) جس نے پھیلائی زمین اور قائم کئے اُس پر پہاڑ اور دریا بنائے، اور تمام میوون میں سے اُس مین دو دو قسم کے بنائے اور وہ ڈھکتا ہے دن پر رات کو، ان مین نشانیان ہین ان لوگون کے لئے جو دھیان کرتے ہین،

صاحب تفسیر القرآن لکھتے ہین کہ خدا تعالے نے قرآن مجید مین تمام چیزون کے پیدا کرنے کی مدت چھ دن تبلائی ہے، اور یہ بیان مطابق ہے اُس بیان کے جو توریت (کتاب پیدایش) مین ہے کہ چھ دن مین دنیا پیدا ہوئی، لیکن میرے نزدیک قرآن مجید مین دنیا کا چھ دن کے عرصہ مین پیدا کرنا جو بیان کیا گیا ہے وہ بطور اخبار کے ہے، اور مخاطبین کے اعتقاد کو بطور نقل تسلیم کرکے اس پر دلیل قائم کی گئی ہے،

خدا تعالیٰ کا یہودیون اور عیسائیون اور ممکن ہو کہ مشرکون کو مخاطب کرکے یہ فرمانا کہ جس کی نسبت تمھارا یہ اعتقاد ہے کہ اُس نے چھ دن مین دنیا پیدا کی ہے، وہی خدائے ذوالجلال ہے، میری تحقیق مین استدلال ہے مخاطبین کے مسلمہ امر سے خدا کے ہونے پر اور اسکی عظمت اور استحقاق عبادت پر، نہ یہ کہ حقیقی بیان ہے دنیا کی پیدایش کا، پس ستۃ ایام کا لفظ صرف نقلاً مخاطبین کے اعتقاد یا اذعان کے مطابق آیا ہے نہ بطور بیان حقیقت، اس لئے لفظ "ستۃ ایام" کا کلام مقصود بالذات نہین ہے بلکہ بطور نقل حکایات اعتقاد مخاطبین آیا ہے، اگر اس بات پر ہمیشہ خیال رکھا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کا کام نہ حقائق اشیاء سے بحث کرنے کا ہے اور نہ ان تمام چیزون پر رد و قدح کرنے کا جو فی الواقع حقائق اشیاء کے برخلاف ہین بلکہ ان کا کام صرف یہ ہو کہ جو چیزین خدا کی وحدانیت اور قدرت و عظمت کے خلاف لوگون کے دلون مین ہون، اُن کو نیست و نابود کردین تو واضح ہو جائے گا کہ خلق سموات والارض کے سلسلہ میں مخاطبین کے اس اعتقاد کا کہ خدائے تعالےٰ نے صرف تھک کر ساتوین دن آرام کیا (توریت، کتاب پیدایش، باب ۲، ورس ۲)

مٹانا بلحاظ منصب پیغمبری ضروری تھا اس لئے کہ یہ اعتقاد خدائے تعالےٰ کی شان کے خلاف تھا اسلئے اس اعتقاد کو ان الفاظ سے کہ ہم کو ذرا بھی ماندگی محسوس نہین ہوئی (سورہ ق، پ ۲۶، ع ۲، آیت ۳۸) مٹادیا اور باقی امور سے کچھ تعرض نہین کیا (تفسیر القرآن جلد سوم ص ۱۶۴-۱۶۳)

صاحب بیان القرآن لکھتے ہین کہ "ستہ ایام" سے مراد چھ حالتین ہین، یعنی سماوات والارض کی پیدایش جو آخری حالت ہے وہ چھ زمانون مین چھ حالتون سے گذر کر اس حالت تک پہنچی ہے، مثلاً زمین کی پیدایش کو لیجئے تو از روئے سائنس اسکو موجودہ حالت تک پہنچنے مین چھ مرتبے ثابت ہوتے ہین یعنی ایک وہ حالت جب یہ (زمین) انگارہ کی صورت مین تھی، دوسری وہ حالت جب وہ انگارا ٹھنڈا ہونا شروع ہوا، تیسری وہ حالت جب اُس کی سطح کا اوپر کا حصہ کافی موٹا ہو گیا، اور پہاڑ وغیرہ بن گئے، چوتھی وہ حالت جب نباتات بنے، پانچوین وہ حالت جب حیوانات پیدا ہوئے، اور چھٹی وہ حالت جب خلاصہ مخلوقات یعنی انسان بنا، پس ان آیات قرآنی مین "ستہ ایام" مین بھی چھ مرتبے بتائے گئے ہین یعنی اول مٹی کا پیدا ہونا، پھر پہاڑون کا بننا، پھر درختون کا پیدا ہونا، پھر نور کا پیدا ہونا، پھر جاندارون کا پیدا ہونا، اور پھر انسان کا پیدا ہونا، (ماخوذ از بیان القرآن)

پیدایش نوع انسانی کے متعلق حکما، کا قول ہے کہ صورت نوعیہ انسانی ایک وقت حالت جمادی و معدنی رکھتی تھی، اس کے بعد ترقی کر کے حالت نباتی پیدا کی، پھر مزید ترقی کر کے حالت حیوانی حاصل کی اور اب اعلیٰ درجہ کی ترقی کر کے مرتبۂ انسانیت پر پہنچی یعنی وہی صورت نوعیۂ معدنی صورت نوعیہ نباتی ہو گئی اور پھر دوبارہ صورت نوعیہ حیوانی ہو گئی، اور وہی صورت سہ بارہ صورت نوعیہ انسانی ہوئی، پس ظاہر ہے کہ انقلاب صورت نوعیہ کا بدون مادہ کے ممکن نہین، کیونکہ کوئی مادہ بدون تعلق خارجی کے وجود نہین رکھتا، اور جب تک ایک تعلق اُس کے لئے باقی رہے ممکن نہین کہ دوسرا تعلق قبول کرے، مثلاً صورت نوعیہ معدنی اسوقت وجود پاتی ہے، جب کہ عناصر باہم امتزاج پاکر ایک خاص مزاج پیدا کرتے ہین، اور پھر صورت معدنی قبول کرتے ہین، لہذا جب تک وہ خاص مزاج باقی رہے گا، اس وقت تک

تو وہ صورت نوعیہ معدنی بھی باقی نہ رہے گی، لہذا یہ
ناممکن ہے کہ صورت نوعیہ معدنی صورت نوعیہ نباتی
ہو جائے، دران حالیکہ اُسکا مزاج خاص باقی رہے
پس حالت معدنی سے ترقی کر کے درجہ انسانیت
پر پہنچنا اس طرح ہوتا ہے کہ جب بحسب ارادہ مسبب
الاسباب حرکات سماویہ عناصر مین باہم امتزاج
پیدا کرتے ہین اور انکا اعتدال اسدرجہ پر پہنچتا ہے کہ
ایسا مزاج حاصل کرین جس سے صورت معدنی پیدا
ہو سکے تو قبل پیدا ہونے مزاج و صورت کے تاثیرات
فلکی سے اس اعتدال مین ترقی ہوتی ہے، اور اس قابل
ہوتا ہے کہ اُس مین وہ مزاج حاصل ہو جائے، جو
لائق پیدایش صورت نباتی ہو سکے، پھر تاثیرات فلکی
سے اس اعتدال مین مزید ترقی پیدا ہوتی ہے اور وہ
اس قابل ہو جاتا ہے کہ اس مین کیفیت ایسے مزاج
کی حاصل ہو جائے کہ لائق قبول کرنے صورت نوعیہ
و نفس حیوانی کے ہو جاتا ہے پھر تیسری مرتبہ بواسطۂ
حرکات فلکیہ و کوکبیہ اس پیدا شدہ اعتدال مین ترقی
ہوتی ہے، اور اس مرتبہ پر پہنچتا ہے کہ اُس سے ایسا
مزاج پیدا ہو جو کہ قابل قبول صورت نوعیہ انسانی ہوتا ہے
تمثیل اُس کی محسوسات مین فواکہات ہین کہ ابتدائے
خلقت سے تا پختگی اسی طور کی ترقیات ان مین محسوس
ہوتی ہین، پس جب مدارج ترقی مقرر ہو گئے تو جاننا
چاہیے کہ مقام امتزاج (آمیزش) اضداد عناصر کا
کرۂ زمین ہے لہذا یہ اعتدال چہارم جسوقت پیدا
ہوتا ہے تو آمیزش عناصر سے اسی کرۂ زمین پر مدت
مناسب مین اس حکمت کے اقتضاء کے مطابق جو اُس
اعتدال مین واقع ہوتی ہے، خاک تیرہ سے جسم متحرک
بصورت انسان بے مادر و پدر حیوانی پیدا ہوتا ہے،
اسی اعتدال چہارم مین جو کہ بمنزلہ نطفہ کے ہے چوتھے
مہینے مین اگر آبا علوی کی قوت مؤثرہ امہات سفلی کی
قوت سے زیادہ ہے تو وہ مخلوق یعنی انسان جو پیدا
ہوتا ہے مذکر ہوتا ہے جسکو آدم کہتے ہین، اور اگر
اس اعتدال مین امہات سفلی کی تاثیر بہ نسبت تاثیر
آبا علوی کے زیادہ ہے تو وہ مخلوق جو پیدا ہوتا ہے
مونث ہوتا ہے جسکو سریانی زبان مین حوا کہتے ہین، یہ
آدم و حوا، خاکی پیدا ہو کر مدتون مبہوت و متحیر رہتے
ہین، اور روز پیدایش کے اول وقت نطق نہین
کرتے، اور نہ جفت ہوتے ہین، بلکہ وسط روز مین اپنے
مقاصد کو اشارات سے ادا کرتے ہین اور پھر باہم
جفت ہوتے ہین، جس سے نسل انسانی چلتی ہے (ماخوذ
از فلسفۂ اسلام جلد اول)

خلو، (ع) بالکل، خالی، تنہا، منفرد،

ان لغوی معانی کے اعتبار سے خلو کا استعمال گذشتہ
زمانہ کے لئے ہونے لگا، اس لئے کہ گذشتہ زمانہ وجود
سے خالی اور منفرد ہوتا ہے،

علم فقہ کی اصطلاحات مین سے خلو بھی ہے،
حقیقت خلو کی یہ ہے کہ دافعِ دراہم اُس منفعت
کا مالک ہو جس کے حصول کے لئے اُس نے دراہم
دئے، خواہ یہ منفعت عمارت مین ہو یا غیر عمارت
مین، صورت عمارت کی یہ ہے کہ وقف شدہ مکانات
ایسے شخص کو کرایہ پر دیدیے جائین، جو مکانات
کی تعمیر کر سکے، اور بعد تعمیر مکانات کا کرایہ زیادہ
ہو جائے تو صاحب خلو واقف کا شریک ہو جائیگا
بقدر زیادت کے مثلاً قبل تعمیر کسی مکان کا کرایہ
ایک روپیہ تھا، اور بعد تعمیر تین روپیہ ہو گیا، تو
صاحبِ خلو دو تہائی مین واقف کا شریک ہوگا،
اگر پھر بھی اُس مکان کی مرمت کی حاجت پیش
آئے، تو اس صورت مین واقف پر ایک تہائی صرفہ
لازم آئیگا، اور صاحب خلو پر دو تہائی،

جواز خلو مین علما، کا اختلاف ہے، بعض
کے نزدیک جائز، اور بعض کے نزدیک ناجائز ہے،

خلوت، (ع) بفتح اول، تنہائی،

صوفیہ کے نزدیک خلوت کہتے ہین سوائے
محبت حق تعالیٰ کے محبت خلائق اور محبت ماسوائے
اللہ سے دل کے خالی کرنے کو اور اپنی ہستی سے
بیگانہ ہونے کو (کنوز اسرار القدم) تذکرۃ السلوک
مین ہے کہ راز کی باتین کرنا اللہ تعالےٰ سے اس
طور پر کہ ماسوائے اللہ کے اور کوئی بادشاہ دوسرا
نہین خلوت کہلاتا ہے،

خلوت صحیح، شوہر اور زوجہ کا تنہا ہونا
ہم بستر ہونے کے واسطے ایسے مقام مین جہان پر
کوئی اور انسان حتی کہ چھوٹا لڑکا بھی بلکہ جانور تک نہ ہو
جب شوہر نے اپنی جورو کے ساتھ اس قسم کی
تنہائی کی کہ وطی کے لئے کوئی چیز مانع نہین ہے،
(لیکن حقیقت مین وطی نہ کی) پھر عورت کو طلاق
دیدیا تو عورت کو پورا مہر دینا واجب ہے، اور یہی
خلوت صحیحہ ہے، بشرطیکہ مرد نے اپنی جورو کو پہچان
لیا ہو بنا بر قولِ مختار کے، امام شافعی کے نزدیک
وطی نہ کرنے کی شکل مین نصف مہر لازم آئے گا،

عین الہدایہ (جلد دوم کتاب النکاح) مین ان
موانعات کو بالتفصیل بیان کیا ہے، جن کے باعث
خلوت صحیحہ مین فتور پڑ جاتا ہے، مثلاً میان بیوی دونون

سے ہو یا حج فرض خواہ نفل یا عمرہ کے احرام مین ہو یا
یا عورت حائضہ ہو، تو خلوت صحیحہ نہین ہے، اسی طرح
جب مکان غیر کے جھانکنے یا آنے سے محفوظ نہ ہو یا
جنگل یا راستہ ہو یا محفوظ مین کوئی اجنبی سوتا ہو یا
اندھا یا بہرا گونگا جاگتا ہو، یا لڑکا باتین کرنے والا
ہو، یا عورت کی لونڈی ہو سوای مرد کی لونڈی کے (جوہرہ)
مین ہے کہ عورت کی لونڈی مانع خلوت ہے لیکن ایک فتوی
یہ بھی ہے کہ وہ (یعنی عورت کی لونڈی)، مانع خلوت
نہین) تو بھی خلوت صحیحہ نہین، اور ایسی خلوت کے بعد جو
صحیحہ نہین ہی، عورت کو طلاق دی، تو نصف مہر شوہر کو دینا پڑیگا،

خلود بضمتین، ہمیشگی،

لغوی اعتبار سے خلود اور خلد کے معنی دوام
ابدی کے ہین، اور معتزلہ نے یہی قول اختیار
کیا ہے، لیکن اشاعرہ اہل سنت کا اتفاق ہے کہ
خلود سے مراد ایسا دوام ہے جو مدت دراز تک رہے
(دیکھو خالدون)

خلوق، (ع)، بفتح اول و ضم ثانی،

بوے خوش،

خلوق ایک قسم کی خوش بو ہے، اور صندل
کی طرح لگائی جاتی ہے، ایام جاہلیت مین معمول
تھا کہ جب کسی کو قتل کرنا ہوتا تو اُس کی کہنیون اور
کلائیون مین خلوق اور زعفران لگاتے، خلوق
لگانا گویا قتل کی علامت تھی، (ایام عرب) اسلام
نے اس رسم کو باطل کر دیا، اور زینت کے لئے خلوق
کے استعمال کی عورتون کو اجازت دیدی، لیکن
مردون کو منع کر دیا کہ خلوق نہ لگائین، چنانچہ حدیث
مین آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے کسی شخص کو خلوق لگائے ہوئے
دیکھا، تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ اسکو دھو ڈالو، اور پھر
دھو ڈالو، اور پھر (آیندہ) ایسا مت کرو (ماخوذ از
از تلخیص الصحاح)

خلیفہ (ع) بالفتح، جانشین، ولی عہد کسی

کی جگہ پر اُس کی وفات کے بعد مقرر ہونے والا، خلیفہ
مشتق ہے خلف سے جس کے معنی پیچھے آنے کے ہین،
خلیفہ کی اصل خلیف بروزن فعیل ہے، جسکے معنی پیچھے
آنے والے کے ہین، بعدہٗ ہاے ہوز کو اخیر مین لاحق
کر دیا، تاکہ معنی وصفی کے بجائے معنی اسمی دے،
(غیاث اللغات)

قران مجید مین لفظ خلیفہ دو نبیون کے تذکرہ مین
آیا ہے (۱) حضرت آدم کے بیان مین جیسا کہ سورہ
بقر (پ اول، ع ۴، آیت ۲۸) مین ہے اور
(۲) حضرت داؤد کے لئے چنانچہ سورۂ ص (پ ۲۳
ع ۲، آیت ۲۵) مین ہے کہ ای داؤد تجھے ہم نے زمین مین

خلیفہ بنایا، الخ:۔

اسلام مین خلیفہ اُن بادشاہون کو کہتے ہین جو آنحضرت صلعم کے بعد یکے بعد دیگرے ہوتے رہے ہین، ان کو امام اور حاکمِ شرع بھی کہتے ہین، حضرت محدث دہلوی اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ (باب سیاست المدن) مین لکھتے ہین کہ یہ واجبات مین سے ہے کہ اسلام کا ایک خلیفہ ہو، اس لئے کہ بہت سے مصالح قومی و ملی اُس کے بغیر اتمام کو نہین پہنچ سکتے، مندرجۂ ذیل آیت اس عقیدہ کی اصل ہے کہ اے مسلمانو! اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اولی الامر کی (سورہ نساء پ ۵، ع ۸، آیت ۶۳)

اس آیت قرآنی کے علاوہ احادیث نبوی بھی نصبِ خلافت کو ضروری قرار دے رہی ہین، غرضیکہ ان احکام کتاب و سنت کی بناء پر علمائے اسلام وجوب نصب امام کے قائل ہین اور اہل تسنن و اہل تشیع و مرجیہ وغیرہ متفق ہین وجوبِ امامت پر اور اس امر پر کہ مسلمانون کو اپنے امام عادل کا مطیع اور فرمانبردار رہنا چاہئے:۔

خلافت کا آغاز ربیع الاول ۱۱ھ ۶۳۲ء سے بعد وصال آنحضرت صلعم ہوا، حالانکہ نصب امام کے متعلق اہل اسلام مین کوئی اختلاف نہین ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مسلمانون مین پہلی تفریق اسی امامت یعنی خلافت کے سبب سے ہوئی، جو ابتداءً ایک متنازعہ خاندانی تھا لیکن بڑھتے بڑھتے اعتقادات اور مسائل تک پہنچ گیا، اہل تسنن کے نزدیک قرآن و حدیث مین انعقادِ خلافت کی کوئی صورت متعین نہین کی گئی ہے، ایسی حالت مین وہ سب صورتین جن کے تحت مین خلافت منعقد ہوئی، ان کے نزدیک جائز ہین، حضرت محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ مین ان تمام صورتون کو یکجا جمع کر دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہین کہ خلافت منعقد ہوئی، (۱) اربابِ حل و عقد، علماء، رؤسا اور سرداران لشکر کی بیعت سے جیسے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت (۲) خلیفۂ سابق کی وصیت کرنے سے جیسے خلافت حضرت عمرؓ کی (۳) چند لوگون کے مشورہ سے کہ وہ اپنے مین سے جسکو چاہین منتخب کرین جیسے خلافت حضرت عثمانؓ و حضرت علی مرتضیٰؓ کی (۴) ایسے شخص کا غلبہ و تسلط جس مین خلافت کی ضروری شرطین پائی جائین، جیسے خلافت نبوی کے بعد دوسرے خلفاء کی خلافت (حجۃ اللہ البالغہ)

اہل تشیع کہتے ہین کہ چونکہ خلافت کے فرائض

انتظام اور انصرام داخل ہے جنکی باگ خود
آنحضرت صلعم کے ہاتھ مین تھی، اس لئے خلیفہ کا تعین
منجانب اللہ اور منجانب رسول ہونا چاہئے، چنانچہ
اُن کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے حسب الارشاد
خداوندی اپنا خلیفہ منصوص کیا اور وہ حضرت علی
مرتضیٰ تھے، جن کو وہ خلیفہ بلا فصل کہتے ہین، اُن
کے نزدیک خلافت صرف ایک ہی طریقہ سے
منعقد ہوتی ہے، اور وہ طریقہ نص ہے، چنانچہ
آنحضرت صلعم نے متعدد موقعون پر حضرت علی مرتضیٰ رض کے
خلیفہ ہونے کا اعلان کیا، اور سب سے اخیری اعلان
بمقام غدیر سنہ ۱۰ھ مین فرمایا جب کہ آپ صلعم حجۃ الوداع
سے واپس ہو رہے تھے، اس مرتبہ آنحضرت صلعم
نے حضرت علی رض مرتضیٰ کو بلند کر کے ارشاد فرمایا کہ
علی مولے ہین مسلمین اور مسلمات کے اور ہدایت
کی مسلمانون کو اہل بیت سے متمسک ہو جانے کی جیسا
کہ حدیث مندرجۂ المشکوٰۃ (کتاب الفتن، باب مناقب
النبی صلعم) سے واضح ہے، بعدہ حضرت علی رض نے
اپنی وفات پر نص کیا، حضرت امام حسن کے لئے
اور نص کا یہ سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ (بموجب عقائد
امامیہ) بارہوین امام نے ظہور فرمایا،

علمای اسلام نے خدمات خلیفہ کو مدنظر رکھتے
ہوئے خلافت کو (۱) راشدہ اور (۲) سلطنت اسلامی
دو شعبون مین منقسم کیا ہے، خلافت راشدہ کا زمانہ
سنہ ۱۱ھ/۶۳۲ع سے شروع ہو کر سنہ ۴۱ھ/۶۶۱ع مین ختم ہو جاتا ہے، اور
دوسرا دور سنہ ۴۱ھ/۶۶۱ع سے شروع ہو کر سنہ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ع مین ختم
ہوا، جب کہ ترکون نے خلیفہ کو معزول کر کے جمہوریت
کا اعلان کر دیا، اور تا ایندم کوئی دوسرا خلیفہ دنیائے
اسلام نے منتخب نہین کیا،

چونکہ مسئلہ خلافت نے سنی و شیعہ مین حد درجہ
کا تفرق و انتشار اور جدائی و علیحدگی پیدا کر دی
ہے اس لئے شاہان اسلام نے کبھی کبھی ان دونون
جماعتون مین اتفاق اور اتحاد پیدا کرنے کی کوشش
کی، اس سلسلہ مین نادر شاہ (المتوفی سنہ ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ع) شاہ
ایران کی مساعی جمیلہ خاص طور پر قابل ذکر ہین،
شاہ ممدوح نے اہل تشیع کو ہدایت کی کہ وہ سبّ
صحابہ ترک کر دین اور اہل تسنن کو مندرجۂ ذیل
پانچ شرائط کے قبول کرنے کا مشورہ دیا، (۱) مذہب
جعفری کو مذاہب اربعہ یعنی حنفی، مالکی، شافعی اور
حنبلی کی طرح ایک پانچوان مذہب مانا جائے (۲)
مکہ معظمہ مین چار مصلون کی طرح پانچوان مصلی جعفری
مذہب کا قائم کیا جائے، (۳) ہر سال ایران سے
ایک امیر الحاج مقرر ہو، جس کا اعزاز دولت عثمانیہ

اسی طرح کرے جس طرح مصر و شام کے امراے
حج کا ہوتا ہے (۴) دونون سلطنتین ایک دوسرے
کے قیدیون کو آزاد کردین، آیندہ ان کی بیع و
فروخت جائز نہ ہو، (۵) آیندہ دونون سلطنتون
کے سفیر ایک دوسرے کے پایہ تخت مین رہین،
(معارف جلد ۹ نمبر ۴) کاش حضرات اہل تشیع اور
اہل تسنن نادر شاہی نصائح پر کاربند ہو جاتے اور
امت محمدیہ کے درمیان کا اختلاف و نزاع
مٹ جاتا:-

فریقین (سنی و شیعہ) نے منصب امامت کے
لئے جو شرائط لازمی قرار دی ہین، اور جن کا
تذکرہ لفظ "امام" کے تحت مین کر دیا گیا ہے وہی
شرائط خلافت کے لئے بھی صحیح تسلیم کی گئی ہین،
اس لئے کہ ان معنون مین خلافت اور امامت
مرادف الفاظ ہین، البتہ "تاریخ عرب" سے ایک اقتباس
نقل کیا جاتا ہے، جو مسئلۂ خلافت سے گہرا تعلق
رکھتا ہے،

صاحب تاریخ عرب موسیو سدیو فرانسیسی نے
زیر عنوان نبی صلعم کی بعثت اور تبلیغ رسالت لکھا ہے
کہ تین سال تک آنحضرت صلعم اسلام کی دعوت خفیہ
طور پر کرتے رہے، پھر

الاعلان دعوت کرنے کا حکم ہوا اور آیہ انذر عشیرتک
الاقربین (سورہ شعراء پ ۱۹، ع ۱۱،
آیت ۲۰۶) یعنی اے رسول اپنے قریب کے رشتہ دارون
کو عذاب خدا سے ڈرا" نازل ہوئی، تو آپ نے علی
مرتضی سے کہا کہ کھانا پکاؤ، اور خاندان عبدالمطلب
کو جمع کرو تاکہ جو حکم مجھے ہوا ہے اُسے اُن تک
پہنچا دون، اس دعوت مین چالیس یا اکتالیس
آدمی آئے، جن مین ابوطالب، حمزہ اور عباس
بھی تھے، اور ابولہب بھی تھا، جو کھانے سے فراغت
کے بعد جلدی اٹھ کر بولا، "اوہو، اس شخص نے
کیسا جادو کر دیا ہے"، ابولہب کی تقریر سن کر تمام
تمام لوگ چل دئے، دوسرے روز علی مرتضی رض نے
بموجب حکم آنحضرت صلعم پھر کھانا پکوایا، اور سب کو
جمع کرکے کھلایا، آج آنحضرت صلعم نے اُن لوگون
سے کہا کہ آپ لوگون سے ایک ایسی بات کہتا ہون
کہ کسی نے آج تک عرب مین اپنی قوم سے ہرگز
نہ کہی ہوگی، اس بات مین دین اور دنیا دونون کا
فائدہ ہے، اللہ تعالے نے مجھے حکم دیا ہے کہ مین
ایک بات کی طرف تم کو بلاؤن، تم مین ایسا کون
ہے جو اس کام مین میرا شریک ہوتا ہے، وہ میرا

رہے گا، اس پر سب لوگ خاموش رہے، کسی نے
جواب نہین دیا، علی مرتضیٰ کہتے ہین کہ مین نے کہا کہ
گو مجھ کو آشوب چشم ہے گو میری ٹانگین تپلی ہین، اور
گو مین سب سے نوعمر ہون، تاہم حضور کی وزارت کو حاضر
ہون، یہ سن کر رسول اللہ نے علی مرتضیٰ کی گردن پر
دست شفقت رکھ کر فرمایا کہ "(اے افراد قوم دیکھو) یہ میرا
بھائی، وصی، اور تم مین میرا خلیفہ ہے، اسکی باتین
سنو، اور اسکا کہنا مانو" یہ سن کر سب لوگ ہنستے ہوے
چل دیے، اور ابو طالب سے دل لگی کے طور پر کہنے
لگے کہ "یہ شخص کہتا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی بات پر کان
دھرو، اور اسکا کہنا مانو"۔

علمای اہل تشیع تو اس واقعہ کو منجملہ ان واقعات کے
بیان کرتے ہین جن سے حضرت علی مرتضیٰ کی خلافت پر
نص نبوی ثابت ہوتا ہے، لیکن مندرجۂ ذیل محدثین
اور علمای اہل تسنن نے بھی اس حدیث کو تھوڑے
بہت اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے (۱) امام
احمد بن حنبل (مسند ص ۱۰۲) و (۲) امام نسائی (خصائص
نسائی) و (۳) امام ابن جریر طبری (کنز العمال ص ۳۹۶)
و (۴) امام ضیاء مقدسی (المتوفی ۶۴۳ھ / ۱۲۴۵ء) و (۵)
امام محی السنہ بغوی (معالم التنزیل ص ۶۶۳) و (۶)

ص ۶۹) و (۸) تاریخ طبری و (۹) تاریخ کامل (۱۰)
تاریخ ابو الفدا،

تاریخ خلافت مین ایک ایسا دور بھی گذرا ہے
کہ ایک ہی زمانہ مین ایک سے زیادہ بادشاہ خلیفہ تسلیم
کئے گئے ہین، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب بغداد
کا نظام خلافت خلل پذیر ہو گیا، اور خلیفہ راضی عباسی
(سن جلوس ۳۲۲ھ / ۹۳۴ء) کے قبضہ مین بغداد اور عراق کے
سوا کچھ نہ رہا تو (۱) اندلس مین عبد الرحمٰن ثالث اموی
نے الناصر الدین اللہ امیر المومنین کا لقب اختیار کر کے
اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور بالاستقلال
خلیفہ بن گیا، اس خلافت کا خاتمہ ۸۹۸ھ / ۱۴۹۲ء مین ہوا،
(۲) مصر مین المعز (خاندان بنی فاطمہ کا چوتھا بادشاہ)
نے امیر المومنین کا لقب اختیار کیا، اس خاندان
مین خلافت ۵۶۷ھ / ۱۱۷۱ء تک رہی، اس طرح بغداد،
اندلس اور مصر تینون مقامات پر تین خلیفہ ایک عرصہ
دراز تک ہوتے رہے۔

دار الخلافت اسلام بھی خلفاء کی پالیسی اور
ان کی خواہش کے ساتھ ساتھ بدلتا رہا ہے چنانچہ
خلافت کا پہلا صدر مقام مدینہ منورہ تھا، بعدہٗ
کوفہ، بعدہٗ دمشق، بعدہٗ انبار، بعدہٗ بغداد، بعدہٗ

قسطنطنیہ دار الخلافت رہ چکے ہین (دیکھو دار الخلافہ)
اب ہم ذیل مین خلفاء کا نام مع سنہ جلوس حوالۂ
قلم کرتے ہین، اور ضمنی طور پر نہایت اہم واقعات
کا تذکرہ بھی کردین گے،

(الف) خلفای راشدین - دار الخلافہ مدینہ منورہ و کوفہ

(۱) حضرت ابو بکرؓ ۱۱ھ ہجری مطابق ۶۳۲ عیسوی
(ارتداد کی روک تھام)

(۲) حضرت عمرؓ ۱۳ھ مطابق ۶۳۴ عیسوی
(مصر، شام اور ایران کی فتوحات عمل مین آئین)

(۳) حضرت عثمانؓ ۲۳ھ مطابق ۶۴۳ عیسوی
(سائیپرس پر حملہ ہوا مصریون کی بغاوت)

(۴) حضرت علی مرتضیٰؓ ۳۵ھ مطابق ۶۵۵ عیسوی،
(حضرت عائشہؓ اور امیر معاویہ کی بغاوت)

(۵) حضرت حسن مجتبیٰؓ ۴۰ھ مطابق ۶۶۰ عیسوی
(خلافت سے دست برداری)

(ب) خلفای بنی امیہ، دار الخلافہ دمشق مدت
خلافت ۴۱ھ لغایت ۱۳۲ھ / ۷۴۹

(۱) امیر معاویہ ۴۱ھ مطابق ۶۶۱ء
(دمشق کا دار الخلافہ مقرر کیا جانا، قسطنطنیہ کا
محاصرہ)

(حضرت امام حسین اور اُن کے انصار کی
شہادت کربلا مین)

(۳) معاویہ دوم، ۶۴ھ مطابق ۶۸۳ء،
(خلافت سے دست برداری)

(۴) مروان اول، ۶۴ھ مطابق ۶۸۳ء،

(۵) عبد الملک، ۶۵ھ مطابق ۶۸۴ء،
(پہلی مرتبہ دینار پر سکہ لگایا گیا)

(۶) ولید، ۸۶ھ مطابق ۷۰۵ء،
(افریقیہ، ہسپانیہ اور بخارہ کی فتوحات)

(۷) سلیمان بن عبد الملک، ۹۶ھ مطابق ۷۱۵ء
(لشکر اسلام کو قسطنطنیہ کے مقام پر شکست ہوئی)

(۸) عمر بن عبد العزیز، ۹۹ھ مطابق ۷۱۷ء،
(سب علی مرتضیٰ کو بند کیا اور باغ فدک
بنی فاطمہ کو دیا)

(۹) یزید دوم بن عبد الملک بن مروان ۱۰۱ھ
مطابق ۷۲۰ء،

(۱۰) ہشام بن عبد الملک، ۱۰۵ھ مطابق ۷۲۴ء
(چارلس مارٹیل نے عربون کی فتوحات
کو جو فرانس تک جا پہنچی تھیں، روکا، عباسیون کا
عروج)

مطابق ۷۴۳ء،

(تخت سے اتار دیا گیا بعد مین قتل کیا گیا)

(۱۲) یزید سوم، ۱۲۶ھ مطابق ۷۴۴ء،

(چھ مہینے سلطنت کرکے بعارضۂ طاعون مرگیا)

(۱۳) ابراہیم ابن ولید ابن عبدالملک، ۱۲۶ھ مطابق ۷۴۴ء،

(خلافت سے دست بردار ہوگیا)

(۱۴) مروان حمار، ۱۲۷ھ مطابق ۷۴۴ء لغایت ۱۳۲ھ مطابق ۷۴۹ء،

بنی عباس نے مروان کو شکست دی اور مصر تک تعاقب کیا اور دریائے نیل کے کنارہ قتل کر دیا،

خلافت بنی اُمیہ کا خاتمہ،

(ج) خلفای عباسیہ بغدادیہ، دارالخلافت بغداد اور سامرا، مدت خلافت ۱۳۲ھ/۷۴۹ء لغایت ۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء،

(۱) ابوالعباس سفاح، ۱۳۲ھ مطابق ۷۴۹ء

(مرکز خلافت شہر انبار)

(۲) ابوجعفر منصور دوانقی، ۱۳۶ھ مطابق ۷۵۴ء

(عبدالرحمن اموی اُندلس پر قابض ہوا شہر بغداد تعمیر کیا)

(۳) مہدی، ۱۵۸ھ مطابق ۷۷۵ء،

(ہارون خلیج قسطنطنیہ تک پہنچ گیا اور خراج لے کر واپس ہوا)

(۴) ہادی ابن مہدی، ۱۶۹ھ مطابق ۷۸۵ء

(اس کی اردلی مین سپاہی ننگی تلوارین لیکر پہلی مرتبہ چلے)

(۵) ہارون الرشید، ۱۷۰ھ مطابق ۷۸۶ء

(علوم عربی کی ترقی ہوئی، تصنیفات کا زور شور رہا)

(۶) امین، ۱۹۳ھ مطابق ۸۰۹ء،

(۷) مامون، ۱۹۸ھ مطابق ۸۱۳ء،

(علوم وفنون کی اشاعت مین حوصلہ شاہانہ سے توجہ کی)

(۸) معتصم، ۲۱۸ھ مطابق ۸۳۳ء،

(شہر سرمن رای کو جو سامرہ کہلاتا ہے آباد کرکے دارالخلافہ بنایا)

(۹) واثق باللہ، ۲۲۷ھ مطابق ۸۴۱ء،

(۱۰) متوکل علی اللہ، ۲۳۲ھ مطابق ۸۴۷ء،

(قتل کیا گیا)

(۱۱) منتصر باللہ، ۲۴۷ھ، مطابق ۸۶۱ء،

(ترکی غلامون کی فوج خاصہ نے قتل کردیا)

(۱۲) مستعین باللہ، ۲۴۸ھ مطابق ۸۶۲ء،

(قتل ہوا)

(۱۳) معتز باللہ، ۲۵۲ھ مطابق ۸۶۶ء،

(۱۴) مہتدی باللہ، ۲۵۵ھ مطابق ۸۶۹ء،

(سرداران مملکت مین جھگڑا ہوا، اُن کے کشت وخون کے بعد خلیفہ گرفتار کر کے مارا گیا)

(۱۵) معتمد علی اللہ، ۲۵۶ھ مطابق ۸۷۰ء،

(بغداد کو دوبارہ دارالخلافت بنایا)

(۱۶) معتضد باللہ، ۲۷۹ھ مطابق ۸۹۲ء،

(ایران فتح ہوا، امیر اسمٰعیل سامانی کا ترکستان پر قبضہ ہوا)

(۱۷) مکتفی باللہ ۲۸۹ھ مطابق ۹۰۲ء،

(امیر اسمٰعیل سامانی نے خراسان پر بھی قبضہ کرلیا)،

(۱۸) مقتدر باللہ۔ ۲۹۵ھ مطابق ۹۰۸ء،

(بنی فاطمہ کا مصر مین زور ہوا)

(۱۹) قاہر باللہ، ۳۲۰ھ مطابق ۹۳۲ء،

(اُمراء باغی ہوگئے، خلیفہ کو اندھا کر کے نکال دیا، جمعہ کو اندھے فقیرون مین بھیک مانگتا، اور مسجد مین پڑا پھرتا تھا، اور مصیبت کے دن کاٹتا تھا)

(بنی عباس مین اخیری خلیفہ ہے جس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا، اندلس مین ناصر الدین امویہ کا خطبہ پڑھا گیا)

(۲۱) متقی باللہ، ۳۲۹ھ مطابق ۹۴۰ء،

(خاندان عباسیہ کا زوال، امیر توزون نے انگوٹھی، چادر اور چھڑی خلافت کی لے لی)

(۲۲) مستکفی باللہ، ۳۳۳ھ مطابق ۹۴۳ء،

(۲۳) مطیع باللہ، ۳۳۴ھ مطابق ۹۴۵ء،

(دیار مغرب مین دولت فاطمیہ نے قوت حاصل کی، آل بویہ کا عروج)

(۲۴) طائع للہ ۳۶۳ھ مطابق ۹۷۴ء،

(مسند سے اُتار دیا گیا، آل بویہ کا زور شور، فاطمیہ مصریہ کا خطبہ شروع ہوا)

(۲۵) قادر، ۳۸۱ھ مطابق ۹۹۱ء،

(محمود غزنوی نے ہندوستان مین فتوحات حاصل کین)

(۲۶) قائم، ۴۲۲ھ مطابق ۱۰۳۱ء،

(سلجوقی ترکون کا عروج ہوا۔ قائم کی بیٹی کا طغرل بیگ سے نکاح ہوا)

(۲۷) مقتدی، ۴۶۷ھ مطابق ۱۰۷۵ء،

فدائیون کا زور)

(۲۸) مستظہر، ۴۸۷ھ مطابق ۱۰۹۴ء،

(۴۹۲ھ ۱۰۹۹ء مین اہل فرنگ نے بیت المقدس لے لیا)

(۲۹) مسترشد. ۵۱۲ھ مطابق ۱۱۱۸ء.

(مسعود سلجوقی نے فدائیون سے سازش کرکے قتل کروادیا)

(۳۰) راشد، ۵۲۹ھ مطابق ۱۱۳۵ء

(مقتول ہوا)

(۳۱) مقتفی، ۵۳۱ھ مطابق ۱۱۳۶ء،

(بغداد وعراق پر مکمل تسلط ہوا، دوسری صلیبی جنگ ۵۴۴ھ ۱۱۴۹ء)

(۳۲) مستنجد، ۵۵۵ھ مطابق ۱۱۶۰ء،

(ایران مین بدامنی)

(۳۳) مستضی، ۵۶۶ھ مطابق ۱۱۷۰ء،

(صلاح الدین کی بدولت فاطمیہ کا چراغ گل ہوا۔ بلاد مصر مین مستضی کا خطبہ پڑھا گیا)

(۳۴) ناصر، ۵۷۵ھ مطابق ۱۱۷۹ء

(تیسری صلیبی جنگ (۵۸۵ھ ۱۱۸۹ء) صلاح الدین نے بلاد شام اور بیت المقدس اہل فرنگ سے واپس لیلیئے، فتوحات چنگیزی کی ابتدا)

(۳۵) ظاہر، ۶۲۲ھ مطابق ۱۲۲۵ء،

(۳۶) مستنصر، ۶۲۳ھ مطابق ۱۲۲۶ء،

(ایران پر مغلون کا تسلط، چاندی کا سکہ جاری کیا)

(۳۷) مستعصم، ۶۴۰ھ مطابق ۱۲۴۲ء لغایت ۶۵۶ھ مطابق ۱۲۵۸ء

(ھلاکو نبیرہ چنگیز خان نے خلیفہ کو قتل کردیا اور دارالخلافت بغداد کو تباہ و برباد مستعصم کا چچا جان بچا کر فرار ہوگیا، اور سلطان مصر کی سرپرستی مین صرف مذہبی حیثیت سے خلافت کی بنیاد ڈالی)

(د) خلفا، عباسیہ مصریہ جنھون نے سلاطین مصر کی سرپرستی مین شہر قاہرہ مین صرف مذہبی حیثیت سے خلافت کی،

(۱) احمد ابن الظاہر، ۶۵۹ھ مطابق ۱۲۶۰ء،

(مستنصر باللہ کا لقب اختیار کیا)

(۲) حاکم بامر اللہ، ۶۶۱ھ مطابق ۱۲۶۱ء،

(۳) مستکفی باللہ، ۷۰۱ھ مطابق ۱۳۰۱ء

(۴) واثق باللہ، ۷۴۰ھ " ۱۳۴۰ء

(۵) حاکم بامر اللہ، ۷۴۲ھ " ۱۳۴۲ء

(۷) متوکل علی اللہ، ۷۶۳ھ مطابق ۱۳۶۲ء

(۸) مستعین باللہ، ۸۰۰ھ " ۱۳۹۷ء

(۹) معتضد باللہ، ۸۱۵ھ " ۱۴۱۲ء

(۱۰) مکتفی باللہ، ۸۴۵ھ " ۱۴۴۰ء

(اصلی نام سلیمان تھا)

(۱۱) قائم بامر اللہ، ۸۵۴ھ " ۱۴۵۰ء

(۱۲) مستنجد باللہ، ۸۵۹ھ " ۱۴۵۵ء

(۱۳) متوکل علی اللہ ۸۸۴ھ لغایت ۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء

(س) خلفاے عثمانیہ رومیہ ترکیہ جنکو خلفاے عباسیہ مصریہ نے خلافت سپرد کی، ان سلاطین عثمانیہ کا دار السلطنت قسطنطنیہ تھا، سلطان سلیم خان (۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء) پہلا عثمانی سلطان ہے جو خلیفہ کہلایا، لیکن ان سلاطین کا سلسلہ قائم رکھنے کے لئے ہم بانی خاندان سے انکا تذکرہ کئے دیتے ہین،

(۱) عثمان خان، ۶۹۹ھ مطابق ۱۲۹۹ء

(دار الحکومت قونیہ)

(۲) اورخان، ۷۲۶ھ مطابق ۱۳۲۶ء

(دار الحکومت بروسا)

(۳) مراد خان اول، ۷۶۱ھ مطابق ۱۳۶۰ء

(۴) بایزید خان یلدرم، ۷۹۱ھ [illegible] ۱۳۸۹ء

(۶) مراد خان ثانی، ۸۲۴ھ مطابق ۱۴۲۱ء

(۷) محمد خان ثانی، ۸۵۵ھ " ۱۴۵۱ء

(قسطنطنیہ فتح کرکے اسکو دار الحکومت بنایا)

(۸) بایزید خان ثانی، ۸۸۶ھ مطابق ۱۴۸۱ء

(۹) سلیم خان اول، ۹۱۸ھ مطابق ۱۵۱۲ء

(خلفاے عباسیہ مصریہ نے ۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء مین سلیم خان کو خلافت سپرد کی اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا)

(۱۰) سلیمان خان اول، ۹۲۶ھ مطابق ۱۵۲۰ء

(۱۱) سلیم خان ثانی ۹۷۴ھ " ۱۵۶۶ء

(۱۲) مراد خان ثالث ۹۸۲ھ " ۱۵۷۴ء

(۱۳) محمد خان ثالث، ۱۰۰۳ھ " ۱۵۹۵ء

(۱۴) احمد خان اول، ۱۰۱۲ھ " ۱۶۰۳ء

(۱۵) مصطفٰے خان، ۱۰۲۶ھ " ۱۶۱۷ء

(خلافت سے دست بردار ہوکر اپنے بھتیجے کو خلیفہ بنایا)

(۱۶) عثمان خان ثانی ۱۰۲۷ھ مطابق ۱۶۱۸ء

(۱۷) مراد خان رابع ۱۰۳۳ھ " ۱۶۲۳ء

(۱۸) ابراہیم خان ۱۰۴۹ھ " ۱۶۴۰ء

(۱۹) [illegible] ۱۰۵۷ھ [illegible] ۱۶۴۷ء

(۲۱) احمد خان ثانی ۱۱۰۴ھ مطابق ۱۶۹۱ء

(۲۲) مصطفیٰ خان ثانی، ۱۱۰۶ھ " ۱۶۹۵ء

(۲۳) احمد خان ثالث، ۱۱۱۵ھ " ۱۷۰۳ء

(۲۴) محمود خان اول، ۱۱۴۳ھ " ۱۷۳۰ء

(۲۵) عثمان خان ثالث، ۱۱۶۸ھ " ۱۷۵۴ء

(۲۶) مصطفیٰ خان ثالث، ۱۱۷۱ھ " ۱۷۵۷ء

(۲۷) عبدالحمید خان اول ۱۱۸۷ھ " ۱۷۷۴ء

(۲۸) سلیم خان ثالث، ۱۲۰۳ھ " ۱۷۸۸ء

(۲۹) مصطفیٰ خان رابع، ۱۲۲۲ھ " ۱۸۰۷ء

(۳۰) محمود خان ثانی، ۱۲۲۳ھ " ۱۸۰۸ء

(۳۱) عبدالمجید خان اول، ۱۲۵۵ھ " ۱۸۳۹ء

(۳۲) عبدالعزیز خان، ۱۲۷۷ھ " ۱۸۶۱ء

(۳۳) مراد خان خامس، ۱۲۹۳ھ " ۱۸۷۶ء

(۳۴) عبدالحمید خان ثانی، ۱۲۹۳ھ " ۱۸۷۶ء

(حکومت آئینی قائم ہوئی جس نے بالآخر سلطان عبدالحمید خان کو معزول کرکے نظر بند کر دیا۔)

(۳۵) رشاد خان محمد خامس، ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء

(۳۶) وحید الدین خان، ۱۳۳۶ھ " ۱۹۱۷ء

(۳۷) عبدالمجید خان ثانی ۱۳۴۱ھ ۱۹۲۲ء لغایت ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۴ء

ترکون نے ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۴ء مین سلطان عبدالمجید خان کو معزول کرکے جمہوریت کا اعلان کر دیا، دنیاے اسلام نے تا ایندم کوئی خلیفہ منتخب نہین کیا ہے،

(س) خلفای فاطمیہ، شاہان بنی فاطمہ مصریہ نے خلیفہ مقتدر (عباسیہ بغدادیہ) کے عہد (۲۹۵ھ ۹۰۸ء) مین امیر المومنین کا لقب اختیار کیا اور خود کو خلیفہ تسلیم کرایا، خلفای فاطمیین کا مورث اعلیٰ عبید اللہ الملقب بہ مہدی ہین جو حضرت فاطمہ زہرا کی اولاد مین سے تھے، خلفاے فاطمیین نے مصر اور جنوبی افریقہ پر ۲۹۷ھ ۹۱۰ء لغایت ۵۶۷ھ ۱۱۷۱ء تک حکومت کی، گو شاہان فاطمیہ مین سے جس نے خلیفہ کا لقب اختیار کیا المعز ہے لیکن سلسلہ قائم رکھنے کیلئے ہم بانی اول کے نام سے ابتدا کرتے ہین،

(۱) عبید اللہ الملقب بہ مہدی، ۲۹۷ھ مطابق ۹۱۰ء (افریقہ فتح کرکے قیروان پایہ تخت بنایا، جزیرہ صقلیہ اور مصر پر حملے کئے)

(۲) قائم ابوالقاسم، ۳۲۳ھ مطابق ۹۳۳ء

(۳) منصور، ۳۳۴ھ " ۹۴۶ء

(۴) معز، ۳۴۳ھ " ۹۵۵ء

۳۵۷ھ ۹۶۷ء مین مصر فتح کیا، بعدہٗ خلیفہ کا لقب اختیار کرکے ۳۶۳ھ ۹۷۳ء مین مکہ و مدینہ دونون مقامات پر اپنے نام کا خطبہ مستقل طور پر جاری کیا، صقلیہ فتح کیا، شہر قاہرہ تعمیر کرایا، شام اور فلسطین پر فتوحات حاصل کین، مصر یعنی قاہرہ کو دار الخلافہ بنایا،

(۵) عزیز، ۳۶۵ھ مطابق ۹۷۵ء،

(۶) حاکم بامر الله، ۳۸۶ھ مطابق ۹۹۶ء،

(۷) ظاہر لاعزاز دین الله ۴۱۲ھ مطابق ۱۰۲۰ء

(۸) مستنصر بالله، ۴۲۷ھ مطابق ۱۰۳۵ء

(ترکون کا عروج، حسن بن صباح کی پیدایش)

(۹) مستعلی بالله، ۴۸۷ھ مطابق ۱۰۹۵ء،

(۴۹۲ھ مین صلیبی مجاہدین نے بیت المقدس جو
امیر سلیمان بن ارتق ترکمان کی جاگیر مین تھا فتح کرلیا)

(۱۰) آمر باحکام الله ۴۹۵ھ مطابق ۱۱۰۲ء،

(۱۱) حافظ لدین الله ۵۲۴ھ " ۱۱۳۰ء،

(۱۲) ظافر باعداء الله، ۵۴۴ھ " ۱۱۴۹ء

(۱۳) فائز بنصر لله، ۵۴۹ھ " ۱۱۵۴ء

(۱۴) عاضد لدین الله ۵۵۵ھ/۱۱۶۰ء لغایت ۵۶۷ھ/۱۱۷۱ء

اس خلیفہ کا انتقال ۵۶۷ھ/۱۱۷۱ء مین ہوا، صلاح الدین
ایوبی غالب آیا، جس کی بدولت خلافت عباسیہ پھر مصر
مین قائم ہوئی، اور خلیفہ مستضی عباسی کا خطبہ پڑھا گیا،

(ص) خلفای قرطبیہ بنی امیہ مروانیہ، طارق جو کہ موسی ابن
نصیر حاکم عربی افریقہ کا غلام تھا، ۹۲ھ/۷۱۱ء مین تھوڑی سی
جماعت متبعین کی لے کر کیلپے پہاڑ کے نیچے آاترا جو اس کے
نام پر جبل الطارق مشہور ہوا، اور گاڈیلیٹی کے کنارہ

ابن نصیر نے گاتھک سلطنت کی بیخ و بنیاد ہسپانیہ
سے اکھیڑ ڈالی ان حکام کی حکومت ہسپانیہ مین ۱۳۸ھ/۷۵۶ء تک
رہی، یہانتک کہ عبدالرحمن ابن معاویہ ابن مروان
عباسیون سے جان بچا کر افریقہ پہنچا، اور ہسپانیہ مین
اپنی حکومت قائم کی، گو عبدالرحمن ثالث نے الناصر لدین
الله امیر المومنین اپنا لقب اختیار کرکے اپنے نام کا خطبہ
اور سکہ جاری کیا، لیکن سلسلہ قائم رکھنے کے لئے
عبدالرحمن اول سے اس خاندان کی ابتداء
کیجاتی ہے،

(۱) عبدالرحمن اول، ۱۳۸ھ مطابق ۷۵۶ء

(دار الحکومت قرطبہ)

(۲) ہشام بن عبدالرحمن ۱۷۱ھ " ۷۸۸ء

(۳) حکم بن ہشام، ۱۸۰ھ " ۷۹۶ء

(۴) عبدالرحمن ثانی ۲۰۶ھ " ۸۲۱ء

(۵) محمد اول ۲۳۹ھ " ۸۵۳ء

(۶) منتظر بن محمد اول ۲۷۳ھ " ۸۸۶ء

(۷) عبد ابن محمد اول ۲۷۵ھ " ۸۸۹ء

(قرطبہ مین علوم و فنون کا زور رہا)

(۸) عبدالرحمن سوم، ۳۰۰ھ " ۹۱۲ء

(اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا، اور خلیفہ

پر متمکن تھا)

(۹) حکم، ۳۵۰ھ مطابق ۹۶۱ء

(اس خلیفہ کے عہد کو اہل تاریخ "عصر الذہب العلم والادب" کہتے ہین)

(۱۰) ہشام ثانی، ۳۶۶ھ مطابق ۹۷۶ء

(۱۱) سلیمان، ۴۰۳ھ " ۱۰۱۲ء

(علی بن حمود نے قتل کر دیا اور خود خلافت پر قابض ہو گیا، یہ خلیفہ سادات حسنیہ ادریسیہ سے تھا)

(۱۲) علی بن حمود ۴۰۶ھ مطابق ۱۰۱۵ء

(۱۳) عبدالرحمن خامس ۴۰۸ھ " ۱۰۱۷ء

(۱۴) قاسم بن حمود ۴۰۹ھ " ۱۰۱۸ء

(۱۵) یحیی ۴۰۹ھ " ۱۰۱۸ء

نوٹ۔ علی بن حمود سے یحیی تک سادات حسنیہ ادریسیہ خلافت قرطبہ پر قابض رہے،

(۱۶) محمد ثانی، ۴۱۴ھ مطابق ۱۰۲۳ء

(۱۷) ہشام سوم، ۴۱۷ھ مطابق ۱۰۲۶ء

(۴۱۸ھ/۱۰۲۷ء مین ہشام کی خلافت جو خاندان بنی امیہ کا آخری خلیفہ تھا ختم ہوئی، اور طوائف الملوکی کا آغاز ہوا جو ۶۲۳ھ/۱۲۲۴ء تک رہی)

(۱۸) جواہر ۴۲۳ھ مطابق ۱۰۳۱ء

(۱۹) محمد ثالث ۴۳۶ھ " ۱۰۴۴ء

(۲۰) محمد رابع ۴۵۲ھ مطابق ۱۰۶۰ء

(۲۱) محمد خامس، ۴۶۲ھ " ۱۰۶۹ء

(تولیدو کا محاصرہ ۴۷۵ھ/۱۰۸۲ء، تولیدو کے بادشاہ نے عیسائیون کی اطاعت قبول کر لی، ایک نئی سلطنت ہسپانیہ مین ۴۸۷ھ/۱۰۹۴ء مین قائم ہوئی جو مرابطین کہلاتی تھی، اور جس نے عیسائیون کی ترقی کو روکا اور خود ۵۴۲ھ/۱۱۴۷ء مین ختم ہو گئی)

(۲۲) یوسف اول، ۴۸۷ھ مطابق ۱۰۹۴ء

(بانی سلطنت مرابطین، سلاطین مرابطین کی قلمرو مین مستظہر باللہ عباسی بغدادی کا خطبہ پڑھا جاتا تھا)

(۲۳) علی ابن یوسف، ۴۹۹ھ مطابق ۱۱۰۶ء

(۲۴) تاشفین بن علی، ۵۳۷ھ مطابق ۱۱۴۲ء

(عبدالمومن موحد نے ایک نئی سلطنت قائم کی جو موحدین کہلاتی تھی اور ۷۵۶ھ/۱۳۵۵ء تک قائم رہی)

(۲۵) عبدالمومن ۵۴۲ھ مطابق ۱۱۴۷ء

(بانی سلطنت موحدین اس بادشاہ نے امیرالمومنین کا لقب اختیار کر کے اپنے نام کا خطبہ پڑھایا)

(۲۶) یوسف ۵۵۸ھ مطابق ۱۱۶۲ء

(۲۷) محمد بن عبداللہ ملقب بہ ناصر لدین اللہ، سنہ ۵۹۵ھ مطابق سنہ ۱۱۹۹ء،

(۲۸) یعقوب، سنہ ۶۱۰ھ مطابق سنہ ۱۲۱۳ء،

(۲۹) ابو مالک عبدالواحد سنہ ۶۲۱ھ " سنہ ۱۲۲۴ء،

(۳۰) مامون، سنہ ۶۲۴ھ " سنہ ۱۲۲۶ء،

(مراقو مین فوت ہوا)

(۳۱) محمد، سنہ ۶۲۹ھ مطابق سنہ ۱۲۳۱ء،

(سنہ ۶۳۲ھ / ۱۲۳۶ء مین قرطبہ عیسائیون کے قبضہ مین آگیا لیکن غرناطہ مین خلافت قائم ہوئی جو سنہ ۸۹۸ھ / ۱۴۹۲ء تک قائم رہی)

(۳۲) محمد اول، سنہ ۶۳۶ھ مطابق سنہ ۱۲۳۸ء،

(۳۳) محمد ثانی، سنہ ۶۷۲ھ " سنہ ۱۲۷۳ء

(۳۴) محمد ثالث، سنہ ۷۰۱ھ " سنہ ۱۳۰۲ء

(۳۵) ناصر، سنہ ۷۰۸ھ " سنہ ۱۳۰۹ء

(۳۶) اسمٰعیل اول، سنہ ۷۱۳ھ " سنہ ۱۳۱۳ء

(۳۷) محمد رابع، سنہ ۷۲۵ھ " سنہ ۱۳۲۵ء

(۳۸) یوسف اول، سنہ ۷۳۳ھ " سنہ ۱۳۳۳ء

(۳۹) محمد خامس، سنہ ۷۵۳ھ " سنہ ۱۳۵۲ء

(۴۰) اسمٰعیل ثانی، سنہ ۷۶۰ھ " سنہ ۱۳۵۹ء

(۴۱) یوسف ثانی، سنہ ۷۹۳ھ " سنہ ۱۳۹۱ء

(۴۲) محمد ششم، سنہ ۷۹۷ھ مطابق سنہ ۱۳۹۵ء،

(۴۳) یوسف ثالث، سنہ ۸۱۲ھ مطابق سنہ ۱۴۱۰ء،

(۴۴) محمد ہفتم، سنہ ۸۲۰ھ " سنہ ۱۴۲۴ء،

(فرار ہوگیا)

(۴۵) محمد ہشتم، سنہ ۸۳۱ھ " سنہ ۱۴۲۷ء

(۴۶) محمد ہفتم (دوبارہ تخت پر بیٹھے) سنہ ۸۳۳ھ مطابق سنہ ۱۴۲۹ء،

(فرار ہوگئے)

(۴۷) یوسف رابع، سنہ ۸۳۶ھ مطابق سنہ ۱۴۳۲ء

(۴۸) محمد ہفتم (سہ بارہ تخت پر بیٹھے) سنہ ۸۳۶ھ مطابق سنہ ۱۴۳۲ عیسوی،

(۴۹) محمد نہم، سنہ ۸۴۹ھ مطابق سنہ ۱۴۴۵ء

(۵۰) محمد دہم، سنہ ۸۵۹ھ " سنہ ۱۴۵۴ء

(۵۱) علی، سنہ ۸۶۸ھ " سنہ ۱۴۶۳ء

(۵۲) ابو عبداللہ، سنہ ۸۸۸ھ " سنہ ۱۴۸۳ء

(۵۳) ابو عبداللہ صغیر سنہ ۸۸۸ھ / ۱۴۸۳ء لغایت سنہ ۸۹۷ھ / ۱۴۹۱ء

تنبیہ:- سنہ ۸۹۷ھ / ۱۴۹۱ء فردیانند بادشاہ قسطلان نے غرناطہ کا محاصرہ کیا۔ اور جب ابو عبداللہ مجبور ہو گیا کہ غرناطہ دشمن کے حوالہ کردے، تو اس وقت فردیانند اور اہالی غرناطہ مین ایک معاہدہ ہوا۔ اس مین ۶۷ شرطین تھین اور فردیانند نے مسلمانون کی مذہبی آزادی اور شہری

و مدنی حقوق کے احترام کا عہد کیا تھا، لیکن اس معاہدے
اور ۶۷ شرطون کا نتیجہ ہم مشہور مورخین لاڈس
اور پمپو کے لفظون مین لکھتے ہین کہ شاید ہی کہین انسانی
کرہ کے انسانون نے قتل، آبادی کی ویرانی، علم
اور مدنیت کی بربادی، وحشت اور بربریت کی انتہا
مین ایسی مجنونانہ بیتابی دکھلائی ہوگی جیسی کہ اسپین
کے علمبرداران مسیحیت نے دکھلائی۔ پچاس برس کے
اندر نہ صرف مسلمانون سے بلکہ علم و مدنیت کی تمام
علامتون اور نشانیون سے پورا جزیرہ نمائے اندلس
صاف کر دیا گیا،

واضح رہے کہ امامیہ اثنا عشریہ نے حکومت دینی
کو سلطنت دُنیوی سے بالکل علیحدہ کر دیا ہے، یہی
وجہ ہے کہ شاہ اسمٰعیل صفوی (۹۰۵ھ / ۱۴۹۹ء) کے عہد سے سلطنت
ایران کا مذہب شیعہ امامیہ ہے لیکن شاہان ایران
نے خلیفہ ہونے کا دعویٰ کبھی نہین کیا، یہ جماعت
(شیعہ امامیہ) مجتہد جامع الشرائط کو امام الزمان کی
غیبت مین نائب امام کہتی ہے اور انھین کو مجازاً حاکم
شرع سمجھتی ہے، ائمہ اثنا عشر کے اسمائے مبارک لفظ
اثنا عشری کے تحت مین درج کئے جا چکے ہین۔ فرقہ
تشیع مین سے جماعت اسمٰعیلیہ نے اپنی خلافت مصر مین قائم
کر لی تھی، جو تقریباً دو سو صدی تک رہی، فرقہ کیسانی

اور زیدی نے بھی خلافت حاصل کرنے کے لئے جد و جہد
کی، ان دو جماعتون مین سے کیسانی علی بن عبد اللہ
عباسی کے طرف دار ہو گئے تھے اور زیدیون نے زید
بن علی بن حسین علیہم السلام کا ساتھ دیا، اس سیاسی جد
و جہد مین عباسیہ تخت خلافت پر فائز المرام ہوئے، اور
زیدیون کو ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑا، شیعون کی اُس
جماعت نے جو امامیہ کہلاتی ہے، خلافت کے حصول
کیلئے کوئی عملی اقدام نہین کیا۔

خلیل (ع)، بالفتح دوست، اُس کی جمع اخلاّ
آتی ہے،

خلیل مشتق ہے خُلت (بالضم) سے، جس کے معنی
صداقت اور محبت کے ہین،

خلیل اللہ لقب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا
سورہ نساء (پ ۵، ع ۱۰، آیت ۱۲۴) مین ہے خدا
نے ابراہیم کو خلیل (دوست) ٹھہرایا، کتب دینیات
مین حضرت ابراہیم کے خلیل اللہ ہونے کی نسبت متعدد
روایتین پائی جاتی ہین جو تمام تر روایات یہود سے
ماخوذ ہین، ہم اس مقام پر ایک روایت تفسیر عمدۃ البیان
سے نقل کرتے ہین، لکھا ہے کہ مصر مین حضرت ابراہیم کا ایک
دوست تھا، آپ اس کے پاس گدہا لیکر کچھ غلہ لینے کو
گئے، لیکن اُسکو گھر نہ پایا چونکہ وہان سے گدہے کو خالی

پھرنا آپنے مکروہ جانا، اس لئے گدہے کی گونون مین
ریت بھرلی، اور گھر مین لاکر چھوڑ دیا۔ اور خود سو گئے،
حضرت سارہ نے گونون کو کھولا تو دیکھا کہ اُن مین
نفیس آٹا بھرا ہوا ہے، اس کی روٹیان پکائین، اور جب
حضرت ابراہیم بیدار ہوے، تو آپکے سامنے لاکر رکھین،
حضرت ابراہیم نے پوچھا کہ یہ روٹیان کہان سے آئین،
حضرت سارہ نے کہا کہ یہ روٹیان اُس آٹے کی ہین
جو آپ اپنے دوست مصری کے پاس سے لائے تھے،
حضرت ابراہیم نے کہا کہ البتہ وہ میرا دوست (خلیل) ہے
لیکن مصری نہین ہے، بلکہ قادر مطلق ہے (انتہی
کلامہٗ) صاحب بیضاوی نے بھی اس روایت کو
کسی قدر فرق کے ساتھ اپنی تفسیر مین نقل کیا ہے، چونکہ
یہ روایات اسرائیلیات سے ماخوذ ہین، اسلئے اسلام
اسکی صحت کا ذمہ دار نہین ہے،

خلیل بن احمد بصری، جید عالم اور صاحب
تصانیف بزرگ ہین، آپنے ایک لغت تدوین کی
جس کی ترتیب باعتبار مخارج رکھی ہے، یعنی پہلے حروف
حلقی، پھر لسانی، پھر اسنانی، اور پھر شفوی، اس
لغت کا نام کتاب العین ہے، اس لغت کے علاوہ آپنے
اور بھی کئی علمی یادگارین چھوڑی ہین، آپ ہی وہ پہلے
عالم ہین جنھون نے علم عروض [illegible]

قواعد قلم بند کئے، آپ کی وفات سنہ ۱۷۰ھ یا ۱۷۸ھ مین ہوئی،

خم (ع) بالفتح، ٹھہرا، اور بالضم مٹکہ شراب کا،
صوفیہ کی اصطلاح مین خم کہتے ہین موقف کو، اور
خمِ زلف کہتے ہین اسرارِ الٰہی کو (کشاف اصطلاحات
الفنون)

خم خانہ (ف) شراب خانہ،
اصطلاحِ تصوف مین عالمِ تجلیات کو کہتے ہین،
(کشاف اصطلاحات الفنون)

خمار (ع) بالکسر اوڑھنی، اس کی جمع خُمُر اور
اخمرہ آتی ہے، عرب کے محاورہ مین اس عورت کی
نسبت جو فاجرہ ہو کہتے ہین کہ اس کی خمار (بالکسر یعنی
اوڑھنی کو کتا سونگہ گیا،
کبھی کبھی خمار سے مراد پگڑی بھی لیجاتی ہے، جس سے
مرد سر ڈھانکتا ہے، خمار کے اس معنی پر آنحضرت صلعم کی
وہ حدیث دلالت کررہی ہے، جو حضرت بلالؓ سے
مروی ہے کہ آپنے مسح کیا موزون پر اور خمار پر (جامع
ترمذی جلد اول)
اصطلاحِ تصوف مین خمار (بالکسر) کہتے ہین محبوب
کے حجاب کو یعنی روے وحدت پر کثرت کے پردون کے
ظاہر ہونے کو (کشف اللغات)

خمار (ع) بالفتح و تشدید میم، شراب [illegible]

بھیجنے والا، صوفیون کی اصطلاح مین مرشد کامل کو کہتے ہین،

خمر (ع) بفتح اول وسکون ثانی (۱) شراب انگوری (۲) مطلق شراب مست کرنے والی، اسکی جمع خمور آتی ہے، غایۃ الاوطار (جلد چہارم، کتاب الاشربہ) مین ہے کہ حنفیہ کے نزدیک خمر کے معنی شراب انگوری، اور شافعیہ کے نزدیک مطلق شراب مست کرنے والی کے ہین، صاحب منتہی الارب لکھتے ہین کہ خمر وہ ہے جو مستی لاوے، خواہ وہ شیرۂ انگور ہو یا غیر اس کے، اور اپنے قول کی تائید اس طرح کرتے ہین کہ خمر مدینہ مین حرام ہوئی، اور مدینہ مین خمر انگور کی نہ تھی بلکہ کھجور کی تھی، آقا عاملی جو فقہائے امامیہ اثنا عشریہ مین سے ہین، اپنی تالیف جامع عباسی مین لکھتے ہین کہ خمر کے حکم مین وہ شیرۂ انگور بھی داخل ہے، جو اُبال لے آئے، اور دو ثلث اوس کے نہ جلے ہون، بعض علمائے اسلام تمباکو کو بھی خمر کے حکم مین داخل جانتے ہین، چنانچہ ۱۲۱۸ھ مطابق ۱۸۰۳ء مین جب سعود نجدی کی فوج کا مکہ معظمہ پر قبضہ ہو گیا، تو حقون کو جن مین تمباکو پی جاتی تھی، باین خیال توڑ ڈالا گیا کہ تمباکو نوشی خمر کے حکم مین ہے،

خمر کی وجہ تسمیہ مین دو قول مروی ہین (اول) خمر کو خمر اسلئے کہتے ہین کہ وہ رکھی گئی یہانتک کہ مختمر ہو گئی، اور اختمار عبارت ہے تغیر ریح سے (دوم) مخامرات کا اطلاق چھپانے اور ڈھانکنے پر ہوتا ہے، اور چونکہ خمر عقل کو چھپا دیتی اور خبط کر دیتی ہے اسلئے اسکو خمر کہتے ہین،

قران مجید مین خمر کے بارے مین تین حکم آئے ہین۔ جو یکے بعد دیگرے نازل ہوئے (اول) سورہ بقر (پ ۲، ع ۲۷، آیت ۲۱۶) مین ہے کہ آپسے (اے محمد صلعم) پوچھتے ہین شراب اور جوے کی نسبت، اُن سے کہدیجئے کہ ان دونون مین نقصان بہت ہے، اور ان کا نقصان ان کے نفع سے بڑھا ہوا ہے، الی الآیہ (دوم) سورہ نسا، (پ ۵، ع ۷، آیت ۴۷) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو نماز کے نزدیک نہ جاؤ (یعنی نماز نہ پڑھو) ایسے حال مین کہ تم نشہ مین ہو، (سوم) سورہ مائدہ (پ ۷، ع ۱۲، آیت ۹۳، ۹۲) اے مومنین اس کے سوا کچھ نہین کہ شراب (پینی) جوا (کھیلنا) اور استھانون کو (پوجنا) اور فال کے تیرون سے (فال نکالنا) ناپاک (کام) ہے، اور شیطان کے کامون مین سے ہے تم اس سے بچو تاکہ فلاح پاؤ۔ اس کے سوا کچھ نہین کہ شیطان چاہتا ہے کہ تم مین شراب اور جوے کے سبب سے عداوت اور بغض ڈالے، اور تم کو اللہ کی یاد سے روک دے، الخ غرضیکہ حرمت شراب کے متعلق

آخری حکم ۵ھ میں نازل ہوا ہے، اور اسکا شانِ نزول اصحاب کا وہ جھگڑا ہے جو انھون نے شراب پی کر برپا کیا، اور جس مین حضرت سعد بن وقاص رضؓ کا (بقول بعضے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضؓ کا) سر زخمی ہوگیا، علماء اہلِ تسنن کا اختلاف ہے کہ وہ صحابی کون تھے، جنھون نے حالتِ نشہ مین جھگڑا کیا، اور زخم شدید پہنچایا۔ علامہ شیخ شہاب الدین اپنی تالیف مستطرف (مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۲۱۸) مین حضرت عمرؓ کا نام لکھتے ہین، اور علامہ شبلی اپنی سیرۃ النبی (جلد دوم) مین حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کا۔ مولانا معین الدین ندوی اپنی تالیف خلفاے راشدین مین لکھتے ہین کہ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ نے اسلام سے پہلے کبھی شراب نہین پی، اور اسلام کے بعد تو اسکا کیا موقع ہو سکتا تھا، ترمذی اور ابو داؤد مین ایک روایت ہے کہ شراب کی حرمت سے پہلے حضرت علیؓ نے شراب پی، لیکن اس روایت کا اخیر راوی حضرت علیؓ کا مخالف ہے، اس لئے اسکی شہادت معتبر نہین ہو سکتی، حاکم کے مستدرک مین اصل واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک اور شخص کا شراب پی کر امامت کرنے کا واقعہ بیان کیا، مخالف راوی نے خود حضرت علیؓ کا نام لے دیا۔ (انتہی کلامہٗ) علماء اہل تشیع کے نزدیک آیۂ حرمتِ خمر کا شانِ نزول

حضرت عمرؓ کی شراب خواری ہے، مختصر یہ کہ جب شراب قطعاً حرام ہوگئی تو آنحضرت صلعم نے مدینہ منورہ کے گلی کوچون مین منادی کرادی کہ آج سے شراب حرام ہے، باین ہمہ شراب کی تجارت جاری رہی جسکی نسبت امتناعی حکم ۹ھ مین صادر ہوا۔

غایۃ الاوطار (کتاب الاشربہ جلد چہارم) مین بحوالہ مبسوط وغیرہ دس دلیلین خمر کے حرام ہونے کی نسبت آیاتِ قرانی سے مستنبط کرکے تحریر کی ہین، (۱) خمر کا ذکر قمار اور اصنام کے ساتھ کیا گیا ہے، (۲) خمر کو رجس یعنی نجس العین بتلایا گیا ہے، (۳) اعمال شیطانی سے اسکو شمار کیا گیا ہے (۴) اس سے اجتناب کا حکم ہوا (۵) اجتنابِ خمر پر فلاح متعلق کی گئی، (۶) خمر سے شیطان ایقاعِ عداوت کا ارادہ کرتا ہے (۷) بُغض کا ایقاع بھی اسی کے سبب سے ہوتا ہے، (۸) خمر یادِ خدا سے روکتی ہے (۹) نماز سے بھی روکتی ہے (۱۰) خمر کا امتناعی حکم نہی بلیغ بصیغہ استفہام تہدیدی آیا ہے،

چونکہ امام شافعی کے نزدیک جو چیز نشہ پیدا کرے خمر مین داخل ہے، اور اس کی حرمت قطعی ہے، اسلئے اسکا استعمال گو وہ بہت ہی قلیل ہو جائز نہین،

کو کہتے ہین، اس کے علاوہ جو نشہ کی چیزین ہین انکی
حرمت قیاسی ہے، لہذا اُن کی وہ مقدار جو نشہ پیدا
نہ کرے جائز ہے، چنانچہ نبیذ تمر (شربت شبینہ
خرما کا) اور خلیط (یعنی وہ شراب جو خرمے اور
منقی کو قدرے جوش دیکر نکالین) اور مثلث اور
نبیذ شہد اور گیہون و جو وغیرہ کے شربت کا استعمال عبادت
پر تقویت پانے کی غرض سے حلال ہے، لیکن امام
محمدؒ کے نزدیک ان کا پینا حرام ہے، گو عبادت کے لئے
قوت حاصل کرنے کے واسطے ہی ہو اور فتوی اہل تحقیق
کا امام محمد کے قول پر ہے (مظاہر حق، کتاب الحدود
بیان الخمر و وعید شاربہا) غایۃ الاوطار مین مصنف
کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ خمر کا قلیل اور کثیر باتفاق امت
حرام ہے بسبب حرمت ذاتی کے یعنی خمر کی ذات
حرام ہے خواہ نشہ کرے یا نہ کرے، قران مجید مین خمر
کو رجس فرمایا ہے اور رجس کہتے ہین نجس العین
کو جس کی ذات ناپاک ہو، لحم خنزیر کو بھی نجس فرمایا
ہے، تو خمر اور لحم خنزیر نجاست ذاتی مین برابر ہین
اور حرام ہونے مین یکسان (غایۃ الاوطار، کتاب
الاشربہ جلد چہارم)

فقہائے امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک شراب اور
ہر نشہ کی چیز مثلاً خرمے کی شراب، شہد کی شراب منقی اور
جو اور ترنج وغیرہ کی شراب تھوڑی یا بہت حرام
ہے، اور آب انگور جب کہ غیلان کرے یعنی نیچے کا
اوپر کو جائے خواہ جوش دینے سے ہو یا آپسے آپ ہو
اسوقت تک حلال نہ ہوگا، جب تک دو تہائی
اس مین سے پکا کر سکھا نہ ڈالا جائے یا سرکہ نہ ہو جائے
(جامع الجعفری کتاب اطعمہ و اشربہ) علمائے حنفیہ کے
نزدیک سرکہ ہو جانے پر شراب حلال ہو جاتی ہے خواہ
یہ انقلاب کسی چیز کے ڈالنے سے ہو یا کسی اور سبب سے
مثلاً بہت دن گذر جانے یا آفتاب مین رکھنے کے باعث
سے لیکن امام شافعی کے نزدیک شراب پاک نہین
ہوتی، اگر اس مین کوئی چیز ڈال کر سرکہ مین منقلب کرین
(مظاہر حق)

چونکہ شراب کا پینا کتاب و سنت و اجماع کی
رو سے حرام ہے، اسلئے شراب پینے والے پر حد جاری
کی جاتی ہے، جو اسی درے ہین جمہور ائمہ کے نزدیک
اور چالیس کوڑے ہین بعض کے نزدیک، پس جو
کوئی شراب پیوے اگرچہ ایک قطرہ ہو پھر پکڑا جاوے
اور بو اس کی موجود ہو یا لوگ اس کو پکڑ کر لا دین
اس حال مین کہ نشہ مین ہو اگرچہ نشہ بسبب پینے نبیذ
ہی کے ہو اور دو شخص شہادت دین اس کے شراب
پینے کی یا وہ خود اقرار کرے اس کا ایک بار (اور نزدیک

امام یوسف کے دو بار) اور ثابت ہو پینا اس کا جوشی
تو حالتِ ہوشیاری مین آزاد کو اسی (۸۰) کوڑے،
اور غلام کو چالیس (۴۰) کوڑے حد ماری جاوے (مظاہر
حق، کتاب الحدود، باب الخمر) یہ حد کپڑے اتار کر
جاری کی جاوے گی، اور کوڑے اس کی پیٹھ اور
اور دونون شانون پر مارے جاوین گے، نہ کہ
ایسے مقام پر جن کی ضرب ہلاکت کا باعث ہو (جامع
الجعفری، کتاب الحدود)

المشکوٰۃ (کتاب الحدود، باب الخمر) مین جو احادیث
درج ہین ان مین سے بعض احادیث سے پایا جاتا
ہے کہ آنحضرت صلعم نے اور حضرت ابوبکرؓ نے شراب
پینے والون کو جوتیون سے بھی پٹوایا ہے، اور نیز
یہ کہ ابتدائی زمانہ مین چالیس کوڑے شراب پینے
کی حد تھی جو عہد حضرت عمرؓ مین بمشورہ حضرت علی
مرتضیٰؓ المضاعف یعنی اسی کوڑے کردی گئی، تفصیل
اس اجمال کی الفرق (جلد دوم ص ۳۰۲) مین اس
طرح لکھی ہے کہ عہد حضرت ابوبکرؓ مین غلطی سے سمجھ
لیا گیا تھا کہ شراب پینے کی حد چالیس دُرّے ہین
لیکن حضرت عمرؓ کو اپنے عہد مین تردد ہوا تو انھون
نے حضرت علی مرتضیٰؓ کی طرف رجوع کی، حضرت
علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کہ جب کوئی شراب پیتا ہے

تو سکر مین ہو جاتا ہے اور جس وقت سکر مین ہو جاتا
ہے تو افترا باندھتا ہے، پس شراب پینے کی حد وہی ہو
جو مفتری کے لئے ہے یعنی اسّی درے، حضرت عمرؓ نے اس
راے کو پسند فرمایا اور کہا لولا علی لہلک عمر

خمس (ع) یا پانچوان حصہ،

سورہ انفال (پ ۱۰، ع ۵، آیت ۴۲) مین ہے کہ
"جان لو کہ جو کچھ لڑائی مین تمھارے ہاتھ آئے تو بے شک اس
مین پانچوان حصہ اللہ کے لئے اور رسول کے لئے اور ذوی
القربیٰ کے واسطے اور یتیمون اور مسافرون کے واسطے
ہے اگر تم اللہ پر ایمان لائے - اور ایمان لائے اس پر جو بھیجا
ہم نے اپنے بندہ پر فیصلہ (یعنی فتح) کے دن الی الآخر،
غزوۂ بدر (۲ ہجری) کے بعد خداے تعالےٰ نے غنیمت
کو خود اپنی ملک قرار دیا - جس مین خمس یعنی پانچوان حصہ
مخصوص کردیا ان لوگون کے لئے جن کا ذکر آیت مندرجۂ
بالا مین آیا ہے، اہل تشیع کہتے ہین کہ رسول خدا صلعم کے
زمانہ مین خمس کے چھ حصے ہوتے تھے، ایک خدا کا، ایک
پیغمبر کا، اور ایک پیغمبر کے اقربا کا، یہ تین حصے رسول
خدا صلعم خود لیتے، اور ایک حصہ بنی ہاشم کے یتامیٰ کو اور ایک
حصہ اُن کے مسکینون کو اور ایک حصہ اُن کے مسافرون
کو دیتے تھے، لیکن آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد خلفاء نے
ذوی القربیٰ (آنحضرت صلعم کے خمس ...

بلکہ خمس کی رقم کو بیت المال (خزانۂ عامرہ) مین داخل
کیا، غایۃ الاوطار مین ہے کہ ہمارے یعنی حنفیون کے
نزدیک خمس مین بنی ہاشم کا کچھ حق نہین ہے، اسواسطے
کہ خلفاء راشدین رضؓ نے خمس مین سے ان لوگون کو محض
قرابت رسول کی بنا پر کچھ نہین دیا، البتہ بسبب محتاجی
خمس کے مستحق ہوسکتے ہین، امام شافعی اور امام احمد کا
مذہب یہ ہے کہ خمس الخمس مین غنی اور فقیر ذوی القربیٰ
(آنحضرت صلعم) کے مساوی حق رکھتے ہین (یعنی غنی کو کم
اور فقیر کو زیادہ یا اس کے خلاف نہین دیا جاسکتا) اور
امام مالک کے نزدیک امام مختار ہے خواہ اُن کو دے یا
نہ دے (ترجمہ در مختار کتاب الجہاد، باب الغنم وقسمتہ)
صاحب الفرق لکھتے ہین کہ جب خلافت اپنے محل پر قائم
نہ رہی اور دوسرے لوگون نے اپنے ہاتھ مین اسکو
لے لیا تو وہ اُن تدابیر کو سلطنت کے برقرار رکھنے کے لئے
عمل مین لانے پر مجبور تھے، جن کی روسے دعویداران
سلطنت کو جہان تک اور جس پہلو سے ممکن ہو کمزور
اور ضعیف کیا جائے، اور اہل بیت پیغمبر یعنی حق داران
و دعویداران خلافت پیغمبری کو کمزور اور ضعیف کرنے
کی اس سے بہتر اور کوئی عملی تدبیر نہ تھی۔ کہ حق خمس
اُنکا جس سے نشان اس بات کا پایا جاتا تھا۔ کہ
وہ لوگ پیغمبر اور بادشاہ اسلام کے خاندانی شاہزادی

ہین، روکا جائے (الفرق جلد دوم ص ۵۸۲)
ترجمہ در مختار (کتاب الزکوٰۃ باب الرکاز) مین ہے
کہ مسلمان یا ذمی کی پائی ہوئی کان خواہ دفینہ سے
خمس بھی لیا جائے، بشرطیکہ وہ زمین غیر کی ملک ہو،
اگر پانے والی کی ملک ہوگی، تو اُس مین خمس نہ ہوگا"
(انتہی کلامہٗ) جامع عباسی (باب سوم) مین امامیہ
اثنا عشریہ کا مذہب یہ لکھا ہے کہ اُن کے نزدیک خمس سات
چیزون مین واجب ہے (۱) مال غنیمت مین جو کفار حربی سے حاصل
ہو (۲) جب چاندی، سونا یا فیروزہ اور تانبے وغیرہ کی کان نکل آئے
اور کھدائی وغیرہ نکال کر بیس مثقال شرعی سونے کی مالیت ہو،
بعضے مجتہدین کے نزدیک بیس مثقال سے کم مالیت ہوگی تب
بھی خمس نکلے گا (۳) موتی مونگا وغیرہ یعنی جو چیز غوطہ
لگا کر دریا سے نکالی جائے اور بیس مثقال سے کم مالیت ہو
(۴) جب حلال اور حرام مال اس طرح سے مل جائے
کہ تمیز نہ ہوسکے (۵) اہل کتاب مسلمان سے زمین خریدے
(۶) خزانہ گڑا ہوا اگر کہیں سے پا دے (۷) زراعت
وتجارت وحرفت وغیرہ سے جو فائدہ حاصل ہو اور
خرچ کر کے جو بچے اسکا خمس نکالنا چاہیے، خمس مین سے
نصف امام کا حق ہے اور نصف سادات کا حق ہے
یعنی اُن لوگون کا جو باپ کی طرف سے ہاشمی ہون
اور یتیم یا مسکین یا مسافر ہون، اس نصف کو خود صاحب مال

مستحقین کو پہنچا سکتا ہے لیکن امام کا نصف حق غیبت
کے زمانہ مین مجتہد کے پاس جانا چاہیئے،

خمسۂ متحیرہ، (ع) پانچ (ستارے) چلنے والے
منجمین کی اصطلاح مین سوائے شمس و قمر کے
باقی سیارون کو خمسۂ متحیرہ کہتے ہین، اُن کے نام یہ ہین،
(۱) عطارد (۲) زہرہ (۳) مریخ (۴) مشتری (۵)
زحل ان سیارون کو متحیرہ اسلئے کہتے ہین کہ یہ کبھی
کبھی اپنی معمولی چال کو چھوڑ کر الٹے یعنی پیچھے چلنے لگتے
ہین (غیاث اللغات)

خمسہ مسترقہ (ع) بضم میم دوم (قاف) پانچ
چرائے ہوئے،
واضح رہے کہ شمسی سال تین سو پینسٹھ اور چوتھائی
روز کا ہے، مگر متاخرین اہل فارس نے تین سو پینسٹھ
دن کی تقسیم اس طرح پر کی ہے کہ گیارہ مہینے تیس تیس
یوم کے اور بارہوان مہینہ (اسفندارند) پینتیس یوم کا
مقرر کیا، چونکہ بارہوان مہینہ پینتیس یوم کا تھا، لہذا اصطلاح
نجوم مین ان پانچ دنون کو خمسہ مسترقہ یا لواحق
کہتے ہین، ان مین سے ہر ایک دن کے جداگانہ نام
یہ ہین، اہنود، اشنود، اسفندند، دہشت اور ہشتویس،
اب چوتھائی دن جو باقی رہتا ہے، اس کو ایک سو بیس

تیرہ مہینے کا سال قرار دیدیا گیا،
ان ایام کو مسترقہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ سال
کے درمیان سے چرائے گئے ہین۔ بعضے کہتے ہیں کہ سلاطین
عجم کا ایک وزیر تھا جو ان پانچ روز کے محاصل کو غبن
کر جاتا، اور حساب مین نہین بتلاتا تھا، اسلئے ان ایام
کو مسترقہ کہنے لگے، (غیاث اللغات)

خمیس (ع) بالفتح اول وکسر ثانی، جمعرات
کا دن (۲) وہ کپڑا جو پانچ گز لمبا ہو (۳) وہ لشکر جو
پانچ ٹکڑیان رکھتا ہو، یعنی مقدمہ، قلب، میمنہ، میسرہ اور
ساقہ اسی ترتیب پر ترکی مین بھی ہراول، قول، جرنغار،
برنغار اور چنداول ہین (غیاث اللغات) خمیس لشکر
کو اسی لئے کہتے ہین کہ اس مین متذکرہ بالا پانچ ٹکڑیان
ہوتی ہین۔

خنّاس (ع) بالفتح، وتشدید نون مشتق ہے
خنس سے جس کے معنی ہین "پیچھے ہٹ گیا" پس خناس
اسکو کہتے ہین جو پیچھے ہٹ جائے، اصطلاح قرانی مین وہ
شیطان جو خدا کا نام لینے سے پیچھے ہٹ جائے خناس
کہلاتا ہے، سورہ ناس (پ ۳۰، ع اول آیت ۴)
مین ہے کہ (پناہ مانگتا ہون مین) خناس کے وسوسہ ڈالنے
سے اس کی جمع خنّس آتی ہے،

نزدیک حلق کی اس بیماری کا نام خُناق ہے جس مین اندر سے حلق گھٹ جاتا ہے، اس مرض کو دفع کرنے مین فصد زیر زبان بہترین تدبیرات سے ہے، ایک قسم خناق کی خناق کلبی کہلاتی ہے،

یہ قسم بدترین اقسام مین سے ہے، اس مین بیمار اپنا منہ کتے کی طرح کھول دیتا ہے، اور چونکہ یہ مرض کتے کو بہت ہوتا ہے، اس سبب سے اطبانے یہ نام رکھا (میزان الطب)

خنثیٰ (ع) بالضم وسکون نون، مشتق ہے خنث سے جس کے معنی سست، نازک اور کج ہونے کے ہین، اور چونکہ یہ علامات مونث کی ہین اس لئے خنثیٰ وہ شخص ہے جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا وہ ہے جو تذکیر و تانیث دونون علامتون سے معرا ہو۔ اگر خنثیٰ کے دونون شرم گاہین ہون تو دیکھنا چاہیئے کہ کون سی شرمگاہ سے پیشاب کرنے کی ابتدا کرتا ہے، اگر مرد والی شرم گاہ سے پیشاب کی ابتدا کرے تو مرد ہے، اور اگر عورت والی شرم گاہ سے ابتدا کرے تو عورت ہے، اگر دونون سے پیشاب کرے تو اسبق اور اقدم پر حکم ہے یعنی جس پیشاب گاہ سے پہلے پیشاب نکلتا ہو، اُس کا اعتبار ہے،

نماز جماعت مین خنثیٰ مشکل مردون اور عورتون کی صف کے مابین کھڑا ہوگا، خنثیٰ مشکل باس احتمال پر کہ وہ عورت ہے بدون محرم کے سفر نہ کرے اگر خنثیٰ قبل ظاہر ہونے اس کے حال کے مرجائے تو غسل نہ دیا جائے بلکہ تیمم کرا دیا جائے خاک پاک سے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک خنثیٰ مشکل کو میراث مین سے وہ حصہ ملے گا، جو کمتر ہوگا، مرد اور عورت کے دو حصون مین سے (ترجمہ درمختار کتاب الخنثیٰ) فقہاے امامیہ کے نزدیک خنثیٰ کو آدھی میراث مرد کی اور آدھی عورت کی دین گے (جامع الجعفری کتاب الفرائض، بحوالہ نہایہ ایجاز و مبسوط)

خندق (معرب) کھائی جو شہر کے چارطرف بنائی جاتی ہے، یہ لفظ معرب ہے کندہ کا جس کے معنی کھودی گئے کے ہین۔ کاف "خ" سے اور ہائے ہوز "قاف" سے بدل گئی، جسطرح پیادہ سے بیدق ہو گیا (سیرۃ النبی) حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے پر عمل کرکے غزوۂ احزاب جو ۵ھ کا واقعہ ہے، خندق کھود کر سرانجام دیا، (دیکھو احزاب) اس کی جمع خنادق آتی ہے،

خنزب (ع) اس شیطان کو خنزب کہتے ہین جو نماز کے وقت دل مین وسوسہ ڈالتا ہے۔ المشکوٰۃ (کتاب الایمان باب الوسوسہ فصل الثالث) مین روایت ہے حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے کہ مین نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ یارسول اللہ شیطان میرے اور میری نماز کے درمیان اوٹ ہو جاتا ہے، اور نماز مین شبہہ ڈالتا ہے پس فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ اس شیطان کا نام

خنزیر ہے پس جس وقت معلوم کرے تو اُس کو تو خدا کے ساتھ
پناہ مانگ اُس سے اور تف کر بائین طرف تین بار،
پس مین نے یہ عمل کیا اور خداے تعالےٰ نے مجھ سے
شیطان کو دور کر دیا،

خنزیر (ع) بالکسر، خوک، سور، اسکی جمع خنازیر
آتی ہے،

خنزیر کا لفظ خنز بمعنی فاسد اور آر بمعنی "دیکھتا ہون"
سے ہے، جس کے یہ معنی ہوئے کہ مین اس کو فاسد اور
خراب دیکھتا ہون،

حیوۃ الحیوان مین ہے کہ خنزیر دو طرح کا ہوتا
ہے، ایک درندہ جس کی کچلیان ہوتی ہین۔ اور مردار
کھاتا ہے، دوسرا شہری جو گھانس پر گذارا کرتا ہے، اگر
نر خنزیر کو خواب مین دیکھے، تو تعبیر اس کی افلاس اور
شر ہے، اور اگر مادہ خنزیر کو دیکھے تو تعبیر اسکی کثرت
اولاد ہے (حیوۃ الحیوان دمیری)

قرآن مجید مین لحم خنزیر کی ممانعت چار مختلف
آیات مین آئی ہے، اور اُن محرمات مین سے ہے،
جن کے متعلق احکامات کا نزول مکہ ہی مین شروع
ہو گیا تھا، چنانچہ (۱) سورہ انعام (پ ۸، ع ۱۸،
آیت ۱۴۶) (۲) سورہ نحل (پ ۱۴، ع ۱۵، آیت ۱۱۶)
(۳) سورہ بقر [illegible]

سورہ مائدہ (پ ۶، ع اول آیت ۴) مین منجملہ دیگر
محرمات کے لحم خنزیر کو بھی حرام بتلایا گیا ہے۔ اور
سورہ انعام مین تو لحم خنزیر کو رجس سے تعبیر کیا گیا ہے
اور رجس کہتے ہین نجس العین کو یعنی جس کی
ذات پاک نہ ہو، پس خنزیر سے خواہ زندہ ہو خواہ
مردہ کسی قسم کا نفع حاصل کرنا جائز نہین، اس کی
ہڈی، بال، دانت وغیرہ کوئی شے اس کی جائز
بالنفع اور طاہر نہین،

صاحب تفسیر القرآن سورہ بقر کی تفسیر مین لکھتے
ہین کہ عرب کے لوگ سور کھاتے تھے، لیکن لحم خنزیر صحت
انسانی کے لئے مضر ہے گو کہ مثل زہر کے فی الفور
اس کی مضرت ظاہر نہ ہو۔ سور کے گوشت کے مضر
صحت ہونے پر (علی الخصوص گرم ملکون مین) بہت
سے مباحثے ہوے اور انجام کار اس کا مضر ہونا تسلیم
ہوا ہے، علاوہ ازین اس امر سے انکار نہین کیا
جا سکتا کہ غذا کی تاثیر انسان کے اخلاق پر ضرور ہوتی
ہے، سور مین بعض خصائل ذمیمہ ایسے پائے جاتے
ہین جو عام اخلاق انسانی کے بخلاف ہین، اس لئے
اس کا کھانا بلحاظ حفظ اخلاق انسانی ممنوع کرنا
بلاشبہ انسان کو اخلاق ذمیمہ سے محفوظ رکھتا ہے،

نام ہے، جس کو گنٹھ مالا کہتے ہین، طب احسانی مین ہے کہ خنازیر ورم بلغمی ہوتا ہے سختی مائل، اکثر نرم گوشت مین خصوص گردن اور بغل مین پیدا ہوتا ہے (انتہی کلامۂ) خنازیر ظاہر گلو مین غدد متورم ہو کر پھول جاتے ہین، خاصکر سر اور گردن اور سینے کے غدود اور آخر کار ان مین پیپ وغیرہ پڑ جاتی ہے، ان چھ مزاجون مین سے جو ڈاکٹری (بخلاف طبّ یونانی) مین قرار دئے گئے ہین - ایک مزاج خنازیری کہلاتا ہے، اس کی دو قسمین ہین، ایک خنازیری دموی (یعنی سفید رنگ کا خنازیری مزاج والا) اور دوسری خنازیری بلغمی (یعنی سیاہ رنگ کا خنازیری مزاج والا)

خُواب (ع) بالفتح نیند، اور جو نیند مین دکھائی دے، چونکہ خواب مین کل حواس معطل ہو جاتے ہین اور خیال کام کرتا رہتا ہے اس لئے جو کچھ خواب مین دکھائی دیتا ہے، اسی خیال کا کرشمہ ہوتا ہے،

کتب دینیات مین خواب کی دو ہی قسمین لکھی ہین،
(۱) اضغاث احلام (۲) رویاے صالحہ، ان مین سے اضغاث احلام سے مراد وہ خواب ہین، جو نفس خیال کے واسطے سے ادراک کرتا ہے اور چونکہ خیال وساوس شیطانی اور ہواجس نفسانی کو مناسب نقش بندی کر کے پیش کرتا ہے اس لئے ایسے خوابون کی کوئی تعبیر نہین ہوتی، (۲) رویاے صالحہ سے مراد نیک خواب ہین جو موید الٰہی ہوتے ہین - اور جن کو نبوت کا چھیالیسواں جز کہا گیا ہے، رویاے صالحہ بھی تین نوع کے ہوتے ہین - ایک تو وہ جنکو تاویل و تعبیر کی ضرورت نہین ہوتی، دوسرے وہ جو محتاج تاویل ہوتے ہین، اور انکا کچھ حصہ معلوم ہو جاتا ہے، اور تیسرے وہ جنکا قطعی طور پر پتہ نہیں لگتا بغیر مکمل تاویل کے، (کشاف اصطلاحات الفنون، رویا)

خواتیم، (ع) انگوٹھیان، جمع ہے خاتم (بکسر التاء) کی،

اہل جفر کے نزدیک سات منفصلہ حروف جو لکھنے مین حروف آخری سے نہیں ملتے، خواتیم کہلاتے ہین، وہ حروف یہ ہین ا، د، ذ، ر، ز، و، لا (کشاف اصطلاحات الفنون)

خواجہ (ف) صاحب خانہ، یہ کلمہ عزت و اقتدار کا مفہوم پیدا کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ امراء و وزراء وغیرہ اسی لقب سے یاد کئے جاتے ہین، فارسی زبان مین اس کا استعمال بہت قدیم ہے، اور لسانی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد مین جب

شاہان اسلام کی ہندوستان مین حکومت قائم ہوئی،
توتاجرون کو عام طور پر خواجہ کہتے تھے، (ماخوذ از
رسالہ نگار) توران مین ابھی تک سادات کو خواجہ
کہتے ہین (غیاث اللغات) اہل مصر نے اس دور
جدید مین عیسائیون کے لئے جو اعزازی کلمہ بجای آفندی
کے مقرر کیا ہے وہ خواجہ ہے،

خواجہ سرا، اس خصی غلام کو جس کے سپرد
عموماً بیگمات شاہی کی محافظت کیجاتی تھی، خواجہ سرا
کہتے تھے،

خلفاے اسلام مین سے امیر معاویہ (المتوفی سنہ ۶۰ھ)
پہلے خلیفہ ہین جنھون نے خواجہ سراؤن کو اپنے محلات
مین جگہ دی (سنن اسلام وآئینۂ اسلام) اور ولید ثانی
(المتوفی سنہ ۱۲۶ھ) کے عہد مین جب شریف خاندانون کی
مستورات پردہ مین رہنے لگین توخواجہ سرا اُن کی
عصمت وعفت کے نگران اور محافظ مقرر ہوے،

اموی خلفاء نے مخنث غلام رکھنے کی رسم رومی
بادشاہون کی تقلید مین اختیار کی اور انھون نے
یونانیون وغیرہ سے اس رسم کو لیا، گو علماے اسلام
نے اس قبیح رسم کو موقوف کرنے مین پوری قوت صرف
کر دی، لیکن خلفاے امویہ کی عیش پرستی نے ان

مین امام جاحظ معتزلی کی سخت ترین جد وجہد بھی
جو انھون نے اس باب مین کی ناکامیاب رہی،
(ماخوذ از تاریخ اسلام آنریبل سید امیر علی)

خواجہ سرا دو قسم کے ہوتے تھے، ایک صندلی،
دوسرے بادامی، محلات شاہی کی خدمت صندلی
خواجہ سراؤن سے متعلق ہوتی تھی، اور بادامی خواجہ سرا
شاہی دربار مین رہتے تھے، اُن کو محلات مین جانیکی
اجازت نہین تھی،

خوارزم، خراسان کے شمال مین بحیرۂ خوارزم
یعنی یورال جھیل تک جس کا صدر مقام اس زمانہ
مین خیوا ہے ایک حکومت شاہان سلجوقیہ کی سرپرستی
مین قائم ہوئی۔ نوشتگین پہلا شخص ہے جو ملک
شاہ سلجوقی کی طرف سے ملک خوارزم کا حاکم ہوا اور
سنہ ۴۹۰ھ / ۱۰۹۷ء مین انتقال کر گیا، اس کے بعد اس کا بیٹا
قطب الدین محمد حاکم ہوا، اور شاہ کا لقب حاصل کیا،
اس نے ۳۲ برس حکومت کی اور سنہ ۵۲۱ھ / ۱۱۲۷ء مین انتقال
کیا، رفتہ رفتہ اسی خاندان کا ایک حاکم تکس خان
تمام ملک سلجوقیہ کا مالک ہو گیا، اور عراق پر بھی
تصرف کر لیا۔ اس خاندان کا خاتمہ چنگیز خان کے ہاتھون
عمل مین آیا، اور سنہ ۶۲۸ھ / ۱۲۳۰ء مین اس خاندان کا چراغ

خوارزم کے شاہان مامونیہ بڑے علم دوست اور فقیر پرور گذرے ہین، گویہ امرابھی تک تحقیق نہیں ہوا کہ اس خاندان کی بنیاد کس سنہ مین پڑی، تاہم ۴۹۰ھ ۱۰۹۷ء سے انکا نام تاریخ مین آتا ہے،

مملکت خوارزم کے مشہور اور بڑے شہر، خیوا، جرجانیہ، مختنر اور ہزارہ ہین،

خوارج، (ع) جمع ہے خارجی کی (دیکھو خارجی)

خواص، (ع) وہ صفتین جو کسی سے خاص ہون جمع ہے خاص اور خاصہ کی،

اصطلاحِ منطق مین وہ اسم جو ایک ہی معنی مین بہت سی اسناد پر دلالت کرے، خواص کہلاتا ہے کیونکہ ان تمام اشیا مین عام طور پر ایک خاص صفت یا کیفیت پائی جاتی ہے،

علم الخواص ایک علم ہے جس مین خواص طبعیہ کی استعانت اور اعداد و حروف و اسما کی مزاولت سے اعمالِ مخصوصہ کیے جاتے ہین، اور غرض اُن سے حصول نفع ناجائز اور ضرر رسانی ہوتی ہے،

خوجہ، اصل مین یہ لفظ خواجہ ہے جو ہندوستان مین شاہانِ اسلام کے عہد مین تاجرون کے لیے مستعمل ہوتا تھا، اور چونکہ یہ نو مسلم قوم تجارت پیشہ تھی، اسلیے خواجہ یا خوجہ کہلائی، خواجہ جماعت تین فرقون پر مشتمل ہے اسمٰعیلی اثنا عشری، اور سنی، لیکن غالب تعداد اسمٰعیلی جماعت کی ہے،

فرقہ اسمٰعیلہ شیعہ مین خلیفہ مستنصر باللہ فاطمیہ مصریہ (المتوفی ۱۰۹۵ء ۴۸۷ھ) کی وفات پر ایک زبردست تفریق پیدا ہوئی. اور جن لوگون نے خلیفہ موصوف کے بڑے بیٹے نزار یہ اسمعیلیہ کو اپنا امام تسلیم کیا وہ نزاریہ کہلائے، اور جن لوگون نے دوسرے بیٹے مستعلی کو امام مانا وہ مستعلیہ کے نام سے موسوم ہوئے، اہل سکندریہ نے نزار کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کو المصطفےٰ لدین اللہ کا لقب دیا، لیکن خلیفہ ممدوح کے انتقال پر شاہین شاہ ملقب بہ افضل وزیر المستعلی نے نزار پر فوج کشی کی اور فتحیاب ہو کر نزار کو قتل کر دیا، (نظام الملک طوسی ص ۵۱۷) چونکہ شیخ الجبل حسن بن صباح نزار کی امامت کے معتقد تھے، اسلیے اُنھون نے نزاریہ جماعت کے شیرازہ کو منتشر نہ ہونے دیا. ہندوستان کے خوجے اسی جماعت سے وابستہ ہین، اور بوہرے جماعت مستعلی سے،

کہا جاتا ہے کہ خوجون کے حاضر امام آغا سلطان محمد شاہ جن کو دولت انگلشیہ کی طرف سے ہز ہائی نس اور نائٹ وغیرہ کے خطابات اور دربار فارس سے آغا خان کا لقب حاصل ہے، شیخ الجبل یعنی اسمٰعیلیہ الموت کے

خاندان سے ہین لیکن صحیفہ زرین کے بیان سے معلوم ہوتا
ہے کہ جب سلاطین اسمٰعیلیہ کی حکومت کو مصر مین زوال آیا
تو آغاخان کے اجداد مشرقی حصۂ ایران مین آکر
آباد ہوے،

صاحب مذاہب الاسلام بحوالہ پروفیسر آرنلڈ لکھتے
ہین کہ پیر صدرالدین آج سے دو سو برس پہلے سندہ (ہندوستان)
مین رہتے تھے، اور اسمٰعیلی مذہب رکھتے تھے، انھون
نے اپنا ایک ہندو نام رکھا، اور ہندون کے مذہب کی
مناسبت سے ایک کتاب مرتب کی جس کا نام دسا
اوتار (دس اوتار) رکھا، اس کتاب مین حضرت علی مرتضیٰ
کو دسوان اوتار تسلیم کیا گیا ہے، خوجون مین یہ کتاب نہایت
مقدس سمجھی جاتی ہے، اور احتضار کے وقت اس کی تلاوت
کی جاتی ہے، اس کتاب مین پیر مرحوم نے برہما، آنحضرت
صلعم کو اور وشنو حضرت علی مرتضیٰ کو، اور شیو حضرت آدم
کو بتلایا ہے،

فرقہ اسمٰعیلیہ نزاریہ کے متبعین دنیا کے مختلف حصون
مین پائے جاتے ہین، ایران مین ان لوگون کو اللہ
عطائی اور ایشیائے متوسط اور چینی ترکستان مین مولائی
اور شام و مصر مین اسماعیلیہ اور ہندوستان
مین خوجہ کہتے ہین، خوجون کا اعتقاد ہے کہ
ہز ہائی نیس آغاخان فرقہ اسمٰعیلیہ نزاریہ کے

امام ہین، جن کا نمبر سلسلۂ ائمہ مین اڑتالیسوان آتا ہے،
امامت کا سلسلہ حضرت علی مرتضیٰ رض سے شروع ہوتا ہے
اور حضرت امام جعفر صادق تک زیدیہ جماعت کو مستثنیٰ کرکے
اہل تشیع متحد رہتے ہین، بعدہٗ ان مین تفریق شروع ہوتی
ہے، ان مین سے ایک جماعت جو امامیہ کہلاتی ہے، حضرت
جعفر صادق کے چھوٹے صاحبزادے، امام موسیٰ کاظم
کی امامت کی قائل ہے، اور دوسری جماعت جسکو اسمٰعیلیہ
کہتے ہین، حضرت جعفر صادق کے بڑے صاحبزادے حضرت
اسمٰعیل کے فرزند امام محمد کی معتقد ہو جاتی ہے، بعدہٗ اس
جماعت اسمٰعیلیہ مین خلیفہ مستنصر باللہ کی وفات پر ایک
اور تفریق رونما ہوتی ہے، اور جماعت نزاریہ کی رہنمائی
شیخ الجبل حسن بن صباح بانی دولت اسمٰعیلیہ شرقیہ
کی ذات سے وابستہ ہو جاتی ہے، دولت اسمٰعیلیہ کی بربادی
(۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ع) کے بعد حاضر امام کے اسلاف ایران کے مشرقی
حصہ مین سکونت گزین ہو جاتے ہین، اور اس طرح نزاریہ
جماعت کی ہدایت کا سلسلہ جاری رہتا ہے،

ہندوستان مین جو لوگ آغاخانی سلسلہ مین داخل
ہین، وہ کئی نامون سے موسوم ہین یعنی (۱) گپتی جسکی
خاصی تعداد افریقہ مین بھی ہے (۲) شمسی جو پنجاب
اور سرحد کے ہندؤن سے مرکب ہے، ان لوگون کے سوشل
مراسم ایک مخلوط مجموعہ ہین اسلامی اور ہندوانی [illegible]

افغانستان کے مولائی جب ہند مین آتے ہین تو بل خشا
کیے جاتے ہین، یہ تمام معتقدین ہزہائی نیس آغا خان کو
نذرین دیتے ہین، اس نذر کو **دسون** بولتے ہین جس
کے معنی "دسوان حصہ" ہین یعنی ہر خوجا اپنی آمدنی مین سے
دسوان حصہ نذر دیتا ہے،

۱۹۰۸ء مین حاجی بی بی بیوہ آغا مسعود شاہ نے
آغا سلطان محمد شاہ بمبئی کی عدالت عالیہ مین بحیثیت
دختر آغا جنگی شاہ دعوی دائر کیا کہ وہ مشترکہ طور پر اُس
خاندانی جائداد کی جو ہندوستان اور ایشیاے کوچک
مین ہے اور جس کی مالیت دو کروڑ روپیہ کی ہے حصہ
دار ہے، مدعیہ نے حسب قانون شرع محمدی فقہ اثنا عشری
اپنا حق طلب کیا تھا۔ لیکن مدعی علیہ کی طرف سے کہا
گیا کہ وہ اسماعیلیہ شیعہ ہے جن کے یہان عورتون
کو ترکہ ملنے کا رواج نہین - اس مقدمہ کے ضمن مین
اس فرقہ کی بہت سی مذہبی اور تاریخی باتین شرح وبسط کے
ساتھ احاطۂ تحریر مین آچکی ہین، صاحب مذاہب الاسلام
نے، ان بیانات کا اختصار جو عدالت عالیہ بمبئی مین
ہوئے، اپنی کتاب میں درج کیا ہے، جس کے بعض مقامات
کی نقل اس مقام پر کی جاتی ہے،

"حاضر امام ۱۹، ۲۰، ۲۱، اور ۲۳ رمضان کو نماز
پڑھاتے ہین، ہم بارہ امامون کی (دیکھو ائمہ) زیارت
نہین پڑھتے، علی (مرتضیٰ) خدا ہین، علی (مرتضیٰ) سے پہلے
نو اوتار ہوئے، کوئی خوجہ حج کرنے (مکہ معظمہ) اور زیارت
کے لئے (کاظمین وسامرہ) نہین گیا، وہ مسلمان ہین مگر
دوسرے فرقے کے کلمہ لا الہ الا اللہ کو مانتے ہین،
علی (مرتضیٰ) دسوین اوتار ہین، محمد (صلعم) اُن کے
پیغمبر تھے،

خوجون مین دوسرا منصب جلیلہ پیر کا ہوتا
ہے، جس کا کام یہ ہے کہ امام کی عدم موجودگی مین اُس
کی نیابت کرے، اور لوگون کو امامی اسماعیلی بنائے
پیرون مین پیر صدر الدین بہت نامی گذرے ہین،
ہندوستان مین اس جماعت کے پہلے پیر یہی بزرگوار
تھے، جن کو اسلام شاہ نے دعوت امامی اسماعیلی کے لئے
بھیجا تھا، گنان اور دساوتار یہ دونون کتابین ان
ہی کی تالیف ہین، پیر کا تقرر حاضر امام کیا کرتے ہین،

خوف (ع) بالفتح اول وسکون واو، دردِ غم
جو وقوعِ مصیبت سے پیشتر ہو خوف کہلاتا ہے، برعکس
اس غم کے جو مصیبت کے واقع ہو جانے کے بعد ہو اور
جسکو **حزن** کہتے ہین، خوف محمود فعل اور امر حسنہ ہے
اگر محبت وعزت سے پیدا ہو، لیکن وہ خوف جو استبداد
اور استکبار کے مقابل پیدا ہوتا ہے، ایک امر مکروہ اور
ایک قسم کا شرک ہے، خوف کے تین درجے ہین، (۱)

قول و فعل مین مواخذۂ اخرویہ کا ڈر، اور جہنم کا خوف، یہ شان اتقیا کی ہے، (۱۱) وقوعِ خطاے ندامت، اور قلتِ عبودیت سے انفعال، یہ مقام عشاق کا ہے (۱۱۱) محض ذاتِ اقدس باری تعالےٰ سے بدون لحاظ کسی وصف اور اخذ و عطا و انتقام و جزا کے لرزان رہنا، یہ امر حاصل نہ ہوگا، مگر کمالِ امید اور غایتِ بیم مین جو شرطِ ایمان کی ہے،

قران مجید مین خوفِ الٰہی کو مومنین کی علامت بتلایا گیا ہے، چنانچہ (۱) سورۂ آل عمران (پ ۴ ع ۸، آیت ۱۶۹) مین ہے کہ مجھ سے ڈرین (خافون) اگر ایمان رکھتے ہین، (۱۱) سورہ مائدہ (پ ۶، ع ۱۱، آیت ۴۴) پس مت ڈرو لوگون سے لیکن ڈرو مجھ سے، اور مت خرید کرو میری آیتون پر مول تھوڑا،

المشکوٰۃ (کتاب الرقاق، باب البکا، والخوف، فصل الثالث) مین حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ جس مومن کی آنکھ خوفِ الٰہی سے آنسو گرائے، حالانکہ وہ آنسو مقدار مین اس قدر چھوٹا ہو جیسے کہ مکھی کا سر، تو اس پر اللہ تعالےٰ آگ کو حرام کر دے گا،

اسلام کا نصب العین یہ ہے کہ خوف و خشیت اور رحم و محبت کی وسطی ...

اسی لئے کہا گیا ہے کہ الایمان بین الخوف والرجا یعنی ایمان خوف اور امید کے درمیان مین ہے،

صلوٰۃ الخوف

صلوٰۃ الخوف، خوف کے وقت کی نماز،

مسلمانون کو حکم ہے کہ جب وہ دشمنون کے نرغہ مین ہون، تو صلوٰۃ الخوف ادا کرین، دیکھو سورہ نساء (پ ۵ ع ۱۵، آیت ۱۰۳ و ۱۰۲) منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے چوبیس مرتبہ نماز خوف پڑھی جس مین سے چار بار غزوون مین اتفاق ہوا یعنی غزوات (۱) ذات الرقاع (محرم ۵ھ) و (۲) ذی قرد (ربیع الاخر ۶ھ) و (۳) بطن نخل، اور (۴) عسفان، اور بیس مرتبہ دوسرے مقامات پر (ترجمہ درمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ والخوف) سر سید احمد نے اپنی تفسیر مین غزوون اور سریون کا بالاجمال تذکرہ سورہ توبہ کے تحت مین کیا ہے اُس تذکرہ مین "بطن نخل" اور "عسفان" کا ذکر نہین ہے (دیکھو تفسیر القران جلد چہارم

جب دشمن کا خوف ہوتا، تو مسلمان اپنی فوج کے دو حصے کرتے، ایک حصہ نماز پڑھتا اور دوسرا حصہ دشمن کے مقابل صف جمائے رہتا، چنانچہ آنحضرت صلعم نے غزوہ ذات الرقاع مین اسی طرح نمازِ خوف ادا کی یعنی ایک گروہ نے آپ کے پیچھے صف باندھی، اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابل پر رہا، جب نبی کریم صلعم ایک رکعت ادا کر چکے ...

پیچھے تھا، وہ دوسری رکعت ادا کر کے پیچھے ہٹ گیا، اور دشمن کے مقابل پر ہو گیا، اور دوسرا گروہ جو پہلے دشمن کے مقابل پر تھا، آنحضرت صلعم کے پیچھے کھڑا ہوا، اور آپنے دوسری رکعت اُس کے ساتھ ادا کی اور جب آپنے سلام پھیرا تو اُس گروہ نے اٹھ کر بقیہ رکعت پوری کر لی بعض روایات مین صرف ایک ہی رکعت کا ذکر ہے یعنی مقتدیون نے صرف ایک ہی رکعت باجماعت ادا کر کے نماز ختم کر لی (بیان القران)

خوفیہ، فرقہ جبریہ مین ایک شاخ خوفیہ بھی ہے، اُن کا عقیدہ ہے کہ حبیب کو حبیب سے خوف نہین کرنا چاہئے، اور اللہ ہمارا حبیب ہے (ماخوذ از مذاہب الاسلام)

خیار (ع) بکسر اول، اختیار، (۲) مقبول و نیک لوگ، (۳) کھیرا یعنی وہ ترکاری جس کو کچا کھاتے ہین،

خیار اسم ہے اختیار سے جس کے معنی دو امرون مین سے اچھا امر طلب کرنے کے ہین،

اصطلاح فقہ مین خیار وہ اختیار ہے جو بائع اور مشتری کو بسبب شرط کر لینے کے حاصل ہوتا ہے اور جس کی رو سے بیع کا قیام و فسخ قطعی نہین ہو جاتا، بیع کا اقتضا تو یہ ہے کہ قطعی ہو لیکن سول (جامع عباسی) یا سترہ (درمختار) مقامات مین واپسی کا اختیار فقہا نے جائز رکھا ہے،

ان مقامات مین اُن پانچ خیار کا مجمل تذکرہ کیا جاتا ہے جو زیادہ مشہور ہین،

(۱) **خیار الشرط**، اس خیار کی مدت تین دن تک ہے، شافعیہ حنفیہ اور امامیہ کے نزدیک، اگر اس مدت سے زائد مدت مقرر کیجائے، یا کوئی مدت معین نہ ہو تو بیع باطل ہو جاتی ہے، امام احمد اور اہل حدیث کا مذہب ہے کہ جتنی مدت ٹھہرائے، اتنی مدت تک اختیار رہے گا، اور اگر کوئی مدت معین نہ ہو تو ہمیشہ اختیار رہے گا،

(۲) **خیار العیب** یعنی عیب نکل آنے پر پھیر دینے کا اختیار، واضح رہے کہ اصطلاح فقہ مین عیب سے مراد وہ نقص ہے، جو قیمت کو کم کر دے،

(۳) **خیار الرویت** یعنی وہ اختیار جو مشتری کے دیکھنے کے بعد ہوتا ہے،

(۴) **خیار التعین** یعنی دو یا تین چیزین بیچنا، اس شرط پر کہ مشتری ایک کو اختیار کر لے،

(۵) **خیار المجلس** یعنی جلسہ مین موجود رہنے تک فسخ کا اختیار باقی رہنا، اس اختیار مین اختلاف ہے، امام شافعی کے نزدیک درست ہے، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ناجائز، (مظاہر حق جلد سوم، کتاب البیوع، باب الخیار) فقہاء امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک

خیارِ مجلس صحیح ہے، اور فقط بیع مین ہوتا ہے (جامع عباسی) عموماً عقدِ نکاح کے جواز مین اگر فریقین بالغ ہون، تو اُن کی رضامندی شرط ہے، اس بنا پر کسی بالغ عورت کا نکاح کوئی ولی اس کی رضامندی کے بغیر کردے تو وہ اُسوقت تک صحیح نہ ہوگا جب تک وہ عورت اپنی رضامندی ظاہر نہ کرے، نابالغ لڑکے یا لڑکی کا اگرچہ سبب ہو نکاح باپ دادا کرے تو یہ نکاح لازم ہوگیا، اور وقت بالغ ہونے کے انھیں فسخ کا اختیار نہین رہتا۔ لیکن اگر باپ دادا کے علاوہ اور کسی ولی نے نکاح کردیا تو فریقین کو جائز ہے کہ جب بالغ ہون نکاح کو فسخ کردین، یعنی بمجرد خیر اور بلوغ کے عورت کو اختیار ہے قبول ورد کا (غایۃ الاوطار، کتاب النکاح) لیکن یہ فیصلہ اُس سے فوراً نہین مانگا جاتا، (رسالہ معارف نمبر ۱ جلد ۱۲) البتہ سکوت سے رضامندی سمجھی جائے گی، اور اختیار فسخ کا باقی نہین رہیگا لیکن ثیبہ عورت اور لڑکے کا اختیار باطل نہین ہوتا۔ وقت بلوغ کے جب تک وہ تصریحاً یا اشارۃً راضی نہ ہوجائین۔ اگر بعد بلوغ فریقین فسخ نکاح پر آمادہ ہوجائین، تو قاضی کی طرف رجوع کرین تاکہ وہ افتراق کرا دے، اگر لونڈی آزاد ہے تو اس کے فسخ نکاح مین رجوعِ قاضی شرط نہین، اگر لڑکا یا لڑکی کوئی ان مین سے ایک قبل افتراق قاضی مرگیا، تو دوسرا اسکا وارث ہوگا، خواہ بالغ ہو یا نہ ہو، اس بنا پر کہ فسخ نکاح کی شرط نہین پائی گئی، اور نکاح قائم رہا، (نورالہدایہ کتاب نکاح) فقہاء امامیہ کے نزدیک اگر نابالغ کا نکاح باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی نے واقع کیا اور ان ناکح و منکوحہ مین سے ایک بلوغ سے پہلے مرگیا تو عقدِ نکاح، مہر اور میراث باطل ہے، اس لئے کہ یہ فضولی عقد ہے، جو بلوغ کی بعد کی اجازت پر موقوف ہے، (جامع الجعفری، کتاب النکاح)

خیارِ عتق کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی لونڈی کا نکاح اُس کے ولی نے اپنی رضامندی سے کردیا ہو تو آزادی کے بعد اس لونڈی کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنے اس نکاح کو باقی رکھے یا فسخ کردے،

خیاطیہ فرقہ معتزلہ کی شاخ ہے اور ابوالحسن بن ابو عمرو خیاط کے متبعین خیاطیہ کہلاتے ہین، ان کے نزدیک بندہ اپنے افعال پر آپ قدرت رکھتا ہے اور اس امر مین خدا کی معاونت کا محتاج نہین، ارادۂ الہی خود افعال الہی کے لئے خالق ہے، اور افعالِ عباد کے لئے امر ہے، (مذاہب الاسلام)

خَیال (ع) بالفتح، وہ صورت جو خواب مین دیکھے یا نیند مین تصور کرے، خیال اصل مین صورت

مجردہ کو کہتے ہین یعنی صرف ایک صورت کو، پھر اسکا
استعمال ہر ایک صورت پر ہونے لگا، جسکا تصور کیا جائے،
خیلا، کے معنی اکڑ کر چلنے کے ہین - اور خیال کو خیال
اسی واسطے کہتے ہین کہ کسی صورت کو حاضر کرتے وقت
قوت خیالیہ مین جولان پیدا ہوتا ہے،

حکما، کے نزدیک خیال اُس قوت کا نام ہے، جو
ان صورت ہائے محسوسات کی حفاظت کرتی ہے، جن کو
حس مشترک نے خمسہ ظاہری کے ذریعہ سے حاصل کیا ہے،
اگر وہ صورتین حس مشترک سے غائب ہو جاتی ہین تو
خیال مین ضرور باقی رہتی ہین، خیال حواس باطنہ مین
سے ایک حس ہے، اور اس کا محل آخری حصہ بطن
مقدم دماغ ہے،

اصطلاحِ تصوف مین خیال عالمِ مثال کو کہتے
ہین، جو عالم ارواح اور اجسام کے درمیان ہے (تذکرۃ
السلوک مصطلحات صوفیہ)

شعرا کی اصطلاح مین خیال کہتے ہین اُن الفاظ
مشترک کے لانے کو جو ذو معنی ہون، اور جن مین سے
ایک معنی حقیقی اور دوسرے مجازی ہون، اور مراد معنی
مجازی ہون،

خیال کی دو نوعین ہین، ایک **خیالِ لطیف**
اور دوسری **خیالِ دل آویز**، ان مین سے (۱)
خیال لطیف وہ ہے کہ مجازاً اصطلاحی ہو مثلاً رباعی

چون سبزہ بران لعل لب یار دمید
جانم بلب از ہوائے آن سبزہ رسید
تاریش کشیدہ است شدم زو کشتہ
گوئی کہ برائے کشتنم ریش کشید

اس رباعی مین ریش کشیدن کے دو معنی ہین، ایک
حقیقی دوسرے مجازی و اصطلاحی، شاعر کا مقصود اس
مقام پر ریش کشیدن سے اصطلاحی معنی ہین لیکن حقیقی
معنی کی طرف بھی خیال جاتا ہے، (۲) **خیال دل آویز**
وہ ہے جو کسی لطیفہ یا ضرب المثل پر مبنی ہو، (کشاف
اصطلاحات الفنون)

خَیّام (ع) خیمہ دوز، (۲) تخلص ہے ایک شاعر
کا، جس کا باپ خیمہ دوز یا خیمہ ساز تھا، اور اسی مناسبت
سے شاعر نے اپنا تخلص خیام رکھا،

خیام کا نام عمرو ہے، غیاث الدین لقب، اور ابوالفتح
کنیت، خیام خاکِ ایران کے وہ نامور حکیم، مہندس،
اور فلسفی شاعر ہین، جن پر ایران کو ہمیشہ فخر رہیگا،
اس نامور ہستی کے سال پیدایش کے متعلق سخت اختلاف
ہے، محققین مین جو قول مقبول ہے، اس کی رو سے
خیام ۴۱۰ھ / ۱۰۱۹ء مین پیدا ہوے اور ۵۱۷ھ / ۱۱۲۳ء مین قضا کر گئے
اور نیشاپور کے گورستانِ حیرہ مین مدفون ہوئے،

مسلمانوں نے خیام کے ساتھ اس کی حیات مین اور
نیز اس کی وفات کے بعد جو کچھ کیا وہ ظاہر ہے، لیکن
ہم اہل یورپ اور اہل امریکہ کی علمی قدر دانی کے
شکر گذار ہین، کہ وہ آج بھی خیام کی پرستش کر رہے
ہین، اور اُن کی رباعیان ہزارون آدمیون کا دین
وایمان ہین،

گو حکیم خیام فلسفۂ یونان کا درس دیا کرتے تھے،
اور رباعیات مین غیر معمولی رندی، شوخی اور ظرافت
کر جاتے تھے، لیکن محققین کی رائے ہے کہ حکیم خیام جیسے
اعلیٰ درجے کے فلسفی شاعر تھے، ویسے ہی اپنے زمانہ
کے ایک نامور اور پاک باز صوفی، حقیقت یہ ہے کہ
خیام کے ہر مصرعہ مین حکمت اور فلسفہ بھرا ہوا ہے، نظامِ
عالم، اسرارِ کائنات اور وجود وہستی کے نکات جس
دلربا طریقہ سے خیام ادا کرتے ہین، وہ اُن کا ہی
حصہ ہے،

حکیم خیام کی تصانیف مین سے (۱) جبر ومقابلہ (۲)
علم المساحت والمکعبات اور (۳) شرح اقلیدس
اُن کی علمی تحقیقات کی زندہ یادگار ہین، اور زیچ
ملک شاہی اُن کے نامور مہندس ہونے کا مسلم ثبوت
موجود ہے، اور اُن کی رباعیات حکمت وفلسفہ کا بہترین

خیانت ، (ع) بکسر، امانت مین چوری کرنا
خائن کے لئے قرآن مجید مین سخت وعید آئی ہے،
چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ

(۱) جو کوئی خیانت کریگا، تو قیامت کے دن وہ چیز
جس کو اس نے چورایا ہے، اس کے گلہ کا ہار ہوگی، اور
پھر پورا پورا اجر دیا جائے گا، ہر نفس کو اُس کی کمائی
کا اور ظلم نہین کیا جاوے گا (سورہ آل عمران پ ۴،
ع ۱۷، آیت ۱۵۵)

(۲) اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت خیانت کرو
اللہ کی اور رسول کی، اور مت خیانت کرو امانتون
کی (سورہ انفال، پ ۹، ع ۳، آیت ۲۷)

فقہائے اسلام متفق ہین کہ خیانت کے جرم مین خائن
کا ہاتھ قطع نہین کیا جائے گا، اس لئے کہ خیانت مین
حرز (یعنی چھپا ہوا مال کہ حفاظت سے رکھا ہو) جو
سرقہ کا خاص رکن ہے نہین پایا جاتا، جامع ترمذی
مین بھی حدیث مرفوع ہے کہ خائن اور منتہب پر قطعِ
ید نہین ہے، (ترجمہ در مختار، کتاب السرقہ وجامع الجعفری
کتاب حدود) بیان القرآن مین بحوالہ مفردات راغب
لکھا ہے کہ خیانت اور نفاق اصل مین ایک ہین، خیانت
باعتبار امانت کہا جاتا ہے، اور نفاق باعتبار

نقص عہد سے کی جائے،

خیبر، غالباً عبرانی لفظ ہے، جس کے معنی قلعہ
کے ہین، خیبر ایک مشہور اور معروف شہر ہے جو مدینہ منورہ
سے آٹھ منزل شام کی طرف ہے، یعنی دو سو میل کے فاصلہ
پر شمالی مشرقی جانب واقع ہے، چونکہ یہ شہر متعدد قلعون
سے مستحکم تھا، اسلئے خیبر کہلایا،

اوائل اسلام مین خیبر یہودیون کی جنگی قوت کا
مرکز تھا، اور یہان اُن کے بڑے بڑے
قلعے تھے، جب اسلام کا غلغلہ بلند ہوا، اور بنی
نضیر جو ۴ھ مین مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دئے
گئے تھے، اُن مین جا ملے تو اہل خیبر اسلام کی
بیخ کنی کے منصوبے باندھنے لگے، اور انھون
نے بنی اسد اور بنی غطفان کو بھی اپنا حلیف کر لیا
جب آنحضرت صلعم کو اُن کی مفسدانہ کارروائیون کا علم
ہوا تو ۷ھ مین آپ نے اس فساد کو مٹانے کے لئے چودہ سو
صحابہ کے ساتھ خیبر کی طرف کوچ کیا، اور مقام رجیع
(جو خیبر اور غطفان کے درمیان واقع تھا) مین فوجین اتار
دین، اس طرح اہل غطفان کو یہودیون کی اعانت سے
روک دیا گیا، جب آنحضرت صلعم خیبر پہونچے تو یہودیون
کو جنگ کے لئے آمادہ پایا، اور انھون نے قلعہ نشین ہوکر
جنگ چھیڑ دی، دوران جنگ مین مسلمانون نے
چند قلعے فتح کر لئے مگر قموس کا قلعہ جو نہایت مضبوط تھا ایک
عرصہ تک ناقابل تسخیر ثابت ہوا، اس قلعہ کے محاصرہ مین
بیس دن صرف ہوگئے، ہر روز نیزہ ظفر پیکر ایک ایک صحابی
کو دیا جاتا، مگر بے سود حتی کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو
بھی ناکامیابی سے دوچار ہونا پڑا، بالآخر آنحضرت صلعم نے
حضرت علی مرتضیٰؓ کو جو آشوب چشم سے بیمار ہو گئے تھے قلعہ پر
حملہ کرنے کیلئے بھیجا، مرحب سردار قلعہ نے حضرت علی مرتضیٰؓ
پر وار کیا، جسکو خالی دے کر آپ نے ایک ہاتھ ذوالفقار کا ایسا
بھرپور سر پر لگایا، کہ خود اور دستار کو کاٹ کر دانتون تک
جا پہنچا، جب یہودیون نے اپنے افسر کا اس طرح مارا جانا دیکھا
تو تاب مقابلہ نہ لا سکے اور بھاگ نکلے، اُن تمام معرکون
مین جو مختلف اوقات مین ہوئے ۹۳ یہود مارے گئے اور
۱۵ صحابہ نے شہادت پائی، فتح کے بعد خیبر کی زمین یہودیون
کو نصف پیداوار پر واپس دیدی گئی،

خیر (ع) بالفتح وسکون یاے تحتانی نیکی، بھلائی
اس کی جمع خیرات آتی ہے، خیر اصل مین مخفف ہے اَخیَر
کا جو صیغہ اسم تفضیل کا ہے، ہمزہ کو حذف کرکے حرکت یائے
تحتانی ماقبل کو دیدی تو خیر بن گیا، خیر سے مراد وہ چیز ہے
جس مین سب لوگ رغبت کرین، اور کبھی خیر کا اطلاق کیا
جاتا ہے کسی شے مین کمال حاصل کرنے پر اور شر اس کے خلاف
پر مستعمل ہوتا ہے،

صوفیہ کے نزدیک وجود پر خیر محض کا اور عدم پر
شر کا اطلاق کیا جاتا ہے،

حکما کے نزدیک خیر و شر یعنی نیکی و بدی دنیا مین
کوئی مجسم چیز نہین ہے، بلکہ انسانی افعال کا نتیجہ ہے، اگر وہ
نتیجہ مفید ہے تو ہم اس کو خیر سے تعبیر کرتے ہین، اور اگر مضر
ہے تو اس کو شر کہتے ہین، یہ خیر اور شر بطور اعراض کے
افعال کے ساتھ ہین، اور بدون مقابلہ اضداد کے ان کی
تمیز نہیں ہو سکتی، یہ اضداد بھی افعال ہی کے کرنے اور نہ
کرنے سے پیدا ہوتے ہین، یا اُن مین افراط و تفریط کے
بجالانے سے،

صاحب بیان القران لکھتے ہین کہ اسلام نے خیر و شر کا
کوئی مستقل وجود تسلیم نہین کیا ہے، بلکہ اُن قوی کے غلط
استعمال کا نام جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو دئے ہین،
شر رکھا گیا ہے، اور اُن کے صحیح استعمال کا نام خیر،

قران مجید مین لفظ خیر کئی معنون مین آیا ہے، چنانچہ
رسالہ فیض الرحمٰن مین پانچ معنی اس لفظ کے لئے ہین،

(۱) عمدہ بات، سورہ بقر (پ ۲، ع ۲۳، آیت ۱۸)
تمھارے حق مین عمدہ بات ہے (خیر)

(۲) بہتر، افضل، سورہ بقر (پ ۲، ع ۲۷، آیت ۲۳)
اور غلام مومن (مرتبہ مین) بہتر اور افضل ہے (خیر) مشرک سے

اگر ارادہ کرے تیرے ساتھ مھربانی کا (بخیر) تو کوئی اس
کے فضل کا دفع کرنے والا نہین،

(۴) نیکی، سورہ بقر (پ اول، ع ۱۳، آیت ۱۰۴)
آگے بھیج دو، تم اپنے واسطے نیکی (خیر) اللہ کے یہان اس
کو پاؤگے،

(۵) مال دینا- سورہ بقر، (پ ۲، ع ۲۲، آیت ۱۷۶)
اگر چھوڑین مال (خیر) تو مان باپ اور رشتہ دارون
کو موافق دستور کے وصیت کر جائین (انتہی) مفردات
راغب مین ہے کہ مال کو اسوقت تک خیر سے تعبیر نہین
کرتے جب تک کثیر نہ ہو اور مکان طیب سے نہ ہو،

اس مسئلہ مین کہ فطرت انسانی خیر ہے یا شر مختلف
مذاہب پائے جاتے ہین۔ ایک مذہب تو انسان کی
اصل فطرت کو شر تبلاتا ہے اور دوسرا مذہب انسان کی
فطرت کو بالکل سادہ قرار دیتا ہے یعنی اس مین خیر و شر
کچھ بھی نہین، تیسرا مذہب انسانی فطرت کو جامع خیر و
شر کہتا ہے، یعنی نیکی و بدی دونون کو انسان کی فطرت
مین داخل کرتا ہے، تقریباً تمام حکماے اسلام کا یہی مذہب ہے

مولانا ابو الکلام آزاد لکھتے ہین کہ قران مجید کا فیصلہ
ان تینون مذہبون سے علیحدہ ہے اور وہ یہ کہ انسان
کی فطرت ایک خالص و کامل خیر و نیکی ہے اور یہی انسان

صالحہ سے موسوم کی گئی ہے، اسی فطرت صالحہ کو دین قیمہ کہتے ہین، اور جس کا سب سے زیادہ جامع اور حاوی نام اسلام ہے، (ماخوذ از تفسیر سورہ والتین)

خیرات (ع) نیکیان، عرف عام مین بھیک دینا یا بھیک مانگنا،

قرآن مجید مین خیرات دو معنی مین مستعمل ہوا ہی (۱) نیکیان، سورہ انبیاء، (پ ۱۷، ع ۱۵، آیت ۷۳) اور وحی بھیجے، ہم نے ان کی طرف نیکیون کے (الخیرات) کرنیکے لئے،

(۲) نیک عورتیں، سورہ رحمٰن (پ ۲۷، ع ۳، آیت ۷) ان باغون کے محلون مین خوبصورت عورتین ہین (خیراتٌ)

خیرات کے مفہوم کے ادا کرنے کیلئے اور بھی چند الفاظ کتب دینیات مین آئے ہین، مثلاً (۱) نذر جس کے حقیقی معنی عہد و پیمان کے ہین، اصطلاح میں اس خیرات کو کہتے ہین جو اپنے اوپر واجب کرلین (۲) صدقہ یعنی وہ خیرات جو خدا کے نام پر فقراء کو دی جائے، (۳) نیاز یعنی وہ کھانا جو اولیاء اللہ کے نام پر کیا جائے (۴) زکوٰۃ یعنی وہ صدقہ شرعی جس کی رو سے چالیسوان حصہ مال کا ہر مستطیع مسلمان پر خیرات کرنا واجب ہے،

اسلام مین خیرات کی نسبت تاکیدی احکام ہین، اور مخیر کی تعریف کتاب اللہ اور سنت نبوی مین جابجا آئی ہے، وجوب زکوٰۃ کی علت غائی یہی ہے کہ مستطیع مسلمان اپنے غریب اور معذور بھائیون کی دستگیری کریکین، چنانچہ سورہ بقر (پ ۳، ع ۳۷، آیت ۲۷۴) مین ہے کہ خیرات اُن فقیرون کا حق ہے، جو خدا کی راہ مین (اپنے گھرون مین) بند کر دئے گئے ہین، اور چل پھر نہین سکتے (جو ان کے حال سے) ناواقف ہے وہ اُن کے) سوال نہ کرنے سے انھین دولت مند جانتا ہے، تم اُن کے بشرے سے پہچان لوگے (کہ محتاج ہین) لوگون سے لپٹ کر سوال نہین کرتے، اور جو کچھ (اللہ کی راہ مین) خرچ کروگے تو بیشک اللہ اس کو (خوب) جانتا ہے (انتہی) اس آیہ شریفہ مین جہان خیرات کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہان مستحقین خیرات بھی بتلائے گئے ہین، یعنی خیرات کے اصل مستحق ہین دین کے معلم اور خادم جو خود کمانے کی فرصت نہ رکھتے ہون (۲) درویش لوگ جو سوال سے عار رکھین اور خدا ہی پر متوکل رہین،

ابتداے اسلام مین جو سخاوتین واجب التعظیم بزرگون نے کین، اُن پر کتاب اللہ دلالت کر رہی ہے، کرم اللہ وجہہ کا معزز لقب جو حضرت علی مرتضٰے کے نام کے ساتھ لیا جاتا ہے انھین سخاوتون کی یادگار ہے،

لیکن اُس عہدِ سعید مین وہ لوگ جو دراصل مستحقِ خیرات
نہین ہوتے تھے، اسکے قبول کرنے سے اجتناب کرتے
تھے، چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین صاحبِ نصاب
مسلمان زکوٰۃ کے لیے مدینہ کی گلیون مین پکارتے پھرتے
تھے اور کوئی اس کے لینے کا اقرار نہیں کرتا تھا حتی کہ
محتاج بھی دستِ سوال دراز کرنے کو ننگ و عار سمجھتے
تھے، لیکن (ع) این قدح بشکست و آن ساقی نماند
اب پیشہ ور گداگر پیدا ہو گئے ہین،

بھیک مانگنے کی اسلام مین سخت ممانعت ہے،
کچھ کم ڈیڑھ سو حدیثین سوال کی مذمت مین حدیث کی
مختلف کتابون سے کنز العمال مین نقل کی گئی ہین، روایات
کی یہ کثیر تعداد اس امر کو بتلا رہی ہے کہ سوال کے انسداد
کو رسول خدا صلعم کس قدر مہتم بالشان تصور فرماتے تھے،
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے ہم نو یا
آٹھ یا سات آدمی آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر تھے
کہ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم خدا کے رسول سے بیعت نہین
کرتے، ہم نے فوراً ہاتھ بڑھایا، مگر چونکہ ہم چند روز پہلے
بیعت کر چکے تھے، اس لیے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ!
ہم ابھی بیعت کر چکے ہین، اب آپ ہم سے کس بات پر
بیعت لیتے ہین، آپؐ نے فرمایا اس بات پر کہ خدا کی عبادت کرو،

اور پھر آہستہ ارشاد فرمایا لوگون سے کچھ نہ مانگو،
مستحقین اور غیر مستحقین سائلون کے باب مین المشکوٰۃ
(کتاب الزکوٰۃ، باب من لا تحل لہ المسئلۃ و من
یحل لہ) مین متعدد حدیثین منقول ہین، چنانچہ (۱) روایت
ہے حضرت انسؓ سے کہ انصار مین سے ایک شخص آنحضرت
صلعم کی خدمت مین کچھ مانگنے کو حاضر ہوا، آپؐ نے پوچھا
کیا تیرے گھر مین کچھ نہین ہے، جواب دیا ایک موٹی سی
کمل ہے، اسے کچھ اوڑھتا ہون اور کچھ بچھاتا ہون، اور ایک
پیالہ ہے جس مین پانی پیتا ہون، آپؐ نے فرمایا دونون
چیزین میرے پاس لے آؤ، وہ دونون چیزین لیکر حاضر
ہوا، آپؐ نے ان کو ہاتھ مین لے کر لوگون سے فرمایا کہ
کوئی خریدتا ہے، ایک شخص بولا کہ ایک درہم کو خریدتا ہون،
آپؐ نے دو تین بار فرمایا کہ کوئی ایک درہم سے زیادہ دے
سکتا ہے، ایک شخص نے کہا مین دو درہم دیتا ہون، آپؐ نے
کمل اور پیالہ اس کو دے کر اس سے دو درہم لے لیے اور
اس انصاری کو فرمایا کہ ایک درہم کا تو کھانا لے کر اپنے
گھر مین پہنچا اور دوسرے درہم کی کلھاڑی خرید کر میرے پاس
لا، آپؐ نے دست مبارک سے ایک لکڑی کا دستہ اس مین
ٹھوک دیا اور فرمایا جا، لکڑیان کاٹ اور بیچ، اب مین
تجھ کو پندرہ دن تک نہ دیکھون، وہ شخص چلا گیا، اور

خدمت مین حاضر ہوا تو اُس کے پاس چند درہم جمع ہوگئے تھے اُس نے کچھ تو اُن سے کپڑا خریدا، اور کچھ کھانے کا سامان مول لیا، آپنے فرمایا یہ تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ جب قیامت کا دن آوے تو تیرے چہرے پر بھیک مانگنے کا داغ ہو- دیکھ سوال کرنا اس شخص کو حلال ہے جو سخت محتاج ہو یا جس کے ذمہ بھاری تاوان ہو، یا جس کی گردن پر خون بہا ہو،

(۲) روایت ہے حبشی بن جنادہ سے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سوال کرنا حلال نہین، اس غنی کو جس کے پاس قوت ایک دن کا ہو اور نہ قوی وتندرست شخص کو، ولیکن حلال ہے فقیر کے لئے جو محتاج ہو یا حلال ہے قرض دار کو جس پر بھاری قرض ہو، پس جو شخص اس لئے سوال کرتا ہے کہ بھیگ مانگنے سے دولت بڑھاوے تو اُس کے چہرے پر داغ ہوگا قیامت کے دن، اور دوزخ مین اسکو گرم پتھر کھاویگا،

خیرالقرون (ع) سب سے بہتر دور زمانہ،

المشکوٰۃ (باب مناقب الصحابہ فصل اول) مین عمران بن حصین سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ بہترین امت ہمارا قرن ہے پھر جو اس کے بعد پھر جو اس کے بعد ہو کہا عمران نے مجھے یاد نہین رہا کہ حضرت نے بعد اس کے دو قرن فرمایا یا تین قرن، پھر اس کے بعد ایسی قوم ہوگی جو خود شہادت دیگی اور کوئی اُن سے شہادت نہ لیگا- امانت مین خیانت کرے گی، عہد کریگی مگر وفا نہ کریگی، اور پیدا ہوگا اس مین موٹاپا (بسبب تنعم وترفہ کے)

اس حدیث کی شرح مین مختلف اقوال پائے جاتے ہین، اور خیرالقرون کے تعین مین سخت اختلاف رونما ہوگیا ہے، لفظ قرن کے مفہوم مین بھی محدثین مختلف الرائے ہین، بعض ق ر ن سے دس برس اور بعض زیادہ یہان تک کہ ایک سو بیس برس مراد لیتے ہین، امام مسلم کے نزدیک سو برس پر قرن کا اطلاق ہوتا ہے،

(قرن)

(۱) ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ مین اور نیز مولوی عبدالحق دہلوی شرح مشکوٰۃ فارسی مین لکھتے ہین کہ حضرت صلعم کا قرن تو وہی زمانہ صحابہ ہے جس کی مدت ایک سو بیس برس تک ہے اور قرن تابعین سنہ ۱۰۰ھ سے سنہ ۱۷۰ھ تک اور قرن تبع تابعین سنہ ۲۲۰ھ تک ہے اور یہی قرون ثلاثہ خیرالقرون ہین، اس کے بعد فتنہ وفساد ظاہر ہوا-

(۲) حضرت محدث دہلوی کی تحقیق مین قرن ثلاثہ سے مراد زمانہ خلفائے ثلاثہ ہے، لیکن مولوی صدیق حسن خان سراج الوہاج شرح صحیح مسلم مین اس قول کو غریب کہتے ہین، علاوہ ازین حضرت محدث دہلوی

کی تحقیق کی بنا پر زمانہ خلافت حضرت علی مرتضیٰؓ زمانہ فتنہ و شر قرار پاتا ہے،

(۳) مولوی ابو الکلام آزاد نے اپنے اخبار الہلال (۱ء جلد ۲ صفحہ ۳۸۰) مین حدیث خیر القرون پر بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خیر القرون کا عہد میمون بنی امیہ کی حکومت سے پیشتر ختم ہو گیا، باین تفصیل کہ بہترین دہ سالہ دور آنحضرت صلعم کا تھا، اس کے بعد دوسرا عشرہ اور اُس کے بعد تیسرا عشرہ جس کے بقیہ چھ مہینے حضرت امام حسن علیہ السلام کی خلافت سے پورے ہوتے ہین ختم ہو جاتا ہے پھر زمانہ شر و فتن شروع ہو گیا،

(۴) صاحب تنقید بخاری نے اولاً تو اس حدیث مندرجہ بالا کی صحت کو مشتبہ تبلایا ہے اور رواۃ کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے پر بحث کی ہے، پھر اصل حدیث باب صفۃ النبی سے (جو المشکوٰۃ، کتاب الفتن، باب فضائل سید المرسلین صلعم فصل اول مین بھی درج ہے) استدلال لائے ہین کہ جس زمانہ سے آنحضرت صلعم کی ابتدا ہے اور جہان تک آپؐ کی انتہا ہے یعنی وفات تک اسکو خیر القرون کہتے ہین پس اس قول کے مطابق زمانہ خیر القرون کو زمانہ صحابہ سے کچھ تعلق نہین ہے، علامہ موصوف نے سنداً علامہ قسطلانی کی شرح بخاری سے اس شرح کو بھی درج کیا ہے جو حدیث بعثت فی خیر قرون (باب صفۃ النبی) کی تشریح مین لکھی ہے،

(تنقید بخاری حصہ ثالث صفحہ ۱۶۷)

خیط (ع) لغوی معنی دھاگے کے ہین اس کی جمع اخیاط اور خیاط آتی ہے،

خیط الرقبہ سے مراد شاہ رگ ہے اور **خیط بین الصبح** کہتے ہین سپیدی سحر کو، اسی لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ تبین الخیط من الخیط یعنی رات جدا ہو گئی دن سے،

خیط الابیض سے مراد دن کی سپیدی ہے، اور **خیط الاسود** کہتے ہین رات کی تاریکی کو، چنانچہ سورہ بقر (پ ۲، ع ۲۳، آیات ۱۸۳، ۱۸۰) مین ہے کہ کھاؤ پیو یہانتک کہ رات کی کالی دھاری (خیط الاسود) سے صبح کی سفید دھاری (خیط الابیض) تم کو صاف دیکھنے لگے؛ (انتہی)

یہان خیط الاسود سے مراد پوہ پھٹنے سے ہے جس کے بعد غروب شمس تک ہر قسم کے اکل و شرب سے پرہیز لازم ہے،

خیف (ع) نشیب زمین کو کہتے ہین، چونکہ منیٰ مین جو مسجد ہے وہ نشیب مین واقع ہے اس لیے اُسکو مسجد خیف کہتے مین، ان ہر سہ جمرات مین سے جن کے رمی کرنے کا حاجیون کو حکم ہے پہلا جمرات مسجد خیف کے متصل واقع ہے،

خَیفاء (ع) بالفتح، وہ گھوڑی (مادہ) جس کی ایک آنکھ سیاہ اور دوسری سفید ہو، اسی مناسبت سے خیفاء ایک صنعت کا نام ہے جس کا ایک کلمہ منقوط اور دوسرا غیر منقوط

ہوتا ہے،

خیل (ع) بالفتح، سوارون اور پیدلون کا گروہ، گھوڑون کا گلہ، بعض لغویین کے نزدیک خیل ایسی جمع ہے، جسکا واحد نہین ہے اور بعضون نے اس کی جمع خیول اور اخیال لکھی ہے بعض کے نزدیک خیل جمع ہے فرس کی علی غیر لفظہ جیسے نسا جمع ہے امراۃ کی، فارسی مین خیل بمعنی مطلق گروہ کے بھی آتا ہے (لغات کشوری) خیل ماخوذ ہے خُیلا سے جس کے معنی اکڑ کر چلنے کے ہین، اور گھوڑون کو خیل اس لئے کہتے ہین کہ وہ اکڑ کر چلتے ہین، امام راغب لکھتے ہین کہ خیلا متکبر کو کہتے ہین اسلئے کہ وہ اپنے آپ کو دوسرون سے بڑھ چڑھ کر خیال کرتا ہے، خیل کا تعلق خیال سے ظاہر ہے، خیال کو خیال اسی واسطے کہتے ہین کہ کسی صورت کے حاضر کرتے وقت قوت خیالیہ مین جولان پیدا ہوتا ہے،

قران مجید مین خیل گھوڑون کے معنی مین آیا ہے، چنانچہ

سورۂ حشر (پ ۲۸، ع اول آیت ۶) مین ہے کہ تم نے اس مال (غنیمت) پر نہ گھوڑے (خیل) دوڑائے، نہ اونٹ (رکاب)

(۲) سورہ نحل (پ ۱۴، ع اول، آیت ۸) مین ہے کہ اُس نے پیدا کئے گھوڑے (خیل) اور خچر اور گدھے کہ تم ان پر سوار ہوتے ہو، اور وہ (تمہاری) زینت ہین،

(۳) سورہ آل عمران (پ ۳، ع ۲، آیت ۱۲) مین ہے کہ

چاندی اور عمدہ عمدہ گھوڑے (والخیل) اور مویشی اور کھیتی یہ دنیا کی (چند روزہ) زندگی کا سامان ہین، اچھا ٹھکانا تو اللہ ہی کے پاس ہے،

عربی گھوڑے دنیا مین مشہور ہین، اور عربون کی محبت بھی جو وہ اپنے گھوڑون کے ساتھ رکھتے ہین، ضرب المثل ہے آنحضرت صلعم کو بھی گھوڑون کے ساتھ خاص انسیت تھی، آپکے ارشادات کہ بہترین گھوڑا کس رنگ و روپ کا ہوتا ہے، کتب احادیث مین مذکور ہین، چنانچہ

(۱) حضرت ابی قتادہ رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بہترین گھوڑا سیاہ ہے جس کی پیشانی کے درمیانی حصہ مین تھوڑی سفیدی ہو، اور ناک کی طرف سفیدی ہو، پھر وہ گھوڑا بہتر ہے جس کی پیشانی پر تھوڑی سی سفیدی ہو، اور ہاتھ اور پاؤن سفید ہون لیکن دایان ہاتھ سفید نہ ہو، اگر گھوڑا سیاہ رنگ کا نہ ہو تو کمیت بہتر ہے، جس مین مندرجہ بالا علامات ہون،

(۲) حضرت ابی وہب الجشمی سے مروی ہے کہ گھوڑا کمیت سفید پیشانی والا اور سفید ہاتھ پاؤن کا یا اشقر سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤن کا یا سیاہ و سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤن کا بھی ٹھیک ہے (انتہی) اس حدیث مین اُن گھوڑون کا بیان ہے جو درجہ دوم مین شمار

شمار ہوتے ہین،

عرب مین عموماً چار قسم کے گھوڑے پائے جاتے ہین،

(اول) براذین (جمع ہے برذون کی) یعنی عجمی گھوڑے،

(دوم) عتاق (بکسر عین مہملہ، (جمع عتیق کی) عرب کے عمدہ گھوڑے،

(سوم) ہجین یعنی وہ گھوڑا، جس کا باپ عربی ہو اور مان عجمی،

(چہارم) مضرب یعنی وہ گھوڑا جس کا باپ عجمی ہو اور مان عربی، اور یہ گھوڑے سوار کے حصہ غنیمت کے پانے مین برابر ہین (ترجمہ درمختار، کتاب الجہاد، باب الغنم والقسمۃ)

اگر غازی دار الحرب مین سوار داخل ہو، پھر اس کا گھوڑا مر گیا تو غنائم مین سے دو حصے کا مستحق ہوگا، امام ابو حنیفہ اور امام زفر کے نزدیک سوار کے دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ ملنا چاہیئے، لیکن ائمہ ثلاثہ اور دیگر صاحبین اور اکثر اہل علم کے نزدیک سوار کے تین حصے اور پیدل کا ایک حصہ مال غنیمت مین سے ملنا چاہیئے (ترجمہ درمختار، کتاب الجہاد، باب الغنم والقسمۃ)

فقہائے امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک مال غنیمت مین سے سوار کے دو حصے ہین اور بعض مجتہد تین حصے کہتے ہین، اور پیدل کا ایک حصہ ہے، جس غازی کے دو گھوڑے یا زیادہ ہون تو اسے دو گھوڑون کا حصہ دین گے، اور دو سے زائد کا حصہ نہین ملے گا (جامع الجعفری، کتاب الجہاد)

ترجمہ حیوۃ الحیوان دمیری مین ہے کہ گھوڑی کو خواب مین دیکھنا باعث ہوتا ہے، قوت، زینت، اور عزت کا، عربونکا مقولہ ہے کہ الخیل میمون یعنی گھوڑے مبارک ہین :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصحیح اغلاط اسلامی لغات جلد دوم

قارئینِ کرام سے التماس ہی کہ اس جلد کے مطالعہ سے قبل مندرجۂ ذیل اہم غلطیون کی تصحیح فرمالین،

صفحہ	کالم	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	کالم	سطر	غلط	صحیح
۱۲	۱	۳	زمانہ کا	زمانہ کا حال	۴۸	۲	۲۰	اسررالجفر	اسرارالجفر
۲۴	۲	۶	صفری	صغرے	۶۸	۱	۲۱	بھی	یہی
۳۳	۱	۱۴	متعلق	معلق	۸۶	۲	۱۴	تعلیم	تعلیم یافتہ
۴۰	۱	۷	جزیہ	جزیہ کو	۹۴	۲	۱۷	اورتمکو	اورجنھون نے تمکو
۴۱	۱	۹	پس جزیہ کو	جزیہ کو	۱۰۷	۲	۱۰	محروم	مرحوم
۴۴	۲	۱	نے کیا	نے نہین کیا	۱۱۷	۲	۱۹	قران مجیدمین	قران مجید کے
۴۵	۲	۱۴	صورت کی صورت	زمین کی صورت	۱۲۰	۲	۳	عرفہ کے	عرفہ کے دن
۴۶	۱	۲	پراگندہ حالات	پراگندہ حالت	۱۲۶	۱	۷	بت کہنا	بت پرست کہنا
"	۲	۱۵	مدون	مین مدون	"	۲	۲	حلہ جو	حیلہ جو
۴۷	۳	۵	مین ہے	مین بھی یہی نام لکھا ہے	۱۳۵	۱	۱۶	قادیانی	قادیانی پریس

صفحہ	کالم	سطر	غلط	صحیح
۱۴۰	۲	۴	جسقد	جس قدر
۱۴۱	۱	۳	ابتداًعاقل	ابتداً حیوانات کو عاقل
۱۵۳	۲	۵	ہوجاتاہے	ہوجاتے ہین
۱۵۸	۲	۵	ان حرمی کے نام یہ ہے	ان حروف کے نام یہ ہین
۱۵۹	۲	۷	مذکور	مذکورہ
۱۶۱	۲	۲	مشروط	مشروط ہونا
۱۷۰	۲	۴	مسائل	مسائل حساب
۱۶۹	۲	۵	مضافات دہلی کے ایک ملک کا نام ہے	جو مضافات دار الملک دہلی مین سے ہے
۱۸۸	۱	۱۹	کہ جہان	اور جہان
۱۹۱	۲	۷	(حسن بن صباح)	(حسن بن صباح) نے
۱۹[illegible]	۲	۱۳	اس سوال کو جواب ہین	اس سوال کا جواب
۲۲۱	۱	۱۱	متعدد ہین	متعدد آیات ہین

صفحہ	کالم	سطر	غلط	صحیح
۲۳۸	۲	۱۳	دونون	دنون
۲۵۱	۲	۱۳	انگشتری پہنے سے	پہنے سے
۲۵۹	۲	۵	لغوی معنی	لغوی معنی ہین،
۲۸۳	۲	۱۵	وہ شخص	وہ پتھر
″	″	۱۶	کرتا ہے	گرتا ہے
۲۸۴	۱	۲۱	نہیں	عکس نہین
۲۸۵	۲	۲۰	رنگ کا	رنگ سے
″	″	۲۱	رنگ کا	رنگ سے
۳۰۰	۲	۶	امام شوکانی	امام شوکانی نے
۳۰۶	۱	۱۹	شرعیہ کی کیجاتی	شرعیہ کی جانی جاتی
۳۰۸	۱	۷	اختراء	افتراء
۳۱۰	۱	۱۸	نذر	نظر
۳۱۷	۲	۱۰	انھین کو	اُنھیں